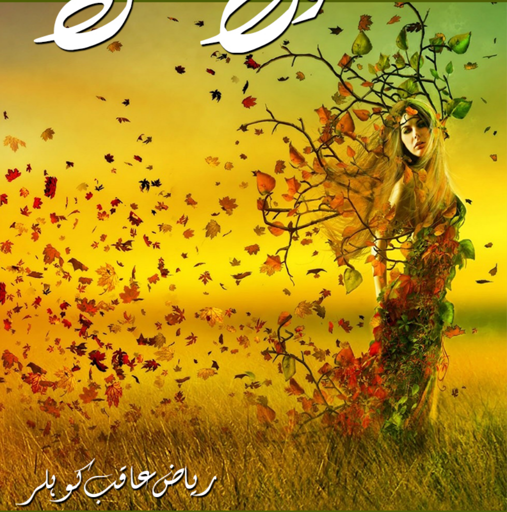
جنون عشق



ریاض عاقب کوہلر

ناول

ریاض عاقب کوہلر

جنونِ عشق

رشتہ طے ہونا اتنی بڑی خوش خبری تھی کہ وہ ساری رات سو نہیں سکا تھا۔ خوابوں کی ان دیکھی شہزادی اس کی زندگی میں بہار بن کر آنے والی تھی ۔ یہ رشتہ اس کی ماں کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ اور پھر اگلے دن وہ اس زبانی کلامی رشتے کو منگنی کی زنجیر پہنانے پہنچ گئے ۔ جانے کتنی دیر تک وہ منہ پر صابن رگڑتا رہا، لیکن پوری ٹکیا گھلانے کے بعد بھی چہرے کی کالک کو دور نہ کر سکا جو رب نے اس کے نصیب میں لکھ دی تھی۔ من جتنا بھی صاف ہو خلق نے تو ظاہر دیکھنا ہوتا ہے، جو وہ کسی کو دکھانے کے قابل نہیں تھا۔ اگر وہ ایتھوپیا کا باشندہ ہوتا تو رشتوں کی لائن لگ جاتی مگر یہ پاکستان تھا اور سفید رنگت اس قوم کی کمزوری ہے۔

اس کی ماں کی مسلسل بھاگ دوڑ اور منت سماجت کے بعد کہیں ہاں ہوئی تھی۔ مزدور گھرانا تھا، لیکن یہ بات اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔ اسے تو بس شریک حیات چاہیے تھی۔ گو خواب تو وہ بھی ان لڑکیوں کے دیکھتا تھا جن کے ملنے کا وعدہ ہر مومن سے کیا گیا ہے، مگر ان کی موت کے بعد۔ اس میں بڑی رکاوٹ تو زندگی ہے، جبکہ ہر کوئی مرنے سے پہلے اس قسم کی لڑکی کا خواہاں ہوتا ہے۔ جو حور کا نعم البدل ہو۔

بہر حال وہ لڑکپن کے سپنے تھے۔ اب وہ بھرپور جوان تھا...... جوان بدن کے تقاضے انسان کو کسی قابل نہیں

چھوڑتے، جواں مرد کو عورت چاہیے ہوتی ہے چاہے وہ کیسی شکل کی بھی ہو۔

رکشے سے اتر کر وہ ماں کی رہنمائی میں چل پڑا۔ وہاں گلیوں کی حالت بھی ان کے محلے سے مختلف نہیں تھی ۔وہی گندگی ابلتے گٹر، نالیوں میں بہتا بدبودار پانی، ٹین اور لکڑی کے ٹوٹے پھوٹے دروازے، کچھ گھروں کے دروازے نہیں تھے، دروازوں کا کام انھوں نے ٹاٹ کے ٹکڑوں سے لیا ہوا تھا۔ اسے لگا وہ گھوم پھر کر اپنے محلے ہی میں لوٹ آیا ہے۔

ایک کوارٹر نما مکان کے دروازے پر اس کی ماں نے دستک دی۔ دروازہ کھولنے والا ایک کم عمر لڑکا تھا۔ ایک کھانستے بزرگ نے ان کا استقبال کیا اور وہ صحن میں بچھی چارپائیوں پر بیٹھ گئے۔

رسمی تعارف کے بعد جب بزرگ نے ''دولھا'' یعنی اسے اچھی طرح دیکھ لیا اور اس کے باوجود اس کے ارادے میں تذلزل نظر نہ آیا تو اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔

وہ اس کا ہونے والا سسر تھا۔ تھوڑی دیر بعد ساس صاحبہ تشریف لائیں اور پھر اس کے خوابوں کی شہزادی بھی چائے کے برتن ٹرے میں رکھے وہاں پہنچ گئی، عام شکل وصورت کی ایک ایسی لڑکی جو رستے میں مل جائے تو کوئی دوسری نظر ڈالنا پسند نہ کرے۔ مگر اب وہ اس کی ہونے والی تھی۔ بلاشرکت غیرے اس کی ملکیت۔ جیسی بھی تھی اسے اچھی لگی۔ منگنی کی انگوٹھی پہنا کر وہ واپس آگئے۔

☆......☆......☆

حماد عجیب مخمصے میں پھنس گیا تھا۔ سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں جیسے کہ سلب ہوگئی تھیں۔ ایک طرف محبت اور دوسری جانب ضرورت۔ فریحہ کی طرح خوب صورت لڑکی اس سے پہلے اس کی نگاہ سے نہیں گزری تھی ۔لڑکیوں سے دوستی کرنا، انھیں محبت کے جال میں پھانسنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اور اس میں زیادہ دخل اس کے پرکشش چہرے، اعلا پرسنالٹی اور چھریرے بدن کا تھا۔ ایک کلرک کا بیٹا ہونے کے باوجود رکھ رکھاؤ سے وہ نواب زادہ نظر آتا تھا۔ شروع میں وہ صرف لڑکیوں سے دوستی رکھنے کا شوقین تھا اور ایسا کرنے کے بعد دوستوں کی محفل میں، ان معاشقوں کو فخر سے بیان کرنا اس کا مشغلہ تھا۔ بعد میں ایک قدم آگے بڑھا کر وہ امیر لڑکیوں سے رقم اینٹھنے لگا۔ اس مقصد کے لیے وہ عموماً یونیورسٹی میں نئی آنے والی واجبی شکل وصورت کی امیر لڑکیوں کو

تاڑتا۔اس کی اس روش کا خاتمہ مسکان کی یونیورسٹی آمد پر ہوا۔پہلے پہل ایک سیٹھ زادی کونقاب اوڑھے دیکھ کر اسے اچنبھا ہوا تھا۔پھراسے خیال آیا کہ شاید وہ زیادہ ہی گئی گزری ہے جونقاب اوڑھتی ہے۔مگر نقاب سے نظر آنے والی آنکھیں کوئی اور کہانی سنایا کرتی تھیں۔اس نے سب دوستیاں ترک کر کے مسکان پر ڈورے ڈالنے شروع دیئے آخر مہینے دو مہینے کی تپسیا رنگ لائی اور مسکان اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔وہ شروع دن سے فاصلہ رکھ کر ملنے کی قائل تھی۔اس سے پہلے وہ جتنی لڑکیوں سے ملا تھا مسکان ان تمام سے مختلف ثابت ہوئی تھی۔حماد کو حیرانی ہوتی، کہ ایک سیٹھ زادی میں بھلا اتنی مشرقیت اور دین داری کہاں سے آگئی ہے۔بہر حال اس کی حیرانی کو مسکان کی نوازشیں زائل کر دیتی تھیں۔

مسکان نے اسے معاشی لحاظ سے بے فکر کر دیا تھا۔آئے روز نئے نئے قیمتی لباس، اعلا کوالٹی کے جوتے، خوشبوئیں اور موبائل فون وغیرہ تحفے میں دینا، نقدی کی صورت اس کی جیب تازہ رکھنا۔اس کی تو گویا پانچوں گھی اور سر کڑاہی میں تھا۔سارے دوست اس کی قسمت پر رشک کرتے تھے۔مسکان لامحالہ اسے بہت چاہتی تھی۔اپنی گفتگو میں وہ کئی باراس بات کا اعتراف کر چکی تھی کہ اسے حماد کی محبت پر فخر ہے۔اور یہ کہ حماد اس کی پہلی اور آخری محبت ہے۔اس کی بات پر حماد کو اس لیے بھی سو فیصد یقین تھا کہ وہ مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولتی تھی۔اس کے باوجود اس نے ایک دن ہمت کر کے پوچھ لیا۔

"مسکان!......تم جیسی خوش شکل لڑکی کو اس سے پہلے کسی لڑکے نے پرپوز نہیں کیا......؟"

"نہیں۔"اس نے نفی میں سر ہلایا۔"میں نے کبھی کسی کو موقع ہی نہیں دیا، نہ تو میں مخلوط محافل میں شامل ہوتی ہوں اور نہ کبھی مرد رشتہ داروں سے روابط رکھتی ہوں۔میری ان عادات سے تمام گھر والے نالاں ہیں۔اس کے علاوہ میں نے نہم کلاس ہی سے نقاب اوڑھنا شروع کر دیا تھا۔کبھی کسی لڑکے نے میرے قریب آنے کی جرأت نہیں کی، کیونکہ اس بات سے تو ہر کوئی اچھی طرح واقف ہوتا ہے کہ ایک سیٹھ زادی کو چھیڑنے پر انھیں کیا صلہ مل سکتا ہے۔آپ بھی جانے کس مٹی کے بنے ہیں میرے مسلسل نظر انداز کرنے اور بے نیازی برتنے پر بھی اپنی کوششوں سے باز نہ آئے۔اور آخر مجھے اپنی چاہت میں گرفتار کر کے ہی دم لیا۔یقین مانو میں شادی سے پہلے ہونے والی محبت کی سب سے بڑی مخالف تھی، اب بھی ہوں اور آپ کے ساتھ سے وقت گزاری نہیں کر

رہی۔آپ کو جیون ساتھی چنا ہے اور بتاؤں گی۔"

"انکل داؤد!......کو کون راضی کرے گا؟" حماد نے اندیشہ ظاہر کیا۔

"پاپا میری بات کبھی نہیں ٹالیں گے......وہ مجھ پر اندھا اعتماد کرتے ہیں اور جانتے ہیں میرا انتخاب غلط نہیں ہو سکتا۔"

"بات انتخاب کی نہیں، حیثیت اور مقام کی ہے۔کیا وہ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند برداشت کرلیں گے؟"

"نہ تو میں مخمل ہوں اور نہ آپ ٹاٹ ہیں۔جہاں تک مقام کا تعلق ہے تو فہیم بھائی نے اپنی مرضی سے ایک متوسط گھرانے کی لڑکی سے شادی کی پاپا نے کوئی اعتراض نہ کیا۔وسیم بھائی نے بھی پسند کی شادی کی، گو بعد میں ان کا نبھا نہ ہو سکا اور طلاق ہو گئی تھی، مگر انتخاب تو ان کا اپنا تھا نا؟ صرف میری باری پر پاپا کو اعتراض نہیں جچتا۔اور یاد رکھنا آپ کے لیے میں اپنی ساری دولت کو ٹھوکر مارنے پر تیار ہوں۔"

حماد گھبرا کر بولا۔"نہیں ایسی غلطی کبھی نہ کرنا۔"

"کیا مطلب......؟" مسکان نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔"کیا میں آپ کو دولت کے بغیر قبول نہیں؟"

"بکواس مت کرو۔" حماد نے بات سنبھالی۔"ہر بات کا الٹا مطلب لیتی ہو۔میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم والدین کی مرضی کے بغیر شادی نہیں کر سکتے۔خود شریعت و اسلام کا ڈھنڈورا پیٹتی ہو اور اتنا نہیں معلوم کہ کنواری لڑکی کو شادی کے لیے سرپرست کی اجازت لینا ضروری ہوتا ہے۔"

"بس کرو مولانا صاحب!......" وہ ہنسی۔"فقہ میں ایسی کوئی شق موجود نہیں ہے۔یہ حکم نابالغ لڑکی کا ہے۔بالغ لڑکی بہ حالت مجبوری اپنی مرضی سے شادی کر سکتی ہے۔گو اس کا یہ عمل برا گردانا جاتا ہے مگر اس کا یہ مطلب لینا کہ سرے سے شادی نہیں ہوتی بالکل غلط ہے۔"

"میں نے تو سنا تھا نہیں ہوتی۔" حماد گڑبڑا گیا۔

مسکان اطمینان سے بولی۔"جناب!......غلط سنا تھا۔"

"بہر حال......پہلے انکل کو راضی کرنے کی کوشش کریں گے۔اس کے بعد یہ انتہائی قدم اٹھائیں گے۔"

"اس بات پر مجھے اصرار کرنا چاہیے تھا۔" مسکان کے لہجے میں شوخی تھی۔

”کیا تمھیں میری محبت پر شک ہے؟......یا مجھے مال و دولت کا بھوکا سمجھ رکھا ہے؟“ حماد نے اکھڑے ہوئے لہجے میں دریافت کیا۔

”آپ!......تو خفا ہونے لگے۔“ مسکان گھبرا گئی تھی۔

”تو کیا، تمھارے طنز پر داد دوں؟“ اس نے مسکان کو جھڑکا۔

وہ اکثر اپنی غلطی چھپانے کے لیے اسی طرح کا اکھڑ لہجہ اور خشک رویہ اپناتا تھا۔ جواباً وہ گھبرا کر اس کی ناز برداری میں لگ جاتی۔

”پلیز حماد!...... یہ طنز نہیں تھا۔ بھلا میں آپ سے طنزیہ گفتگو کر سکتی ہوں؟ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں آپ بن نہیں رہ سکتی پھر آپ کیوں مجھے دکھی کرتے ہیں؟“

”مسکان صاحب!......میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھیں اپنی دولت پر کچھ زیادہ ہی گھمنڈ ہوتا جا رہا ہے۔ یاد رکھنا اگر مجھے تم سے محبت نہ ہوتی تو آج کے بعد تم میری شکل دیکھنے کو ترس جاتیں۔ مجھے رشتوں کی کمی نہیں ہے۔“

”پلیز حماد!......غصہ تھوک دو۔“ مسکان نے مضطرب ہو کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کی چاہت اور محبت کا اظہار ہاتھ تھامنے تک محدود تھا۔ شروع میں حماد نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی، مگر اس نے بڑی سختی سے جھڑک دیا تھا۔ شادی سے پہلے وہ کسی بھی ایسی ویسی حرکت کا ارتکاب گناہ کبیرہ سمجھتی تھی۔ اور حماد کو اپنے فائدے کے لیے اس کی یہ بات ماننا پڑی تھی۔ وہ تو اس مل بیٹھنے پر بھی کئی بار نادم ہو جاتی کہ یہ ایک غلط فعل تھا مگر پھر یہ خیال اسے تقویت دے جاتا کہ حماد اس کا ہونے والا شوہر ہے۔

”اٹس او کے!......“ حماد نے نخوت سے کہا۔ مگر اس کے چہرے کے تاثرات اس کے الفاظ کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ اسے خوش کرنے کے لیے اگلے دن وہ ایک قیمتی لیپ ٹاپ کا تحفہ لے آئی۔

”یہ کیا؟“ حماد نے اندرونی خوشی پر قابو پاتے ہوئے مصنوعی حیرانی سے پوچھا۔

”لیپ ٹاپ۔“ وہ سادگی سے بولی۔ ”میں نے دیکھا ہے کافی سٹوڈنٹس کے پاس لیپ ٹاپ ہیں مگر میرے حماد کے پاس نہیں ہے۔ وہ میرے حماد سے برتر تو نہیں ہیں نا؟“

”مسکان!......تم بھی نا؟“

"کیا...... میں بھی؟" حماد کو خوش دیکھ کر وہ بھی خوش ہو گئی تھی۔

"بس ہر وقت مجھے شرمندہ کیے رکھتی ہو۔" وہ ایسی باتوں پر نادم نہیں ہوتا تھا مگر اپنی بات رکھنے کے لیے ظاہر یہی کرتا کہ اسے مسکان سے تحفہ لے کر شرمندگی ہو رہی ہے۔

"حماد!...... میرا سب کچھ آپ کا ہی ہے۔ ہم کوئی دو تو نہیں ہیں نا؟...... اگر آپ امیر ہوتے تو کیا میرے لیے تحائف نہ لاتے؟"

"صحیح کہا...... اور پتا ہے میں اپنی پہلی تنخواہ سے کیا خریدوں گا؟"

"کیا خریدو گے؟" اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

وہ بولا۔ "تمھاری ملائم انگلی کے لیے انگوٹھی، نازک گلے کے لیے لاکٹ اور ریشمی کلائیوں کے لیے کنگن۔" یہ مکالمے وہ کئی لڑکیوں کے سامنے دہرا چکا تھا۔ ہر دفعہ اس کے مثبت نتائج برآمد ہوئے تھے۔ اس وقت بھی مسکان ان دیکھے جذبوں میں کھو گئی۔ اور جب وہ بولی تو اس کے ہونٹوں سے بہت مدہم اور چاہت سے لبریز آواز نکلی۔

"حادی! آپ بہت اچھے ہیں ...... آئی لو یو سو مچ۔" اس کے لیے زیورات کی کمی نہیں تھی۔ اگر وہ چاہتی تو پوری جیوری شاپ خرید لیتی۔ مگر محبوب سے تحفہ لینے کا اپنا ہی مزہ ہوتا ہے۔

اور پھر وہ فائنل ایئر میں تھا کہ فریحہ یونیورسٹی میں وارد ہوئی۔

☆......☆......☆

رات دو بجے اسے ماں کی پیار بھری ڈانٹ سنائی دی۔

"دانی!...... تم ابھی تک جاگ رہے ہو......؟ سو جا پتر، صبح کام پر بھی جانا ہے۔"

"جی ماں!...... سو تو رہا تھا...... آپ نے آواز دے کر جگا دیا۔" اس نے صریحاً جھوٹ بولا۔

"چل بے شرم...... مجھے بیوقوف بنا رہا ہے، ماں ہوں تمھاری؟"

اس بار جواب دینے کی بجائے اس نے کروٹوں کے تسلسل کو روک دیا جو اس کے جاگنے کا راز افشا کر رہے تھے اور جاگتی آنکھوں سے صالحہ کو دلہن کے روپ میں دیکھنے لگا۔

رات بھر جاگنے کی وجہ سے صبح اس کا جسم ٹوٹ رہا تھا لیکن کام پر جانا ضروری تھا۔ بلکہ اب تو یہ زیادہ ضروری ہو گیا تھا کہ شادی کے لیے اخراجات اکھٹے کرنا تھے۔

شام کو کام سے واپسی پر ماں اسے بجھی بجھی نظر آئی۔

''ماں!...... خیر تو ہے؟...... پریشان دکھ رہی ہو؟''

اس کے سوال پہ اماں کی آنکھیں چھلک پڑیں اور وہ گھبرا گیا۔

''ماں!...... کیا بات ہے؟...... کیوں رو رہی ہو؟''

''پتر!...... رب جس کے نصیب میں خوشی نہ لکھے وہ کب خوش رہ سکتا ہے؟''

''کچھ پتا تو چلے ماں؟ کیسی خوشی......؟ کون سی خوشی؟''

''پتر!...... جانتی ہوں کہ میری پوتے پوتیوں کو گود میں لینے کی خواہش ہمیشہ تشنہ رہے گی۔''

وہ خفگی سے بولا...... ''اب تو ایسا نہ کہیں اماں...... اب تو............''

''تو پھر کب بولوں؟'' اس نے قطع کلامی کرتے ہوئے اس کے سامنے بند مٹھی کھولی جس پر وہ انگوٹھی جگمگا رہی تھی جو کل وہ صالحہ کو پہنا کے آیا تھا، یہ انگوٹھی چھٹی مرتبہ واپس آ رہی تھی۔

''کک...... کیا ہوا...... یہ کیوں؟ اس وقت تو انھیں کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا؟''

''لڑکی کا باپ واپس کر گیا ہے...... کہہ رہا تھا وہ کسی آشنا کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔''

اور ماں کی بات سنتے ہی وہ اسے تسلی دیئے بغیر گھر سے نکل آیا۔ اس کے پاس ایسے الفاظ موجود نہیں تھے کہ ماں کی ڈھارس بندھا سکتا، حالانکہ ابو کی وفات کے بعد جب معاشی مسائل منہ کھولے سامنے آئے تھے، اس وقت اس نے بڑے اعتماد سے ماں کو حوصلہ دیا تھا......

''فکر نہ کر ماں!...... میں موجود ہوں ناں؟'' اور پھر اس نے کہے کی لاج بھی رکھی اور گھر کا چولھا بجھنے نہ دیا۔ اسی طرح گھر کے اکلوتے کمرے کی چھت گرنے پر بھی جب اس کی ماں نے پریشانی ظاہر کی تھی تو دانیال نے اسے اطمینان دلایا تھا کہ وہ فکر نہ کرے چھت کی مرمت ہو جائے گی۔ اور چند دن کے اندر اس نے چھت ڈال دی تھی۔ بلکہ اگلے چند ماہ میں اس نے ایک، اور کمرہ بھی بنا لیا تھا۔ اس کے علاوہ بھی جب کبھی مشکل وقت آیا اس

نے ماں کو پریشان نہیں ہونے دیا تھا۔لیکن آج وہ اس قابل نہیں تھا کہ، ماں کو تسلی کے دو لفظ کہہ سکتا، اسے اطمینان دلا سکتا کہ تو فکر نہ کر، میں جلد ہی چاند سی دلہن ڈھونڈ لاؤں گا۔اس مسئلے میں وہ مجبور و بے بس تھا۔وہ ایسے سپنے تو دیکھ سکتا تھا جن میں چاند سے بھی روشن چہرے کی لڑکی اس کی دلہن بنتی مگر حقیقت میں تو ا، رخ بنو بھی اس کے نصیب میں نہیں تھی۔

وہ رات گئے تک سڑکوں پہ آوارہ پھرتا رہا۔ایسا اس کے ساتھ چھٹی بار ہو رہا تھا کہ منگنی کی انگوٹھی کسی تھپڑ کی طرح اس کے منہ پر ماری گئی تھی۔اس کے دل و دماغ میں عجیب حسرت اور دکھ بھرا ہوا تھا۔ایک جوان مرد کو عورت کی اتنی ہی حاجت ہوتی ہے جتنی اسے کھانے پینے کی ضرورت ہوتی ہے۔جسمانی تقاضے ایک جوان مرد کو کس طرح بے حال کرتے ہیں اس کا اندازہ لگانا کسی بھی باشعور کے لیے مشکل نہیں ہے۔

گھر واپسی پر ماں اسے جاگتی ملی، وہ جیسے ہی چارپائی پر لیٹا وہ چراغ کے جن کی طرح نمودار ہوئی۔

''پتر کھانا گرم کردوں؟''

''باہر سے کھا کے آیا ہوں ماں!'' اس نے صریحاً جھوٹ بولا اور ماں بغیر مصر ہوئے لوٹ گئی۔

اگلے دن کام سے واپسی پر اس کے قدم چچا خیر دین کی بیٹھک کی طرف بڑھ گئے۔لوگ ہر قسم کے مسائل اس سے بیان کرتے تھے۔دانیال نے بھی اسے دل کا دکھڑا سنانا مناسب سمجھا......

''جوان!......جب گھر میں روٹی پکانے والی موجود نہ ہو تو بندے کو بازاری کھانا کھا لینا چاہیے، مقصد تو بھوک مٹانا ہی ہوتا ہے نا؟'' ساری بات سنتے ہی اس نے اطمینان سے مشورہ دیا۔

''کک......کیا......مطلب......آپ، کہیں......میرا مطلب ہے......؟''

''بالکل میرا یہی مطلب ہے برخوردار......آخر انھوں نے بھی تو پیٹ بھرنا ہے۔اور تعاون سے کام چلتا ہے ،انھیں روزی ملے گی اور تمھیں روزینہ۔''

''مم......مگر......میں نے اس پہلے......؟'' وہ ہکلایا۔

''ہاں......مگر ہر کام کی کوئی نہ کوئی شروعات تو ہوتی ہے......یاد رکھو یہ نہیں کرو گے تو شاید نفسیاتی مریض بن جاؤ۔یہ ایسا تقاضا نہیں جسے دبا لیا جائے اور پھر بات صرف شکل و صورت کی نہیں دھن دولت کی بھی ہے اور مالی

لحاظ سے تم اپنی صورت سے بھی گئے گزرے ہو۔‘‘

اس نے پوچھا۔’’ایسی لڑکی ملے گی کہاں......؟‘‘ کیونکہ خیرالدین سے متفق ہونا اس کی مجبوری تھی۔

’’ایسے کئی محلے ہیں جہاں دن رات یہ کاروبار شروع ہے۔‘‘

’’کیا......انھیں میری رنگت پر اعتراض نہیں ہوگا؟‘‘

’ہا......ہا......ہا‘ چچا خیر دین کا قہقہہ کافی بلند تھا۔’’پاگل!......دکاندار بھی کبھی گاہک کی شکل وصورت پر معترض ہوا ہے؟‘‘

چچا خیر دین کی بات اس کی عقل میں آ گئی تھی اور پھر اگلے دن اس کے قدم ایک ایسے ہی محلے کی طرف اٹھ گئے جس کے بارے اسے پہلے سے سن گن تھی لیکن کبھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔

’’آ جا بابو!......‘‘ محلے کے پہلے مکان کے دروازے پر کھڑی بوڑھی دلالہ نے اسے اندر آنے کی ترغیب دی اور وہ جھجکتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔

’’چل نکال ہزار روپے۔‘‘اس کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے مطالبہ کیا۔

’’مم......مگر میرے پاس تو صرف یہ ہیں۔‘‘اس نے چار سو کے بہ قدر مڑے تڑے نوٹ جیب سے نکالے

’’چلو پہلی مرتبہ آئے ہو، کوئی بات نہیں آئندہ خیال رکھنا؟‘‘ دلالہ نے نوٹ اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیے۔اسے ایک کمرے کی طرف دھکیلا۔

وہ جھجکتے ہوئے کمرے میں گھس گیا......عجیب قسم کی بدبو پھیلی تھی وہاں۔اس کا جی متلانے لگا۔اس نے کمرے کا سرسری جائزہ لیا، کمرہ ہر قسم کے سامان سے عاری تھا۔صرف درمیان میں ایک مسہری پڑی تھی جس پر ایک پختہ عمر اور درمیانی شکل وصورت کی عورت براجمان تھی۔اس نے چہرے پر ضرورت سے زیادہ سرخی پاؤڈر تھوپا ہوا تھا۔

طوائف نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا مگر اس کے چہرے پر کوئی ایسے تاثرات نہ ابھرے جنھیں وہ نفرت یا کراہیت کا نام دے سکتا۔وہ چند لمحے اسے گھور گھور کر دیکھتا رہا، مگر قریب جانے کی جرأت نہ کر سکا۔عورت کا یہ روپ اس کے لیے بالکل نیا تھا۔وہ جو ساری ساری رات اس جنس کے قرب کی خواہش میں کروٹیں

بدلتا رہتا، اس وقت اپنے اندر کوئی ایسی تحریک پیدا نہ کر سکا۔ اس کے برعکس اسے ایک قسم کی نفرت محسوس ہوئی اور بھاگتے ہوئے وہاں سے باہر نکل آیا۔

''ارے بابو!......کہاں بھاگے جا رہے ہو؟'' بوڑھی دلالہ اسے مخاطب ہوئی۔ مگر وہ سنی ان سنی کرتا ہوا اس مکان اور پھر اس محلے سے بھی نکل آیا۔

☆......☆......☆

مسکان کی خوب صورتی میں کوئی کلام نہیں تھا۔ لیکن فریحہ آتے ہی یونیورسٹی بھر کی لڑکیوں پر چھا گئی تھی۔ وہ گویا چودھویں کا چاند تھا جو تمام تاروں کو ماند کر دیتا ہے۔ وہ خاندانی لحاظ سے حماد کے ہم پلہ تھی۔ اس کا والد بینک میں کیشئر تھا۔ اور خاندانی منصوبہ بندی کا قائل تھا اس وجہ سے اس کے دو ہی بچے تھے۔ بیٹا جاذب اور اس سے چھوٹی بیٹی فریحہ رباب۔

چند دن کے اندر وہ یونیورسٹی بھر کے دل پھینک لڑکوں کی منظورِ نظر بن گئی تھی۔ ہر دوسرا اس کی نظر کرم کا طلب گار نظر آتا۔ اس کا خاندانی پسِ منظر بھی ایسا تھا کہ عشاق اظہار محبت پر جری رہے۔ ان عشاق میں حماد بھی شامل تھا۔ زندگی میں پہلی مرتبہ اسے حقیقی معنوں میں کوئی لڑکی پسند آئی تھی۔ مگر مسکان کی ناراضی کے ڈر سے وہ فریحہ کے قریب نہ جا سکا۔ اس کے دل و دماغ میں جنگ چھڑ گئی تھی۔ ایک جانب پسند تھی اور دوسری جانب ضرورت۔ مسکان کا پیچھا وہ اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتا تھا جب تک اسے سیٹھ داؤد کی طرف سے صاف جواب نہ مل جاتا۔ دوسری صورت میں اپنے مستقبل کو تابناک بنانے کے لیے اسے مسکان کی ضرورت تھی۔

فریحہ بھی دل پھینک عاشقوں کے معاملے میں بہت سخت واقع ہوئی تھی۔ وہ کسی کو بھی لفٹ کرانے پر تیار نہیں تھی۔ بس اپنی سہیلیوں کے ساتھ ہی گھومنا پسند کرتی۔

دو تین ماہ کے اندر لڑکوں نے اس کا پیچھا چھوڑ دیا تھا۔ اس میں اس کی بے نیازی کے علاوہ ان شکایات کا بھی عمل دخل تھا جو اس نے چند بے باک اور بے شرم لڑکوں کے متعلق وائس چانسلر سے کی تھی۔ اور وائس چانسلر کی ایک جھاڑ عشق کا بھوت اتارنے کے لیے کافی وشافی رہی تھی۔ البتہ دو تین ایسے ڈھیٹ ضرور اپنی محبت پر ثابت قدم رہے جنھیں ہمیشہ ہر خوب صورت لڑکی سے پیار ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ اور بات کہ ان کا عشق، اظہار کی آلودگی

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

سے پاک ہی رہا، ورنہ وہ بھی ضرور وائس چانسلر کی جھاڑ کھاتے۔

حماد نے فریحہ کی طرف پیش قدمی کی کوشش نہیں کی اور بڑی مشکل سے خود پر پایا تھا۔ ورنہ تو اس کا دل ہر سو دل ٹھوکر مارنے پر کمر بستہ تھا۔ اسے خود پر بھروسا تھا کہ فریحہ اس کا ہاتھ تھامنے میں کبھی پس و پیش نہ کرتی۔ کیونکہ فریحہ کو اگر قلوپطرہ کا نام دیا جا رہا تھا، تو یوسف ثانی اس کا لقب بھی تھا۔ لیکن اس کے اظہار نہ کر سکنے کی بہ دولت اتنا فائدہ اسے ضرور ہوا تھا کہ دماغ پر دل حاوی تھا۔ اور پھر ایک دن دماغ کی یہ برتری خطرے میں پڑ گئی۔

اس دن مسکان ناسازی طبع کی وجہ سے یونیورسٹی نہیں آ سکی تھی۔ وہ جس وقت اپنی بائیک پر گھر کے لیے روانہ ہوا۔ اسے بس میں جانے والی لڑکیاں، لڑکے یونیورسٹی بس کے منتظر نظر آئے۔ وہیں فریحہ ایک جانب باقیوں سے الگ تھلگ اکیلی کھڑی تھی۔ گو اس کی کلاس کی چھٹی اور حماد کی چھٹی میں کوئی مطابقت نہیں تھی مگر اتفاقاً وہ سٹاپ پر اکٹھے ہو گئے تھے۔ حماد کے دل میں جانے کیا سمائی کہ اس کے قریب سے گزرتے ہوئے بائیک روک کر پوچھا۔

"چلو گی میرے ساتھ؟" یہ وہ پہلے لفظ تھے جو اس نے فریحہ کو مخاطب ہو کر کہے تھے۔ اسے سو فیصد یقین تھا کہ وہ انکار کر دے گی۔ وہ اس بات کے لیے ذہنی طور پر تیار بھی تھا۔ البتہ یہ خدشہ کہ وہ اس کی توہین نہ کر دے؟ اس سے استفسار کے بعد اس کے دل میں پیدا ہوا تھا۔ مگر اس وقت اس کی حیرانی کی انتہا نہ رہی جب ایک لمحہ سوچنے کے بعد وہ بغیر ہچکچائے اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔ خوشبو کے ہلّے حماد کو بے خود کر گئے تھے۔ اس کے کندھے پر ملائم ہاتھ رکھتے ہوئے وہ مترنم آواز میں بولی۔

"چلو۔" اور حماد نے بائیک آگے بڑھا دی۔ بائیک کے ساتھ اس کا دل بھی ہوا میں اڑ رہا تھا۔ ایک ریستوراں کے قریب سے گزرتے پر اس نے دوبارہ ہمت مجتمع کر کے پوچھا۔

"ایک کپ چائے ہو جائے؟"

"مگر بل میں ادا کروں گی؟" اس کے کانوں میں مدھر موسیقی گونجی۔ اور یہ واضح اثباتی جواب تھا۔

چائے کے آنے تک وہ ابتدائی تعارف کے فریضے سے سبک دوش ہو چکے تھے۔ ویٹر چائے اور کھانے کے لوازمات ان کے سامنے رکھ کر چلا گیا تھا۔

’’ویسے آپ نے چند لڑکوں کی اچھی خاصی گوشمالی کرائی ہے؟‘‘ حماد خفیف ہنسی سے بولا۔

’’وہ اس قابل ہی تھے۔‘‘ فریحہ نخرے سے بولی۔ ’’شریف لڑکی پر آوازے کسنا کوئی مثبت فعل تو نہیں ہے نا؟‘‘

’’آوازے تو خیر نہیں کسے تھے، صرف جذبات کا اظہار کیا تھا غریبوں نے۔‘‘

فریحہ نے ہونٹوں پر تبسم سجاتے ہوئے کہا۔ ’’میں نے بھی تو اپنے جذبات اظہار کیا تھا...... جو کچھ ان کے بارے میرے دل میں تھا میں نے وائس چانسلر صاحب کے سامنے اگل دیا۔‘‘

’’صحیح کہا محترمہ!...... اسی ڈر کی وجہ سے تو ہم آپ کے قریب بھی نہ پھٹکے۔‘‘ حماد نہ چاہتے ہوئے بھی جذبات کا اظہار کر بیٹھا۔

’’ویسے عجیب بات ہے، جس کی وجہ سے ان سب کو جھاڑ پڑی وہ ڈرتا رہا۔‘‘

فریحہ کی بات نے اسے ششدر کر دیا تھا۔ وہ جذبات سے بوجھل آواز میں بولا۔

’’فریحہ......!‘‘ اور پھر اس کے ملائم ہاتھ کو تھامتے ہوئے پوچھا۔ ’’کیا آپ نے وہی کہا جو میں سمجھا ہوں؟‘‘

’’پتا نہیں آپ کیا سمجھے ہیں؟‘‘ اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

’’یہی کہ میں دنیا کا خوش قسمت ترین مرد ہوں؟‘‘ اس کی آواز میں چاہت کا سمندر موجزن تھا۔

’’ہاں...... اور دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی مسکان ہے۔‘‘ فریحہ بجھی آواز میں بولی۔

مسکان کا نام آتے ہی حماد کو یاد آیا کہ وہ کس قسم کی نادیدہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ مسکان اس کا مستقبل تھا۔ وہ گہری سوچ میں کھو گیا۔ دل و دماغ میں ایک جنگ جاری ہو گئی تھی۔

’’کس سوچ میں کھو گئے ہو؟‘‘ فریحہ زیادہ انتظار نہ کر سکی۔

’’فریحہ!...... تم نہیں جانتیں، تم میرے لیے کیا ہو؟ جس دن تم یونیورسٹی میں داخل ہوئیں اسی دن میری برسوں کی تلاش کا اختتام ہوا، میری جستجو کو منزل ملی۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ تم میری مجبوریوں سے ناواقف ہو ،اور فیصلے کی جس آگ میں میں جل رہا ہوں اس کی تپش تم تک نہیں پہنچی، جس کھائی کے کنارے میں کھڑا ہوں اس کی گہرائی سے تم ناواقف ہو؟‘‘ وہ ایک دم آپ سے تم کہنے کی جسارت کر گزرا تھا۔

''حماد!...... مجھے صاف لفظوں میں بتاؤ تمھیں کیا مجبوری ہے؟......اور جہاں تک منزل کا تعلق تو بہ خدا تم میرے سپنوں کی مراد ہو، میرے آئیڈیل ہو۔یونیورسٹی جوائن کرنے سے پہلے میں نے تمھارے خواب دیکھے تھے۔اور جس دن تمھیں سچ مچ دیکھا اس کے بعد میری دعاؤں کا مرکز تم ہو فقط تم۔'' حماد کو یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ پہلی ملاقات میں یوں بے باکی سے اظہارِ محبت کردے گی۔

''فریحہ!...... پتا ہے ایک متوسط گھرانے کے ڈگری ہولڈر کا مستقبل کیا ہوتا ہے......؟ کلرک، سکول ماسٹر، پروفیسر، کسی بینک میں کیشئر یا پرائیویٹ فرم میں اکاؤنٹنٹ۔کئی ایک کو میں نے ہوٹل کا ریسپشنسٹ اور کسی تھرڈ کلاس کمپنی کا سیلز مین بنتے بھی دیکھا ہے۔وہ زندگی بھر ان سہولیات اور آسائشوں کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے جنھیں اس کا والد نہیں کھوج سکا تھا۔ان میں اکثریت اپنے اجداد کی طرح ناکام لوگوں کی ہوتی ہے۔اور میں ناکام زندگی نہیں گزارنا چاہتا۔جینے کا حق صرف نواب زادوں اور سیٹھوں ہی کو نہیں غریبوں کو بھی ہے۔میں اپنے حصے کی خوشیاں اور راحتیں ان سے چھین لینا چاہتا ہوں۔اس مقصد کے لیے مجھے جو بھی سیڑھی ملی میں استعمال کروں گا۔''

فریحہ نے پوچھا۔''اور مسکان وہ سیڑھی ہے...... ہے نا؟''

''صحیح پہچانا۔'' حماد نے اسے جھٹلانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''تو پھر میرا کیا بنے گا......؟ اس بہتر تھا تم اظہارِ محبت ہی نہ کرتے؟۔''

''ایک وعدہ کرسکتا ہوں۔'' حماد کے لہجے میں التجا کا عنصر نمایاں تھا۔

''ایک وعدے کے سہارے زندگی گزارنا، افسانوں ہی میں ممکن ہے۔'' فریحہ دکھی ہوگئی۔

''سنو گی نہیں؟''

''مجھے وعدہ نہیں، حماد چاہیے؟''

''وہ بھی ملے گا......اور ضرور ملے گا، تم سنو تو سہی؟''

''سناؤ؟'' فریحہ نے دامنِ امید دراز کیا۔

''فریحہ تم تھرڈ ائیر میں ہو جبکہ میں فائنل ائیر میں ہوں۔تمھاری تعلیم کی تکمیل تک میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو

جاؤں گا۔اس کے بعد میرا وعدہ ہے ہمیں ایک ہونے سے کم از کم دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکے گی۔“

”اور پاؤں پر کھڑا ہونے کے لیے تمھیں مسکان سے شادی کرنا پڑے گی؟“

”ہاں...... یہ مجبوری ہے۔“ حماد نے کھلے دل سے اعتراف کیا۔

”ہوسکتا ہے اس کی محبت اور خدمت تمھیں اس کی طرف مائل کردے۔وہ نہ صرف دلکش وخوب صورت ہے بلکہ بہت اچھے اخلاق والی بھی ہے۔اور کیا ایسا ہونا مجھے جینے سے بیزار نہیں کردے گا؟“ فریحہ نے اپنے اندیشے چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

”سچی محبت زندگی میں ایک بار ہوتی ہے۔آئیڈیل بھی بار بار نہیں ملا کرتے۔باقی حسن اخلاق اور خدمت گزاری سے میری ہمدردی تو حاصل کی جاسکتی ہے محبت نہیں؟“

”ہمدردی کو چاہت میں بدلتے دیر نہیں لگتی۔“ فریحہ اس سے متفق نہیں ہوئی تھی۔

”میں اور مسکان سال بھر سے ایک ہیں۔اس دوران اس کی نوازشوں کی تفصیل بہت طویل ہے۔لیکن آج تک میرا دل میں اس کے لیے محبت سے نہیں دھڑکا۔اور یہ کوئی پہلی لڑکی بھی نہیں ہے۔اس سے پہلے بھی میرا کئی لڑکیوں سے میل جول رہا ہے۔بہ خدا آج تک نہ تم جیسی کوئی دیکھی ہے اور نہ دل کسی پر آیا ہے۔تمھیں پہلی نظر میں پسند کیا ہے اور یہ چاہت ہمیشہ میرے دل میں موج زن رہے گی۔چاہے تم میرا ہونے کا اقرار کرو یا نہ کرو...... میرا انتظار کرو یا کسی اور کا ہاتھ تھام لو؟ ہر صورت مجھے عزیز ہو اور اسی طرح رہو گی؟“

”تم نے مجھے عجیب الجھن میں ڈال دیا ہے؟“ وہ روہانسی ہونے لگی۔

”ہاں،اور اس الجھن میں میں اس دن سے پڑا ہوں جس دن تمھیں پہلی بار دیکھا؟“

”حماد انتظار کی شدت مجھے متزلزل بھی تو کرسکتی ہے؟“ فریحہ کی حجت بازی جاری رہی۔

وہ فلسفیانہ لہجے میں بولا۔”وصال کا یقین،انتظار کو سہارا دیتا ہے۔“

”ہونہہ!......وصال کا یقین؟“ اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔”ایک غیر لڑکی تمھاری آغوش میں ہوگی مجھے کیسے وصال کا یقین آسکتا ہے؟“

”میری محبت پر بھروسا کرنا پڑے گا۔اور یہ بھی تو دیکھو کہ تمھاری تعلیم کی تکمیل تک تو ہم یوں بھی شادی نہیں

کر سکتے ؟" حماد نے ایک اور نکتہ پیش کیا۔

"بات ہماری نہیں، تمھاری شادی کی ہے اور وہ بھی غیر سے؟"

حماد نے سر پکڑ کر کرسی سے ٹیک لگالی۔ چند لمحے سوچنے کے بعد بولا۔

"کیا تمھیں پر آسائش زندگی، کار، کوٹھی، اچھے کپڑے، بہترین جیولری نہیں چاہیے؟"

"کس لڑکی کو نہیں چاہیے یہ سب کچھ؟" فریحہ کا جواب حوصلہ افزا تھا۔

"تو خود کو اسی لیے داؤ پر لگا رہا ہوں کہ تمھیں پر آسائش زندگی مہیا کر سکوں؟"

"مجھے ڈر لگتا ہے؟" فریحہ کے لہجے میں اندیشوں کی جھلک تھی۔

"ہماری محبت کی شروعات کو گھنٹا بھی نہیں گزرا اور ہم نے اتنی مسافت طے کر لی پتا ہے کیوں؟......" ایک لمحہ رک کر اس نے کہا۔ "یہ وہ محبت ہے جو ایک دوسرے کو دیکھے بغیر ہمارے دلوں میں پنپتی رہی اور پچھلے دو تین ماہ کی دید نے اس محبت کو تقویت بخشی۔"

"اگر اس کا والد تمھاری شادی پر راضی نہ ہوا اور اس نے مسکان کو عاق کر دیا پھر؟"

"پھر میرا دماغ خراب ہے کہ ایک کھوٹا سکہ پلو سے باندھوں۔"

"جب تک مسکان سے جان نہیں چھوٹ جاتی، اس وقت تک مجھ سے دور رہو گے؟"

"کیا تم سے دور رہنا ممکن ہے؟"

"پھر مسکان صاحبہ کو کیسے مطمئن کرو گے؟" فریحہ کے لہجے میں مسکان کے لیے کوٹ کوٹ کر نفرت بھری تھی۔ اور کیوں نہ ہوتی کہ دولت کے بل پر وہ اس کی محبت پر قابض تھی۔

"ضروری تو نہیں کہ اس کی موجودی میں ملوں......اور شادی کے بعد یوں بھی اسے آگے پڑھنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ پس ہم آسانی سے ملتے رہیں گے۔"

"مجھے اپنے حماد پر اعتماد ہے۔" فریحہ عزم سے بولی اور حماد مسکرا دیا۔

☆......☆......☆

اگلے دن وہ دوبارہ چچا خیر دین کے پاس موجود تھا۔

”عجیب کہانی سنا رہے ہو دوست؟“ اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”گویا تمھارا مطمع نظر عورت ذات تھی ہی نہیں؟“

”یہ بات نہیں ہے چچا۔ میں چاہتا ہوں ...... میں چاہتا ہوں ...... پتا نہیں کیا چاہتا ہوں؟“ وہ اپنی سوچ کو لفظوں کے قالب میں نہ ڈھال سکا۔

چچا خیر دین نے منہ بنایا۔ ”تو پھر میں کیا مشورہ دوں ...... مسئلہ بتاؤ گے تو حل ڈھونڈوں گا ناں؟“

”دراصل! ...... میری خواہش ہے کہ وہ فقط میری ہو، دوکان دار نہ ہو شریک حیات ہو، اس طرح اگر جسمانی تقاضے پورے ہوتے بھی رہیں تو بھوک نہیں مٹتی ...... اور پھر دوستوں سے یہ بھی سنا ہے کہ ایسی عورتیں مختلف قسم کے موذی امراض کی پوٹ ہوتی ہیں یہ نہ ہو کوئی لاعلاج مرض چمٹ جائے۔ اور سب سے بڑھ کر آخر کب تک یہ فالتو خرچ برداشت کروں گا؟“

”برخوردار! ...... باتیں تو تم سمجھداری کی، کر رہے ہو؟ ...... اور میری نظر سے بھی یہ اوجھل نہیں تھیں ...... فقط تمھارا مسئلہ سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے ...... بہر حال اب مسئلہ سمجھ میں آ گیا ہے ...... تمھیں دولت حاصل کرنا پڑے گی ، اچھی خاصی دولت۔ تب رشتہ ملتے دیر نہیں لگے گی۔“

”چچا! ...... دولت تو ہر کسی کا مسئلہ ہے۔ کیا غریب کی شادی نہیں ہوتی اور ساری دلہنیں دولت والوں کے حصے میں آتی ہیں؟“

”ہوتی ہیں ...... کیوں نہیں ہوتیں مگر اس میں رشتہ داری، پیار محبت، وٹہ سٹہ اور اسی طرح کی وجوہات کارفرما ہوتی ہیں جبکہ تمھارا نہ تو قریبی رشتہ دار زندہ ہے، نہ بہن ہے کہ اس کے بدلے شادی کرلو اور جہاں تک تعلق ہے پیار محبت کا ...... تو تم خود اچھی طرح واقف ہو وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔“

”پر دولت آئے گی کہاں سے؟ ...... مزدوری کر کے تو میں دولت مند بننے سے رہا؟“

”شاید ایک ٹی ٹی تمھارے لیے کافی ہو، بلکہ تم تو چھری چاقو سے بھی کام چلا لو گے اچھے خاصے جاندار ہو؟“

”مم ...... میں سمجھا نہیں؟“

”یہ کراچی ہے میاں ...... دن کو مزدوری کرو رات کو اوور وقت لگاؤ؟“

اس کی آنکھوں میں ہنوز حیرانی دیکھ کر چچا خیر دین نے مزید وضاحت کی۔ ''یار روزانہ ڈکیتی کی کتنی وارداتیں ہوتی ہیں تم بھی قسمت آزمائی کرلو۔''

''یا......یا......نی......یعنی......آپ کا مطلب ہے میں لوٹ مار شروع کر دوں؟''

''اس کے علاوہ تمھارے پاس کوئی راستہ بھی نہیں ہے......باقی غور کرو تو پاکستان میں جس کا داؤ چلتا ہے وہ لوٹ مار سے باز نہیں آتا۔حکمران، وڈیرے، چوہدری، پولیس جسے دیکھو اس کام میں پیش پیش ہیں۔تو پھر تم کیوں نہیں کر سکتے؟'' چچا خیر دین نے اسے حجت بازی کے قابل نہیں چھوڑا تھا وہ ایک عزم لیے وہاں سے اٹھ آیا۔

☆......☆......☆

کمانی دار چاقو جیب میں ڈالے وہ کافی دیر سے سنسان گلی میں ٹہلتے ہوئے کسی اکیلے شخص کا منتظر تھا۔اور پھر اسے اپنا مطلوبہ آدمی نظر آیا۔وہ عجلت میں دکھائی دے رہا تھا۔سٹریٹ لائیٹ کی روشنی میں اسے دور سے دیکھتے ہی دانیال نے چاقو ہاتھ میں پکڑ لیا......اس کے قریب پہنچتے ہی اس نے کہا۔

''رکو!......ہاتھ اوپر اٹھاؤ؟'' اس کی آواز کی لرزش واضح تھی کہ وہ پہلی مرتبہ یہ کام کر رہا تھا۔مگر اس آدمی کا رد عمل دیکھ کر دانیال کو یک گونہ اطمینان ہوا۔ وہ تھر تھر کانپنے لگ گیا تھا۔

''ج......جج......جناب......میں غریب آدمی ہوں۔ڈ ڈ......''

''خاموش۔'' اس نے کڑک کر قطع کلامی کی۔''جو کچھ جیب میں ہے باہر نکالو۔'' اس بار وہ اپنے لہجے میں اعتماد پیدا کرنے میں کامیاب رہا تھا۔

اس نے ایک پرانا سا بٹوا نکال کر دانیال کی طرف بڑھا دیا۔

''موبائل بھی ادھر دو؟'' دانیال نے اگلا حکم دیا، اس نے لرزتے ہاتھوں ایک سستا سا موبائل بھی اس کی جانب بڑھا دیا۔

''اب بھاگو یہاں سے'' دانیال نے دبنگ لہجے میں کہا اور وہ چہرے پر حسرت و لاچاری کے تاثرات لیے چل پڑا۔

دانیال نے بٹوا کھول کر دیکھا اس میں سولہ سو کے بہ قدر رقم موجود تھی۔ اگر وہ موبائل پانچ چھے سو کا بھی بک جاتا تو دو ہزار کے قریب رقم اس نے پہلی واردات میں حاصل کر لی تھی۔ اور یہ کام اسی رفتار سے جاری رہتا تو جلد ہی وہ دولت مند بن سکتا تھا۔

اس سوچ نے اسے صرف ایک لمحے کے لیے خوش کیا اور اس کے ساتھ ہی دانیال آنکھوں میں اس ادھیڑ عمر شخص کی حسرت زدہ صورت گھوم گئی جسے تھوڑی دیر پہلے ہی وہ لوٹ چکا تھا۔ سٹریٹ لائیٹ کی روشنی میں نظر آنے والے اس کے چہرے تاثرات یقیناً بھلانے کے قابل نہیں تھے۔

پھر جانے اس کے دل میں کون سے جذبے نے سر ابھارا کہ وہ اس کے تعاقب میں بھاگ پڑا، اور۔ چند منٹ ہی بعد اسے جا لیا۔ بھاگتے قدموں کی آواز سن کر اس نے مڑ کر دیکھا۔ دانیال کو پہچانتے ہی اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمودار ہوئے۔

''کہاں جا رہے تھے؟'' اس کے قریب رک کر دانیال نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

''ڈ...... ڈاکٹر کے پاس۔''

''کیوں؟''

''گھر والی بیمار ہے۔''

اچھا یہ لو......'' دانیال نے بٹوا اور موبائل اس کی جانب بڑھایا۔

''شش...... شکریہ جناب'' اس نے جھجکتے ہوئے دونوں چیزیں تھام لیں۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات واضح تھے۔ دانیال کی اپنی جیب میں بھی اس وقت چند سو روپے پڑے تھے جو وہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

''یہ بھی رکھ لو۔''

''جج...... جی؟'' وہ گھبرا گیا تھا۔

''کچھ نہیں یار!...... تمھیں ضرورت ہے، بیوی کا علاج کراؤ...... یوں بھی بیویاں قسمت والوں کو ملتی ہیں ...... اسے کچھ ہو گیا تو شاید دوسری نہ ملے؟'' دانیال نے پیسے زبردستی اس کے ہاتھ میں پکڑائے اور واپس مڑ گیا

۔یہ بہت مشکل کام تھا، اپنے جیسے غریبوں کا خون چوسنا اس کے بس سے باہر تھا۔

☆......☆......☆

فریحہ اس کے دل و دماغ پر چھا گئی، یہ پہلی لڑکی تھی جس پر اس نے بے دریغ رقم لٹائی تھی۔اپنا جیب خرچ اور مسکان سے ملنے والی رقوم بھی۔فریحہ بھی اپنے وعدے پر قائم تھی۔اچھے خاصے دولت مند اور متمول خاندانوں سے تعلق رکھنے والے لڑکوں کی پیش قدمی کو اس نے درخورِ اعتنا نہیں سمجھا تھا۔دونوں چھپ کر ملتے تھے زیادہ تر ان کا رابطہ موبائل پر ہوتا۔یوں بھی ہوتا کہ یونیورسٹی گارڈن کے ایک کونے میں فریحہ بیٹھی ہوتی اور دوسرے کونے میں حماد۔اور دونوں موبائل فون پر مصروف گفتگو ہوتے۔ان کی اس احتیاط پسندی کا یہ فائدہ ہوا کہ کسی کو بھی ان کے مابین تعلقات کا علم نہ ہو سکا۔اتوار کو وہ اکٹھے لنچ کرتے۔اس کے علاوہ جب بھی مسکان یونیورسٹی سے ناغہ کرتی اس دن دونوں کو کھل کر کھیلنے کا موقع ملتا۔فریحہ بے باک اور آزاد خیال ہونے کے باوجود اس حد تک جانے کو تیار نہیں تھی کہ بعد میں اس کے پاس فخر کرنے کو کچھ نہ بچتا۔لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت تھی کہ حماد بھی اسے میلا کرنے کو تیار نہیں تھا۔وہ اسے حقیقی معنوں میں چاہتا تھا۔دلی جذبات پر کسی بھی طرح پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔وہ دونوں ایک دوسرے کے احساسات سے اچھی طرح واقف تھے۔ان کے ملاپ میں سہانے مستقبل کے خواب نے ظالم سماج کا کردار ادا کیا ہوا تھا۔

☆......☆......☆

اس دن مسکان یونیورسٹی نہیں آئی تھی۔حماد نے میسج بھیج کر اس سے نہ آنے کی وجہ پوچھی مگر اسے جواب نہ ملا۔اسے حیرانی ہوئی کیونکہ ایسا پہلی دفعہ ہوا تھا کہ مسکان نے اس کے میسج کا جواب دینا گوارا نہیں کیا تھا۔دس پندرہ منٹ انتظار کے بعد اس نے ایک اور پیغام ارسال کیا کہ شاید پہلے وہ واش روم وغیرہ میں ہو مگر جواب ندارد۔غصے کے ساتھ اسے حیرانی بھی، مجبوراً اسے کال کرنی پڑی۔جب کال بھی اٹینڈ نہ کی گئی تو اسے یقین ہو گیا کہ اس کی فریحہ سے محبت کا راز فاش ہو گیا ہے۔اور اسی وجہ سے مسکان اسے نظر انداز کر رہی ہے۔یہ بات اسے پریشان کرنے کے لیے کافی تھی۔اس نے فوراً فریحہ کو کال کر کے اس بارے آگاہی دی۔

''تو کیا؟'' اس کے لہجے میں بے پرواہی تھی۔

”فری!......میرا مستقبل داؤ پر لگا ہے؟“ اس کے لہجے سے پریشانی عیاں تھی۔

”کوئی داؤ پر نہیں لگا......تھوڑی دیر تک خود تمھیں فون کر کے گلہ شکایت کرے گی۔ آخر اسے بھی تو تم سے محبت کا دعوا ہے۔ بس تھوڑی سی منت کرائے گی، تجدید وفا کے وعدے وعید اور بس...... کہہ دینا یونھی میرے ساتھ بیٹھ کر لنچ کر لیا تھا اور کسی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ اس سے محبت ہوگئی۔ الٹا اسے مطعون کرنا کہ وہ تم پر شک کرتی ہے۔ اور کسی دوسرے کے کہنے پر تمھیں اتنا بڑا الزام دے رہی ہے۔ دیکھنا تمھاری منت سماجت شروع کر دے گی۔“

”فری جان!......تم نے تو مسئلہ ہی حل کر دیا۔“ بہت بڑا بوجھ اس کے سر سے ہٹ گیا تھا۔

”میرے حادی کی شخصیت ایسی نہیں کہ کوئی لڑکی اسے ٹھکرا سکے۔“ وہ چاہت سے بولی اور حماد نے اطمینان بھرا سانس لیتے ہوئے رابطہ منقطع کر دیا۔

اگلا پیریڈ شروع ہونے کو تھا۔ لاسٹ سمیسٹر چل رہا تھا اور اچھی پوزیشن کے حصول کی تمنا میں وہ کوئی پیریڈ مس نہیں کرتا تھا۔ پیریڈ کے دوران ہی مسکان کی کال آنے لگی۔ وہ فریحہ کی قیافہ شناسی کا قائل ہوگیا۔ کال ڈس کنکٹ کرتے ہوئے اس نے جلدی سے اسے ایس ایم ایس لکھ کر بھیج دیا۔

”کلاس میں ہوں دس منٹ بعد بات ہوگی۔“

ٹھیک گیارہ منٹ بعد مسکان کی کال دوبارہ آنے لگی۔

”یس؟“ اپنا مقدمہ لڑنے کے لیے وہ تیار تھا۔

”حماد!......“ اسے مسکان کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی اور پھر اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

”ارے......ررے......کیا ہوا؟“ وہ ایک دم گھبرا گیا۔

”حماد پاپا......؟“ کہہ کر وہ پھر رونے لگی۔

”شاید سیٹھ کو ہمارے تعلقات کی بھنک پڑ گئی اور اس نے بیٹی کو یونیورسٹی جانے سے روک دیا؟“ ایک پریشان کن سوچ اس کے دماغ میں گونجی۔

”اگر تم روتی رہو گی تو مجھے کیسے پتا چلے گا کہ کیا مسئلہ ہے؟“ وہ حقیقت جاننے کے لیے بے تاب تھا۔

’’حماد!...... پاپا نہیں رہے۔‘‘ مسکان نے روتے، سسکیاں بھرتے اپنی بات مکمل کی۔

’’کیا......؟‘‘ وہ حیرانی سے چیخ پڑا تھا۔اچانک اسے محسوس ہوا کہ اس کے رستے کا ایک بہت بڑا کانٹا صاف ہوگیا ہے۔دل میں اُمڈ پڑنے والی بے ساختہ خوشی کو دباتے ہوئے اس نے پوچھا۔’’مگر کیسے......؟ وہ تو بھلے چنگے تھے؟‘‘

’’ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔‘‘ مسکان کی سسکیاں اسے تواتر سے سنائی دیتی رہیں۔

’’بہت افسوس ہوا سن کر......مگر ڈیئر پتا ہے نا؟ ہر ذی روح نے ایک نہ ایک دن ضرور رخصت ہونا ہے۔کسی نے آج، کسی نے کل۔ہم جانے والوں کو روک تو نہیں سکتے نا؟‘‘ وہ اسے تسلی دینے لگا۔

’’مگر ایسے اچانک موت بھی تو برداشت نہیں ہوتی نا؟......حماد وہ بہت اچھے تھے۔میرے پاپا دنیا کے سب سے اچھے پاپا تھے۔‘‘

’’صحیح کہا۔ہر باپ فرماں بردار اولاد کے لیے دنیا کا سب سے اچھا باپ ہوتا ہے۔اور انکل تو باقی دنیا کے لیے بھی بہت اچھے تھے۔‘‘ حماد کو اس کی ہاں میں ہاں ملانی پڑی۔

چند منٹ مزید اسی قسم کی گفتگو کے بعد اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔اگلے لمحے وہ فریحہ کو یہ خوش خبری سنا رہا تھا۔سیٹھ داؤد کی وفات کے بعد مسکان خود مختار تھی اور اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ باپ کے ترکے کی بھی وارث۔اس کی ماں کئی سال پہلے ہی وفات پا چکی تھی۔

’’بڑی خوشی ہو رہی ہے مسکان کو پانے کی؟‘‘ فریحہ نے اس کی خوشی کا الٹا مطلب لیا۔

’’اف فری!......‘‘ اس نے سر پیٹ لیا۔’’ہر وقت الٹی سوچ تمھاری کھوپڑی میں پلتی رہتی ہے۔یہ مسکان کو پانے کی نہیں، منزل کے قریب ہونے کی خوشی ہے۔اور منزل کے حصول ہی میں میری جان فری کا ملاپ مضمر ہے۔‘‘

’’مذاق کر رہی تھی یار۔‘‘ فریحہ کی شوخ ہنسی نے اس کے کانوں میں رس گھولا۔

’’تمھاری خفگی، مجھے مذاق میں بھی گوارا نہیں ہے۔‘‘

’’اچھا نا بابا......؟ سوری۔‘‘ وہ ناز سے اٹھلائی۔

’’کوئی بات نہیں جان! تمھاری کوئی بات بری نہیں لگتی۔‘‘
’’ہاں بات تو نہیں، البتہ میں ضرور بری لگتی ہوں؟‘‘ فریحہ پھر شوخ ہونے لگی۔
’’اچھا مذاق چھوڑو...... آج میں اس کے گھر تعزیت کے لیے جاؤں گا۔ اوکے؟‘‘
’’میں بھی چلی جاؤں؟‘‘
’’اگر تمھاری سہیلیاں جانے لگیں تو چلی جانا؟‘‘
’’ان کو تو اب تک پتا ہی نہیں ہے اس حادثے کا۔‘‘
’’تو جب پتا چل جائے اور وہ جانے لگیں تو تم بھی چلی جانا محترمہ!‘‘
’’مگر انھیں پتا کیسے چلے گا؟ مسکان ہماری کلاس فیلو تو نہیں نا؟‘‘
’’تو پھر جانا فرض ہے کیا؟‘‘ اس نے کہا اور وہ مسکرا دی۔

☆......☆......☆

’’تو امیروں کو لوٹو...... ان کے پاس کافی رقم ہوتی ہے؟‘‘ چچا خیر دین نے ہار نہیں مانی تھی۔
’’پر کیسے......؟ میرے پاس کوئی گروہ تو ہے نہیں کہ انھیں لوٹ سکوں۔‘‘ دانیال حیرانی سے مستفسر ہوا۔
’’بہت آسان ہے...... کسی سیٹھ کے بچے کو اغواء کرلو، یوں بھی سکول چھٹی کے وقت کافی رش ہوتا ہے۔‘‘
’’پکڑا گیا تو جان سے جاؤں گا؟‘‘
’’اغواء کرنے کی سزا پھانسی نہیں ہوتی میاں، چند ماہ یا زیادہ سے زیادہ سال بھر قید۔ لیکن یہ امکان سو میں ایک فیصد بھی نہیں ہے کیونکہ پاکستان میں مجرم گرفتار نہیں ہوا کرتے۔‘‘

☆......☆......☆

پیپرز کے بعد وہ فارغ تھا۔ رزلٹ آنے سے پہلے اس نے مسکان کو شادی کے لیے تیار کرنا شروع کردیا۔
اس وقت وہ یونیورسٹی کنٹین کے ایک گوشے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے جب حماد نے یہ ذکر چھیڑا۔
’’میرا خیال ہے ہمیں شادی کرلینا چاہیے؟‘‘
’’اتنی جلدی، کیسے ممکن ہے......؟ ابھی تک تو پاپا کا کفن بھی میلا نہیں ہوا اور پھر میری تعلیم بھی مکمل نہیں

ہوئی؟''

''انکل کی موت کا جتنا افسوس تمھیں ہے مجھے اس سے کم نہیں؟ وہ صرف تمھارے باپ ہی نہیں ایک اچھے انسان بھی تھے۔لیکن ان کا ہم ساری زندگی سوگ نہیں منا سکتے۔کیونکہ سوگ منانے سے جانے والے نہیں لوٹا کرتے۔اور بہ خدا اگر ہمارے سوگ منانے سے ان لوٹنے کا ذرا سا بھی امکان ہوتا تو میں ساری زندگی شادی نہ کرتا۔باقی جہاں تک تمھاری تعلیم کا تعلق ہے تو یہ دنیاوی تعلیم کس کام کی۔تم کوئی سوشل ورکر تو نہیں ہو، نہ کوئی کاروباری عورت ہو، پھر ایم بی اے کی ڈگری کا کیا فائدہ؟''

''محترم!...... پاپا ایک وسیع کاروبار ترکے میں چھوڑ گئے ہیں۔اور بھائیوں کے ساتھ میں بھی وارث ہوں۔ تو آپ کا کیا خیال ہے سارا کاروبار ملازمین پر چھوڑ دوں گی؟''

''میں کس لیے ہوں......؟ یا مجھ پر اعتبار نہیں ہے؟''

''اپنی جان سے بڑھ کر اعتبار ہے۔''

''پھر؟''

''پھر یہ کہ، تھوڑا انتظار نہیں ہو سکتا؟''

''نہیں...... بالکل نہیں۔تم سے دوری مجھے زہر لگتی ہے؟'' اس نے محبت جتائی۔

''دور کب ہوں؟'' وہ شوخی سے ہنسی۔''پاس ہی تو بیٹھی ہوں۔''

''مجھے تو فون پر بات کرنے اور یوں بیٹھ کر بات کرنے میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا؟ فون پر بھی تمھارے لمس سے محروم رہتا ہوں اور یوں بھی چھو نہیں سکتا؟''

''ہا...... ہا...... ہا۔'' اس نے قہقہہ لگایا۔''تو تصویر پر گزارا کر لو نا؟'' مسکان کی ہنسی یقیناً ترنم سے بھرپور تھی مگر وہ فریحہ کے سحر میں گرفتار تھا۔اس خوب صورت ہنسی نے اسے بالکل متاثر نہیں کیا تھا۔محبوبہ کو اگر چاہنے والے کے چہرے پر اپنی اداؤں کا اثر نظر نہ آئے تو وہ بے چین ہو جاتی ہے، عجیب قسم کی تشنگی اور بے چینی محسوس کرتی ہے ۔مسکان بھی تو عورت ذات ہی تھی۔اسے بھی یہ بات شدت سے کھلتی مگر وہ اس کی توجیہ سے قاصر تھی کہ آخر کیوں کبھی کبھی اس کا دل حماد سے اوب جاتا ہے۔کیوں اسے حماد کی چاہت میں کمی نظر آنے لگتی ہے۔اس وقت بھی

اپنے قہقہے کے جواب میں حماد کا نارمل چہرہ اسے بالکل اچھا نہ لگا۔شوخی بھری ہنسی کا اثر اس کے چہرے سے غائب ہو گیا۔

اس کی کیفیات سے بے خبر حماد اپنی رو میں بولا۔"بتاؤ نا؟......کتنا انتظار کرنا پڑے گا؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں اس بارے؟" وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"ارے واہ......تم نہیں،تو کیا تمھاری سہیلیاں بتائیں گی؟"

"کیا دو تین سال صبر نہیں ہو سکتا؟"

"دو تین ماہ بھی نہیں ہو سکتا۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"او کے جناب!......میں آپ کی خواہش نہیں ٹھکرا سکتی۔اپنے والدین کو ہمارے گھر بھیج دینا بھائی فہیم سے مل کر سب طے کر لیں گے۔" یہ کہتے ہوئے اس کی پلکیں حیا سے جھک گئی تھیں۔اس وقت اگر حماد کے پاس دیکھنے والی آنکھ ہوتی تو اسے محسوس ہوتا کہ وہ حیا آلود چہرہ فریحہ کے بے باک چہرے سے کتنا خوب صورت دلکش اور پر کشش ہے۔مگر حماد کسی اور کے عشق میں مبتلا تھا اور محبوب اگر بد صورت بھی ہو تو کسی دوسرے کا حسن متاثر نہیں کرتا فریحہ تو خود حسن کا شہکار تھی۔مسکان غریب کی کیا دال گلتی۔

"تم نے اسے بتایا ہے میرے بارے؟"

"آج بتا دوں گی۔اور یوں بھی اس نے خود بھی ایک متوسط گھرانے میں شادی کی ہے یقیناً میری پسند پر ناک بھوں نہیں چڑھائے گا۔"

"تو پھر کب بھیجوں ابو جان کو؟"

"جب جی چاہے۔" یہ کہہ کر وہ آہستہ سے ہنسی۔"یہ نہ ہوا ابھی بھیج دو؟"

حماد بھی اس کے انداز پر ہنس پڑا تھا۔

☆......☆......☆

اگلے تین چار دن وہ مسلسل ایک ایسے سکول کی نگرانی کرتا رہا جہاں کسی غریب کے بچے کا تعلیم حاصل کرنا ناممکنات سے تھا۔پانچویں دن اسے موقع مل گیا،وہ نہایت پیاری سی بچی تھی اس کی عمر پانچ چھے سال کے قریب

ہو گی۔ چھٹی کے وقت بچے گیٹ سے باہر نکلے اور پارکنگ ایریا میں منتظر قیمتی گاڑیوں میں بیٹھنے لگے اس بچی نے دائیں بائیں دیکھا اور اپنی کار کو موجود نہ پا کر واپس مڑنے لگی۔ وہ دھڑکتے دل سے آگے بڑھا اور اس کا بازو تھامتے ہوئے بولا۔

''چلو گڑیا......اپنی گاڑی وہاں کھڑی ہے۔''

اس نے معصومیت سے پوچھا......''آپ نئے انکل ہیں؟''

''ہاں گڑیا!......میں نیا ڈرائیور ہوں۔'' اور وہ اطمینان سے سر ہلاتے ہوئے اس کے ساتھ چل پڑی۔ چند قدم لینے کے بعد دانیال نے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے اسے گود میں اٹھا لیا۔ تھوڑا سا چلنے کے بعد ہی مجھے اسے خالی ٹیکسی نظر آئی جو اس کے اشارے پر رک گئی۔ دانیال نے پچھلی نشست سنبھال لی وہ معصومیت سے پوچھنے لگی

''انکل!......یہ گندی گاڑی ہماری تو نہیں ہے؟''

''کار آج پاپا لے گئے ہیں۔'' دانیال نے اسے پیار سے پچکارا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ ٹیکسی ڈرائیور کو کوئی شک گزرے۔

''پاپا کی تو اپنی کار بھی ہے......پھر وہ مما کی کار کیوں لے گئے ہیں؟''

''پاپا کی کار خراب تھی گڑیا۔''

''وہ خود اس گندی کار میں جاتے ناں؟''

''اچھا کل سے وہ اس کار میں جائیں گے......اب خوش؟''

''ہاں......اب ٹھیک ہے۔'' اس نے معصومیت سے سر ہلا دیا۔

رستے میں کولڈ ڈرنک شاپ پر دانیال نے اسے آئس کریم بھی لے کر دی۔ اس کے ساتھ اس نے چند چاکلیٹس بھی لے لی تھیں۔ گھر سے تھوڑی دور اس نے ٹیکسی رکوائی اور ڈرائیور کو فارغ کر کے نیچے اتر آیا۔

''انکل ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' بچی کافی چالاک تھی۔

''گڑیا یہاں سے ہم پیدل جائیں گے؟''

''کیوں انکل......گاڑی میں چلیں نا؟''

”نہیں ……اپنی گڑیا کو میں گود میں اٹھا کر چلوں گا۔“ دانیال نے اسے اٹھایا اور وہ ہنسنے لگی۔

”انکل آپ بہت اچھے ہیں…… پہلے والا انکل مجھے گود میں نہیں اٹھاتا تھا۔“

”اچھا میری گڑیا کا نام کیا ہے؟“ دانیال نے اس کے پھول سے گال کو چوما۔

”ماہین……امی جان ماہی کہتی ہیں۔“

”اچھا……۔“ اس نے لہجے میں مصنوعی حیرانی سموئی۔

وہ فخریہ لہجے میں بولی ”پاپا مجھے گڑیا رانی کہتے ہیں۔“

”ٹھیک ہی کہتے ہیں“ اس نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

”انکل آپ مجھے روزانہ لینے آئیں گے نا؟“ دانیال کے ہاتھ سے دوسری چاکلیٹ جھپٹتے ہوئے اس نے معصومیت سے پوچھا۔

”ہاں، اب تو میں روزانہ اپنی گڑیا رانی کو لینے آؤں گا۔“ اس کے لہجے میں حقیقی پیار کی جھلک تھی۔ پہلی دفعہ بھیجے جانے والی منگنی کی انگوٹھی اگر واپس نہ آئی ہوتی تو وہ بھی شاید اتنی بچی کا باپ ہوتا۔

”انکل یہ ہمارا گھر تو نہیں ہے؟“ وہ جیسے ہی گھر کے دروازے میں داخل ہونے لگا وہ تیزی سے بولی۔

”یہ میرا گھر ہے گڑیا!……“

”پر مجھے تو اپنے گھر جانا ہے۔ امی کے پاس جانا ہے۔“ وہ مچل گئی۔

”پاپا نئی کار لے کے آئیں گے نا اس میں چلیں گے…… یہ پرانی والی تو گندی تھی، تم نے خود کہا کہ یہ گندی کار ہے تو گندی کار میں میں اپنی گڑیا رانی کو کیسے لے جاتا؟“

”پاپا کس وقت لے کے آئیں گے کار؟“

”بس آنے ہی والے ہوں گے۔“ اس نے اسے بہلایا……اسی وقت ماں کمرے سے نکلی اور حیرانی سے بولی۔

”دانی…… یہ کسے اٹھا لایا ہے؟“

”پتا نہیں اماں!…… کس گلشن کا پھول ہے، اکیلی پھر رہی تھی میں گھر میں لے آیا کہ اعلان کرا دوں گا جس کی

ہوئی لے جائے گا۔“

”کتنی پیاری ہے“ ماں نے ممتا بھرے لہجے میں کہتے ہوئے اسے دانیال سے لے لیا۔

”آنٹی!......امی کے پاس جانا ہے، مجھے بھوک لگی ہے۔“

”آنٹی نہیں، میں دادی ہوں میری شہزادی۔“ دانیال کی ماں اسے بے ساختہ چومنے لگی۔

”اچھا دادو۔“ اس کے معصومیت بھرے الفاظ نے عائشہ خاتون کو بے کل سا کر دیا۔

”دانی!......سنا ہے، یہ مجھے دادو کہہ رہی ہے۔ ہائے او میرے ربا کب مجھے دادی کہنے والے پیدا ہوں گے؟“

”پہلے ان کی ماں تو پیدا ہونے دو اماں۔“ حسرت سے کہتے ہوئے وہ باورچی خانے کی طرف بڑھ گیا۔ ماہین بھوکی تھی، گو اس کلاس کے لوگ، ایسے گھروں میں پکا، کھانا تو درکنار چکھنا بھی معیوب سمجھتے ہیں، مگر وہ معصوم بچی ان کلاسوں سے مبرا تھی۔ رات کی بچی ہوئی مسور کی دال، تازہ روٹی کے ساتھ اس نے بڑی رغبت سے کھائی تھی۔ عائشہ خاتون کے ہاتھ سے کھانا کھانے کے بعد وہ اسی کی گود میں ہی لیٹ گئی اور اس سے باتیں کرتے کرتے چند ہی لمحوں بعد اسے نیند آ گئی۔

”اماں اسے چارپائی پر لٹا دو۔“

”نہیں پتر!...... مجھے اچھا لگ رہا ہے۔“ اس کی ماں اسے گود میں سلانے پر ہی بہ ضد رہی۔ وہ وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آ گیا، بچی کا سکول بیگ اپنے ساتھ لانا وہ نہیں بھولا تھا۔ اب اسے بچی کے والد سے رابطے کی کوئی صورت پیدا کرنی تھی اور اس کی یہ مشکل ماہین کی ہوم ورک بک نے آسان کر دی جس پر اس کے والد کا موبائل نمبر لکھا ہوا تھا اور یہ نمبر اس کی ساری کاپیوں پر درج تھا لازماً یہ اس کے والد یا والدہ کا کام تھا۔ نمبر اپنے پاس نوٹ کر کے وہ باہر نکل آیا۔

☆......☆......☆

اتنے بڑے گھرانے میں رشتہ طلب کرنے کے لیے جانا اس کے والد کو بہت مشکل لگا۔ مگر بیٹے کی ضد کے سامنے اسے ہتھیار ڈالنے پڑے۔

سیٹھ داود کی محل نما کوٹھی کے سامنے ٹیکسی سے اترتے ہوئے حماد کے والد رفیق علی کو ایک فیصد بھی یقین نہیں تھا کہ انھیں ہاں سننے کو ملے گی۔ اس کے برعکس اس کے دل میں توہین کا اندیشہ جاگزیں تھا۔ خود حماد کا دل بھی ڈانو ڈول ہو رہا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ ایک مرتبہ تعزیت کے سلسلے میں یہاں آچکا تھا مگر آج معاملہ دوسرا تھا۔

"جی کس سے ملنا ہے؟" ان کے گیٹ کے قریب پہنچنے سے پہلے مستعد چوکیدار نے آگے بڑھ کر استفسار کیا۔ مؤدب ہونے کے باوجود اس کے لہجے میں چھپا تحکم محسوس کیا جا سکتا تھا۔

"سیٹھ فہیم سے ہماری ملاقات طے ہے۔" حماد نے بااعتماد انداز میں جواب دیا۔

"جناب آپ کے نام؟"

"حماد علی......اور یہ میرے والد صاحب ہیں رفیق علی۔"

انھیں وہیں رکنے کا اشارہ کر کے چوکیدار پیچھے مڑا اور ذیلی کھڑکی کھول کر ساتھی چوکیدار کو ان کی آمد کی غایت بتانے لگا۔ دوسرے چوکیدار نے غالباً انٹرکام پر ان کے متعلق کسی سے اجازت لی تھی کہ چند منٹ کے بعد انھیں اندر جانے کی اجازت مل گئی۔

"آئیں جی۔" چوکیدار نے ان کے لیے گیٹ کھولتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"دونوں اندر داخل ہو گئے۔ محل نما کوٹھی کا وسیع صحن عبور کر کے وہ اندرونی عمارت کے قریب پہنچے۔ وہاں ان کی رہنمائی کے لیے ایک ملازم کھڑا تھا۔ انھیں ہمراہ لیے وہ ایک سجے سجائے ڈرائنگ روم میں پہنچا اور صوفہ سیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"آپ بیٹھیں جناب......سیٹھ صاحب کو اطلاع کر دی ہے وہ آیا ہی چاہتے ہیں۔"

وہ جھجکتے ہوئے بیٹھ گئے۔ چند منٹ بعد ایک ملازما چائے کی ٹرالی دھکیلتی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ ٹرالی درجنوں لوازمات سے بھری ہوئی تھی۔ چینی کا پوچھ کر ملازما نے دو کپ چائے بنا کر انھیں پکڑائی اور ان کے سامنے رکھی ٹیبل پر کھانے کی مختلف اشیاء چن دیں۔ اور ٹرالی دھکیلتی وہاں سے نکل گئی۔ اس کا والد رفیق علی سخت مرعوب نظر آ رہا تھا۔ اتنے قیمتی صوفے پر وہ زندگی میں پہلی مرتبہ بیٹھا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ سیٹھ فہیم سے کس طرح اس کی بہن کا رشتہ طلب کرے گا۔ جبکہ اس کے اندازے کے مطابق ان کے ملازمین کی تنخواہ

بھی اس سے زیادہ ہوئی تھی۔ بیٹے نے اسے بری طرح پھنسادیا تھا۔

انھیں زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ وہ بہ مشکل چاے پی پائے تھے کہ سیٹھ فہیم ڈرائینگ روم میں داخل ہوا۔ وہ بے ساختہ کھڑے ہوگئے۔

''پلیز بیٹھیں۔'' فرداً فرداً دونوں سے مصافحہ کر کے سیٹھ فہیم نے انھیں بیٹھنے کا کہا اور خود ان کے سامنے نشست سنبھال لی۔

''تو آپ کا نام حماد ہے بزنس ایڈ منسٹریشن میں ماسٹر کر رکھا ہے؟'' ان کے بیٹھتے ہی سیٹھ فہیم نے بغیر کسی تمہید کے احماد کا انٹرویو لینا شروع کردیا۔

''جی جناب۔'' حماد کا لہجہ خود بخود مؤدبانہ ہوگیا تھا۔

''تو حماد صاحب!...... بات یہ ہے کہ مسکان مجھے بہن نہیں بیٹی کی طرح عزیز ہے۔ میں کبھی یہ نہ سنوں کہ آپ نے اسے دکھ دیا ہے۔ باقی مجھے تمھاری شخصیت میں کوئی بات قابل اعتراض نظر نہیں آرہی...... صرف ایک شرط پیش کروں گا، مسکان کو والدین سے علیحدہ رکھو گے۔ اینڈ دیٹس آل۔'' سیٹھ فہیم نے ایک ہی منٹ میں بات مکمل کردی تھی۔ دونوں کے دل میں پرورش پانے والے اندیشے بھک سے اڑ گئے تھے۔

حماد کے کچھ کہنے سے پہلے رفیق علی نے جواب دیا۔

''سیٹھ صاحب!...... میں خود شادی شدہ اولاد کو اپنے ساتھ رکھنے کا قائل نہیں ہوں۔ حماد کا بڑا بھائی بھی شادی کے بعد ہم سے علیحدہ رہ رہا ہے۔ اور حماد کے لیے بھی علیحدہ مکان کا بندوبست کردوں گا۔''

''نہیں محترم!......'' سیٹھ فہیم نے نرم لہجے میں کہا۔'' آپ کو مکان کا بندوبست کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مسکان کی اپنی کوٹھی موجود ہے۔ اور باقی علیحدہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بیٹے سے ملنے نہیں آسکتے یا بیٹا آپ کے پاس نہیں جاسکتا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہماری طرف سے یہ روزانہ آپ لوگوں کو ملنے جاسکتا ہے۔ آپ کی مالی امداد کرسکتا ہے۔ بس ہماری بہن کو اس کے لیے مجبور نہیں کرے گا۔''

''ٹھیک ہے سیٹھ صاحب!......'' جواب اس بار بھی رفیق علی نے ہی دیا تھا۔ حماد کا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ اتنا مشکل مرحلہ اس آسانی سے عبور ہوجائے گا اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

''او کے پھر؟'' سیٹھ فہیم کھڑا ہو گیا۔ ''کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ چلیں ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیں ؟......باقی شادی کا پروگرام کل پرسوں تک آپ کو مل جائے گا۔''

''معذرت چاہیں گے سیٹھ صاحب!......کھانا ہم کھا کر آئے ہیں......اب اجازت لیں گے؟'' رفیق علی کو کبھی امرا کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہاں اس کا تماشا بن جائے۔

''جیسے آپ کی مرضی۔'' سیٹھ فہیم نے اصرار نہیں کیا تھا۔ وہ دونوں اس سے مصافحہ کر کے وہاں سے نکل آئے

☆......☆......☆

سلمان شاہ نے میٹنگ روم کی طرف قدم بڑھائے۔ وہ بہ مشکل دروازے تک پہنچا تھا کہ اس کا موبائل بجنے لگا۔ اس نے ناگواری سے موبائل نکالا اور سکرین پر نگاہ ڈالی کال گھر سے تھی۔ اسے رسیو کرتے بنی۔

''یس؟''

''سلمان!......ماہین سکول سے غائب ہے۔'' اسے اپنی چہیتی بیوی سدرہ کی پریشانی میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

''کیا؟'' اس کے قدم میٹنگ روم کا دروازہ عبور نہ کر سکے۔ ''مگر کیسے؟''

ڈرائیور آج رش کی وجہ سے چند منٹ لیٹ ہو گیا۔ وہاں پہنچا تو ماہین موجود نہیں تھی۔ سکول سٹاف سے پتا کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ چھٹی کے وقت تک اپنی کلاس میں موجود تھی۔ یوں بھی چھٹی سے پہلے سکول سے کسی بچے کا اپنی مرضی سے باہر آنا ناممکن ہے ۔ وہ چھٹی کے وقت ہی پر باہر نکلی اور اب اس کا پتا نہیں ہے۔'' سلمان کو لگا سدرہ رونے کو ہے۔ خود اسے بھی محسوس ہو رہا تھا گویا کسی نے اس کا دل مٹھی میں دبا لیا ہے۔ ماہین ان کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھی۔

''کسی سہیلی کی گاڑی میں نا بیٹھ گئی ہو؟......میرا مطلب ہے اس کی کسی ساتھی کے باپ بھائی یا ڈرائیور نے ساتھ نا بٹھا لیا ہو؟'' سلمان بیوی سے زیادہ خود کو تسلی دینے کا خواہاں تھا۔

''اس صورت میں اس کو اب تک آ جانا چاہیے تھا۔ اتنا غیر ذمہ دار کوئی نہیں ہوتا کہ پرائے بچے کو گھر میں بٹھا رکھے۔''

’’اچھا میں آ رہا ہوں رونا مت۔ اللہ پاک بہتر کرے گا۔‘‘ رابطہ منقطع کر کے اس نے میٹنگ روم کے سامنے کھڑے چپڑاسی کو میٹنگ ملتوی ہونے کی اطلاع ارکان میٹنگ تک پہنچانے کا حکم سنایا اور لمبے ڈگ بھرتا دفتر سے نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار گھر کی طرف اڑی جا رہی تھی زیر لب وہ اپنی بیٹی کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ دفتر سے نکلے اسے دس بارہ منٹ ہی ہوئے تھے کہ اس کا موبائل دوبارہ بجنے لگا۔ انجان نمبر کو دیکھ کر وہ کال منقطع کرنے لگا تھا کہ اچانک اسے یاد آیا کہ سدرہ نے ماہین کی تمام کتابوں پر اس کا نمبر لکھ رکھا تھا۔ یہ خیال اسے کال رسیو کرنے پر آمادہ کر گیا۔

’’یس؟‘‘

’’کون؟‘‘ ایک نامانوس آواز اس کی سماعتوں میں گونجی۔

’’مسٹر فون آپ نے کیا ہے۔ اس لحاظ سے تعارف کرانا آپ کی ذمہ داری بنتی ہے۔‘‘

’’تعارف چھوڑیں جناب۔ کیا آپ ماہین نام کی بچی کو جانتے ہیں؟‘‘

’’جی جی......‘‘ وہ تیزی سے بولا۔ ’’وہ میری بیٹی ہے۔‘‘

’’وہ میرے قبضے میں ہے۔‘‘

’’قق...... قبضہ۔‘‘ الفاظ اس کے گلے میں اٹکنے لگے۔ اور اس نے کار سائیڈ پر کھڑی کر دی۔

’’جی بالکل...... میرے قبضے میں ہے۔ بلکہ سمجھیں میں نے اسے اغواء کر لیا ہے۔‘‘ اسے اغواء کنندہ کا اطمینان بھرا لہجہ سنائی دیا۔

دماغ میں ابھرنے والی غصے کی لہر کو زبردستی دباتے ہوئی وہ بہ مشکل بولا۔

’’دیکھو جناب!...... میں تمہارا ہر مطالبہ پورا کرنے کے لیے تیار ہوں مگر میری بیٹی کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ وہ بہت معصوم ہے۔‘‘

’’نہیں ہوگی، جی بالکل نہیں ہوگی...... لیکن تم نے پولیس کو اطلاع دی یا کوئی اور چالاکی دکھائی تو پھر کوئی رعایت نہیں برتوں گا...... غلط حرکت تمہاری معصوم بیٹی کو لولا، لنگڑا، کانا، بہرہ یا اسی قسم کی کسی اور معذوری میں بھی مبتلا کر سکتی ہے۔‘‘

''نہیں نہیں پلیز میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا...... کسی کو بھی نہیں بتاؤں گا۔ وہ گھبرا گیا تھا۔ ''بس میری گڑیا رانی کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔''

''گڈ...... وہ بالکل محفوظ رہے گی۔ تیس لاکھ کا بندوبست کرلو اور میرے اگلے فون کا انتظار کرو۔ اور یاد رکھنا تم میرے آدمیوں کی نظر میں ہو۔''

''بات سنو؟'' وہ جلدی سے بولا مگر رابطہ منقطع ہوگیا تھا۔ اس نے اس نمبر پر کال بیک کی مگر نمبر بند ہوگیا تھا ۔وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اپنی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی کے اغواء نے اسے ذہنی طور پر ماؤف سا کردیا تھا۔

اچانک اس کے دماغ میں اپنے دوست بابر کا خیال آیا، جو ایک نامی گرامی بدمعاش تھا۔ لوگ اسے بابر قصائی کہتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسے یہ سوچ پریشان کرگئی، کہ بابر اس ضمن میں اس کی کیا مدد کرسکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ اغوا کرنے والے کو دردناک موت سے ہم کنار کرسکتا دے گا، مگر وہ بھی اسے پہچاننے کے بعد ۔اور اگر بابر کی کسی بے احتیاطی وجہ سے اس کی گڑیا کو کچھ ہوجاتا تو یہ خسارا قیامت تک پورا ہونے والا نہیں تھا۔

تیس لاکھ کی رقم کوئی معمولی رقم نہیں ہوتی، مگر اپنی اکلوتی بیٹی کے لیے وہ اتنی رقم بہرحال قربان کرسکتا تھا۔

☆......☆......☆

''اتنی آسانی سے مان گیا؟'' فریحہ کے لہجے میں خوشی کے بجائے دکھ کا عنصر نمایاں تھا۔

''تمھیں خوشی نہیں ہوئی؟'' حماد نے حیرانی سے پوچھا۔

''خوشی؟'' وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔ ''اپنے محبوب کے ساتھ دوسری لڑکی کی شادی کی واقعی خوشی کی خبر ہے۔''

''فری یہ شادی نہیں ایک معاہدہ ہے۔ اپنے مقصد کی حصول کی کارروائی ہے۔ بھول گئیں میں نے تمھیں زندگی کی ہر آسائش، ہر سکھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اور ایسا کرنے کے لیے مجھے قربانی دینی ہوگی...... میری جان، میرا جسم عارضی طور پر مسکان کے قبضے میں سہی میرا دل میری روح اپنی فری کے پاس رہے گا۔''

''حماد مجھے ڈر لگتا ہے۔ دولت کی چکا چوند، مسکان کی دلکشی، قیمتی گاڑیوں کی سواری اور محل نما کوٹھیوں کی سکونت تمھیں مجھ سے چھین نہ لے۔ یہ نہ ہو پر آسائش زندگی کا لالچ مجھ سے میری زندگی جدا کردے؟'' فریحہ نے ذہن میں کلبلاتے اندیشوں کو الفاظ میں ڈھالا۔

”کیا اپنے حماد پر سے اعتبار اٹھ گیا ہے؟“ اس کا ہاتھ گرفت میں لیتے ہوئے اس نے چاہت سے پوچھا۔

”نہیں ...... لیکن انسان کے احساسات بدلتے دیر نہیں لگتی یہ نہ ہو اس کی محبت تمھیں جیت لے؟“

”ناممکن ...... ایسا سوچنا بھی مت، اگر ایسا ہوتا تو اب تک میں اس کا بن گیا ہوتا۔“

”یہ ڈراما کتنا عرصہ چلے گا؟“

”میری جان! ...... تم اپنی تعلیم تو مکمل کرلو؟“ حماد نے اسے تسلی دی۔

فریحہ نے منہ بنا کر کہا۔ ”مجھے اپنے سوال کا جواب چاہیے؟“

وہ اطمینان سے بولا۔ ”دو تین سال سے زیادہ نہیں چلے گا۔“

”اور اس عرصے کے دوران تم کیسے، کس مقام تک پہنچو گے؟“

”یار! ...... ایک ارب پتی سیٹھ کے داماد کے لیے کسی مقام تک پہنچنے میں کیا رکاوٹ ہوگی؟“

”ہوگی نا رکاوٹ؟“ فریحہ نے زور دے کر کہا۔ ”اگر تمھارا مقصد کسی اچھی جاب کا حصول ہے تو ایسی صورت میں کسی مقام تک پہنچنے کے لیے دو تین سال کا عرصہ بہت کم ہے۔ جانتے ہو نا؟ ایک کوٹھی کی قیمت کیا ہو سکتی ہے ۔پھر اچھی گاڑی اور دوسری ضروریات ...... کیا ایک اچھی جاب حاصل کرنے کے بعد ان تمام آسائشوں کا حصول ممکن ہے؟ ...... وہ بھی دو تین سال میں۔“

”نہیں۔“ حماد نے انکار میں سر ہلایا۔

اس نے وضاحت چاہی۔ ”تو پھر؟“

”سیٹھ داؤد کی دولت کس کام آئے گی، جو مسکان کو وراثت میں ملنی ہے؟“

”محترم! ...... وہ مسکان کو نوٹوں کی صورت نہیں ملے گی کہ تو اس سے ہتھیا لے گا۔ وہ لازماً کوٹھی، فیکٹری وغیرہ کی وارث بنے گی۔ علیحدگی کی صورت میں تمھیں کیا ملے گا؟ بلکہ تجھ سے تو منہ دکھائی میں دیا جانے والا قیمتی تحفہ بھی وہ واپس لے لیں گے؟“ مسکان کا سوال ایسا نہیں تھا کہ اسے نظر انداز کیا جاتا۔

”بات تو تمھاری ٹھیک ہے۔“ حماد کے لہجے میں پریشانی جھلکی۔ ”یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔“

فریحہ نے منہ بنایا۔ ”ہاں ایک سیٹھ زادی کی محبت اور دلکش بدن کے سامنے ساری ضرورتیں پسِ پشت چلی

جاتی ہیں۔"

"یوسف.....تم نے مجھے کیوں الجھا دیا ہے۔"

"الجھن کیسی؟.....ایک خوب صورت لڑکی، کار، کوٹھی، فیکٹری اور وسیع کاروبار کے ساتھ مل رہی ہے گل محمد سے ہزار درجے اچھی زندگی.....اور بھول جاؤ فریحہ نام کی کوئی بے وقوف لڑکی بھی تھی۔"

وہ جھلا کر بولا۔ "میں لگاؤں گا ایک جھانپڑ۔"

"ہاں.....اب تمہارا غصہ مجھ پر نکلے گا؟"

"اچھا تمہاری چوں چوں بند ہو گئی کہ نہیں؟.....سوچتے رہ گئے۔"

"تم سوچو.....اور میں چلی۔" وہ کھڑی ہو گئی۔

"بھول جاؤ گی؟"

"فریحہ کی ہڑتال مجھ سے ہے بیٹے۔" فریحہ کا موڈ بھی آف ہو چکا تھا۔

"بڑی آئی ہڑتال کی بچی۔" وہ بھی اٹھ گیا۔

فریحہ کو واپس کر کے وہ گھر پہنچا اور ساری رات اسی ادھیڑ بن میں مصروف رہا۔ صبح اذان کے وقت وہ ایک بے داغ منصوبہ بنانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ دن چڑھے اس نے ایک مفتی صاحب سے فون پر مسئلہ پوچھنے کے بجائے وراثت کے متعلق تفصیلی گفتگو کی۔ چھٹی کے وقت وہ اس سٹاپ پر کھڑا تھا جہاں فریحہ نے اس سے ملنے کے لیے یونیورسٹی بس سے اترنا تھا۔

☆----☆----☆

رابطہ منقطع کر کے دانیال نے موبائل آف کر دیا۔ وہ یوسف کے باپ کو ڈرانے میں کامیاب رہا تھا۔ یہ ساری ڈرامے بازی اس نے فلموں سے سیکھی تھی۔ بات چیت کے لیے اسے گھر سے باہر آنا پڑا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی ماں کو اس سارے معاملے کی ہوا لگے۔ گھر واپس جاتے ہوئے اس نے ایک دکان سے ٹافیاں اور چاکلیٹ خریدیں۔ جب وہ گھر میں داخل ہوا تو اس کی ماں ماہین کو چارپائی پر لٹا رہی تھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔

’’اماں!......اب تک اسے گود میں لٹایا ہوا تھا؟‘‘

اس کی ماں جھینپتے ہوئے بولی۔’’میں نے سوچا کہیں جاگ نہ جائے۔‘‘

’’اماں!......آپ بھی نا بس؟‘‘اس نے بے بسی سے سر ہلایا۔وہ ماں کے دل میں دبے ممتا بھرے جذبات سے ناواقف نہیں تھا۔اتنی اسے دلہن کی تڑپ نہیں تھی جتنی وہ پوتی پوتوں کے لیے تڑپتی،مچلتی تھی۔

وہ بچی کو موسم کی مناسبت سے باریک چادر اوڑھا کر دانیال سے پوچھنے لگی۔’’کچھ پتا چلا اس کے والدین کا؟‘‘

’’اتنی جلدی کہاں اماں......ابھی تک تو اخبار میں خبر دی ہے،جو کل صبح شائع ہو گی۔اس کے بعد کہیں پتا چلے گا۔ہو سکتا ہے دو تین دفعہ خبر دینی پڑے۔‘‘

’’کیا پتا یہ لاوارث ہو؟‘‘عائشہ خاتون کے لہجے میں عجیب سی حسرت بھری تھی۔’’کیا پھر ہم اسے پال سکیں گے؟‘‘

’’اماں!......لاوارث سکول میں نہیں پڑھا کرتے اور نہ ان کا لباس ہی اتنا اچھا ہوتا ہے۔‘‘

’’اچھا اچھا......غصہ نہ دکھایا کر ہر بات پر۔ماں ہوں تمھاری۔‘‘وہ بڑبڑاتے ہوئے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی ان کے گھر کا دروازہ عام معمول میں دن کے وقت کھلا رہتا تھا لیکن آج ماہین کی وجہ سے اس نے کنڈی کر دیا تھا۔اس کی کوشش تھی کہ پڑوسی ماہین کے وجود سے بے خبر رہیں۔

وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔دروازے پر بوڑھی پڑوسن کو دیکھ کر اس نے بہانہ گھڑا۔

’’اماں تو کہیں گئی ہوئی ہیں خالہ؟‘‘

’’اچھا۔‘‘وہ ہلکی سی مایوسی سے بولی۔’’واپس آئے تو میرے بارے بتا دینا۔‘‘

’’ٹھیک ہے خالہ!......‘‘کہہ کر اس نے دروازہ دوبارہ کنڈی کر دیا۔

’’کون تھا بیٹا؟......اور میں تو گھر میں ہوں؟‘‘عائشہ خاتون نے لازماً اس کی پڑوسن سے ہونے والی گفتگو سن لی تھی۔

’’بشریٰ خالہ تھی ماں۔‘‘

”اسے دروازے پر دستک دینے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی، پہلے تو بے دھڑک آ جاتی تھی؟ اور پھر تو نے یہ کیوں کہا کہ میں گھر میں موجود نہیں ہوں؟“

”دروازہ میں نے کنڈی کیا تھا ماں۔“ دوسرے سوال کو وہ جان بوجھ کر گول کر گیا۔

”اور جھوٹ کیوں بولا؟“ اس کی ماں بال کی کھال اتارنے پر تلی تھی۔

”وہ......ماں میں نہیں چاہتا کہ کسی کو بچی کا پتا چلے۔“

”کیوں......کیوں پتا نہ چلے بچی کا؟......اور کب تک چھپائیں گے اسے؟“ اس کی ماں بات کو کسی اور سمت موڑ کر لے گئی تھی۔

”ماں!......بس دو تین دن کی تو بات ہے۔“

”اے لڑکے!......باؤلا ہوا ہے کیا؟......دو تین دن کا کیا مطلب؟“

”کچھ نہیں ماں......آپ چھوڑیں اس بات کو، بعد میں سمجھا دوں گا۔“

”یہ ہماری قید میں تو نہیں ہے۔ اور نہ ہم نے اسے اغواء ہی کیا ہے؟“ اس کی ماں کے لہجے میں شکوک کی پرچھائیاں تھیں۔

”اماں!......ایک تو آپ ہر بات کی کھوج میں پڑ جاتی ہیں۔ چھوڑیں اس موضوع کو اور کھانا بنائیں سخت بھوک لگی ہے۔“ اس نے جان چھڑانی چاہی۔ اس کے انداز پر عائشہ کا ماتھا ٹھنکا۔

”اے دانی!......سچ بتا کیا چکر ہے؟ تمھارا انداز مجھے مشکوک نظر آ رہا ہے۔

”اچھا ادھر آ اماں!......تمھیں بتاتا ہوں۔“ وہ اسے بازو سے پکڑ کر کمرے میں لے گیا۔

”کیا ادھر نہیں بتایا جا سکتا تھا؟“ عائشہ کو بیٹے کا مشکوک انداز نہ بھایا۔

”ماں!......یہ کسی امیر آدمی کی بیٹی ہے۔ اور اس کا باپ اسے چھڑانے کے لیے کافی رقم ادا کر دے گا۔“

”دد......دانی تمھارا دماغ جگہ پر ہے؟“ بیٹے کی بات پر اس کا رنگ اڑ گیا تھا۔

”کیا ہوا میرے دماغ کو، ٹھیک ہی تو ہے۔ ہمارے خون پسینے کی کمائی پر عیش کرنے والے کسی سرمایہ دار سے اگر چند لاکھ لے لوں گا تو کیا فرق پڑے گا......کوئی کمی نہیں ہو گی ان کے بینک بیلنس میں، بلکہ کچھ ماہ بعد وہ چند

لاکھ بھی اس کے یا اس کے کسی دوسرے بھائی کے اکاؤنٹ میں واپس منتقل ہو جائیں گے۔''

''باؤلا ہوا ہے لڑکے!......'' عائشہ نے بیٹے کی چھاتی پر دو ہتھڑ مارے۔ ''حرام کی کمائی گھر لانا چاہتا ہے۔ تمھارے باپ نے ساری زندگی محنت مزدوری کر کے کھایا ہے تو کیسے بے غیرت ہو گیا ہے، خبردار جو دوبارہ اس طرح کے کسی گندے کام کا سوچا۔ نہیں چاہیے مجھے اس طرح کی حرام کی دولت۔ یہ روکھی سوکھی میرے لیے مرغن غذاؤں سے بہتر ہے۔''

دانیال نے حجت پیش کی۔ ''ماں اس رقم سے میں شادی کر سکتا ہوں؟''

''ایسی شادی سے تمھارا کنوارا مر جانا بہتر ہے۔'' عائشہ رونے لگ گئی تھی۔

وہ زچ ہو کر بولا۔ ''ٹھیک ہے ماں!......ٹھیک ہے۔ صبح واپس چھوڑ آؤں گا۔''

''نہیں......ابھی چھوڑ آؤ......اس کے والدین بیچاروں پر کیا گزر رہی ہو گی۔ وہ ماں تھی اور جانتی تھی کہ ممتا کی تڑپ کیا ہوتی ہے۔

''ماں میں نے اس کا گھر نہیں دیکھا ناں؟'' دانیال نے دامن بچانا چاہا۔

''تو اس کے والد سے کس طرح رقم کا مطالبہ کرتے؟'' آخر وہ بھی اس کی ماں تھی۔

''فون پر بات کرتا۔''

''ٹھیک ہے ابھی فون ملاؤ میرے سامنے۔'' عائشہ حکمیہ لہجے میں بولی۔

بادل نخواستہ اس نے فون نکالا اور اس کے باپ کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

☆......☆......☆

اس سٹاپ پر فریحہ کے ساتھ دو اور لڑکیاں بھی اترتی تھیں ان کے جانے تک فریحہ لاتعلق ہو کر مخالف سمت میں چلتی رہی۔ جیسے ہی وہ گلی میں مڑیں حماد بائیک فریحہ کے قریب لے آیا۔ اپنے شولڈر بیگ سے ایک بڑی سی کالی چادر نکال کر فریحہ نے نقاب کے انداز میں اوڑھی اور اچک کر اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔ یہ اہتمام وہ حماد کے کہنے پر کرتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے پسندیدہ ریستوراں میں، کونے کی مخصوص نشستیں سنبھال چکے تھے۔

کھانے کا بتا کر حماد اسے ساری تفصیل بتانے لگا۔ کھانا آنے تک وہ اسے سارا منصوبہ بتا چکا تھا۔

”حماد!...... یہ ٹھیک نہیں ہے؟“ فریحہ گھبرا گئی تھی۔

”دولت کے لیے کسی کی جان لینا بہت غلط حکمت عملی ہے؟“

”فری!...... میری جان پتا ہے دولت کے لیے یہ سیٹھ غریبوں کا کتنا خون چوستے ہیں؟ کتنوں کو ان کی وجہ سے بے گھر ہونا پڑتا ہے؟...... سارے سماج کو انھوں نے کیسے جکڑا ہوا ہے؟ ان کے کاروبار نے مکڑی کے جالے کی طرح پورے ملک کی معیشت کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ جینے کا حق صرف ان کو حاصل ہے باقی لوگ تو کیڑے مکوڑے ہیں۔ اور نجانے کتنے کیڑے روزانہ ان کے قدموں تلے آ کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اس دوران اگر ایک کیڑا ہمت کر کے کسی سیٹھ کو کاٹ لے تو یہ غلط کیسے ہو گیا؟“

”پلیز حماد!...... یہ ٹھیک نہیں ہوگا، یہ نہ ہو تم پکڑے جاؤ؟...... اگر تمھیں کچھ ہو گیا تو میں بے موت ماری جاؤں گی؟“

”کچھ نہیں ہوگا......“ حماد نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”جانتی ہو دنیا میں کون سا اصول کارفرما ہے؟...... ایک مفکر کہتا ہے انتظار کرنے والوں کو وہی ملتا ہے جو کوشش کرنے والوں سے بچ جائے اور میں انتظار نہیں کر سکتا۔ کوشش کروں گا۔ زندگی کی بنیادی ضروریات کے لیے ترستے رہنا مجھے قبول نہیں۔ میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ میری فری رکشے اور بائیک پر سفر کرے اور وہ لڑکیاں جو میری شہزادی کی کنیز بننے کے بھی قابل نہیں وہ لینڈ کروز اور مرسڈیز میں گھومیں۔ میری ملکہ چار مرلے کے مکان میں گھٹ گھٹ کر زندگی گزارے اور وہ پانچ، دس کنال کی کوٹھیوں میں رہائش پذیر ہوں۔ نہیں فری بالکل نہیں...... مجھے ظالم بننا قبول ہے مفلس بننا منظور نہیں۔ بہت سسک چکے، بہت تڑپ چکے۔ اب میں اپنا حصہ چھین لوں گا۔ یقین مانو اس دولت پر امرا کا ناجائز قبضہ ہے صریحاً ناجائز، اتنا حصہ ان کا نہیں بنتا کسی حساب سے نہیں بنتا جتنا ان کے قبضے میں ہے۔“

”حماد!...... مجھے ڈر لگتا ہے......؟“

”کیسا ڈر......؟ میں اسے گولی تو نہیں ماروں گا۔ ایسی دوا کا حصول کوئی مشکل بات نہیں جس کی ہلکی سی مقدار ایک تسلسل سے کھانے سے وہ مالک حقیقی سے جا ملے...... یا پھر ایکسیڈنٹ کے نتیجے میں موت کو گلے لگا لے؟“

”کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا؟“ فریحہ سخت پریشان نظر آ رہی تھی۔ ایک عام سی لڑکی کو کسی کے قتل کی خبر متوحش کرنے کے لیے کافی تھی۔ چاہے وہ قتل اس کی رقیب کا کیوں نہ ہوتا۔

وہ اطمینان سے بولا۔ ”ہے، کیوں نہیں ہے؟“

”کیا؟“ اس نے بے صبری سے پوچھا۔

”شادی کے بعد اپنی پیاری بیوی کے ناز اٹھاتا رہوں، ساری زندگی عیش سے گزرے گی۔ بس اپنی محبت سے محروم ہونا پڑے گا۔ اپنی فری سے ہاتھ دھونے پڑیں گے؟“

فریحہ نے پریشان ہو کر سر تھام لیا۔ چند منٹ سوچنے کے بعد روہانسی ہو کر بولی۔

”فری، تمھارے بغیر نہیں رہ سکتی...... مر جائے گی۔“

”حماد بھی مر جائے گا۔“ وہ اطمینان سے بولا۔ ”صرف مسکان زندہ رہے گی اور حماد کی موت کے بعد ایک اور گبھرو سے بیاہ رچا لے گی۔ آخر زندگی انجوائے کرنا ان سیٹھوں ہی کا حق بنتا ہے؟“

”اوکے...... جو مرضی آئے کرو۔ مجھے صرف اپنا حماد صحیح سلامت چاہیے اور بس۔“

وہ مسکرایا۔ ”دیٹس لائیک اے گڈ گرل (That,s like a good girl)

”اب چلیں؟“ وہ کھڑی ہو گئی۔ ”دل اچاٹ ہو گیا ہے کھانے سے۔“

حماد کو بھی کھانا ادھورا چھوڑنا پڑا۔ بل ادا کر کے وہ ریستوراں سے باہر نکل آئے۔

☆......☆......☆

پہلی ہی بیل پر کال ریسیو کر لی گئی تھی۔ بچی کے باپ نے بے تابی سے کہا۔

”یس!...... بھائی صاحب، میں نے رقم کا بندوبست کر لیا ہے؟“

”رقم کو چھوڑیں اپنا ایڈریس بتائیں۔ میں ماہین کو آپ کے پاس لا رہا ہوں۔“

”کک...... کیا مطلب؟“ اس کے لہجے میں حیرانی تھی۔

”مطلب یہ ہے محترم!...... کہ وہ سب ایک مذاق سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔ میں ایک شریف آدمی ہوں۔ تمھاری بچی مجھے اکیلی ملی، رو رہی تھی۔ میں اسے گھر لے آیا اور تمھارے جیسے بے پرواہ والد کو سزا دینے کے لیے

یہ سارا ڈرامہ کیا۔" دانیال کو بروقت اپنی حرکت کی توجیہہ سوجھ گئی تھی۔

"مم...... میں کس منہ سے آپ کا شکرادا کروں؟" سلمان شاہ کو لگا کوئی فرشتہ اس سے مخاطب ہے۔

"شکریہ کو چھوڑو، اور یہ بتاؤ بچی کو کہاں لے آؤں؟"

"مم...... میں...... ہم خود آجاتے ہیں آپ زحمت نہ کریں۔"

"اوکے پھر اس پتے پر آجاؤ۔" دانیال نے گھر کا ایڈریس اسے بتا دیا۔اس کا موڈ سخت آف ہو رہا تھا۔اس نے تہیہ کرلیا کہ اس کے بعد غلط طریقے سے دولت کمانے کا سوچے گا بھی نہیں۔چچا خیر دین کی ہر تجویز الٹی اس کے گلے ہی پڑی تھی۔اچانک بچی نے اٹھ کر امی...... امی پکارنا شروع کر دیا۔عائشہ خاتون نے بھاگ کر اسے گود میں اٹھایا اور چپ کرانے لگی۔

وہ مچل کر بولی۔"دادو!...... امی کے پاس جانا ہے؟"

"امی، یہیں پر آرہی ہے میری گڑیا۔" عائشہ اس کے ناز اٹھانے لگی۔دانیال نے جیب سے چاکلیٹ نکال کر بچی کو دی۔چاکلیٹ کو دیکھ کر اس کا رونا وقتی طور پر تھم گیا۔

"انکل!...... چلیں نا؟...... امی کے پاس چلتے ہیں؟" چاکلیٹ چباتے ہوئے اس نے معصومیت سے کہا۔

عائشہ نے کڑے تیوروں سے اسے گھورا۔وہ نظریں چرا کر ماہین سے باتیں کرنے لگا۔

"گڑیا!...... پاپا اور امی بس آنے ہی والے ہیں۔"

"نہیں نا؟...... آپ بھی میرے ساتھ چلیں، آپ اچھے انکل ہیں ناں؟"

"ہاں، میں بھی آتا رہوں گا اپنی گڑیا کے پاس۔" وہ اس کی معصوم باتوں کا جواب دینے لگا۔تھوڑی دیر بعد اسے داخلی دروازے پر گاڑی رکنے کی آواز آئی۔وہ اس طرف بڑھ گیا۔اسی وقت دستک بھی ہونے لگی۔دروازہ کھولنے پر اسے جدید تراش خراش کے سوٹ میں ملبوس ایک جواں سال مرد دکھائی دیا اس کے پیچھے ایک خوب صورت سی عورت بھی تھی جس کی سرخ متورم آنکھیں دیکھ کر دانیال کو اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ وہ اس بچی کی ماں ہے۔

"آئیں جی۔" اس نے ایک طرف ہو کر انھیں اندر آنے کا راستہ دیا۔وہ بے تابی سے اندر داخل ہوئے

ماہین عائشہ خاتون سے باتیں کر رہی تھی۔ عائشہ نے اسے دروازے کی طرف متوجہ کیا۔

"گڑیا! ..... دیکھو تو کون آیا ہے؟"

ماہین نے سر گھما کر دروازے کی طرف دیکھا اور ماں باپ کو پہچانتے ہی اٹھ بیٹھی۔

"امی! ..... دیکھو نا ..... میں دادو کی گود میں سو رہی ہوں۔"

"امی کی جان۔" سدرہ نے اسے اٹھا کر چھاتی سے بھینچ لیا۔ سلمان بیٹی کے سر پر بوسے دینے لگا۔ چار پانچ منٹ تک دونوں میاں بیوی بیٹی کے ساتھ مشغول رہے۔ یہ جذباتی ملاپ دانیال کی آنکھوں میں بھی آنسو لے آیا۔ اسے لگا امیر غریب کے مابین صرف دولت حد فاصل ہے ورنہ احساسات دونوں کے ایک جیسے ہیں۔ خاص کر اولاد کی محبت امراء کے دل میں بھی اتنی ہی ہوتی ہے جتنی غریبوں کے دل میں۔ اس کی بدولت وہ ایک بڑے ظلم کے ارتکاب سے بچ گیا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں پکا عہد کیا کہ آئندہ وہ کسی بھی غلط کام میں ہاتھ نہیں ڈالے گا۔

"آپ کی بڑی مہربانی بھائی صاحب!" سلمان شاہ اپنے قیمتی لباس کی پرواہ کیے بغیر اس سے لپٹ گیا۔ "آپ کے اس اقدام نے تو میری آنکھیں کھول دی ہیں ..... میں اپنی بچی کی حفاظت سے بے پرواہی برت رہا تھا اور یہ زمانہ چھوٹے بچوں کے ساتھ جو درندگی بھرا سلوک ہو رہا ہے، وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔"

"بھائی جان! ..... میں بھی نادم ہوں کہ آپ لوگوں کی اذیت کا باعث بنا۔ اصل میں بچی مجھے بہت پیاری لگی تھی۔ اور پھر اکیلی پھر رہی تھی۔ مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اسے گود میں اٹھا لیا۔ یہ بھی چہک چہک کر باتیں کرتی رہی بس میری سمجھ میں کچھ نہ آیا اور انجانے میں آپ کو تکلیف دینے کا باعث بن گیا ..... غصہ آ گیا تھا کہ کراچی جیسے شہر میں اتنی پیاری گڑیاں لاوارث پھر رہی ہے؟"

"بس! ..... اب مزید شرمندہ نہ کریں۔" سلمان شاہ ممنونیت سے بولا۔ دانیال کی کہانی جھوٹی بھی تھی۔ بیٹی ملنے کی خوشی میں وہ ہر قصور اپنے سر لینے کو تیار تھا۔

"بیٹا! ..... بیٹھو نا؟ ..... میں چائے لاتی ہوں۔"

"نہیں اماں جی!" سدرہ جلدی سے بولی۔ "بس ہمیں آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔"

''بیٹا!......مہمانوں کا یوں کچھ کھائے بغیر چلے جانا اچھا شگون نہیں ہوتا۔''

''ماں جی!......اس تکلف کی ضرورت تو نہیں تھی بہر حال آپ مصر ہیں تو لے آئیں۔'' عام حالات میں شاید وہ اس گھر میں پانی پینا بھی گوارا نہ کرتے مگر اس وقت بیٹی کی اچانک واپس ملنے والی خوشی ان سے سنبھالی نہیں جا رہی تھی۔

عائشہ خوشی سے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ چائے پی کر انھوں نے ایک دفعہ پھر ماں بیٹے کا شکریہ ادا کیا اور جانے کی اجازت چاہی۔ عائشہ نے دونوں میاں بیوی کے سر پر ہاتھ رکھ کر انھیں دعائیں دیں اور ماہین کو پیار کیا وہ معصومیت سے بولی۔ ''پاپا!......انکل اور دادو کو بھی ساتھ لے چلیں نا؟......یہ اچھے انکل ہیں مجھے سکول لے جایا کریں گے اور دادو مجھے گود میں سلائے گی۔''

''ہاں گڑیا!......انکل اور دادو تمھیں ملنے آیا کریں گے۔'' سلمان بیٹی کو پیار کرنے لگا۔

''ہاں گڑیا......! ہم آیا کریں گے۔'' دانیال نے بھی اس کے والد کی ہاں میں ہاں ملائی اور پھر انھیں رخصت کرنے کے لیے ان کے ساتھ چل پڑا۔

☆......☆......☆

ان کی شادی خیر و عافیت سے اختتام پذیر ہوئی تھی۔ سارا انتظام مسکان کے بھائیوں کی مرہون منت تھا۔ یہاں تک کہ، مسکان کو منہ دکھائی میں دیئے جانے والا تحفہ بھی اس نے مسکان کے بھائی کی بخشی ہوئی رقم سے خریدا تھا۔ سیٹھ فہیم نے اپنی شادی کے بعد، اپنے لیے جو عالی شان کوٹھی بنوائی تھی، وہ مسکان کے نام کر دی تھی۔ اس کے بدلے آبائی کوٹھی میں مسکان کا کوئی حصہ نہیں رہا تھا۔ اس کے علاوہ ایک ٹیکسٹائل مل اور اور ٹرانسپورٹ کمپنی مسکان کے حصے میں آئے تھے۔ سیٹھ فہیم نے بڑی ایمانداری سے باپ کے ترکے کو تقسیم کر کے چھوٹی بہن کا حصہ اس کے حوالے کر دیا تھا۔ حماد کے لیے وہ سپنوں کی زندگی تھی۔ چار مرلے کے مکان سے پانچ کنال کی کوٹھی میں شفٹ ہونا، نہایت خوشگوار اور خوش کن تجربہ تھا۔ مسکان اپنی فطرت کے مطابق مشرقی بیوی ثابت ہوئی تھی۔ اتنے بڑے کاروبار کی مالک ہونے کے باوجود وہ حماد کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہونے دیتی تھی۔

شادی کے ماہ، ڈیڑھ ماہ بعد حماد نے مل جانا شروع کر دیا تھا۔ مسکان کے حکم پر اس کے لیے ایک علیحدہ آفس بنا دیا گیا تھا۔ مل کے تمام ملازمین سیٹھ داؤد کے پرانے نمک خوار تھے۔ اور اس کی وفات کے بعد اس کی اولاد سے اسی طرح وفادار تھے، جیسے ان کے والد کے ساتھ انھوں نے وقت بتایا تھا۔ ان کی موجودی میں حماد کے لیے کسی قسم کا گھپلا، یا ہیر پھیر ممکن نہیں تھا۔ کسی بھی اہم پوسٹ پر فائز بندے کو نوکری سے نکالنے کا مطلب، سیٹھ فہیم کو شک میں مبتلا کرنا تھا۔ کیونکہ متاثرہ شخص نے لازماً سیٹھ فہیم کے سامنے جا کر دہائی دینی تھی۔ اور سیٹھ فہیم لامحالہ مذکورہ آدمی کو نوکری سے نکالنے کی وجہ دریافت کرتا۔ ایک آدھ آدمی تک شاید حماد اسے مطمئن کر دیتا مگر دو تین آدمیوں کو نوکری سے برخاست کرنا ضرور اسے چوکنا کر دیتا۔ یوں بھی، مل میں اتنے بڑے پیمانے پر مسلسل گھپلا کرنا ممکن نہیں تھا، کہ جس کی بدولت اس کی تشنہ آرزوؤں کی تکمیل ہو پاتی۔ الٹا بعد کے مرحلے اس کے لیے دشوار ہو جاتے۔ اپنے مذموم مقاصد میں کامیابی کے لیے اسے اپنے ترتیب دیئے ہوئے منصوبے کے مطابق کام کرنا تھا۔ اسی وجہ سے وہ ایمان داری سے کام کرتا رہا۔ اسے یقین تھا کہ ایک دن وہ ضرور، مل کا مالک بنے گا۔ اتنے بڑے کاروبار کا بلا شرکت غیرے مالک بننا ایک سہانا خواب ہی تو تھا۔ اور اس خواب کی تعبیر کے لیے وہ ہر قربانی دے سکتا تھا۔ یوں بھی اتنی رقم اس کی دسترس میں رہتی تھی کہ وہ فریحہ کے ناز اٹھا سکے۔

اسے فقط اپنا بچہ پیدا ہونے کا انتظار تھا جس کے بعد وہ اپنے منصوبے پر عمل پیرا ہو سکتا۔ مگر شادی کے ڈیڑھ سال بعد بھی مسکان کوئی خوش خبری نہیں سنا سکی تھی۔

ایک دن وہ فریحہ کے ساتھ ساحل سمندر پر بنے ایک غیر معروف ریستوراں میں موجود تھا۔ شروع شروع میں مسکان کے قتل کی مخالفت کرنے والی اب اس منصوبے میں پیش پیش تھی۔ حماد کی نوازشوں نے اسے بھی دولت کی طاقت، اہمیت اور نشے کا مزا چکھا دیا تھا۔ وہ جان گئی تھی، کہ دولت ہی سے اپنے سپنوں کی تعبیر اور خواہشوں کی تکمیل ممکن ہو سکتی ہے۔ وہ سپنے، جو ہر نوجوان لڑکی کے من میں ہوتے ہیں۔ وہ آرزوئیں، جنھیں سوچا تو جا سکتا ہے پورا نہیں کیا جا سکتا۔ اس وقت وہ حماد سے انتظار کی وجہ دریافت کر رہی تھی۔

''حماد......! دو سال ہو گئے ہیں اور مسکان صاحبہ اب تک امید سے نہیں ہوئیں آخر کب تک انتظار کرنا پڑے گا......چھوڑو بچے کے ٹنٹنے کو اور قصہ پاک کرو کتیا کا؟''

اس نے منہ بنا کر کہا۔ ''پاگلوں جیسی باتیں نہ کیا کرو فری!''

''اس میں پاگل پن کی کیا بات ہے؟......صاف کہہ دو، جی نہیں بھرا مسکان صاحبہ سے۔ یا شاید اس کی خدمت گزاری سے متاثر ہو گئے ہو۔ یوں بھی وہ لاکھوں میں ایک ہے؟''

''بے وقوف!......ایسے نہ ہانکتی رہا کرو۔ اگر تم نہ بھی ملتیں، تب بھی میں نے مسکان کا قصہ تمام کرنا تھا۔ کیونکہ کسی کی بھیک میں ملنے والی عیاشی مجھے قبول نہیں ہے۔ اور میں خود، سارے کاروبار کا بلاشرکت غیرے مالک بننا چاہتا ہوں۔''

''پھر اتنا انتظار کس لیے؟''

''کیوں کہ اب اگر وہ مر گئی تو مجھے پورے ترکے کا نصف ملے گا۔ اور باقی کا نصف اس کے بھائیوں کو واپس مل جائے گا۔''

''وہ کیوں؟'' فریحہ حیران رہ گئی تھی۔

''کیوں، کیسے کو چھوڑو......؟ یہ وراثت کے مسائل ہیں تمھیں سمجھ نہیں آئیں گے۔''

''او کے......مگر بچہ ہونے کی صورت میں سب کچھ تمھیں ملے گا؟''

''ہاں......اس صورت میں چوتھائی میرا اور باقی سب بچے کا ہوگا۔ لیکن بچہ بھی تو میرا ہوگا نا؟ باقی بچہ ہونے کا یہ فائدہ بھی ہوگا کہ اس کے بھائیوں کو کسی گڑبڑ کا احساس نہیں ہوگا۔ اور پھر بچہ ان کی ہمدردیاں بھی سمیٹ لے گا۔ سب بڑھ کر بچے کی پیدائش کے لیے کسی آیا کا بندوبست کرنے کا مشورہ خود مرحومہ کے بھائی دیں گے۔ اور آیا کی جگہ سنبھالے گی، اس گھر کی اصل مالکن، فریحہ حماد!''

''ہائے!......دن رات جان کی قربت میں رہ کر کتنا مزہ آئے گا؟'' وہ سہانے سپنوں میں کھو گئی۔

حماد مسکرایا۔ ''پھر دعا کرو نا مسکان جلد از جلد ماں بن جائے۔''

''دعا تو کر دوں گی، تم دوا کا بندوبست کرو۔ چیک اپ کراؤ، کوئی مسئلہ نہ ہو؟''

''صحیح کہا۔'' اسے متفق ہونا پڑا۔ ''چیک اپ کرانا ناگزیر ہو گیا ہے؟''

''اگر اس میں کوئی نقص ہوا پھر؟'' فریحہ نے اندیشہ ظاہر کیا۔

”وہ بعد کا مسئلہ ہے۔ابھی پریشان کن خیالات کو چھوڑو اور کھانا کھاؤ۔“ حماد نے بیرے کو اپنی جانب آتا دیکھ کر موضوع گفتگو بدل دیا۔

☆......☆......☆

دانیال نے سٹیل مل میں کام شروع کر دیا تھا۔وہاں مزدوری سخت تھی، مگر آمدن زیادہ۔مختلف جرائم میں ناکامی کے بعد اس نے حلال ذریعے سے دولت اکھٹی کرنے کی ٹھان لی تھی ۔گو یہ طریقہ دشوار گزار اور مشکل تھا مگر اس طرح اسے ذہنی سکون ضرور حاصل تھا۔اور اس کے ضمیر پر کوئی بوجھ بھی نہیں تھا۔یوں بھی وہ شروع دن ہی سے محنت مزدوری کا عادی تھا۔یہ تو، چچا خیر دین کے مشورے پر اس نے انتہائی قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا تھا۔اور آخر تنگ آ کر اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اب چچا خیر دین کا ایسا کوئی مشورہ نہیں مانے گا۔

اس کی ماں نے بھی اس کے رشتے کے لیے بھاگ دوڑ ختم کر کے سب کچھ مقدر پر چھوڑ دیا تھا۔دانیال جو اس کی نظر میں دنیا کے تمام مردوں سے خوب صورت تھا، جانے کیوں اس کی خوب صورتی دوسروں کی نظر سے اوجھل تھی۔

اس دن دانیال کام ختم کر کے مل سے باہر نکلا تو شام ہو رہی تھی ۔کبھی کبھی تو اسے عشاء تک کام کرنا پڑتا۔اوور وقت لگا کر اس کی آمدن اتنی بن جاتی تھی کہ روزمرہ کا خرچ نکال کر وہ کچھ نہ کچھ رقم پس انداز کر لیتا۔

بس اسٹاپ، مل کے گیٹ سے چند سو گز دور تھا۔وہ ابھی رستے میں تھا کہ اک چمچماتی کار اس کے قریب رکی ۔ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ایک خوش پوش ادھیڑ عمر کے آدمی نے کھڑکی کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے پوچھا۔

”کہاں جانا ہے بھئی؟“

”جی،اسٹاپ تک جانا ہے۔“

اس نے اگلا دروازہ کھول کر کہا۔”بیٹھو میں چھوڑ دیتا ہوں۔“

”مہربانی جناب......میں چلا جاؤں گا۔“

”میاں بیٹھو تو سہی۔“ وہ مصر ہوا۔اور دانیال جھجکتے ہوئے بیٹھ گیا۔اتنی قیمتی گاڑی میں بیٹھنا اسے پہلی بار نصیب ہوا تھا۔

اس نے کار آگے بڑھائی اور پھر بس اسٹاپ سے گزرتا چلا گیا۔

دانیال جلدی سے بولا۔ ''روکیں جناب!......ہم اسٹاپ سے آگے گزر آئے ہیں۔''

''نہیں، چائے کا ایک ایک کپ ہو جائے، پھر اگلے سٹاپ پر اتار دوں گا۔'' اس نے کار ایک ریستوران کی پارکنگ میں موڑ دی۔ دانیال کے لیے یہ حیرانی کی بات تھی، مگر وہ جانتا تھا کہ نیک لوگوں کی دنیا میں کوئی کمی نہیں ہے۔

ریستوران میں بیٹھتے ہی اس نے بیرے کو چائے کے بجائے کھانا لانے کو کہا۔ اور پھر کھانا آنے تک وہ خاموش بیٹھا رہا۔ بیرے نے ٹرے میں لائے کھانے کے برتن ان کے سامنے ٹیبل پر رکھے اور خاموشی سے واپس مڑ گیا۔

''پتا ہے؟......میں کافی دنوں سے تمھیں دیکھ رہا ہوں۔ تم عموماً شام کی اذان کے وقت چھٹی کرتے ہو۔'' اسے کھانا شروع کرنے کا اشارہ کرتے ہوئے اس نے تمہید باندھی۔

''جی جناب!......غریب آدمی کا گزارا فالتو وقت لگا کر ہی ہو سکتا ہے۔''

وہ فلسفیانہ انداز میں بولا۔ ''غربت ایک ایسی بیماری ہے جسے ہم نے لاعلاج سمجھ رکھا ہے۔''

''لاعلاج تو ہے نا جناب!''

''بالکل غلط۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''مجھے دیکھو، اسی فلسفے پر یقین رکھتے ہوئے میں نے اپنی زندگی کے بہترین چالیس سال ضائع کیے۔ مگر پھر ایک بھلے آدمی کے مشورے اور تعاون سے، ہمت و جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس مقام تک پہنچ گیا ہوں کہ آج، کوٹھی، کار اور ایک چھوٹے سے کاروبار کا بلا شرکت غیرے مالک ہوں۔''

مم......مگر کیسے؟'' دانیال حیران رہ گیا تھا۔

''بہت آسان ہے؟'' دانیال کی دلچسپی دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ہنسی نمودار ہوئی۔

''محترم اب بتا بھی دیں؟'' اس نے اپنی بے صبری چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''بتاتا ہوں، پہلے تم اپنا مکمل تعارف تو کراؤ؟''

”دانیال نام ہے، مزدور ہوں، اب تک شادی نہیں کی ہے، ماں کے علاوہ اس دنیا کوئی نہیں ہے، اور نہایت غریب ہوں۔ اتنا کہ کوئی بیٹی کا رشتہ دینا بھی گوارا نہیں کرتا۔ بتیس سال کا ہو گیا ہوں اور اب تک شادی نہیں کر سکا۔“

”تو دانیال میاں!...... بات یہ ہے کہ سب سے پہلے تمھیں ضمیر، احساس، ہمدردی اور حب الوطنی جیسی فرسودہ باتوں سے جان چھڑانی پڑے گی۔ کیونکہ امیر صرف وہی بن سکتا ہے جو اپنے کام سے کام رکھے۔ اسے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے کہ دوسروں پر کیا گزر رہی ہے۔ صرف اور صرف اپنے بارے سوچنے والا ہی دولت مند بن سکتا ہے۔“

”ہر کوئی ہی اپنے بارے سوچتا ہے جناب۔“ دانیال نے شدّ ومدّ سے اس کی تائید کی۔

”گڈ......“ اس نے مطمئن انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”بس یہی سوچ ترقی کا پہلا زینہ ہے۔ اب تمھیں امیر بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔“

”سچ سر!......“ دانیال خوشی سے چہکا۔

”بالکل سچ۔“

”تو اب بتائیں نا......؟ مجھے دولت کمانے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟“ دانیال امیر بننے کا راز جاننے کے لیے بے صبر ہو رہا تھا۔

اس نے آخری نوالا چباتے ہوئے ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کر کے بیرے کو چائے لانے کا اشارہ کیا اور کہا۔ ”کار میں بیٹھ کر بتاتا ہوں۔“

دانیال نے سرعت سے چائے کی پیالی ختم کی اور بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ وہ دولت کمانے کا راز جاننے کے لیے بے تاب تھا۔ اجنبی نے اطمینان سے چائے پی۔ بیرے کو بلا کر بل ادا کیا اور دانیال سے کہا۔

”چلو۔“

دانیال سر ہلاتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

کار پارکنگ سے نکال کر اس نے ڈیش بورڈ کھولا اور ایک خاکی رنگ کا پھولا ہوا لفافہ اس کی جانب بڑھایا۔

”یہ کیا ہے؟“ حیرانی سے کہتے ہوئے دانیال نے لفافہ اس کے ہاتھ سے لے کر کھولا تو اس میں ہزار کے نوٹوں کی ایک گڈی برآمد ہوئی۔

”یہ پچاس ہزار ہیں۔“

”پپ...... پچاس ہزار؟“ یک مشت اتنی رقم وہ پہلی مرتبہ دیکھ رہا تھا۔

”ہاں......اور ایک چھوٹے سے کام کے بدلے یہ تمھارے ہوسکتے ہیں۔“

”کک......کون سا کام؟“ دانیال نے اٹکتے ہوئے پوچھا۔

”پہلے یہ بتاؤ، تم تیار ہو کہ نہیں؟“

”کام کا تو پتا چلے؟“ دانیال کو اس کا انداز مشکوک لگا۔ اس لیے کام جانے بغیر حامی بھرنا اسے مناسب نہ لگا

”صبح کام پر جاتے ہوئے ایک چھوٹا سا بیگ تمھارے پاس ہوگا۔ اپنی مطلوبہ بس میں سوار ہو کے اسے سیٹ کے نیچے رکھ دینا۔ اور پھر بیگ وہیں چھوڑ کر اپنے سٹاپ پر اتر جانا۔ بس، اتنا سا کام ہے؟ اس کے بدلے یہ پچاس ہزار تمھارے۔“

”بیگ میں کیا چیز ہوگی؟“

”آم کھاؤ......پیڑ نہ گنو؟“

مگر اس کے بتائے بغیر دانیال کو اندازہ ہو گیا تھا، کہ بیگ میں کیا چیز ہوسکتی ہے۔ اس کی سوچوں میں ایمبولینس کے تیز سائرن کے ساتھ مرد وزن اور بچوں کی چیخیں گونجنے لگیں۔ وہ زور سے بولا۔

”پلیز کار روکو۔“

”کیا ہوا؟“ اس نے کار روکتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

دانیال نے جیب سے دو سو روپے نکال کر پچاس ہزار کے بنڈل کے ساتھ ڈیش بورڈ پر رکھے اور کہا۔

”یہ دو سو کھانے کا بل ہے۔ بیرے کو آپ نے چار سو روپے دیئے تھے۔ میرے حصے میں دو سو ہی آتے ہیں۔“ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا اور قریبی بس سٹاپ کی طرف بڑھ گیا۔

معصوم لوگوں کی زندگیوں سے کھیل کر وہ اپنی جنت تعمیر نہیں کرسکتا تھا۔ چھوٹے موٹے جرائم کے لیے اس کا

ضمیر راضی نہیں ہوا تھا تو یہ قتل و غارت اس کے بس میں کہاں تھی۔

☆......☆......☆

''یہ کیا بات ہوئی ...... بہ مشکل دو سال ہوئے ہیں شادی کو اور جناب کو بچے کی پڑ گئی؟'' مسکان حماد کی پریشانی دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

''مجھے جنون کی حد تک بچے کی چاہ ہے۔'' حماد نے صفائی سے جھوٹ بولا۔

''تو ہو جائے گا نا بچہ......؟'' مسکان حیا آلود لہجے میں بولی۔ ''دو سال کوئی اتنا بڑا عرصہ تو نہیں ہے؟''

''تم نے چیک اپ کرانا ہے کہ نہیں؟'' حماد تلخ ہونے لگا۔

''چلتی ہوں نا...... ڈانٹنے کیوں لگے؟'' وہ روہانسی ہونے لگی۔ وہ حماد سے بے حد محبت کرتی تھی مگر حماد کا رویہ اسے ہمیشہ الجھن میں ڈال دیتا تھا، پرایا اور اکھڑا اکھڑا۔

''تمھاری ضد دیکھ کر غصہ آجاتا ہے؟'' حماد ہار ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔

مسکان خاموشی سے کپڑوں کی الماری کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے کپڑے بدلنے تک حماد ایک مشہور گائناکولوجسٹ سے اپوائنٹ منٹ (Appoint ment) لے چکا تھا۔ اس کے باوجود انھیں گھنٹا بھر انتظار کرنا پڑا۔ باری آنے پر وہ ڈاکٹر کے چیمبر میں داخل ہوئے۔ شکیلہ فاروقی ایک منجھی ہوئی گائناکولوجسٹ تھی۔ ساری تفصیل سننے کے بعد اس نے انھیں ٹیسٹ لکھ کر دیئے۔

''ڈاکٹر صاحب میرا ٹیسٹ کس لیے؟'' حماد نے ٹیسٹ فارم پر اپنا نام پڑھ کر حیرانی کا اظہار کیا۔

''ٹیسٹ تم دونوں کا ہو گا سر!'' لیڈی ڈاکٹر پر وقار لہجے میں بولی۔ ضروری نہیں کہ نقص عورت میں ہو مرد میں بھی بانجھ پن پایا جا سکتا ہے؟''

مسکان نے ڈاکٹر کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک ہے نا حماد! ڈاکٹر صاحبہ کی بھی تسلی ہو جائے گی، ہمیں بھی بار بار اپوائنٹ منٹ لینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔''

حماد کو تسلیم ہی کرتے بنی۔ شکیلہ فاروقی کے اپنے ہاسپٹل میں لیبارٹری کی سہولت موجود تھی۔

''ٹھیک ہے سر آپ semen analysis test کرالیں آپ کی مسز کا Pelvis exam ہو گا

جو میں خود کروں گی۔"

حماد سر ہلاتا ہوا وہاں سے باہر نکل آیا۔ گھنٹا بھر بعد اسے رپورٹ موصول ہو گئی۔ اور پھر رپورٹ پڑھتے ہی حماد کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ باپ بننے کی صلاحیت سے محروم تھا۔ اتنی دیر میں مسکان بھی آ گئی تھی۔ اس کی رپورٹ کلیئر تھی اس میں کوئی نقص موجود نہیں تھا۔

حماد کی رپورٹ پڑھ کر ڈاکٹر نے کسی بھی قسم کے طنز سے گریز کرتے ہوئے صرف اتنا کہا تھا۔

"مسٹر حماد!...... مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ کبھی باپ نہیں بن سکیں گے؟"

"یعنی اس بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے؟" اس نے مایوسی سے پوچھا۔

"یہ بیماری نہیں ہے سر؟" ڈاکٹر شکیلہ نے اس کی تصحیح کی۔

"ڈاکٹر صاحبہ!...... مجھے باپ بننا ہے کسی بھی طریقے سے۔"

"ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا طریقہ یقیناً آپ کی محرومی دور کر دے گا۔" ڈاکٹر شکیلہ نے مشورہ دیا۔

"ٹیسٹ ٹیوب کی شرعی حیثیت کیا ہے ڈاکٹر صاحبہ؟" مسکان نے دریافت کیا۔

"یہ کوئی عالم دین ہی بتا سکتا ہے۔" ڈاکٹر شکیلہ اطمینان سے بولی۔

ڈاکٹر سے رخصت لے کر انھوں نے واپسی کی راہ لی۔ حماد کی بولتی بند ہو گئی تھی۔ قدرت نے اس سے عجیب انتقام لیا تھا۔ اس کے باوجود وہ شکست ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس کا دماغ اسی اُدھیڑ بُن میں مصروف تھا کہ اب اس کا لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے؟...... مسکان رپورٹ کو اس کی خاموشی کی وجہ سمجھ رہی تھی۔ وہ اپنے تئیں اسے تسلی دیتی رہی۔ اتنے بڑے انکشاف کے باوجود اس کی محبت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ گھر پہنچتے ہی حماد نے کہا۔

"مسکان پلیز یہ بات کسی کو بھی پتا نہیں چلنی چاہیے؟"

"میں پاگل تھوڑی ہوں؟" وہ اس سے لپٹتے ہوئے اسے تسلی دینے لگی۔ حماد اسے ہر حال میں عزیز تھا۔

اگلا ہفتہ حماد نے مختلف، مشہور اور مستند ڈاکٹروں سے اس ضمن میں مشورہ کرتے گزارا۔ مگر ہر جگہ اسے مایوس کن جواب ہی ملا۔ یہ بات اس نے فریحہ سے بھی چھپالی تھی۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس وجہ سے وہ اس سے متنفر ہو جائے۔ فریحہ کے بغیر زندہ رہنے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

ہر طرف سے مایوس ہونے کے بعد اس نے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے طریقے پر عمل کرنے کی ٹھان لی۔

''مسکان......! مجھے بچہ چاہیے اور اس کا یہی ایک حل ہے کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے میری تشنہ خواہش پوری ہو؟''

''ناممکن......'' مسکان کا جواب بالکل غیر متوقع تھا۔

''کیوں؟'' حماد حیران رہ گیا تھا۔

''میں نے اس بارے معلومات حاصل کر لی ہیں۔ تمام علماء یہی کہتے ہیں کہ میاں بیوی کے تولیدی نطفے سے تو یہ عمل جائز ہے اور بہ حالت مجبوری اس کی اجازت ہے۔ مگر کسی غیر مرد کے نطفے سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا طریقہ ناجائز ہی نہیں، حرام ہے۔ یوں سمجھو حرام کاری کی طرح ہے۔ اور مجھ سے یہ کام نہیں ہوگا۔''

''اف مسکان!......'' حماد نے سر پکڑ لیا۔ ''تم اب تک ان مولیوں کی باتوں میں پڑی ہو، اور دنیا مریخ سے بھی آگے نکل گئی ہے؟'' اس وقت مسکان کے مذہبی جذبات اسے زہر لگے تھے۔

مسکان نے اطمینان بھرا جواب دیا۔ ''مریخ نہیں پلوٹو سے بھی آگے نکل جائیں۔ رہیں گے آسمان کے نیچے ہی، اوپر نہیں جا سکتے۔''

''کیا میری چھوٹی سی خواہش پوری نہیں کرو گی؟'' حماد جانتا تھا کہ مذہبی معاملات میں وہ کسی دھونس میں آنے والی نہیں تھی اور اسے جذباتی بلیک میلنگ ہی سے کام نکالنا پڑے گا۔

''کبھی نہیں۔'' مسکان کے لہجے میں ہلکی سی بھی لچک موجود نہیں تھی۔

''پلیز مسکان!...... میری خاطر؟'' حماد نے لجاجت سے کہتے ہوئے اسے کندھوں سے تھام لیا۔

''حماد......! آپ سمجھتے کیوں نہیں، یہ میرے لیے ناممکن ہے۔ اگر تمھیں زیادہ شوق ہے تو ہم کوئی بچہ گود میں لے لیں گے۔ یا میں اپنے بھتیجے، بھتیجی کو لے آؤں گی جو ہمارا بچہ بن کر پرورش پائے گا؟''

''مجھے اپنا بچہ چاہیے؟''

مسکان زچ ہوتے ہوئے بولی۔ ''ٹیسٹ ٹیوب بے بی سے بھی آپ کا بچہ تو نہیں ہوگا؟''

''تمھارا تو ہوگا نا؟...... اور تمھارے، میرے میں کیا فرق ہے؟''

”سوری حماد!......آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پر، لیکن مجھ سے یہ کام نہ ہوگا؟“ مسکان یہ کہتے ہوئے وہاں سے ہٹ گئی۔خاوند کی نافرمانی کا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی، مگر یہاں اس کے دین کا مسئلہ تھا۔اگر اسے ذرا سی بھی گنجائش یا حیلہ نظر آتا،تو وہ حماد کو یوں مایوس نہ کرتی۔وہ مفتی صاحب سے بڑی تفصیل سے یہ مسئلہ دریافت کر چکی تھی۔

☆......☆......☆

دانیال جھجکتے ہوئے شادی آفس میں داخل ہوا۔اپنی ماں کی ناکامی کے بعد اس کے پاس آخری حل یہی رہ گیا تھا کہ وہ کسی شادی دفتر سے رجوع کرے۔اس بات کا مشورہ بھی اسے چچا خیر دین نے دیا تھا۔

”جی سر......؟ آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟“ استقبالیہ پر بیٹھے مرد نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

”میں شادی کرنے......میرا مطلب ہے، میں شادی کرنا چاہتا ہوں اور آپ کا تعاون درکار ہے؟“

اس نے میز پر پڑا فون اٹھا کر کسی سے بات کی اور پھر دانیال کو کہا۔

”آپ اندر تشریف لے جائیں۔“

دانیال سر ہلاتے ہوئے اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ ایک چھوٹا سا آفس تھا۔لکڑی کی الماری، ٹیبل اور چند کرسیاں آفس کی کل کائنات تھی۔ٹیبل کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر ایک موٹا سا آدمی بیٹھا تھا۔دانیال کو دیکھ کر وہ استقبال کے لیے کھڑا ہوا اور پھر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

”پلیز بیٹھیں جناب!......“

دانیال خاموشی سے بیٹھ گیا۔

اس نے دلچسپی سے پوچھا۔”تو آپ شادی کے سلسلے میں تشریف لائے ہیں؟“

”جی......جی جناب۔“

”خادم کو ظہیر کہتے ہیں......آپ کا اسم شریف۔“

”دانیال۔“

اس نے میز کی دراز سے ایک فارم نکال کر اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

''تو دانیال صاحب!...... پہلے آپ یہ پُر کریں۔''

دانیال نے فارم لے کر دیکھا اور جھجکتے ہوئے کہا۔''یہ...... یہ تو انگلش میں ہے۔اور میری تعلیم آٹھ جماعت ہے کافی مندرجات میری سمجھ میں نہیں آئیں گے۔''

''اچھا پھر یہ پُر کرو۔''اس مرتبہ اس نے اردو میں چھپا ہوا فارم اس کی جانب بڑھایا۔

دانیال نے فارم لے کر پُر کیا اور اس کی جانب واپس بڑھا دیا۔

''سر!......فیس جمع کرا دیں؟''اس نے فارم کے مندرجات پر ایک نظر دوڑاتے ہوئے خوش خلقی سے کہا۔

دانیال نے پوچھا''کتنی فیس؟''

''جیسا آپ کو رشتہ درکار ہے،اس کے مطابق فیس ہو گی۔''

دانیال شرما کر بولا۔''بس جی خوب صورت اور خوب سیرت ہو،باقی غریب امیر کی کوئی قید نہیں۔''

''عمر کتنی ہونی چاہیے؟......کنواری ہو یا شادی شدہ؟''

''کنواری ہونی چاہیے سر!......اور میری ہم عمر یا مجھ سے چھوٹی ہو۔''

''اچھا یہ البم دیکھ کر پسند کریں۔اگر اس میں سے کوئی پسند آ گئی تو ٹھیک ہے،دوسری صورت میں ہمیں آپ کے لیے کوئی اور رشتہ دیکھنا پڑے گا۔''ظہیر نے ایک ضخیم البم اس کی جانب بڑھایا۔

البم اس سے جھپٹتے ہوئے دانیال تصویریں دیکھنے لگا۔تمام تصویریں نہایت خوب صورت لڑکیوں کی تھیں۔ہر ایک اس قابل تھی کہ اسے شریک حیات بنایا جاتا۔اس سے فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ کس پھول کو اپنے گلشن میں سجائے۔کافی غور وخوض کے بعد اس نے ایک لڑکی کی تصویر پر انگلی رکھ دی جو ہاتھ میں سفید گلاب تھامے مسکرا رہی تھی۔اور اس کے سپنوں میں آنے والی دوشیزاؤں سے کئی درجے بڑھ کے خوش شکل تھی۔

''واہ......لاجواب۔حورین نام ہے اس دوشیزہ کا۔''ظہیر کے ہونٹوں پر کاروباری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

''ٹھیک ہے......تو نکالیں دس ہزار روپے۔''

''دو......دس ہزار؟''دانیال گڑبڑا گیا۔

”ہاں جی!......اتنی رقم تو بہر حال آپ کو ادا کرنی پڑے گی۔حورین جیسی دوشیزہ ویسے تو آپ کو ملنے سے رہی؟“

اس نے پریشان ہو کر کہا۔”میرے پاس تو اس وقت صرف تین ہزار روپے ہیں؟“۔

”کوئی بات نہیں۔“وہ خوش خلقی سے مسکرایا۔”تم یہ رقم جمع کرا کے رسید لے لو اور بقیہ رقم کل جمع کرا دینا۔اور یاد رہے شادی کے بعد ہمیں دو ہزار روپے مٹھائی کی مد میں بھی دینے ہوں گے؟“

دانیال نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جیب سے تین ہزار کی رقم نکال کر اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔”ضرور جناب صاحب!......یہ تو آپ کا حق بنتا ہے۔“

پیسے لے کر اس نے تین ہزار کی رسید لکھی،اور دانیال کے حوالے کر دی۔رسید پر تین ہزار وصول اور سات ہزار بقایا لکھا ہوا تھا۔وہ اسے تاکید کرتے ہوئے بولا۔”اور ہاں بقیہ فیس کے ساتھ اپنی ایک عدد تصویر ضرور لانا۔“

”ٹھیک ہے سر!......“کہہ کر اس نے پوچھا۔”رشتہ کب تک ہو سکے گا؟“

”انشاء اللہ بہت جلد......بس آپ مکمل فیس جمع کرا دیں،تاکہ اس بارے ہمارا نمائندہ کام شروع کر سکے۔آپ جیسے گھبرو جوانوں کے لیے غریب گھرانوں کی ہزاروں خوب صورت لڑکیاں رشتوں کے انتظار میں سوکھ رہی ہیں۔جنھیں دھن دولت اور صورت نہیں،بس سر کا سائبان،پیار کرنے والا شریک حیات اور عزت کا رکھوالا چاہیے۔یوں بھی مرد کی صورت سے زیادہ اس کی جوانی،مضبوط بدن اور قد کاٹھ دیکھا جاتا ہے۔حورین بھی نہایت غریب خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔پچھلے ہفتے ہی اس کے کوائف ہماری کمپنی میں اندراج کرائے گئے ہیں۔آپ کی خوش قسمتی کہ ابھی تک کسی دوسرے کی نظر اس فوٹو پر نہیں پڑ سکی ہے۔“

اس کی باتوں سے دانیال ایک بار پھر سپنوں میں کھو گیا تھا۔اس نے اگلے دن کا انتظار کرنے کے بجائے اسی وقت گھر آ کر بقیہ سات ہزار روپے اٹھائے اور اس کے حوالے کر دیئے۔حورین جیسی لڑکی کے لیے اسے دس ہزار کی فیس معمولی لگی۔اس کے ساتھ اسے یہ ڈر بھی تھا کہ کہیں کوئی دوسرا اس کومل دوشیزہ کو نہ لے اڑے۔اپنی تصویر دینا وہ نہیں بھولا تھا۔پیسے جمع کر کے ظہیر نے کہا۔

”ٹھیک ہے دانیال صاحب!...... چند دن تک آپ کو خوش خبری سنا دی جائے گی۔آپ کا فون نمبر ہمارے پاس ہے۔جیسے ہی ساری تفصیلات طے ہوئیں، ہم آپ کو مطلع کر دیں گے۔بس آپ نے یہ کرنا ہے کہ شادی کے لیے اپنی تیاریاں مکمل رکھیں، یہ نہ ہو بعد میں افراتفری مچی رہے۔“

”آپ بے فکر رہیں جی۔“ دانیال نے شرمیلی سی مسکراہٹ سے کہا۔”میری طرف سے ساری تیاری مکمل ہے۔“ اور پھر وہ اس سے مصافحہ کر کے دفتر سے باہر نکل آیا۔

☆......☆......☆

وہ حماد کے لیے لاینحل مسئلہ بن چکی تھی۔اس کی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ مسکان کو کیسے راضی کرے۔اس بابت وہ فریحہ سے مشورہ لینے کے لیے بھی تیار نہیں تھا۔اس دن وہ فریحہ کے ساتھ بیٹھ کر دوپہر کا کھانا کھاتے ہوئے اسی سوچ میں غرق تھا۔وہ اس سے بے خبر کسی اپنے مسئلے میں مشغول گفتگو تھی۔

”کیا تم بھی، مجھے یونہی طلاق دے دو گے؟“ اپنی بات کے اختتام پر اچانک اس نے پوچھا۔

”طط ......طلاق...... بھلا میں اسے طلاق کیوں دوں گا؟“ وہ گڑبڑا گیا۔

”ہاں!......اسے تو تم طلاق نہیں دو گے۔میں نے اپنی بات کی ہے۔“

”فری!......تم کیا کہہ رہی ہو۔میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا؟“

”وہ کچھ زیادہ ہی تمھارے اعصاب پر سوار ہو گئی ہے۔کہ اب میرے پاس بیٹھ کر بھی اسی کی سوچ میں کھوئے ہو؟“

”کیا بکواس ہے یار؟“ حماد نے سر تھام لیا۔”اب میں کسی بھی مسئلے پر سوچوں گا تو، تم شک کرو گی کہ میں تمھاری سوکن کے بارے سوچ رہا ہوں؟“

”وہ میری سوکن کب سے ہو گئی؟“ فریحہ جلے کٹے انداز میں بولی۔”میں تمھاری دلہن اس وقت بنوں گی جب وہ تمھاری زندگی سے دفع ہو چکی ہو گی؟“

”اچھا یہ موضوع سمٹ سکتا ہے؟“

”تم نے خود چھیڑا ہے مجھے......؟ میں تو تمھیں اپنی کزن شازیہ کی لوسٹوری کا ڈراپ سین سنا رہی تھی۔“

"کیا ہوا شازیہ کی محبت کو؟" حماد کو شازیہ میں بالکل ہی دلچسپی نہیں تھی مگر وہ اس موضوع سے جان چھڑانا چاہ رہا تھا۔

"شاہد نے اسے طلاق دے دی ہے۔اور یہ وہی شاہد ہے، جو اسکے بغیر مر جانے کے دعوے کیا کرتا تھا۔"

"کوئی وجہ تو ہوئی ہوگی؟" حماد نے دلچسپی ظاہر کی۔

"اصل وجہ تو پتا نہیں ہے۔اور نہ میں نے جاننے کی کوشش ہی کی ہے۔البتہ اب جناب شاہد صاحب پریشان ہے۔اور دوبارہ اسے گھر لے جانا چاہتا ہے۔مگر یہ ممکن نہیں ہے۔"

"ہاں......اب بھلا شازیہ کیوں کر مانے گی؟" حماد نے لقمہ دیا۔

"نہیں وہ بے وقوف بھی تیار ہے۔مگر اب طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے دوسرے شوہر کے پاس جانا ممکن نہیں ہے۔"

"تو؟"

"تو یہ، کہ اب وہ کسی ایسے مرد کی تلاش میں ہے جو شادی کے بعد شازیہ کو طلاق بھی دے دے۔"

"گڈ......" حماد کے ذہن میں ایک خیال کوندے کی طرح لپکا۔

"میرا خیال ہے یہ اتنی اچھی خبر تو نہیں ہے؟" فریحہ کو اس کی بات پر حیرانی ہوئی تھی۔

"اچھی خبر ہے نا؟" وہ خوشی سے چہکا۔"میاں بیوی میں صلح ہونا بری بات ہے کیا؟"

"میں نے صلح کی نہیں طلاق کی بات سنائی ہے۔" فریحہ نے منہ بنایا۔

وہ ترکی بہ ترکی بولا۔"میں نے طلاق کے بعد صلح کی بات پر گڈ کہا ہے۔"

"اچھا چھوڑو اس موضوع کو...... یہ بتاؤ تمھاری مسکان صاحبہ کب خوش خبری سنا رہی ہیں؟"

"خوش خبری تو وہ ہمارے لیے ہوگی نا؟ اس بے چاری کے لیے تو موت کا پیغام ہوگا۔"

"چلو یونہی سہی...... یہ بتاؤ ڈاکٹر نے کیا بتایا ہے؟"

"ڈاکٹر کا کہنا ہے، کچھ وقت لگ جائے گا۔" اس نے صریحاً جھوٹ بولا۔

"کتنا......؟"

''اتنا زیادہ بھی نہیں، کہ تم پریشان ہونا شروع کر دو'' حماد نے اسے تسلی دی۔

''پریشانی...... بہت چھوٹا لفظ ہے۔'' اس نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔ ''اپنے محبوب کو غیر کی بانہوں میں دیکھنا، پریشانی نہیں، کچھ اور کہلاتا ہے۔''

''پلیز فری!...... اب پرانا قصہ نہ چھیڑنا۔ ایک دفعہ جب ہر بات متعین ہو گئی ہے تو اب گڑے مردے مت اکھیڑو؟''

''چلو آئس کریم کھاتے ہیں۔'' فریحہ غیر متوقع طور پر اس کی بات مان گئی تھی۔

بل ادا کر کے وہ دونوں ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ آئس کریم کھاتے ہوئے وہ گہری سوچ میں کھویا رہا۔ شازیہ کی طلاق والی بات پر اس کے ذہن میں ایک اچھوتی تجویز آئی تھی۔ فریحہ کو ڈراپ کر کے وہ اطمینان سے اس بارے سوچنے لگا۔ اگر وہ مسکان کو عارضی طور پر طلاق دے دیتا اور وہ کسی دوسرے مرد سے شادی کر لیتی۔ جب حمل ہو جاتا تو اس سے طلاق لے کر واپس حماد سے شادی کر لیتی۔ اس کے علاوہ کوئی ایسی تجویز نہیں تھی جس سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتا۔ تمام پہلوؤں کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد وہ مسکان سے بات کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

☆......☆......☆

ان دنوں اٹھتے بیٹھتے دانیال کی نظروں میں حورین کا دلکش چہرہ گھومتا رہتا۔ وہ بڑی بے صبری سے شادی آفس کی طرف سے جواب کا منتظر تھا۔ اپنی ماں کو اس نے اس بات سے بے خبر رکھا تھا۔ وہ سارا کام مکمل ہونے کے بعد اسے یہ خوش خبری سنانا چاہتا تھا۔

ایک ماہ گزرنے کے بعد جب اس سے مزید صبر کرنا دشوار ہو گیا تو وہ خود دفتر میں پہنچ گیا۔ استقبالیہ پر وہی آدمی موجود تھا۔ دانیال نے کہا۔

''ظہیر صاحب سے ملنا ہے؟''

''آ ئیں دانیال صاحب بیٹھیں۔'' وہ خوش خلقی سے بولا۔

''شکریہ سر!...... بس ظہیر صاحب سے ملوا دیں۔''

”وہ آپ کے رشتے کے سلسلے ہی میں مصروف ہے۔بس چند دن مزید صبر کر لیں۔“

”ٹھیک ہے جناب۔“ دانیال چہرے پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے واپس لوٹ آیا۔اگلا ایک ہفتہ گزارنے کے بعد بھی، جب کوئی اطلاع نہ ملی تو ایک مرتبہ پھر وہاں پہنچ گیا۔

استقبالیہ پر موجود شخص نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

”ظہیر صاحب آفس میں موجود نہیں ہیں آپ کل تشریف لے آئیں۔“

اور دانیال پھر مایوس ہو کر لوٹ آیا۔اگلے دن فیکٹری میں جانے کے بجائے وہ سیدھا شادی آفس میں پہنچ گیا۔

”آئیں جناب!......بیٹھیں۔“ استقبالیہ پر وہی پرانا آدمی براجمان تھا۔

”ظہیر صاحب موجود ہیں؟“ دانیال نے پوچھا۔

”جی ہاں بیٹھے ہیں۔آپ تشریف لے جائیں۔“

دانیال۔”شکریہ کہتے ہوئے آفس کی طرف بڑھ گیا۔

”آئیں دانیال صاحب!......آئیں، بڑی لمبی عمر ہے۔ابھی میں آپ کو ہی یاد کر رہا تھا۔“ظہیر اسے دیکھتے ہی خوش خلقی سے بولا۔

دانیال اس مصافحہ کر کے بے صبری سے مستفسر ہوا۔”تو کیا رہا ظہیر صاحب؟“

”آپ بیٹھیں تو سہی بتاتا ہوں۔“ اس کا انداز حوصلہ افزا تھا۔

دانیال جلدی سے بیٹھ گیا۔ظہیر نے کھنکار کر گلا صاف کیا۔پھر رومال نکال کر ماتھے سے فرضی پسینہ پونچھتے ہوئے بولا۔

”دانیال صاحب!......میں پچھلے ماہ سے، بہت سے کام، اور لوگوں کے رشتے التوا میں ڈال کر، تمھیں اور حورین کو ایک بندھن میں باندھنے کی کوشش میں جتا رہا۔یقین مانو مجھے تم دونوں کی جوڑی بالکل ایسی لگتی تھی جیسے چاند اور سورج کی جوڑی۔مگر اسے ہم بدقسمتی ہی کہہ سکتے ہیں کہ جب سب کام مکمل ہو گیا تو کہیں سے حورین کا ایک رشتہ دار آن ٹپکا۔اس کے چچا کا بیٹا ہے اور لندن میں سیٹل ہے۔اس کی حورین سے بچپن میں منگنی ہوئی تھی،

اور اب وہ اس منگنی کے رشتے کو شادی میں بدلنے آ پہنچا۔ حورین کا باپ مجھ سے بہت شرمندہ تھا۔ خود حورین بھی اس ڈاکٹر کے ساتھ شادی پر راضی نہیں تھی۔ لیکن برادری کے بزرگوں نے باپ بیٹی کی ایک نہ چلنے دی۔ بس یار!......ایک اسے قسمت کا الجھاوا ہی کہہ سکتے ہیں۔"

"تت......تو اب کیا ہوگا؟" دانیال کو شدید غم محسوس ہوا تھا۔ خاص کر یہ جان کر تو اس کے غم کی شدت میں اور اضافہ ہوگیا تھا، کہ اتنی خوب صورت لڑکی اس کی وجہ سے ایک ڈاکٹر کے رشتے کو ٹھکرانے پر تل گئی تھی۔ برا ہو اس منحوس برادری کا جس کی وجہ سے اسے یہ غم سہنا پڑا تھا۔

"بہرحال فکر نہ کرو......تم کوئی اور رشتہ پسند کرلو۔" ظہیر نے ضخیم رجسٹر اس کے جانب بڑھایا۔ جو دانیال نے بجھے دل سے تھام لیا۔ اور ایک مرتبہ پھر ان حسیناؤں کے جلوے سے آنکھیں سینکنے لگا۔ جانے اس میں سے کون سی اس کے نصیب میں تھی۔ حورین کی تصویر ابھی تک البم میں سجی ہوئی تھی۔

اس نے حورین کی تصویر کو حسرت سے دیکھتے ہوئے ظہیر سے پوچھا۔ "یہ تصویر اب تک اس میں موجود ہے؟"

"ہاں......ہم ریکارڈ اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں۔ بس اب یہ تصویر اس البم سے نکال کر دوسرے میں لگانی ہے۔ یوں بھی اس کا رشتہ تو ہم نے کروا دیا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اپنی کسی مجبوری کی بنا پر انھیں یہ رشتہ مسترد کرنا پڑا۔"

کافی غور و خوص کے بعد دانیال نے ایک اور لڑکی کی تصویر کو پسند کیا۔ ساری ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اتنی خوب صورت لڑکیاں یوں رشتے کے انتظار میں سوکھ رہی تھیں اور پتا نہیں اس کی امی کہاں گھوم رہی تھی۔ لڑکی کا صرف چہرہ نظر آرہا تھا باقی بدن کالے لبادے سے ڈھکا ہوا تھا۔

"واہ......واہ......جواب نہیں دانیال صاحب آپ کا۔" ظہیر نے اس کی پسند کی داد دی۔ "یقین مانو اگر میں شادی شدہ نہ ہوتا تو اسی لڑکی کو شریک حیات بنانا پسند کرتا۔ حیا نام ہے اس کا۔ بڑی شرمیلی اور حیا والی ہے۔ ابھی ایف اے سی کا امتحان دیا ہے۔ باپ اس کی تعلیم کا مزید خرچا برداشت نہیں کرسکتا اس لیے شادی کی فکر میں پڑ گیا۔"

فائدہ بھی تو پہنچے گا نا؟"

"آپ نے مجھے کس جھنجٹ میں ڈال دیا ہے۔ میں غیر مرد کو کیسے اپنے قریب برداشت کروں گی؟"

حماد نے جھٹ جواب دیا۔ "وہ غیر نہیں، تمھارا شوہر ہوگا۔"

"کیا آپ یہ سب برداشت کرلیں گے؟"

"ہاں ...... کیونکہ میں جانتا ہوں تم صرف میری ہو۔ بالکل اسی طرح، جیسے میں صرف تمھارا ہوں۔ اور کسی دوسرے کی قربت تمھارے دل سے میری محبت نہیں نکال سکتی۔"

"حماد یہ ٹھیک نہیں ہے؟ آپ مجھے جذباتی بلیک میل کر رہے ہیں؟"

مسکان کا تذبذب حماد کو امید دلا گیا۔ وہ شدّ و مدّ سے بولا۔ "پلیز جان! ...... چند ہفتوں کی بات ہے۔ اس کے بعد ہم دوبارہ اکھٹے ہو جائیں گے۔"

"مجھے سوچنے کا موقع دو۔"

"او کے ...... پرسوں اس موضوع پر بات ہوگی۔" حماد جلدی سے بولا۔ مسکان کی طرف سے اتنی لچک بھی حوصلہ افزاء تھی۔ اور پھر وہ مسکان کو اکیلا چھوڑ کر گھر سے باہر نکل آیا۔ وہ اسے آزادی سے سوچنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔

☆......☆......☆

مسکان کے لیے حماد کی آفر حد درجہ حیرانی کا باعث تھی۔

"کیا کوئی محبت کرنے والا، یوں بھی اپنی بیوی کسی دوسرے کے حوالے کرتا ہے؟" اس نے کرب سے سوچا۔ پھر اسے حماد کا بچے کے لیے جنون یاد آیا۔

"شاید بچے کی محبت مجھ سے بڑھ کر ہے؟" یہ خیال بھی دکھ دینے والا تھا۔

وہ کافی دیر مختلف قسم کی تکلیف دہ سوچوں میں کھوئی رہی۔ حماد کی بات ماننے اور نہ ماننے کے خیالات میں متذبذب رہی۔ پھر ایک نتیجے پر پہنچتے ہوئے اس نے مفتی صاحب کا نمبر ملایا اور ساری بات اس کے گوش گزار کر دی۔

''بیٹی!......عجیب مسئلہ پوچھ رہی ہو؟'' مفتی صاحب گلا کھنکارتے ہوئے بولے۔

''مفتی صاحب!......آپ ہی نے اس کا کوئی حل بتانا ہے، میں تو سوچ سوچ کر عاجز آگئی ہوں۔''

''یہ یقینی بات تو نہیں کہ دوسرے شوہر سے لازماً آپ کی اولاد ہو؟ اور اگر اولاد ہو بھی جائے تو کیا دوسرا شوہر مطالبے پر طلاق دے دے گا۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ عورت صرف اس صورت میں خلع لے سکتی ہے جب اس کا شوہر نامرد ہو یا اسے بسانا نہ چاہتا ہو اور ظلم وغیرہ کا مرتکب ہو۔ صرف ناپسندیدگی یا اپنے پہلے شوہر کے پاس لوٹنے کی وجہ سے خلع نہیں لی جاسکتی۔ ایسی کئی قباحتیں ہوتے ہوئے میں آپ کو کیسے اس کا مشورہ دے سکتا ہوں؟''

''مفتی صاحب!......اگر دولت وغیرہ دے کر دوسرے شوہر کو طلاق دینے پر رضامند کرلیا جائے تو کیا طلاق نہیں ہوگی؟''

''اس صورت میں طلاق ہو تو جائے گی۔ مگر پھر بھی میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ بہتر یہی ہے کہ آپ دونوں اللہ تعالیٰ سے اولاد مانگیں جس ذات کے لیے کوئی کام ناممکن نہیں۔''

''مفتی صاحب!......اگر یہ نہ کروں تو میرا شوہر ٹیسٹ ٹیوب بے بی پر زور دے رہا ہے۔''

''بیٹی!......یہ تو کسی بھی شوہر کے لیے بہت بے غیرتی کی بات ہے کہ اس کی نسل کسی اور سے چلے۔''

''اچھا مفتی صاحب!......ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور اس صورت میں سے کون سی قابلِ عمل ہے؟''

''ٹیسٹ ٹیوب بے بی، اگر اپنے شوہر کے علاوہ کسی غیر مرد سے ہو تو لاریب حرام کاری ہے۔ جبکہ مؤخر الذکر مسئلہ میں بچہ کا نسب ثابت ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے آج کل حلالہ کا فعل سرانجام دیا جاتا ہے۔ یعنی حلالہ تو ہوجاتا ہے مگر شریعت کے نقطہ نظر سے یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔ اسی طرح مسئولہ صورت بھی میرے نقطہ نظر سے گناہ کا باعث ہے اور موجب گناہ، عورت سے زیادہ اس کا شوہر ہے جس نے اس کام کے لیے عورت کو مجبور کیا۔''

''مفتی صاحب!......اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے کہ آپ نے بہتر رہنمائی فرمائی۔'' مسکان نے اختتامی الفاظ کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔

☆......☆......☆

وہ ادھیڑ عمر شخص تھا جو استقبالیہ پر بیٹھے ملازم سے جھگڑ رہا تھا۔ ''میں پوچھتا ہوں، کہاں ہے وہ دھوکے باز آدمی فیس کے نام پر میرے تیس ہزار روپے ہڑپ گیا اور اب تک لڑکی تو کیا گدھی بھی میرے نکاح میں نہیں آئی......؟''

یہ الفاظ اس کے منہ میں تھے کہ وہ دونوں آگے پیچھے دفتر سے باہر نکلے۔ ظہیر کو دیکھتے ہی وہ اس کی جانب لپکا

''مسٹر مجھے میرے تیس ہزار لوٹا دو...... میں نے شادی نہیں کرنی۔''

''اختر صاحب!...... کیا ہوگیا ہے آپ کو۔ رشتے اتنی جلدی تو نہیں ہوا کرتے۔ بات چل رہی ہے، امید ہے چند دنوں تک میں آپ کو خوشخبری سنا سکوں گا۔'' ظہیر نے نہایت تحمل سے جواب دیا۔ دانیال کو بھی اس مرد کی بے صبری پر حیرت ہو رہی تھی۔

''مجھے نہیں کرنا شادی، بس میری فیس واپس کرو۔''

''دیکھیں اختر صاحب!...... یہ کاروباری اصولوں کے خلاف ہے۔ آپ کی فیس ہم نے بینک اکاؤنٹ میں نہیں ڈالی ہوئی؟ وہ رقم آپ کے رشتے کی بات چیت کے لیے استعمال ہوئی ہے۔''

اختر بدتمیزی سے بولا۔ ''میں کچھ نہیں جانتا، مجھے اپنی رقم واپس چاہیے۔ ورنہ میں اس کمپنی پر کیس کر دوں گا؟''

''بڑے شوق سے جناب۔ لیکن تھانے جانے سے پہلے ہماری شرائط ساتھ لیتے جایئے جو ہر شادی کے خواہش مند افراد کو ہم پڑھنے کے لیے دیتے ہیں۔'' یہ کہہ کر ظہیر نے استقبالیہ والے ملازم کو کہا۔

''لیاقت!...... اسے شرائط دیکھا دو۔''

لیاقت نے سرعت سے ایک چارٹ میز کی دراز سے نکال کر اس کی جانب بڑھا دیا۔ چارٹ کا عنوان تھا۔

''شادی کے خواہش مند افراد کے لیے ہدایات''

''محترم!...... یہ ملاحظہ فرمائیں۔ فیس ناقابلِ واپسی ہوگی، رشتہ طے نہ ہونے کی صورت میں کمپنی جواب دہ نہیں ہوگی۔ اور ہر رشتے کی فیس پوری ادا کی جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ۔''

اختر نے واویلا مچایا۔ ''یہ چارٹ مجھے پہلے نہیں دیکھایا گیا تھا؟''

''تو آپ مانگتے ناں؟...... یوں بھی یہ...... یہاں لٹکا ہوتا ہے۔''ظہیر نے دیوار میں گڑی ایک کیل کی جانب اشارہ کیا۔

''جھوٹے، مکار، میں تمھیں چھوڑوں گا نہیں؟''اختر خطرناک ارادے سے ظہیر کی جانب بڑھا۔ظہیر نے گھبرائے بغیر اپنے آفس کے ساتھ والے دروازے کی طرف دیکھ کر زور سے پکارا۔

''قربان،ظہور؟''

اگلے لمحے ہاتھوں میں رائفلیں پکڑے دو مسٹنڈے کمرے سے برآمد ہو کر،اختر کی طرف بڑھے،جوانھیں دیکھتے ہی اپنی جگہ منجمد ہو گیا تھا۔

ان میں سے نسبتاً کرخت شکل والا اختر کو گریبان سے پکڑ کر بیرونی دروازے کی طرف دھکیل کر غرایا۔

''آئندہ اگر اس دفتر میں نظر آئے تو گردن توڑ دوں گا۔''

وہ دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔

''میں تمھیں چھوڑوں گا نہیں یاد رکھنا۔تم اتنی آسانی سے میرے پیسے ہضم نہیں کر سکتے؟''مگر وہاں پر موجود تمام آدمیوں کی طرح خود کہنے والے کو بھی پتا تھا کہ یہ گیدڑ بھبکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔اور اس کے ساتھ ہی دانیال نے بھی بیرونی دروازے کی جانب قدم بڑھا دیئے۔وہ جانتا تھا کہ دس ہزار کی رقم اب اسے ملنے والی نہیں تھی۔البتہ اختر کی آمد سے کم ازکم یہ فائدہ ضرور ہوا تھا کہ وہ مزید دھوکا کھانے سے بچ گیا تھا۔اسے جاتے دیکھ کر ظہیر نے آواز دی۔

''آپ کہاں چل دیئے دانیال صاحب؟''لیکن وہ سنی ان سنی کرتا آفس سے باہر آگیا۔اس نے اپنے پیسوں کی واپسی کا مطالبہ بھی نہیں کیا تھا۔گو وہ دونوں مسٹنڈے اس سے جسمانی طور پر تگڑے نہیں تھے۔اگر وہ خالی ہاتھ ہوتے تو شاید وہ ان سے ہاتھا پائی پر بھی تیار ہو جاتا۔مگر ہتھیار کی موجودگی میں وہ اس کے قابو کہاں آتے۔غنیمت یہی تھا کہ وہ اپنی عزت بچا کر رخصت ہو رہا تھا۔شادی کرنا شاید رب نے اس کے نصیب میں لکھا ہی نہیں تھا۔

☆......☆......☆

”یہ کوئی اتنا بڑا گناہ نہیں ہے جان!“ مسکان کی باتوں نے حماد کے دل میں چھپی امید کی کرن کو تقویت دی تھی۔”ہم کوئی چوری کرنے یا ڈاکا مارنے نہیں جا رہے، اور نہ کسی کو قتل کر رہے ہیں؟“

”حماد ہمیں اللہ پاک سے مانگنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے وہ رحیم و کریم ذات ہمیں اولاد کی نعمت سے بھی نواز دے۔ اس کے پاس کوئی کمی تو نہیں ہے ناں؟“ مسکان ابھی تک اس سے متفق نہیں پا رہی تھی۔

وہ چرب زبانی سے بولا۔”پگلی!...... یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے اسباب کے تحت پیدا کی ہے۔ معجزے صرف انبیاء کرام سے صادر ہوتے ہیں۔ نہ تو اللہ پاک کے خزانوں میں کوئی کمی ہے اور نہ وہ عاجز ہے۔ اگر وہ چاہے تو مرد و عورت کے بغیر کسی انسان کو پیدا کر لے جیسا کہ حضرت آدمؑ کو وجود بخشا۔ یا صرف مرد ہی سے دوسرے وجود کو حیات عطا فرمائے، جیسا کہ حوا بی بی کو حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے تخلیق فرمایا۔ اور چاہے تو صرف عورت سے نسل انسانی کو قائم و دائم رکھے، جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کو پیدا فرمایا۔ مگر باوجود قادر ہونے کے وہ بے نیاز ذات اپنے قانون کے خلاف نہیں کرتا۔ اگر میڈیکل کہتی ہے کہ میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوں تو میرے لیے قانون خداوندی نہیں بدل سکتا؟“

”مایوسی کفر ہے۔“

”میرا بانجھ پن ٹھوس حقیقت ہے مسکان!...... اور ایسے مسائل فقط دعاؤں سے حل نہیں ہوا کرتے۔“

وہ جھنجلا کے بولی۔”اوکے، جو مرضی آئے کرو۔“

حماد کا چہرہ خوشی کے مارے کھل اٹھا۔ وہ اسے ساتھ لپٹاتے ہوئے بولا۔

”میں جانتا تھا، تم میری دیرینہ خواہش ضرور پوری کرو گی۔“

”اب یہ شادی ہو گی کس سے؟“ مسکان کا لہجہ اندیشوں سے پر تھا۔

”اس کا بندوبست میں خود کر لوں گا۔“ حماد کے انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔

”بڑی خوشی ہو رہی ہے؟“ مسکان کا لہجہ تلخی سے پر تھا۔

”پگلی ہو تم۔“ حماد چاپلوسی سے بولا۔”تمھیں خود سے دور کر کے مجھے خوشی مل سکتی ہے بھلا۔ بس ایک ماہ کی بات ہے۔ ہم پھر اکٹھے ہوں گے۔“

”بھائیوں کو کیا جواز پیش کروں گی اس شادی کا؟“

حماد اطمینان سے بولا۔”انھیں ہم لاعلم رکھیں گے۔“

”مگر کیسے؟“

”سادگی سے نکاح پڑھایا جائے گا۔ایک علیحدہ مکان لے کے اس میں تم دونوں رہائش اختیار کر لینا۔کسی بھی خاص موقع پر میں تمھیں کال کر کے بلا لوں گا۔“

”میں شوہر کی اجازت کے بغیر کیسے آسکوں گی؟“

”ہونہہ!......تمھارا شوہر۔“وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔”وہ تمھیں بھائیوں سے ملنے سے تو منع نہیں کر سکتا نا؟“

”حماد اگر اس نے شادی کے بعد طلاق دینے سے انکار کر دیا پھر؟“

”آج کل ایسے غریب موجود ہیں جو دولت کے لیے اپنی گھر والی بیچ دیں۔اس نے تو صرف طلاق دینی ہے؟“حماد کے پاس ہر سوال کا جواب موجود تھا۔

”اچھا جو تمھاری مرضی آئے کرو......مگر کسی بھی اونچ نیچ کے ذمہ دار تم خود ہو گے؟“مسکان یہ کہہ کر وہاں سے اٹھ گئی۔

☆......☆......☆

شادی کمپنی کی دھوکا بازی سے دانیال نے اپنی ماں کو بے خبر رکھا تھا۔یہ بات اسے خواہ مخواہ دکھ دیتی۔یوں بھی دانیال نے اسے کئی مرتبہ چھپ چھپ کر روتے دیکھا تھا۔ایک ماں کے لیے اس سے بڑھ کر کیا دکھ ہو سکتا ہے، کہ اس کے جوان بیٹے کے لیے کوئی خوب صورت تو کیا بدصورت لڑکی کا رشتہ دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔بیٹے تو یوں بھی ماں کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون ہوتے ہیں۔پھر، دانیال جیسے فرمانبردار بیٹے تو لاکھوں، کروڑوں میں ایک ہوتے ہیں۔

دس ہزار کی رقم گو ایک مزدور کے لیے خطیر رقم تھی، مگر سٹیل مل میں مزدوری کر کے اس نے اتنی بچت بہر حال کر لی تھی کہ دس ہزار کے دھچکے کو سہہ گیا۔لیکن اس کے بعد اس نے توبہ کی کہ کسی شادی دفتر کا رخ نہیں کرے گا۔وہ دل ہی دل میں اس مظلوم اختر کو دعائیں دے رہا تھا، جس کا تیس ہزار کا نقصان ہوا تھا، لیکن اس کی

وجہ سے دانیال مزید نقصان سے بچ گیا تھا۔ورنہ تو وہ حورین کے بعد حیا نام کی فرضی لڑکی کے لیے بھی پانچ ہزار فیس ادا کرنے کو تیار ہو گیا تھا۔اور جانے اس کے بعد کتنی نازنینوں کی تصاویر کے بل پر اسے لوٹا جاتا۔اب اکیلے میں اس ضخیم البم کو یاد کر کے اسے ہنسی آنے لگی۔

''ایک سے بڑھ کر ایک دوشیزہ اور رشتوں کے انتظار میں سوکھ رہی ہے۔''اس کے جی میں آیا قہقہہ لگا کر خود پر ہنسے۔آخر بے وقوفی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔شاید وہ شادی کی تمنا اور خوب صورت لڑکی کو دلہن کے روپ میں دیکھنے کا خواب پورا ہونے کی حرص میں ہر حد عبور کر گیا تھا۔

چچا خیر دین کی ہر تجویز نے نہ صرف اس کا مالی نقصان کیا تھا، بلکہ اس کا ذہنی سکون بھی برباد کیا تھا۔ پہلے اس نے تہیہ کیا تھا، کہ چچا خیر دین کا کوئی الٹا سیدھا مشورہ نہیں مانے گا۔مگر اب پختہ عزم کر لیا کہ اس کی کسی تجویز پر عمل پیرا نہیں ہو گا۔بلکہ اس کے پاس ہی نہیں جائے گا۔

☆......☆......☆

حماد نے بہت بڑا رسک لے کر فریحہ کو اعتماد میں لینے کا فیصلہ کر لیا۔اسے ایک مخلص ساتھی کی ضرورت تھی جو اسے بہتر مشورہ دے سکتا۔اور ایسا ساتھی فریحہ کے علاوہ کون ہو سکتا تھا۔اگر ابھی نہیں تو شادی کے بعد اسے پتا چل ہی جانا تھا کہ حماد بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہے۔پھر اس بات کو چھپانے کے لیے اتنی تگ و دو کی کیا ضرورت تھی۔

فریحہ شکوہ کناں ہوئی۔''تم نے اتنے دن تک یہ بات مجھ سے چھپائے رکھی؟''

''میں ڈرتا تھا جان، کہیں تم مجھ سے متنفر نہ ہو جاؤ۔''

فریحہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔''پاگل!......ایسا ہو سکتا ہے بھلا۔میں مسکان نہیں ہوں، جو تمھارے لیے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل سے نہ گزر سکوں؟''

''ہاں فری!......بہت زیادہ سوچنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ میری زندگی کا کوئی گوشہ میری جانِ حیات کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہونا چاہیے۔''

''اچھا یہ بتاؤ، اب کیا سوچا ہے تم نے؟''

''اب میں کوئی ایسا آدمی ڈھونڈوں گا جس سے مسکان کی خفیہ شادی کرا سکوں۔اور پھر جیسے ہی اسے حمل ٹھہرا، وہ طلاق لے کر واپس آجائے گی۔''

''اگر اس کا شوہر طلاق دینے پر راضی نہ ہوا پھر؟''

''غریب آدمی کے لیے چند ٹکوں کا لالچ ہی بہت ہوتا ہے۔''

''محبت بہت عجیب جذبہ ہے حماد!......ہو سکتا ہے وہ کسی صورت طلاق نہ دے۔اور خلع کے لیے تو مسکان عدالت کا دروازہ بھی نہیں کھٹکھٹا سکے گی، کیونکہ اس طرح ساری بات اس کے بھائیوں کو پتا چل جائے گی۔جس میں اس سے زیادہ تمھارا نقصان ہے۔''

حماد بے رحمی سے مسکرایا۔''پھر کیا......؟ وہ بیوہ بھی تو ہو سکتی ہے۔''

''میری جان!......یہ نہ ہو تمھیں کوئی نقصان پہنچ جائے؟''فریحہ کے لہجے میں ہزاروں اندیشے کروٹیں لے رہے تھے۔

وہ بے پرواہی سے بولا''فری!......میں کون سا کلاشن کوف ہاتھوں میں تھامے اسے ٹھکانے لگانے جاؤں گا۔بھاڑے کے ٹٹو بہت مل جاتے ہیں۔اور پہلے میں کوشش کروں گا کہ دھمکی یا ہلکی پھلکی چھینٹی ہی سے کام نکل جائے۔اگر وہ کسی صورت نہ مانا پھر یہ آخری قدم اٹھاؤں گا؟''

''ویسے وہ کمینی حیران تو بہت ہوئی ہو گی، جب تم نے اسے کسی اور سے شادی کرنے کا کہا ہو گا؟''

''ایسی ویسی......وہ غریب حیران ہے کہ ایک محبت کرنے والا کیسے اپنی بیوی کو غیر مرد کے پاس بھیج سکتا ہے ؟ بے وقوف جانتی نہیں ناں، میرا محبوب کون ہے؟ اور اس کی حیثیت میرے لیے دودھ دینے والی گائے سے زیادہ نہیں ہے۔''

اور حماد کی بات پر فریحہ قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

''تو اب وہ راضی ہے؟''

''ہاں!......ملانی صاحبہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی پر تیار نہیں اور دوسرے مرد کی آغوش میں جانے کے لیے تیار ہو گئی ہے۔''

”ویسے سمجھ میں نہیں آتا اس کی عقل کا۔ آخر ٹیسٹ ٹیوب بے بی میں کیا قباحت ہے؟“

”کسی ملانے منع کیا ہے محترمہ کو۔“ حماد حقارت بھرے لہجے میں بولا۔ ”یہ مولوی بھی عجیب ہیں۔ ایسے مرد کا نطفہ جو عورت کا شوہر نہ ہو، اس عورت کے رحم میں پرورش نہیں پا سکتا، اس کی اسلام اجازت نہیں دیتا، اس سے نسب ثابت نہیں ہوتا وغیرہ وغیرہ۔ ہونہہ!...... بڑے آئے اسلام کے ٹھیکے دار۔ اتنا نہیں سوچتے کہ مجبور آدمی کیا کرے؟ جس کی اولاد نہ ہو وہ کہاں جائے۔“

فریحہ نے حیرانی سے پوچھا۔ ”اور اس طرح بھی تو ایک غیر مرد سے ہی بچہ حاصل ہو گا نا۔“

”ہاں...... مگر نکاح کے بعد وہ غیر تھوڑی رہے گا۔“

فریحہ نے قہقہہ لگایا۔ ”ویسے ترکیب تم نے بہت اچھی ڈھونڈی ہے۔“

”وہ کمینی بھی تو کسی طرح سے راضی نہیں ہو رہی تھی۔ پتا ہے...... اس دن تو نے شازیہ کی کہانی سنائی تھی نا، بس وہی سن کر میرے ذہن میں یہ ترکیب آئی تھی۔“

”اور اسی لیے تم اس دن، میری باتوں پر دھیان دینے کے بجائے یہ منصوبہ بنانے میں مصروف تھے۔“

”ہاں، ایسا ہی ہے؟“ وہ صاف گوئی سے بولا۔ ”میں سچ مچ بہت پریشان تھا۔“

”ویسے اس کی آدھی دولت بھی تو کافی ہو گی۔ اور پھر یہ بھی تو سوچو کہ اگر بیٹے کے بجائے بیٹی پیدا ہو گئی پھر بھی تو تمھیں پورا ترکہ ملنے سے رہا۔ اس لیے میرا مشورہ مان لو۔ چھوڑو اس بکھیڑے کو اور ”ٹنٹا مکاؤ“ کمینی کا۔“

”نہیں فری!...... میں باقی کا نصف بھی نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اور دیکھو بیٹی ہونے کا امکان ففٹی ففٹی ہے۔ اول تو ایسا ہو گا نہیں۔ بالفرض بیٹی ہی ہوئی پھر بھی ترکے میں سے چوتھا حصہ میرا، نصف بیٹی کا۔ یعنی تین چوتھائی تو میں لے جاؤں گا۔ اور امید یہی ہے کہ مسکان کے بھائی باقی کا ترکہ بھی اپنی بھانجی کو بخش دیں گے۔ اس کے ساتھ یہ بھی سوچو کہ بچہ، بچی ہونے کی صورت میں، میں ان سیٹھوں کی ہمدردیاں بھی تو سمیٹوں گا؟“

”اچھا ٹھیک ہے۔ اب کچھ کھانے کو منگواؤ، پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔“ فریحہ نے منہ بنا کر گویا اس سے متفق ہونے کا عندیہ دیا۔

حماد نے پہلے آرڈر لینے والے بیرے کو واپس کر دیا تھا۔ تاکہ آرام سے فریحہ کو اپنی بات سمجھا سکے۔ اب

بات کی تکمیل کے بعد اسے خود بھی سخت قسم کی بھوک محسوس ہو رہی تھی۔اس نے بیرے کو قریب بلانے کے لیے اشارہ کر دیا۔

☆......☆......☆

حماد، فریحہ کو ڈراپ کر کے واپس آ رہا تھا۔سٹیل مل کے ساتھ سے گزرتے ہوئے اچانک اس کی نظر گیٹ سے نکلتے ہوئے ایک جوان پر پڑی اور اس نے بے ساختہ کار روک دی۔وہ ایک صحت منداور تگڑا جوان تھا مگر اس کی رنگت اتنی کالی تھی جیسے کسی بھی حبشی کی ہو سکتی ہے۔

''یہ ٹھیک رہے گا۔''اس نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔''کم از کم مسکان کے بھکنے کا خطرہ نہیں رہے گا۔اور پھر صحت مند بھی ہے؟''

کالے کا رخ بس سٹاپ کی طرف تھا۔ایک فیصلے پر پہنچتے ہوئے اس نے کار موڑی اور اس کے قریب جا کر روک دی۔اور کھڑکی کا شیشہ نیچے کر کے بولا۔

''بیٹھو بھائی صاحب!......میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔''

وہ کار کو رکتے دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا تلخ لہجے میں بولا۔

''میں پیدل ہی بھلا جناب!''

حماد کے لیے اس کی تلخی حیرانی کا باعث تھی۔''محترم میں آپ کو لفٹ دے رہا ہوں اور آپ تلخ ہو رہے ہیں۔عجیب بات ہے۔''

''دیکھیں جناب!''وہ کھڑکی پر جھکتا ہوا بولا۔''میں کسی بھی قسم کا غیر قانونی کام نہیں کر سکتا۔میں روکھی سوکھی کھا لوں گا،مگر کسی ایسی کارروائی کا حصہ نہیں بنوں گا،جس سے اس ملک یا عوام کو کوئی نقصان پہنچے۔''

''واہ......کیا جذبات ہیں۔''حماد خوش دلی سے چہکا۔''ویسے کیا میں جان سکتا ہوں میں نے ایسی کون سی آفر کی ہے جس سے اس ملک یا عوام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔''

وہ چند لمحے اسے گھورنے کے بعد بولا دو تین ماہ پہلے بھی ایک بندے نے مجھے لفٹ دی تھی۔اور پھر یہ آفر کی تھی کہ میں پچاس ہزار لے کر بس میں ایک بیگ رکھوں۔یقینی بات ہے اس بیگ میں دھماکا خیز مواد ہی ہونا تھا

۔میں نے سوچا شاید آپ بھی......؟"

"ہا......ہا......ہا" حماد نے زوردار قہقہہ لگایا۔"نہیں جناب ایسی کوئی بات نہیں ،میں آپ کو ایسی کوئی آفر کرنے والا نہیں ہوں۔البتہ آپ کی شرافت اور ایمانداری دیکھ کر مجھے لگ رہا ہے کہ میرا ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہونے والا ہے۔"

"کون سا مسئلہ؟" وہ یک دم چوکنا ہو گیا۔

"پہلے آپ کار میں بیٹھیں......آرام سے بات کرتے ہیں۔اور ڈرومت۔اگر میں کسی غیر قانونی کام کا کہوں بھی تو، کرنا نہ کرنا تو آپ کے اپنے بس میں ہے نا۔"

وہ جھجکتے ہوئے فرنٹ سیٹ کا دوازہ کھول کر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

اس نے کار آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔"میرا نام حماد ہے۔آپ اپنا تعارف کرانا پسند کریں گے؟"

"میرا نام دانیال ہے۔"

"تو دانیال صاحب!......شادی شدہ ہو یا کنوارے؟" اس نے بے خبری میں دانیال کے زخم کریدے۔

"ہم جیسوں کو کون رشتہ دیتا ہے؟" دانیال کی آواز میں چھپا کرب حماد کی نظروں سے اوجھل نہیں رہا تھا۔

حماد نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔"خیر سے ایسی بھی کوئی بات نہیں۔اچھا قد کاٹھ ہے، جوان ہو، ناک نقشہ متناسب ہے۔صرف رنگ کالا ہونا کوئی عیب تو نہیں ہے؟"

"یہ مجھ سے پوچھو کہ رنگ کالا ہونا کتنا بڑا عیب ہے۔" دانیال تلخی سے بولا۔"جہاں بھی رشتے کی بات چلی ،لڑکی یا تو بھاگ گئی کسی کے ساتھ، یا کھل کر انکار کر دیا کہ اس سے شادی نہیں کروں گی۔یا خودکشی کی کوشش کی اور اس کی جان بچانے کے لیے والدین کو رشتہ توڑنا پڑا۔"

"والدین حیات ہیں؟"

"صرف امی جان زندہ ہیں۔"

حماد نے پوچھا۔"بہن بھائی؟"

"کوئی نہیں ہے۔بس میں اور امی جان۔اس کے علاوہ نہ کوئی رشتہ دار ہے اور نہ اپنا۔"

حماد نے کار ایک ہوٹل کی پارکنگ میں روکی، وہ دونوں نیچے اتر گئے۔ بیرے کو چائے کے ساتھ کچھ لانے کا کہہ کر وہ دانیال کی طرف متوجہ ہوا۔

''دانیال صاحب!...... پریشان نہ ہوں اللہ بڑا مسبب الاسباب ہے۔''

''صحیح کہا جناب۔'' دانیال نے آہستہ سے سر ہلا دیا۔

''اچھا تعلیم کتنی ہے آپ کی؟''

''آٹھ جماعت تک پڑھا ہوں جناب۔''

''گزر بسر اچھی ہو رہی ہے؟''

''ہاں جناب!...... اللہ کا شکر ہے۔ اپنا گھر ہے، اور سٹیل مل کی مزدوری میں اچھی خاصی آمدن ہو جاتی ہے''

''گڈ......'' حماد نے اطمینان سے سر ہلایا۔ اسی وقت بیرے نے چائے اور کھانے کے لوازمات ان کے سامنے لا کر رکھ دیے۔ چائے پی کر حماد بولا۔

''دانیال میاں!...... ایسا کرو اپنا موبائل فون نمبر مجھے دے دو۔ ایک رشتہ میری نظر میں ہے۔ لڑکی تعلیم یافتہ ہے، خوب صورت ہے، کم عمر ہے۔ لیکن ہے طلاق یافتہ۔''

''مم...... مجھے قبول ہے۔'' دانیال بے صبری سے بولا۔ لیکن فیس نکاح کے بعد ہی دے سکوں گا؟''

''کیسی فیس؟'' حماد کے لہجے میں حیرانی تھی۔

''رشتہ کرانے کی۔'' دانیال اس کی حیرانی پر ششدر رہ گیا۔

''ہا...... ہا...... ہا۔'' حماد کے منہ سے بلند بانگ قہقہہ برآمد ہوا۔ ''اللہ کے بندے!...... میں نے شادی آفس تھوڑی کھول رکھا ہے۔ یہ تو میری ایک عزیزہ کے ساتھ تھوڑی سی ٹریجڈی ہوئی۔ اور پھر آپ کا مسئلہ بھی اس طرح حل ہوتا نظر آیا تو میں نے آفر کر دی۔''

''معافی چاہتا ہوں جناب!......'' دانیال نادم نظر آنے لگا۔

''کوئی بات نہیں۔'' کہہ کر حماد نے گھڑی پر نگاہ دوڑائی۔ ''میرا خیال ہے چلنا چاہیے؟''

اور دانیال سر ہلاتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ حماد اسے گھر تک ڈراپ کرنے آیا تھا۔ اپنا موبائل فون نمبر اسے

نوٹ کرانا دانیال نہیں بھولا تھا۔ بلکہ لگے ہاتھوں حماد نے اس کی ایک تصویر بھی اپنے موبائل فون کے کیمرے سے کھینچ لی تھی، تاکہ مسکان کو اس کے ہونے والے شوہر کی شکل دکھا سکے۔

☆......☆......☆

دانیال کو ڈراپ کر کے حماد گھر کی جانب بڑھ گیا۔ دانیال کی شکل میں اسے اپنے منصوبے کو آخری شکل دینے والا مہرہ مل گیا تھا۔ دانیال کی کالی رنگت، غربت، جہالت اور حسب ونسب اس قابل نہیں تھا کہ کوئی عام لڑکی اس سے محبت تو کیا شادی کی روادار ہو۔ کجا مسکان جیسی سیٹھ زادی۔ وہ لازماً مہینہ ڈیڑھ اس کے پاس دل پر جبر کر کے گزارتی۔ اور یہی بات حماد کو مطلوب تھی۔ وہ مسکان کو کسی ہینڈسم اور پرکشش مرد کی زوجیت میں دے کر اپنا راستا کھوٹا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

مسکان نے دوسری شادی پر آمادگی تو ظاہر کر دی تھی مگر اب دانیال کی تصویر دیکھ کر وہ کیا ردعمل ظاہر کرتی، اس بات کا اندازہ لگانے سے وہ قاصر تھا۔

اس کی گاڑی دیکھتے ہی چوکیدار نے گیٹ کھول کر سلام کہا۔ وہ جواب دیے بغیر آگے بڑھتا گیا۔

مسکان اسے خواب گاہ میں مسہری پر لیٹی نظر آئی۔ وہ گہرے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔

''اسلام علیکم!...... بھئی ہماری بیگم کن خیالات میں کھوئی ہے؟'' اس نے مسکان کے سنجیدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے مزاحیہ انداز میں پوچھا۔

''کوئی خاص نہیں۔'' وہ اسے دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔

وہ اس کے ساتھ بیٹھتا ہوا بولا۔ ''لیٹی رہو...... لیٹی رہو۔''

''نہیں، بس ایسے ہی ٹھیک ہوں؟'' شوہر کے حقوق سے وہ خوب واقف تھی۔ اور حماد کی عزت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتی تھی۔ مگر حماد کی آنکھوں پر لالچ اور فریحہ کے حسن کی پٹی بندھی ہوئی تھی کہ اسے مسکان کی محبت، وفاداری اور خدمت کسی قابل نظر نہیں آتی تھی۔

''اچھا جان!...... پتا ہے، میں نے ایسا لڑکا ڈھونڈ لیا ہے جو ہمارے معیار پر پورا اترتا ہو۔ شریف ہے، غریب گھرانے سے تعلق رکھتا ہے اور ایک والدہ کے علاوہ کوئی رشتہ دار موجود نہیں ہے۔''

''جب ایک دفعہ کہہ دیا، کہ مجھے ان مشوروں سے دور رکھو۔تو پھر بار بار یاددہانی کا مطلب؟'' مسکان تلخ ہونے لگی۔''وہ امیر ہے یا غریب، گورا ہے یا کالا، خوب صورت ہے یا بدصورت...... مجھے اس سے کچھ نہیں لینا ۔میرا مطمع نظر آپ کی خوشی اور خواہش کی تکمیل ہے۔''

''آئی لو یو جان۔'' حماد نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔مگر اس وارفتگی میں مسکان کو خلوص کی سخت کمی محسوس ہوئی۔یوں لگ رہا تھا جیسے، کوئی اداکار رٹے رٹائے کلمات ادا کر رہا ہو۔

''اٹس اوکے۔'' وہ سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے اس سے علیحدہ ہوگئی۔

حماد کو اس کی بیزاری بہت کھلی مگر وہ کوئی تلخ بات کہہ کر اسے برگشتہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''اچھا اس کی تصویر تو دیکھو نا؟'' حماد نے موبائل فون نکال کر دانیال کی تصویر سکرین پر لائی۔اور سکرین اس کی جانب گھمائی۔

ایک اچٹتی ہوئی نگاہ سکرین پر ڈال کر وہ نارمل لہجے میں بولی۔

''حماد!...... جب کہہ دیا کہ اس سارے ڈرامے کے ذمہ دار آپ خود ہیں۔جو چاہو سو کرو۔''

اس نے اطمینان بھرا سانس لیتے ہوئے پوچھا۔''اچھا تو پھر کب نکاح کی رسم ادا کی جائے؟''

''پہلے تم طلاق دو گے؟...... پھر عدت گزاروں گی۔اس کے بعد ہی شادی ہو سکے گی۔''

''اوہ!......اس کا مطلب ابھی مزید انتظار کرنا پڑے گا؟'' اس کے لہجے سے پریشانی جھلکی۔ایک لمحہ سوچنے کے بعد وہ بولا۔''ٹھیک ہے پھر میں تمھیں طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں۔''

مسکان کے چہرے پر کرب بھرے جذبات نمودار ہوئے اور وہ بیڈ سے اٹھ کر باہر جانے لگی۔

''کہاں چل دیں؟'' حماد نے پریشانی سے پوچھا۔

''میں اب آپ کی بیوی نہیں رہی محترم۔ایک خواب گاہ میں ہم کس حیثیت سے رہیں گے؟''

''کم آن یار۔'' وہ اسے روکنے کے لیے اس کی طرف بڑھا۔

''خبردار اگر میرے قریب آئے۔'' وہ غصے سے پھٹ پڑی۔''حماد!...... تمھاری محبت نے میری آنکھوں پر پٹی ضرور باندھی ہے، مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ محبت کے لیے میں اپنی شرم و حیا بھی قربان کردوں گی۔اب تم

اس وقت تک میرے لیے غیر ہو جب تک ہمارا نکاح دوبارہ نہیں ہو جاتا۔"

"اچھا ٹھیک ہے، میں تمھیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔لیکن خواب گاہ چھوڑ کر تو نہ جاؤ نا؟ اتنی بڑی مسہری پر ہم دونوں آسانی سے دور دور ہو کر لیٹ سکتے ہیں؟"

"مشورے کا شکریہ۔" کہہ کر وہ خواب گاہ سے باہر نکل گئی۔حماد نے اس کے پیچھے جانے کی کوشش نہیں کی تھی، کیونکہ وہ اس کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھا۔یوں بھی اسے مسکان کی قربت سے زیادہ اس کی دولت عزیز تھی۔وہ موبائل فون نکال کر ایک جاننے والے مولانا سے عدت کی مدت کے بارے دریافت کرنے لگا۔

☆......☆......☆

دانیال کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس طرح بیٹھے بٹھائے اسے رشتے کی پیش کش ہو جائے گی۔ چاہے وہ طلاق یافتہ ہی کیوں نہ ہوتی اسے قبول تھی، سب سے بڑھ کر تعلیم یافتہ اور خوب صورت کے الفاظ اس کے لیے پرکشش تھے۔

اس ضمن میں اسے اگلے دن حماد کی کال بھی ریسیو ہوئی۔

"دانیال میاں!...... تمھیں اڑھائی تین مہینے انتظار کرنا پڑے گا۔لڑکی کو نئی نئی طلاق ہوئی ہے اور عدت گزارنا لازمی ہے۔"

"جی...... جی ٹھیک ہے۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اچھا اتوار کے دن تو چھٹی کرتے ہو نا؟"

"کبھی کبھی کر لیتا ہوں جناب۔یوں بھی، جتنی مزدوری کرو اتنی آمدن ہوتی ہے،اس لیے زیادہ تر چھٹی سے گریز ہی کرتا ہوں؟...... بہرحال آپ حکم کریں۔کوئی کام ہے،تو میں چھٹی کر لوں گا؟"

"کام تو کوئی نہیں، مگر تم چھٹی کر لینا۔اور ساحل سمندر پر موجود مون لائیٹ ریسٹورینٹ میں ایک بجے پہنچ جانا۔"

دانیال نے کہا۔"ٹھیک ہے جناب۔"

اور حماد نے "خدا حافظ۔" کہتے ہوئے رابطہ منقطع کر دیا۔

جانے کیوں دانیال کا دل چاہ رہا تھا کہ حماد پر اعتماد کرے۔ اتنے دھوکے کھانے کے باوجود وہ شادی کی خواہش ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکا تھا۔ عورت کے بغیر مرد کی زندگی کتنی پھیکی اور بے مزہ ہوتی ہے، اس بابت جتنا تجربہ اسے تھا، اتنا شاید ہی کسی کو ہوتا۔ علامہ اقبال نے فرمایا۔

ع وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ

اور اس مصرع کی حقیقت دانیال پر آشکارا ہو چکی تھی۔ اس کی راتیں اس صنف کی یاد میں کروٹیں بدلتے کٹتیں، تو دن کی گہما گہمی اس صنف کے حصول کی تجویزیں سوچتے۔ اب حماد کی صورت اسے امید کی کرن نظر آئی تھی تو وہ اسے گوانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے شک تھا کہ وہ مطلقہ عیب زدہ ہوتی ہے۔ مگر اس کے لیے یہ بات کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔ وہ بیوی تمنا کر کر کے ترس گیا تھا۔ اب یہ چانس گنوانا کسی طور مناسب نہیں تھا۔ اتوار کے دن وہ ٹھیک پونے ایک بجے مطلوبہ ریستوراں میں پہنچ گیا تھا۔

☆......☆......☆

کھانا کھانے کے بعد وہ دونوں چائے پی رہے تھے جب دانیال اسے داخلی دروازے سے اندر آتا دکھائی دیا

''لو جی!...... مسکان کا شوہرِ نامدار تو وقت کا پابند نکلا۔ ایک بجے کا کہا تھا پونے ایک بجے پہنچ گیا۔''

حماد کی بات پر فریحہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

''ہائے اللہ جی!...... یہ تو واقعی حبشی دکھائی دے رہا ہے۔ ایک سیٹھ زادی کے ساتھ اتنا بڑا ظلم؟''

''تو کیا...... حماد کے ساتھ بھی تو اس نے موجیں اڑائی ہیں۔'' حماد کے لہجے میں اپنی خوب صورتی کا غرور کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

''ویسے ڈیل ڈول تو اچھا ہے۔''

''ہونہہ!...... ڈیل ڈول۔'' حماد نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''ڈیل ڈول کو محترمہ چاٹے گی۔''

فریحہ اس کی بات پر تبصرہ کیے بغیر دلچسپ نظروں سے دانیال کو گھورتی رہی جو پورے ہال میں طائرانہ نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ وہ یقیناً حماد کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اس کی مشکل حماد کے لہرائے ہوئے ہاتھ نے آسان کر دی۔

''اسلام علیکم!'' اس نے قریب پہنچ کر سلام کہا۔

’’وعلیکم اسلام۔‘‘ کہہ کر حماد نے اس سے مصافحہ کیا۔اسی وقت دانیال کی نظر فریحہ کے ملیح چہرے پر پڑی
۔اور اس کا چہرہ گلاب کی مانند کھل گیا۔مگر جب اس نے زبان کھولی تو الفاظ نے اس کا ساتھ نہ دیا۔

’’ص...... صص...... صاب یہ تو بہت خوب صورت ہے؟...... یہ مجھے قبول کرلے گی؟‘‘

اس کی بات پر حماد قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔فریحہ کے چہرے پر بھی خفیف سی ہنسی نمودار ہوئی۔دانیال کے لہجے میں چھپی معصومیت اسے بہت عجیب لگی تھی۔

’’بے وقوف!...... یہ میری منگیتر ہے۔‘‘ حماد سرزنش کے انداز میں بولا۔

دانیال گڑبڑاتے ہوئے بولا۔’’س...... سوری سر!...... سوری میڈم!...... میں کچھ اور سمجھا تھا۔‘‘

فریحہ نے شوخ انداز میں پوچھا۔’’تم کیا سمجھے تھے جناب۔‘‘

’’وہ میں...... میرا مطلب ہے، میں نے سمجھا شاید حماد صاحب نے مجھے لڑکی دکھانے کے لیے بلایا ہے
۔اور...... اور وہ لڑکی آپ...... مم میں معافی چاہتا ہوں میڈم۔‘‘

’’اچھا کوئی بات نہیں۔‘‘ فریحہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔’’ویسے تمھاری دلہن مسکان بھی مجھ سے کم خوب صورت نہیں ہے۔‘‘

اس مرتبہ جواب دینے کے بجائے دانیال نے شرما کر سر جھکا دیا تھا۔اس کے انداز پر وہ دونوں مسکرا پڑے۔

’’میں اس کی تصویر ساتھ لایا ہوں۔‘‘ حماد نے اپنا قیمتی موبائل فون نکال کر مسکان کی تصویر کھولی اور موبائل فون دانیال کی طرف بڑھایا۔

دانیال نے جھجکتے ہوئے موبائل لے کر تصویر دیکھی۔اس کے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہونے لگیں، مسکان اسے فریحہ سے بہت پیاری اور پرکشش لگی تھی۔

فریحہ نے جو بڑے غور سے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی، دلچسپی سے پوچھا۔

’’کیسی ہے؟‘‘

وہ خواب ناک لہجے میں بولا۔’’بب...... بہت اچھی...... بہت پیاری...... میں نے اس سے پہلے اتنی معصوم ،خوب صورت اور موہنی صورت نہیں دیکھی۔‘‘

''مجھ سے بھی خوب صورت ہے؟'' فریحہ کا انداز مزاح کا رنگ لیے ہوئے تھا مگر اس کے پیچھے عورت کی وہی ازلی حماقت چھپی تھی کہ مجھ سے خوب صورت اس دنیا میں کوئی نہیں۔

''ہاں میڈم۔'' دانیال کا جواب غیر متوقع تھا۔

فریحہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔

حماد نے اس سے موبائل واپس لیتے ہوئے کہا۔

''بے وقوف!...... کسی لڑکی کے منہ پر دوسری لڑکی کو اس سے خوب صورت نہیں بتلاتے۔

''مم...... مگر میں نے تو حقیقت بتائی ہے جناب۔'' دانیال نے ایک اور پھلجڑی چھوڑی۔

حماد کے چہرے پر مسکراہٹ رینگی، مگر فریحہ مسکرا بھی نہیں سکی تھی۔ اسے زندگی میں پہلی بار اس قسم کی صورت حال سے واسطہ پڑا تھا۔ اپنی نظر میں وہ دنیا کی سب سے خوب صورت اور پرکشش لڑکی تھی۔ اور اس بات کی تصدیق ہمیشہ اس کی ساری جاننے والی لڑکیاں بھی کرتی تھیں۔ مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ دانیال مسکان کو اپنی ہونے والی بیوی کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ اگر مسکان سے، کوئی کم صورت لڑکی ہوتی، تب بھی اسے فریحہ سے خوب صورت نظر آتی۔

"Any problem with you ?" حماد نے فریحہ کے چہرے پہ چھائی سنجیدگی دیکھتے ہوئے انگلش میں پوچھا۔

"Its ok jan " فریحہ نے جلدی سے جواب دیا۔

''ایک بے وقوف بندے کی بات کو دل پر لینے کی ضرورت نہیں سمجھیں۔ اندھا کیا جانے بسنت بہار؟''

''بتایا تو ہے ایسی کوئی بات نہیں...... بس اسے چلتا کرو مجھے کوفت ہو رہی ہے۔ اتنا بدشکل بھی کسی کو نہیں ہونا چاہیے۔ یقین مانو تم نے مسکان سے اتنا بڑا انتقام لیا ہے کہ دل خوش ہو گیا۔'' فریحہ کے دل میں چھپی خفگی بدنما الفاظ کی شکل دھار کر باہر آئی۔

''ٹھیک ہے!...... لیکن کم از کم چائے تو پلا دیں؟ ایسے چلتا کرنا بدتہذیبی ہوگی۔''

''اسے کیا پتا تہذیب کیا ہوتی ہے؟'' فریحہ کا غصہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

”کول ڈاؤن، جان!......بس چائے پلا کر اسے رخصت کرتا ہوں۔“

فریحہ نے سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔

دانیال ان کی انگریزی میں ہونے والی گفتگو کے دوران لاتعلقی سے دائیں بائیں دیکھتا رہا۔ اسے کوئی علم نہیں تھا کہ ساری گفتگو اسی کے متعلق ہو رہی ہے۔ پہلی بار فریحہ کو دیکھنے کے بعد اس نے ایک مرتبہ بھی اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ یہ بات فریحہ کو اور زیادہ تاؤ دلا رہی تھی۔ وہ ہمیشہ سے شمع محفل رہی تھی اور شکل و صورت کے لحاظ سے ایک گئے گزرے جوان کا اسے یوں نظر انداز کرنا، اس کی برداشت سے باہر تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ جتنی دیر بیٹھا رہے اس کی نظریں اس کے چہرے کا طواف کرتی رہیں۔ اور جب وہ چلا جائے تو اس کے ہجر میں آہیں بھرتا رہے۔ مگر وہ گنوار جانے کن خیالوں میں مگن تھا۔

حماد نے بیرے کا بلا کر چائے اور کچھ کھانے کے لیے لانے کا بتایا۔

فریحہ سے دانیال کی لاتعلقی برداشت نہ ہوئی اور وہ اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے بولی۔

”ویسے محترم!......آپ کب مسکان صاحبہ کو شربت دیدار سے نوازیں گے؟“ اس کے لہجے میں طنز کی کاٹ واضح تھی۔

”مم......میں، کیا کہہ سکتا ہوں میڈم!......ویسے جب آپ کہیں میں اس سے مل لوں گا۔“ یہ باتیں کرتے ہوئے بھی اس نے فریحہ کی طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا۔ یہ بات فریحہ کو مزید سلگا گئی۔

”اچھا دانیال میاں!...... یہ بات یاد رکھنا اپنی شادی کی خبر کا تم نے ڈھنڈورا نہیں پیٹنا۔ تمھارے ہونے والی دلہن بہت حیا والی ہے۔ اور دوسری شادی کی خبر کو حتیٰ الوسع راز میں رکھنے کی خواہش مند ہے۔ اسی وجہ سے شادی کے بعد تمھیں اس کے مکان میں شفٹ ہونا پڑے گا۔ اور یہ خبر تمھاری ماں کے علاوہ کسی کے علم میں نہیں آنی چاہیے۔“

دانیال جلدی سے بولا۔ ”ٹھیک ہے جناب!...... مجھے آپ کی سب شرائط قبول ہیں۔“

”اور اگر بعد میں وہ پسند نہ آئی، پھر؟“ فریحہ خواہ مخواہ اسے چھیڑنے پر تلی ہوئی تھی۔

دانیال لجاجت سے بولا۔ ”میڈم!......میں آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔“

فریحہ نخوت سے بولی۔ ”تمھاری شادی مجھ سے نہیں، مسکان سے ہو رہی ہے مسٹر!...... مجھے تو یقیناً پھانسی کے بدلے بھی تم سے نکاح کی آفر ہو تو میں بہ خوشی پھانسی پر لٹکنا قبول کرلوں گی۔“

”میڈم!...... کالا آدمی اتنا برا لگتا ہے آپ کو تو پھر مجھے شادی کی آفر کیوں کی؟“ یقیناً دانیال کو اس کی بات سے بہت اذیت ہوئی تھی۔

”جو میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دو؟“ فریحہ نے اس کی بات کو در خور اعتناء نہیں سمجھا تھا۔

”اسے تو میں شہزادیوں کی طرح رکھوں گا۔“

”سٹیل مل میں مزدوری کر کے...... ہے نا؟“ فریحہ اسے شرمندہ کرنے پر تلی تھی۔

”میڈم!...... دولت کے بل پر ہی سکون و آرام نہیں ملتا۔ شوہر جب بیوی کے ناز اٹھاتا رہے، اس کا وفادار رہے، اسے سر آنکھوں پر بٹھائے، اس کی ہر خواہش کو حکم سمجھے۔ اس کے علاوہ کیا چاہیے ایک لڑکی کو؟“

”کم از کم اتنی شکل و صورت تو ہو شوہر کی کہ وہ اسے آنکھ بھر کے دیکھ ہی سکے۔“ فریحہ نے واشگاف الفاظ میں اس کا مذاق اڑایا۔

فریحہ کی بات دانیال کو تھپڑ کی طرح لگی تھی، مگر وہ خاموش نہ ہوا۔

”صورت تو اللہ نے دی ہے میڈم۔ اور اسے بہتر بنانا میرے بس سے باہر ہے۔ البتہ میرے رویے سے اسے کوئی گلا ہو تو جو چاہے سزا دینا۔“

”فری کیا ہو گیا ہے تمھیں؟“ حماد نے اسے جھڑکا۔ دانیال اس کی ضرورت تھا اور وہ اسے ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتا تھا۔

”کچھ نہیں، میں تو یونھی مذاق کر رہی تھی...... ہے نا، دانیال صاحب۔“ فریحہ کو بھی اپنی زیادتی کا احساس ہوا مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی وجہ سے ایک سادہ دل بندے پر کیا قیامت گزر چکی ہے۔ جو شخص خود اپنی شکل و صورت کی بے رونقی سے واقف ہو اسے بار بار یہ چرکے لگانا ظلم ہی تو تھا۔

”میڈم!...... جانتا ہوں کہ میں بدصورت ہوں۔“ وہ صاف گوئی سے بولا۔ ”اور اس لحاظ سے الحمدللہ میں دعوا کر سکتا ہوں، میرا اندر باہر سے اچھا ہے۔“

”گویا تم ہمیں طعنہ دینا چاہتے ہو، کہ ہم اندر کے صاف نہیں۔“ فریحہ دوبارہ تپ گئی۔

”نہیں میڈم!...... آپ میرے لیے بہت قابل احترام ہیں۔ آپ کی بدولت مجھے اتنا اعلیٰ رشتہ مل رہا ہے، میں، آپ کے بارے اتنا گھٹیا کیسے سوچ سکتا ہوں۔“ دانیال کے لہجے میں چھلکتا خلوص، فریحہ کو پریشان کر گیا تھا۔ اسی وقت بیرے نے چائے اور کھانے کے لوازمات اس کے سامنے لا کر رکھ دیے۔

”چھوڑیں دانیال میاں!...... چائے پئیں۔“ حماد نے موضوع بدلا۔ فریحہ کا رویہ اس کے لیے حیران کن تھا۔ ایک کالے کلوٹے شخص کو اپنے حسن سے متاثر کر کے جانے وہ کیا ثابت کرنا چاہتی تھی۔

دانیال نے اکیلا کپ دیکھ کر پوچھا۔ ”آپ نے نہیں پینی؟“

”ہم پی چکے ہیں۔“ حماد سے پہلے فریحہ نے جواب دیا۔

دانیال سر جھکاتے ہوئے کھانے کے لوازمات کی طرف متوجہ ہو گیا۔

حماد انگریزی میں فریحہ سے مخاطب ہوا۔

”فری!...... میں نے تمھیں کہا ہے، کہ ایک بے ذوق بندے سے توقع رکھنا بے وقوفی ہے۔ گدھے کے نزدیک گلاب کے پھول کی کیا اہمیت؟ مینڈک کو سُر سنگیت کی کیا پہچان؟ بھنگی کا خوشبو سے کیا واسطہ؟ تم صبح سے بھینس کے آگے بین بجانے کی تگ و دو میں ہو۔ کچھ ہوش کے ناخن لو......“

”اوکے اوکے......“ فریحہ قطع کلامی کرتے ہوئے بولی۔ ”براہ مہربانی اب اس موضوع کو بدلی کرو۔“

”اچھا!...... یہ بتاؤ میرا انتخاب کیسا ہے؟“

”ہوں .... بس ٹھیک ہی ہے۔“

”کیا مطلب پہلے تو تم کہہ رہی تھیں لاجواب انتخاب ہے۔ اور اب بس ٹھیک ہی ہے۔“

”جناب!...... میرا خیال ہے، مجھے چلنا چاہیے؟“ چائے کا کپ خالی کرتے ہوئے دانیال نے اجازت طلب کی۔

”ہاں دانیال میاں!...... بس دو اڑھائی مہینے کی بات ہے پھر میں خود تم سے رابطہ کر لوں گا۔“ حماد نے مصافحے کے لیے اس کی جانب ہاتھ بڑھایا۔

اس سے مصافحہ کر کے دانیال نے فریحہ کو کہا۔

''میڈم!......اگر میرے منہ سے کوئی الٹی سیدھی بات نکل گئی ہو تو معاف کرنا۔ان پڑھ، گنوار ہوں، گفتگو کے آداب سے واقف نہیں۔''

مگر فریحہ نے اسے جواب دینے کے بجائے حماد کو مخاطب ہوئی۔

جان!......ہمیں بھی چلنا چاہیے؟''

''ٹھیک ہے دانیال تم جاؤ'' حماد کے کہنے پر وہ ''سلام'' کہتا ہوا رخصت ہو گیا۔

''فری!......پھر وہی بے وقوفی۔''

''شٹ اپ یار!......'' فریحہ ناگواری سے بولی۔''مجھے ایک تھرڈ کلاس بندے کے منہ نہیں لگنا۔''

''اچھا دفع کرو......ویسے بھی اسے یہاں بلانا میری غلطی تھی۔آؤ چلتے ہیں۔''اور فریحہ خاموشی سے کھڑی ہو گئی۔وہ دانیال کے کھردرے رویے کو فراموش نہیں کر پا رہی تھی۔اتنا بے ذوق اور گنوار بندہ اس سے پہلے اس کی نگاہوں سے نہیں گزرا تھا اس کے باوجود وہ اس کے ذہن میں گردش کر رہا تھا۔

☆......☆......☆

مسکان کے لیے عدت کے دن گزارنا بہت مشکل مرحلہ ثابت ہوا تھا۔حماد اس کا محبوب تھا۔گھر میں ہونے کے باوجود، اس سے بہت دور کہ، ملاقات تو در کنار بات چیت بھی نہیں ہو پاتی تھی۔گو اس میں سارا عمل دخل خود اس کی مذہبی سوچ کا تھا۔وہ حماد کے قریب جانے سے ڈرتی تھی، کہ وہ دونوں کسی گناہ کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔ جو شخص چند دن پہلے تک اس کا شوہر رہ چکا تھا اس کے پاس تنہائی میں جانا غلط کام کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔

عدت کے بعد آنے والے لمحات مزید امتحان لینے والے تھے۔کسی دوسرے مرد کی بیوی بن کر رہنا، جس سے وہ واقف ہی نہیں تھی، ایک امتحان ہی تو تھا۔جانے اس کا مزاج، عادات اور، رویہ کیسا ہو گا۔عورت جتنی بھی امیر کبیر ہو، شوہر کے رحم و کرم ہی پر ہوتی ہے۔ازدواجی زندگی کے تقریباً ہر مرحلے میں شوہر کی حکمرانی ہوتی ہے ۔آج کی جدید عورت، مرد کی ہم سری کا جتنا بھی دعویٰ کرے، اہل خرد جانتے ہیں کہ، اس دعوے کی حقیقت نری خوش گمانی ہی ہے۔

ع دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

پھر اس نکاح کا اس کے بھائیوں کو پتا چل جاتا تو ایک علیحدہ مسئلہ کھڑا ہو جاتا۔ وہ لازماً اِس فعل کی مذمت کرتے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کر لیتے۔ حماد کی بات مان کر اس نے بہت بڑی بے وقوفی کا ثبوت دیا تھا۔ مگر اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اب وہ انکار کر دیتی تب بھی حماد کی دوبارہ بیوی بننے کے لیے اسے دوسرا نکاح لازماً کرنا پڑتا۔ پھر حماد کی ناراضی ایک علیحدہ مسئلہ تھا۔

ان پراگندہ سوچوں میں قابلِ اطمینان بات صرف اتنی تھی، کہ یہ ساری قربانی وہ اپنے محبوب شوہر کے لیے دے رہی تھی۔ وہ سرتاپا ایک مشرقی عورت تھی۔ شادی کے بعد اسے حماد کے رویے میں پہلے والی گرم جوشی اور محبت مفقود نظر آئی تھی، مگر اب وہ اس کا شوہر اور سر کا تاج تھا۔ یوں بھی اس کے نزدیک شاید محبت ہوتی ہی یہی ہے۔ اس کا خیال تھا، جب مرد، عورت کو حاصل کر لیتا ہے، پھر اس میں پہلے والے جذبے عنقا ہو جاتے ہیں۔ محبت کی حقیقت اور چاہے جانے کے جذبات سے عاری نہ سہی ناواقف ضرور تھی۔

حماد نے ایک دو دفعہ شادی کے موضوع پر تبادلۂ خیال کرنے کی کوشش کی مگر اس کی بے اعتنائی دیکھ کر خاموش ہو رہا تھا۔ البتہ اس نے مسکان سے ایک چھوٹا سا مکان خریدنے کے لیے رقم ضرور مانگی تھی جہاں مسکان نے اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ وقت گزارنا تھا۔ اور اس نے اتنی رقم کا چیک بغیر کسی بحث کے اس کے حوالے کر دیا تھا۔

اس نے ایک سرسری نظر اپنے دوسرے شوہر کی تصویر پر ڈالی تھی۔ اس کے اندازے کے مطابق وہ بدصورت شخص تھا۔ اس بات نے اس کے دل میں یہ اطمینان ضرور پیدا کر دیا تھا کہ حماد اسے کھونا نہیں چاہتا۔ اور سچ مچ اسے ایک بچے کی خواہش ہے۔

وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔ آخر وہ دن بھی آ گیا جب اس کی عدت پوری ہو گئی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے یہ بات حماد کو بتانی پڑی جو اس دن کے انتظار میں گھڑیاں گن رہا تھا۔

☆......☆......☆

شادی کی خوش خبری اسے حماد نے فون پر سنائی تھی۔ دانیال کو لگا جیسے وہ ہواؤں میں اڑ رہا ہو۔ حماد کہہ رہا تھا

''دانیال میاں!...... نکاح نہایت سادگی سے پڑھایا جائے گا۔ اور یہ رسم تمھاری ہونے والی بیوی کے گھر میں ادا ہوگی۔ رخصتی وغیرہ کی رسوم کی ضرورت اس لیے بھی پیش نہیں آئے گی کہ دلہن نے اسی گھر ہی میں رہنا ہے۔''

''ٹھیک ہے بھائی جان!...... جیسے آپ کی مرضی۔'' دانیال کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس زبان سے اس فرشتے کا شکریہ ادا کرے۔

''اور ہاں کپڑوں وغیرہ کی فکر میں نہ پڑ جانا۔ بلکہ یوں کرو...... اس وقت تم کہاں ہو؟''

''سٹیل مل میں؟''

''ایسا کرو باہر آؤ...... میں تمھیں وہاں سے پک کر لیتا ہوں پھر ساری تفصیلات طے کر لیں گے؟''

دانیال مستعدی سے بولا۔ ''ٹھیک ہے بھیا!''

حماد نے رابطہ منقطع کر دیا۔ دانیال نے جلدی سے نہا کر وہیں لباس بدلی کیا اور باہر نکل آیا۔ اسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا جلد ہی حماد اسے لینے پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ریستوران میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

چائے کا بتا کر حماد اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں میاں۔ خوش تو ہو نا؟...... کوئی اور تو نہیں ڈھونڈ لی؟''

''کیا بات کرتے ہو حماد بھیا!'' وہ شرما گیا تھا۔ ''میں ایک ایک منٹ گن کر گزار رہا ہوں۔ آج دو مہینے پچیس دن ہو گئے ہیں۔''

''ہا...... ہا...... ہا۔'' حماد نے قہقہہ لگایا۔ ''بھئی مان گئے۔''

اس کو ہنستے دیکھ کر دانیال نے نادم ہو کر سر جھکا لیا تھا۔

''اچھا یہ بتاؤ!...... کیا یہ ممکن ہے کہ تم اپنی امی جان کو وہیں پرانے گھر میں رہنے دو؟''

دانیال کے چہرے پر کرب کے آثار نمودار ہوئے۔ اسے لگا دلہن اس سے پھر چھین لی جائے گی۔ چند لمحے گہری سوچ میں ڈوبے رہنے کے بعد اس نے بے بسی سے سر ہلایا۔

''حماد بھائی!...... یہ ناممکن ہے۔ ماں کے علاوہ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں۔ میں اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا

۔یقین کرو اس کی ذات سے میری بیوی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔''

''او کے......او کے، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔تم ماں کو بھی ساتھ لے آنا مگر اسے اچھی طرح سمجھا دینا کہ اس شادی کے بارے جاننے والوں میں ڈھنڈورا نہ پیٹتی رہے۔یہ نہ ہو شادی کے اگلے دن تمھارے عزیزوں کا تانتا بندھ جائے۔یاد رکھنا ایسی کسی بھی صورت میں مسکان ان سب کو ملنے سے انکار کر دے گی۔اس میں سراسر تمھاری اپنی سبکی ہوگی۔وہ شادی کو ظاہر کرنے کے حق میں نہیں ہے۔البتہ شادی کے چار پانچ ماہ بعد، آہستہ سب کو بتا دینا اسے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔اس سے پہلے ایسا سوچنا بھی مت۔''

''حماد بھائی!......جیسا آپ کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا۔'' دانیال کے بدن میں گویا دوبارہ جان پڑ گئی تھی۔

خالی کپ کے نیچے ایک درمیانی مالیت کا نوٹ رکھ کر حماد کھڑا ہو گیا۔

''چلو!......تھوڑی شاپنگ کر لیتے ہیں۔''

''شاپنگ؟'' اس کے لہجے میں حیرانی تھی۔مگر حماد اس کی بات کا جواب دیے بغیر چل پڑا تھا۔وہ بھی اس کی بات نہ سمجھنے کے باوجود سر ہلاتا ہوا اس کے پیچھے ہو لیا۔

حماد نے کار ایک مشہور شاپنگ پلازا کی پارکنگ میں روکی، اور دانیال کو ہمراہ لیے اندر کی جانب بڑھ گیا۔تھوڑی دیر بعد اس نے دانیال کے لیے تین تھری پیس سوٹ، جوتوں کے دو جوڑے، قیمتی خوشبو اور اسی طرح کی مزید ضرورت کی اشیا خریدیں۔اس کے بعد جیولری شاپ پر جا کر مسکان کو منہ دکھائی میں دینے کے لیے ایک قیمتی لاکٹ خریدا۔دانیال کسی ملازم کی طرح وہ سامان اٹھائے اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ضرورت کی تمام اشیا خریدنے کے بعد وہ پارکنگ میں آئے۔تمام سامان کار کی پچھلی نشستوں پر رکھ کر وہ آگے بیٹھ گئے۔کار روڈ پر لا کر وہ دانیال کو مخاطب ہوا۔

''دانیال میاں!...... یہ لاکٹ، تم نے دلہن کو منہ دکھائی میں دینا ہوگا۔باقی سوٹ وغیرہ تمھارے لیے ہیں۔یہ تمام سامان ابھی تمھارے نئے گھر لے کر جا رہے ہیں جہاں، تم نے کل صبح گیارہ بجے تک پہنچ جانا ہے تمھارے تیار ہونے تک میں نکاح خواں کو بلوا لوں گا۔مولوی صاحب، دو گواہ، میں، تمھاری امی جان اور بس

اس سے زیادہ رش کی ضرورت نہیں۔‘‘

دانیال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔اس کے لیے یہ سب سپنے کی باتیں تھیں۔دلہن کے ساتھ نیا گھر بھی مل رہا تھا اور پھر سب خرچا بھی دلہن والے کر رہے تھے۔یہاں تک کہ اس کا لباس بھی انھوں نے خریدا تھا۔

مطلوبہ مکان کے سامنے جا کر حماد نے کار روکی۔پختہ اینٹوں سے بنا چھوٹا سا مکان دانیال کو بہت پسند آیا۔چار کمرے، کچن، باتھ روم اور پھر اس کے اپنے کمرے میں ایک ملحقہ باتھ روم۔کمروں کے آگے بنا محرابی بر آمدہ، چھوٹا سا صحن، سامنے کی دیوار کے ساتھ بنی دو کیاریاں جن میں مختلف قسم کے پھول بھی لگے ہوئے تھے۔بر آمدے میں بھی پھولوں کے چند گملے رکھے تھے یہاں تک کہ کار کھڑی کرنے کے لیے ایک گیراج بھی بنا ہوا تھا ۔ایسا گھر تو اس نے خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔

کار سے سارا سامان نکلوا کر حماد نے وہیں رکھوا دیا۔

’’یاد رہے کل گیارہ بجے تمھیں ادھر ہونا ہے؟‘‘ حماد نے اسے یاددہانی کرائی۔

دانیال جلدی سے بولا۔’’حماد بھائی!......میں صبح سویرے ہی پہنچ جاؤں گا۔‘‘

’’وہ تمھاری مرضی ہے کہ کتنا سویرے آتے ہو۔اور پرانے گھر سے کوشش کرنا کوئی سامان ساتھ نہ لانا، زیادہ سے زیادہ نقدی زیور اور ضرورت کے کپڑے بس۔اس کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔تمھارے کھانے پکانے کے برتن تک یہاں موجود ہیں۔‘‘

’’ٹھیک ہے بھیا!‘‘ دانیال فرمان برداری سے بولا۔

’’آؤ، اب چلیں۔‘‘ گھر کی چابیاں حماد نے اس کے حوالے کر دی تھیں۔اسے گھر ڈراپ کر کے وہ واپس چل پڑا۔

☆......☆......☆

گھر میں داخل ہوتے ہی دانیال نے چار پائی پر بیٹھی ماں کو گود میں لے کر ناچنا شروع کر دیا۔

’’اے لڑکے!......باؤلا تو نہیں ہو گیا؟‘‘ عائشہ خاتون نے گھبرا کر پوچھا۔

’’ہاں امی جان!......آج میں سچ مچ پاگل ہو گیا ہوں۔اور جب یہ خبر سنیں گی تو آپ بھی پاگل ہو جائیں

گی۔"

"پاگل ہوں میرے دشمن، اوراب نیچے اتارو مجھے چکرآرہے ہیں۔"

دانیال نے ماں کو دوبارہ چارپائی پر بٹھایا اور اس کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔عائشہ خاتون نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی ہوئے پوچھا۔

"اب بتاؤ میرے لال!......اتنے خوش کیوں ہو؟ اللہ پاک تمھیں ہمیشہ اسی طرح خوش رکھے۔"

"آمین!......امی جان پتا ہے، کل تمھارا بیٹا دولھا بننے والا ہے؟"

"مم......مگر کیسے؟" وہ حیران ہی تو رہ گئی تھی۔

"بس امی جان کچھ نہ پوچھو، جب اللہ پاک دیتا ہے نا؟......تو چھپڑ پھاڑ کر دیتا ہے۔"

"دانی!......جلدی بتاؤ نا؟ میرا سانس رک جائے گا؟" اس کی ماں اس سے بھی زیادہ اس کی شادی کی متمنی تھی۔

جواباً دانیال نے ساری تفصیل اس کے سامنے دہرادی۔

"عجیب کہانی سنارہے ہو بیٹے!......آخر تم ہی کیوں؟ ایسے رشتے کے لیے تو اچھے خاصے امیر لوگ تیار ہو جاتے؟" عائشہ خاتون نے اندیشہ ظاہر کیا۔"آخر تم ہی کیوں۔کہیں لڑکی میں کوئی عیب تو نہیں ہے؟"

"بس یہی عیب ہے کہ مطلقہ ہے۔"

"بیٹا!......یہ تو کوئی عیب نہ ہوا؟"

"امی جان!......آج کل اسے عیب ہی سمجھا جاتا ہے۔اور اگر اس کے علاوہ بھی عیب ہے تو کوئی بات نہیں امی جان، میں نبھاہ کرلوں گا۔کم ازکم تمھاری دادی بننے کی خواہش تو پوری ہوجائے گی نا؟"

بیٹے کی بات پر وہ سپنوں میں کھوگی۔ننھے ننھے معصوم فرشتے اسے اپنی گود میں قلقاریاں مارتے دکھائی دیے۔

"اچھا امی جان!......انھوں نے ایک دوشرط بھی رکھی ہے؟" دنیال نے ماں کوسپنوں کی دنیا سے باہر کھینچا۔

"کیسی شرط بیٹا؟"

"ایک تو ہمیں یہ گھر چھوڑ کر دلہن کے گھر منتقل ہونا پڑے گا۔اور دوسرا اس شادی کی اطلاع کسی کو نہیں دیں گے۔کم ازکم چار پانچ ماہ تک اس شادی کو خفیہ رکھنا ہوگا۔"

"کیوں،اس گھر کو کیا ہے؟"

"کچھ نہیں امی جان! یہ ہم کرائے پر چڑھا دیں گے۔یوں بھی مسکان کے علاوہ اس گھر میں کوئی نہیں ہے"

"مسکان بہو کا نام ہے نا؟" عائشہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

دانیال شرما کر بولا۔"جی امی جان!......"

"ہائے کتنا پیارا نام ہے؟" عائشہ بچوں کی سی خوشی سے بولی۔

"امی جان وہ خود بھی بہت پیاری ہے۔میں نے فوٹو دیکھا ہے اس کا۔تم دیکھو گی تو حیران رہ جاؤ گی۔"

"بیٹا!......محلے کے چند جاننے والوں کو تو لے چلیں گے ساتھ؟"

"نہیں امی!......جب میں ایک دفعہ طے ہوگیا ہے کہ ہم چار پانچ ماہ تک اس شادی کو خفیہ رکھیں گے؟ اور اب میں زبان دے کر کیسے پھر جاؤں؟"

"بیٹا!......اور تو خیر ہے،میری دو تین پرانی سہیلیاں ہیں انھیں جب بعد میں پتا چلے گا تو وہ سخت خفا ہوں گی؟"

"ہونے دو انھیں خفا۔ان کی خفگی کے لیے میں اتنے اچھے رشتے کو داؤ پر نہیں لگا سکتا۔یوں بھی بعد میں ہم انھیں تھوڑی بتائیں گے،کہ یہ شادی پانچ ماہ پہلے ہوئی تھی۔ہم کہیں گے ابھی ہوئی ہے۔بلکہ اس ضمن میں چھوٹی موٹی تقریب بھی منعقد کرلیں گے۔"

"ٹھیک ہے بیٹا!......جو تمھاری مرضی؟"

"اب یوں کرو ضرورت کا سامان باندھ لو کل سویرے ہی نکل چلیں گے۔"

عائشہ خاتون نے حیرانی سے پوچھا۔"تو سارا ضروری سامان ہی ہے؟"

"نہیں امی!......بس اپنے کپڑے نقدی اور جوتے وغیرہ لے جائیں گے۔باقی وہاں ضرورت کی تمام اشیا موجود ہیں۔اور اگر بعد میں کسی چیز کی ضرورت پڑی تو یہاں سے اٹھا کر لے جائیں گے۔ہم بیرون ملک تھوڑی جا رہے ہیں؟"

"تو اس سامان کی حفاظت کون کرے گا؟"

"ہاں، سونا، چاندی پڑا ہے نا یہاں؟......ان ٹیڑھی میڑھی دیگچیوں ہی کو تو چور ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔"

"اچھا میں بشریٰ اور خورشید بیگم کو جانے کی بابت مطلع کرتی ہوں، تم لے جانے والا سامان خود باندھ لو۔ بعد میں ایویں اعتراض جھاڑتے رہو گے۔"

"امی جان!......انھیں اصل بات نہ بتانا۔" دانیال نے ایک بار پھر ماں کو تاکید کی۔ "بس کہہ دینا کہ، دانیال کو فیکٹری کی طرف سے گھر ملا ہے وہاں رہنے جا رہے ہیں۔"

"بیٹا!......مجھ سے جھوٹ نہیں بولا جاتا۔"

"اچھا صرف نئے گھر کا کہہ دینا، یہ تو جھوٹ نہیں ہے؟"

"اگر وہ نئے گھر کا پتا دریافت کریں؟"

دانیال ہنس کر بولا۔ "تو بتا دینا۔"

"مگر مجھے تو معلوم نہیں ہے؟"

"تو یہی بتا دینا؟ گھر کا پتا تھوڑی بتانا ہے۔"

"تو کبھی نہیں سدھرے گا۔" عائشہ خاتون بے ساختہ ہنستے ہوئے گھر سے باہر نکل گئی۔

ماں کے آنے تک دانیال نے ضروری سامان اکٹھا کر لیا تھا۔ اسے ایک ایک پل بتانا مشکل ہو رہا تھا۔ صبح بہت دور لگ رہی تھی بہ قول غالب......

ع صبح کرنا، شام کا لانا ہے، جوئے شیر کا

گھڑی کی سیکنڈ بتانے والی سوئیاں اگر گھنٹوں کے حساب سے حرکت کریں تب بھی وقت گزر جاتا ہے۔ وہ رات بھی گزر گئی۔ صبح سویرے ہی ماں بیٹا جانے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ گھر کو تالا لگا کر وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر نئے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ نیا گھر دیکھ کر عائشہ خاتون باؤلی ہو گئی تھی۔

"دانی!......یہ گھر تو بہت خوب صورت ہے بیٹا؟"

"ہاں امی جان!......اور اب آپ یوں کریں کہ تیار ہو جائیں، اچھے والے کپڑے پہن لیں۔ حماد بھائی

کے آنے سے پہلے ہمیں تیار ہو جانا چاہیے۔''

''بیٹا!......اس دن کے لیے تو میں نے کب سے نئے کپڑے سلوار کھے ہیں۔''عائشہ خاتون کی آنکھیں، برسوں سے مسلسل دیکھنے والے سپنے کی تعبیر کی قربت میں جگنو بن کر چمکنے لگیں۔

دانیال نے خود بھی کریم کلر کا تھری پیس سوٹ اٹھایا اور باتھ روم میں گھس گیا۔وہ پہلی مرتبہ سوٹ پہننے جا رہا تھا۔خوب اچھی طرح نہانے کے بعد اس نے اندازے سے سوٹ پہن لیا۔ٹائی اس سے نہیں باندھی جا رہی تھی ،وہ اس نے لپیٹ کر جیب میں ڈال لی کہ حماد سے بندھوا لے گا۔

اس کی ماں بھی نہا دھو کر تیار ہو گئی تھی۔جب وہ سوٹ پہن کر ماں کے پاس گیا تو ششدر رہ گئی......

''ماشاءاللہ!......چشم بد دور،نظر نہ لگ جائے میرے لال کو؟''ماں نے اس کی پیشانی کو بوسا دے کر کہا ۔ماں کے لیے وہ کسی شہزادے سے کم نہ تھا۔

''امی جان!......آج تو آپ نے بھی قیمتی لباس زیب تن کر لیا ہے؟''

''تمھاری شادی ہے پگلے!......اگر میں نے آج کے دن بھی اچھے کپڑے نہ پہنے تو پھر کب پہنوں گی؟''

گیارہ بجے تک کا وقت انھوں نے بڑی بے چینی سے گزارا۔گیارہ بجنے سے چند منٹ ہی رہتے تھے،جب انھیں مکان کے سامنے کار رکنے کی آواز آئی۔دانیال بے صبری سے استقبال کے لیے دروازے کی سمت بڑھ گیا۔

☆......☆......☆

مسکان اسے اپنے کمرے میں ملی۔دروازہ کھٹکھٹا کر وہ اندر داخل ہوا۔مسکان غم زدہ سی مسہری پر لیٹی تھی ۔اسے دیکھ کر دوپٹا درست کرنے لگی۔

حماد نے مسہری کے قریب کرسی گھسیٹی اور اسے تفصیلات بتانے لگا......

آخر میں وہ کہہ رہا تھا......

''ماں کو وہ گھر چھوڑنے پر تیار نہیں تھا۔اس لیے مجبوراً مجھے اجازت دینی پڑی کہ وہ ماں کو بھی ساتھ رکھ سکتا ہے۔لیکن تم فکر نہ کرو،سمجھو وہ گھر کے کام کاج کے لیے رکھی ہوئی نوکرانی ہے۔''

”حماد!......ساس نوکرانی نہیں ہوا کرتی۔ میں نے تمھاری ماں کو کبھی یہ خطاب دیا ہے؟“

حماد کو اس کی بات بری لگی تھی، وہ جھلاتے ہوئے بولا۔”وہ کون سا تمھارا اصل شوہر ہے؟“

مسکان ترکی بہ ترکی بولی۔”عارضی سہی......اصل تو ہے؟“

”طلاق ہونے میں کتنی دیر لگے گی۔ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ کی بات ہے؟“

اس نے جواب دیا۔”تب کی تب دیکھی جائے گی۔“

”اچھا، اگر چاہو تو ایک نوکرانی ساتھ لے جانا...... بلکہ کوئی کام والی عورت ہی رکھ لیتے ہیں جو تمھیں جانتی نہ ہو، کیونکہ ان نوکرانیوں پر تو بھروسا نہیں کر سکتے؟“

”اور جب میں مہینہ بھر گھر میں نہیں آؤں گی؟......تب یہ اس بارے نہیں سوچیں گی کہ کہاں گئی ہوں؟“

”اوہ!......“حماد کا ماتھا ٹھنکا۔”پھر ایسا ہے، دونوں کو ایک ایک ماہ کی چھٹی دیتی جاؤ۔“

”اس طرح تو چوکیدار کو بھی رخصت دینا پڑے گی؟“

”کوئی بات نہیں، ایک ماہ کے لیے میں کوئی نہ کوئی بندوبست کر لوں گا؟“

”ٹھیک ہے؟“مسکان نے اثبات میں سر ہلایا۔”ایک ماہ کی چھٹی مع تنخواہ کے پا کر غریب ذرا خوش ہو جائیں گے۔“

”اچھا تم نے بتایا نہیں کہ وہاں تمھیں ملازما کی ضرورت پڑے گی کہ نہیں؟“

”فی الحال نہیں۔ اگر بعد میں ضرورت پڑی تو کال کر دوں گی۔“

”اور ہاں!......انگریزی میں تم بے فکر ہو کر بات چیت کر سکتی ہو۔ ماں بیٹا صرف اردو ہی بول سکتے ہیں۔“

”حماد!...... مجھے آپ سے گپیں نہیں ہانکنی کہ اس معلومات کی ضرورت پڑے۔ اگر کوئی ضروری بات ہوئی تو میں ”ایس ایم ایس“ کر دوں گی۔ اسی طرح تمھیں بھی کوئی بات کرنی ہو تو ایس ایم ایس ہی کا سہارا لینا۔ البتہ کوئی ایمرجنسی ہو جائے پھر کال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔“

”ٹھیک ہے باس!......“حماد نے ماحول میں چھائے تناؤ کو کم کرنے کی کوشش کی۔ اور مسکان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

”ارے پگلی!......روتی کیوں ہے؟“ حماد نے بے ساختہ اس کا سر سینے سے لگا لیا۔ طلاق دینے کے بعد پہلی مرتبہ وہ اسے چھو رہا تھا۔

”حماد!...... مجھے ڈر لگ رہا ہے؟“ مسکان نے سسکی بھری۔ اس نے حماد سے دور ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

”ڈرنے کی کیا بات ہے میری جان!......؟“ حماد نے اسے مزید قریب کیا۔ ”وہ ایک بے ضرر سا شخص ہے۔ یقین کرو اسے صحیح طریقے سے بات کرنا نہیں آتا۔ ہم نے جب بھی اس سے طلاق کا مطالبہ کیا، مجال ہے کہ وہ چوں چراں کر سکے۔“

مسکان، آہستگی سے اس سے علاحدہ ہو گئی۔ حماد اب اس کا شوہر نہیں تھا۔ اس کے احساسات کی لاج رکھتے ہوئے حماد بھی دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

”ٹھیک ہے آپ آرام کریں۔“ مسکان ہاتھ کی پشت سے آنکھوں کی نمی صاف کرنے لگی۔ اور حماد اثبات میں سر ہلاتا ہوا باہر نکل آیا۔

ایک مشکل مرحلہ قریباً حل ہو چکا تھا۔ اب بس مسکان کے حاملہ ہونے کی دیر تھی۔ بچے کی پیدائش کے چند ماہ بعد ہی اس نے مسکان کو ابدی نیند سلانا تھا۔ گویا مسکان کی مدت حیات بہ مشکل ڈیڑھ سال باقی تھی۔ حماد کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ نمودار ہوئی اس کے خوابوں کی تعبیر ڈیڑھ سال کے فاصلے پر تھی۔ کوٹھی، کار اور ماتحتوں کی جی حضوری اب بھی اسے میسر تھی۔ ایک خوب صورت دوشیزہ کا قرب بھی حاصل تھا۔ مگر وہ تو دیوانہ تھا اپنی فری کا۔ اور پھر یہ اختیارات اسے مصنوعی نظر آتے تھے۔ مسکان اسے تھوڑی بہت ان بن ہو جاتی تو وہ اسے دودھ میں پڑی مکھی کی اپنی زندگی سے نکال کر دور پھینک دیتی۔ گو جس طرح مسکان کی سرشت تھی ایسا کوئی بھی فعل اس سے بعید تر تھا، مگر انسان کو بدلتے دیر بھی تو نہیں لگتی۔ عیاشی کی زندگی کا مزا چکھ لینے کے بعد، مسکان کو قتل کرنے کا ارادہ، عزمِ صمیم کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

☆......☆......☆

وہ دونوں ساڑھے دس بجے گھر سے نکلے، جب مطلوبہ مکان تک پہنچے تو گیارہ بجنے میں چند منٹ رہتے

تھے۔کار روک کر وہ نیچے اترے اور اسی وقت دانیال نے دروازہ کھولا۔حماد کے ساتھ نقاب پوش لڑکی کو دیکھ کر وہ جھینپ گیا۔اسے اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ وہ اس کی ہونے والی دلہن ہے۔

ایک طرف ہو کر اس نے دونوں کو اندر آنے کا راستہ دیا۔

حماد نے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے پوچھا۔"کیسے ہو، دانیال میاں!......؟"

"اللہ پاک کا فضل ہے حماد بھائی!"

"یہاں، کس وقت پہنچے ہو؟"

"صبح سویرے ہی پہنچ گیا تھا بھیا!"

اسی وقت عائشہ خاتون نے آگے بڑھ کر حماد اور مسکان کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعائیہ کلمات کہے۔اور پھر مسکان کو ساتھ لے کر کمرے میں گھس گئی۔حماد اور دانیال دوسرے کمرے میں آ گئے تھے۔

"اچھا میں نکاح خواں کو بلانے جا رہا ہوں، تاکہ جلد از جلد یہ کام نپٹایا جائے۔"حماد نے، دانیال کے دل میں چھپی خواہش کو الفاظ کا روپ دیا۔

"ٹھیک ہے بھیا!......لیکن پہلے یہ تو باندھ دیں۔"دانیال نے جیب سے ٹائی نکال کر اس کی سمت بڑھائی۔

"واہ!......کیا بات ہے بھئی!"حماد نے ہنستے ہوئے اس کے ہاتھ سے ٹائی لی اور اس کے گلے میں ڈال کر گرہ لگا دی۔"اب اسے اتارتے وقت مکمل نہ کھولنا، بلکہ تھوڑا سا ڈھیلا کر کے گلے سے نکال لینا۔

"شکریہ بھائی!"دانیال ممنونیت سے بولا۔

"ٹھیک ہے، تم یہیں بیٹھو۔مجھے بس آدھا گھنٹا لگے گا۔"یہ کہہ کر وہ گھر سے باہر نکل گیا۔

دانیال کے لیے آدھا گھنٹا گزارنا بھی صبر آزما تھا۔حماد کے جانے کے بعد وہ بے چینی سے صحن میں ٹہلنے لگا۔

آج کا دن اس کی زندگی کا سب سے خوب صورت دن تھا۔کہتے ہیں صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔اس کہاوت کی صداقت آج اس پر آشکارا ہوئی تھی۔جس قسم کی دلہن کے اس نے خواب دیکھے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس سے زیادہ پرکشش اور خوب صورت لڑکی اس کی قسمت میں لکھ دی تھی۔مسکان کی تصویر وہ خوب باریکی سے دیکھ چکا تھا۔اور آج اس نے مسکان کی جسمانی ہیئت بھی دیکھ لی تھی۔اونچی لمبی، گوری چٹی، سڈول بدن، سارا جسم گویا

سانچے میں ڈھلا تھا۔اس کی نقاب سے جھلکتی آنکھیں دانیال کے دل کی دینا کو زیروزبر کر گئی تھیں۔

حماد آدھے گھنٹے سے پہلے ہی لوٹ آیا تھا۔نکاح خوان اور گواہوں سے اس نے پہلے سے بات کی ہوئی تھی ۔اس وقت تو بس انھیں بلانے گیا تھا۔

نکاح خواں اور گواہوں کے ساتھ وہ کمرے میں آ گئے۔حماد کے کہنے پر مولانا صاحب نکاح کا خطبہ پڑھنے لگا۔مسکان اور عائشہ خاتون کو بھی حماد نے وہیں بلا لیا تھا۔

دانیال کا دل بے طرح دھڑک رہا تھا۔خطبہ پڑھ کر نکاح خوان نے دلہن کا نام پوچھا۔

''مسکان بنتِ داؤد۔'' حماد نے جلدی سے لقمہ دیا۔

''حق مہر کتنا ہوگا؟''

''ایک ہزار۔'' اس بار بھی حماد نے جواب دیا۔

دانیال نے جلدی سے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا۔''نہیں، چالیس ہزار۔''

نکاح خواں نے اثبات میں سر ہلایا اور اس سے پوچھا۔''مسکان بنت داؤد، حق مہر چالیس ہزار، سِکہ رائج الوقت۔آپ کو اپنے حبالہء عقد میں قبول ہے؟''

''قبول ہے۔'' دانیال شرماتے ہوئے بولا۔

اس کے بعد نکاح خواں نے مسکان سے بھی ایجاب وقبول کرایا۔آخر میں دعائے خیر کر کے نکاح خواں نے انھیں مبارک باد دی۔

رسم نکاح کے بعد حماد نے اعلا قسم کی مٹھائی کا ڈبا کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا۔مسکان اور عائشہ خاتون وہاں سے نکل گئی تھیں۔

مٹھائی کھلا کر حماد نے نکاح خواں کی خدمت میں چند بڑے بڑے نوٹ پیش کیے اور اسے عزت سے رخصت کر دیا۔

''بہت بہت مبارک ہو دانیال میاں!'' حماد نے اسے گلے سے لگا کر مبارک باد دی۔

''خیر مبارک بھیا!...... یہ سب آپ کی مہربانی اور احسان کی بدولت ممکن ہوا ہے۔'' دانیال کے لہجے میں شکر

گزاری کا عنصر نمایاں تھا۔

”اچھا!......ایک بات کان کھول کر سن لو، بلکہ گرہ میں باندھ لو۔مسکان نے پہلے شوہر سے اس لیے طلاق لی تھی، کہ اس سے مسکان کا کوئی بچہ نہیں ہو سکتا تھا۔اگر تم سے بھی اسے یہی شکایت ہوئی تو بعید نہیں کہ وہ طلاق کا مطالبہ کر دے؟“

”اللہ پاک بہتر کرے گا بھیا!“ دانیال جھرجھری لے کر رہ گیا۔

”ٹھیک ہے،اب میں اجازت چاہوں گا۔“ حماد کھڑا ہو گیا۔”تم یہیں بیٹھو میں مسکان سے مل کر نکل جاتا ہوں۔“

دانیال نے اثبات میں سر ہلایا اور اسے رخصتی تعظیم دینے کے لیے اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔

حماد وہاں سے نکل کر دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔مسکان اور عائشہ خاتون باتوں میں مشغول تھیں۔ اسے دیکھتے ہی دونوں خاموش ہو گئیں۔

”ٹھیک ہے آنٹی!......اب میں چلوں گا۔آپ کو بیٹے کی شادی مبارک ہو۔“

”خیر مبارک بیٹا!...... جیتے رہو۔“ عائشہ دعائیں دینے لگی۔

"Ok Muskan see you again"(ٹھیک ہے مسکان پھر ملیں گے)

اور مسکان فقط سر ہلا کر رہ گئی تھی اس کے علاوہ وہ کہہ بھی کیا سکتی تھی۔اس کے احساسات عجیب سے ہو رہے تھے۔اس کے سر کا سائیں، عزت کا رکھوالا، غیرت مند شوہر، بہ نفس نفیس اسے غیر مرد کی جھولی میں ڈال کر جا رہا تھا ، ایسا شوہر جسے محبت کا دعوا بھی تھا۔وہ کس سے فریاد کرتی اور کس کے سامنے روتی......ایسی عجیب صورت حال سے شاید ہی کسی کا واسطہ پڑا ہو۔

حماد وہاں سے باہر نکل آیا۔کار ان لاک کر کے وہ بیٹھنے ہی لگا تھا کہ اچانک اسے مسکان کا سامان یاد آیا جو اب تک کار کی ڈگی میں پڑا تھا۔ڈگی سے سامان کا بیگ نکال کر ایک مرتبہ پھر اس نے اندر کا رخ کیا اور سامان والا بیگ مسکان کے حوالے کر کے باہر آ گیا۔

☆......☆......☆

عائشہ خاتون مسکان کی شکل وصورت دیکھ کر مبہوت رہ گئی تھی۔اتنی موہنی اور خوش شکل لڑکی اللہ پاک دانیال کی قسمت میں لکھ دے گا؟......ایسا اس نے سپنے میں بھی نہیں سوچا تھا۔دانیال سے پہلے وہ خود اپنی بہو پر صدقے قربان جارہی تھی۔

مسکان کے لیے جہاں حماد سے بچھڑنے کا غم سوہانِ روح بنا ہوا تھا وہیں عائشہ خاتون کے سوالوں کی بوچھاڑ اسے پریشان کیے ہوئے تھی۔وہ ہمیشہ بڑوں کا احترام کرتی آئی تھی۔اور یہی احترام اس کے لبوں کو سیے ہوئے تھا ورنہ اس کے منہ سے کوئی ناروا بات نکل جاتی۔جلد ہی عائشہ پر اس کی بے زاری ظاہر ہوگئی۔گو اُس نے اِس بات کو نئی نویلی دلہن کی شرم وحیا پر محمول کیا تھا۔بہر حال کچھ بھی تھا تکلیف دہ سوالوں سے اس کی جان چھوٹ گئی تھی۔اور اس کے بعد عائشہ اپنے بیٹے کے قصیدے پڑھنے لگی۔

مسکان کو دانیال کی خوبیوں سے کوئی مطلب نہیں تھا۔وہ ہمیشہ کے لیے اس گھر میں نہیں آئی تھی۔اپنے کانوں کو بہرہ کیے وہ اس کی باتیں سنتی رہی۔اس کا دماغ اس گھر سے جانے کے خوش کن خیالات میں کھو گیا۔

ایک امید افزا سوچ اس کے دماغ میں گونجی......

''شاید ایک ماہ بعد میری جان چھوٹ جائے؟''

حماد کی آمد پر عائشہ کی زبان کو تھوڑا سکون ملا۔مگر وہ رخصت لینے آیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد عائشہ ایک مرتبہ پھر شروع ہوگئی۔لیکن حماد چند منٹوں میں لوٹ آیا۔اس مرتبہ اس کے ہاتھ میں مسکان کا بیگ تھا جس میں اس کے کپڑے اور ضرورت کی دوسری اشیا موجود تھیں۔

''مسکان!......اگر اس کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو فون پر بتا دینا۔'' حماد نے کہا۔وہ فقط سر ہلا کر رہ گئی تھی۔حماد واپس چلا گیا۔

''بیٹی!......میں ذرا، دانی کو گھر سے باہر بھیج دوں تا کہ تم آرام سے تیاری کر سکو۔'' شفقت سے کہتے ہوئے عائشہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

دانیال، سرہانے پر سر رکھے خیالوں کی دنیا میں کھویا تھا۔مسکان سے مل کر اس نے گفتگو کی ابتدا کیسے کرنا تھی۔اور پھر وہ اسے منہ دکھائی میں کیا دیتا۔حماد نے اس کے حوالے ایک قیمتی لاکٹ کیا تھا۔لیکن ایسا تحفہ دلہن کو دینے

کا کیا لطف، جو خود اس کے گھر والوں نے طے کر دیا ہو۔

ماں کی آمد پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ ماں نے قریب آ کر اس کا ماتھا چوما۔ اور پیار سے بولی۔

''تو بڑی قسمت والا ہے بیٹا! ایسی دلہن قسمت والوں کے نصیب میں ہوتی ہے۔ یقین مانو اگر مجھے پوری دنیا کی لڑکیوں کو لائن میں کھڑا کر کے تمھاری دلہن چننے کا اختیار دیا جاتا، تو میرا انتخاب، مسکان ہی ہوتی۔''

''ہاں ماں جی!...... کہتے ہیں نا صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔''

''ہمارے صبر کا پھل تو کچھ زیادہ ہی میٹھا نکلا بیٹے؟''

''یہ مقدر کے کھیل ہیں ماں جی!''

عائشہ سکھ بھرا سانس لیتے ہوئی بولی۔ ''صحیح کہتے ہو بیٹا!...... بہرحال اب یوں کرو کہ کہیں گھومنے نکل جاؤ۔ شام کے بعد ہی لوٹنا۔ میں ذرا دلہن کو مانوس کر لوں اور پھر اسے سجا بھی دوں۔''

''ٹھیک ہے ماں جی!......'' سعادت مندی سے کہتا ہوا وہ اٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ گھر سے باہر تھا۔

☆......☆......☆

مسکان کے لیے روایتی دلہن کی طرح سجنا ایک مشکل اور دشوار گزار مرحلہ تھا۔ لیکن اپنی ساس کا دل توڑنا اسے مناسب نہ لگا۔ اس کے ساتھ یہ تکلیف دہ سوچ بھی اسے بے حال کر گئی کہ جب وہ نئے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے گی، تو ماں بیٹے پر کیا گزرے گی؟

''بیٹی!......تم پریشان سی لگ رہی ہو؟'' اس کا مغموم چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لے کر عائشہ نے مادرانہ شفقت سے پوچھا۔

وہ جلدی سے بولی۔ ''نہیں ماں جی!...... ایسی کوئی بات نہیں۔ اصل میں میرے والدین وفات پا گئے ہیں نا؟ اور اس موقع پر آپ کو پتا ہے، ایک لڑکی کو جذباتی سہارے کی اشد ضرورت ہوتی ہے؟''

عائشہ بے ساختہ اس کے ماتھے پر بوسا دیتی ہوئی بولی۔ ''تو میں ہوں نا تمھاری ماں۔ پگلی نہ ہو تو؟ ایسے ہی پریشان ہو رہی ہے؟''

مسکان کی آنکھوں کے گوشے نم ہونے لگے۔ ایک عورت کے لیے پرخلوص جذبات پرکھنا مشکل نہیں

ہوتا۔عائشہ کے ہر عمل، فعل اور لہجے سے جس طرح خلوص ٹپک رہا تھا، وہ مسکان کو شرمندہ کرنے کے لیے کافی تھا۔ایک کرب آمیز حقیقت، اس کی سوچ میں ابھری۔

"یہ معصوم عورت جانتی ہی نہیں، کہ اس کا میرا ساتھ مہینے بھر کا ہے۔"

اس کی سوچوں سے بے خبر مخلص عائشہ نے پوچھا۔

"بیٹی!......دانی کی دلہن کے لیے جانے کب سے میں نے سہاگ کا جوڑا خرید رکھا ہے۔ اور تمھیں وہی پہننا ہوگا۔"

مسکان گھبرا کر بولی۔"ماں جی!......یہ ٹھیک ہیں نا؟"

"ہاں ٹھیک ہیں، تمھیں ہر لباس سجتا ہے۔لیکن یہ تو رسم و رواج ہیں نا بیٹی؟ کہ دلہن کو سہاگ رات کا جوڑا لڑکے والوں کی طرف سے دیا جاتا ہے۔اور پھر یہ بھی تو دیکھو تم نے جو کپڑے پہنے ہیں یہ استعمال شدہ ہیں، حالانکہ آج کی رات کے لیے نئے کپڑے ضروری ہیں۔"

"ٹھیک ہے ماں جی!......میں شاور لیتی ہوں، آپ کپڑے نکالیں۔"مسکان نے اسی میں عافیت جانی کہ اس کی ہر بات مان لے۔

عائشہ خوش ہو کر گھر سے لائے ہوئے سامان کی طرف بڑھ گئی۔جب تک مسکان شاور لیتی اس نے کپڑے استری کر دیے تھے۔اس نے اپنے تئیں، بہو کے لیے مہنگا ترین لباس خریدا تھا۔مگر وہ غریب یہ نہیں جانتی تھی، کہ اس کی بہو کی ایک بنیان بھی اِس لباس سے کئی گناہ قیمتی تھی۔

حیرت انگیز طور پر وہ کپڑے، مسکان کے ناپ کے تھے۔اگلے مرحلے میں وہ اس کا میک اپ کرنے لگی ۔حماد سے شادی کے وقت اس کے بھائی نے بیوٹی پارلر کے پورے سٹاف کو گھر بلوا لیا تھا۔اور پھر ان مشاق خواتین نے اس کی خوب صورتی کو چار چاند لگا دیئے تھے۔شب زفاف کے لیے لاکھوں کی مالیت کا لہنگا خریدا گیا تھا۔اور آج ایک مزدور کی دلہن بنتے ہوئے چند سو مالیت کا سرخ جوڑا اور عامیانہ میک اپ۔اس کا جی چاہا کہ قہقہے لگائے۔حماد کی محبت میں اسے یہ دن بھی دیکھنے پڑے تھے۔

وہ خاموش بیٹھی عائشہ خاتون کے لیے تختۂ مشق بنی رہی۔سجا سنوار کر عائشہ نے اسے قد آدم آئینے کے

سامنے کھڑا کر دیا۔اس بات کی گواہی آئینے کو بھی دینا پڑی، کہ خوب صورتی کسی سجاوٹ کی محتاج نہیں ہوتی۔دلہن کی سجاوٹ سے فارغ ہو کر عائشہ خاتون ان کے لیے سیج بنانے لگی۔مسکان کی جان وقتی طور پر اس سے چھوٹ گئی تھی۔وہ آنے والے جاں گسل لمحات کو سوچنے لگی۔

☆......☆......☆

گھر سے نکل کر حماد نے بازار کا رخ کیا۔اس کا ارادہ مسکان کو منہ دکھائی میں دینے کے لیے کسی تحفے کے انتخاب کا تھا۔ایک بک سٹال کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کی نظر "اسلامی شادی" نامی کتاب پر پڑی۔اردو وہ آسانی سے پڑھ لیتا تھا۔اس نے وہ کتاب خرید لی اور پھر اسی موضوع پر اسے دو تین اور کتابیں نظر آئیں، لگے ہاتھوں اس نے وہ بھی خرید لیں۔اس کے بعد پوری مارکیٹ کو چھان کر اس نے منہ دکھائی کا تحفہ خریدا۔اور پھر پارک میں بیٹھ کر ان کتابوں کو پڑھنے لگا۔شام تک کا وقت گزارنا اس کے لیے کارِدار تھا، مگر اس کی یہ مشکل کتابوں نے حل کر دی۔ان معلوماتی کتابوں سے اسے کافی اچھی باتیں پتا چلی تھیں۔شام کی اذان کے ساتھ اس کے قدم گھر کی طرف بڑھ گئے۔

عجیب قسم کی خواہشات اور ولولے اس کے دل و دماغ میں موج زن تھے۔بالغ ہونے کے ساتھ ایک لڑکا شریک حیات کے سپنے دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ایک عربی مقولہ ہے۔

"جوانی جنون کا ایک حصہ ہے۔"

کہ جوان ہوتے ہی تشنہ خواہشات، نفسانی جذبے، چاہنے اور چاہے جانے کے منہ زور ولولے سمندر کی لہروں کی طرح جنم لیتے ہیں۔اس نے بھی جوان ہوتے ہی ایک ہم سفر کے سپنے دیکھنے شروع کر دیے تھے۔ایسا ہم سفر جو اس کے دکھ سکھ کا ساتھی ہو۔کوئی ایسا جو اس کے غم میں آنسو بہا سکے اور خوشی کے قہقہے لگاتے وقت اس کی ہنسی بھی اس کے ساتھ شامل ہو۔اور وہ کیسا ہو؟......حدیث شریف کے مفہوم کے مطابق......

"کسی بھی لڑکی کو شریک حیات بنانے کی چار وجوہات ہوتی ہیں، خوب صورتی، حسب و نسب، دین داری اور دولت مندی۔اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا، جس کا مفہوم یہ بنتا ہے، کہ ان میں سے سب سے بہترین وجہ دین داری ہے۔"

لیکن فی زمانہ سب سے زیادہ ترجیح خوب صورتی اور دولت مندی کو دی جاتی ہے۔شروع میں دانیال بھی چندے آفتاب، چندے ماہ تاب، حور شمائل، دودھ سی رنگت، غزال سی آنکھیں، مورنی سی چال، کالی گھٹا جیسی زلفیں، یاقوتی ہونٹ، صراحی دار گردن، کشمیری سیبوں سے گال، چیتے سی کمر، عربی گھوڑی سی پشت، شیریں دہن، عمدہ سخن، پھول سے نازک، کلی سے کومل اور پتا نہیں کن کن خصوصیات کی حامل دلہن کے خواب دیکھتا تھا اور جب عملی طور پر کوئی قبول صورت لڑکی بھی نہ ملی تو اس کا معیار بہت نیچے آگیا، کہ کوئی ایسی لڑکی ہونی چاہیے جو اس کی ہو اور بس۔اس کی شکل وصورت چاہے جیسی بھی ہو؟

لیکن وہ ناکام رہا۔جوانی کے ابتدائی سال اس کی خواہش حسرت ناتمام بن کر اس کے سینے میں مچلتی رہی۔ یہاں تک، کہ شادی کرنے کے لیے وہ اتنا حواس باختہ ہوا کہ جرم کی راہ پر قدم بڑھا دیے۔یہ تو اس کی قسمت اچھی اور ماں کی دعائیں ہم رکاب تھیں کہ وہ جرم کی دلدل سے بغیر لتھڑے نکل آیا۔اور شاید اس کی یہی ادا اللہ تعالیٰ کی کریم ذات کو پسند آئی، کہ سپنوں کی تعبیر اسے مسکان کی صورت میں مل گئی۔

مسکان نہ صرف شکل وصورت میں اس کے سپنوں کی شہزادی سے بڑھ کر تھی بلکہ، دولت مندی اور دین داری میں بھی اپنی مثال آپ تھی۔دانیال نے اس کی دین داری کا اندازہ اس کے نقاب اوڑھنے ہی سے لگالیا تھا۔اسے یقین تھا کہ حسب نسب کے لحاظ سے بھی وہ کم از کم دانیال سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔

وہ جیسے گھر میں داخل ہوا، اس کی منتظر ماں بے صبری سے آگے بڑھی۔

”آگیا ہے میرا لال!“اس کا سر جھکا کر اس نے دانیال کے ماتھے کو چوما اور پھر جانے کون کون سی دعائیں پڑھ پڑھ کر اس پر پھونکنے لگی۔

دانیال پر سکون سا، ماں کے سامنے سر جھکائے کھڑا رہا۔اپنی ماں کو خوش دیکھ کر اس کی خوشی دو چند ہو گئی تھی۔ وظیفہ ختم کر کے وہ بولی۔

”بیٹے!......اللہ پاک نے ہم پر بہت کرم کیا ہے۔ایسی دلہن تو نوابوں کے نصیب میں بھی نہیں ہوتی جو تمھیں ملی ہے۔یہ نہ ہو، اپنی کسی بات سے اسے خفا کر دو۔یتیم بچی ہے، ماں باپ نہیں ہیں۔اس کا خیال رکھنا، اسے خوش رکھنا۔اگر خلاف طبیعت کوئی بات پاؤ تو برداشت کرنا۔بیوی نہیں، دوست اور ساتھی سمجھنا۔اس کی بات

کو اتنی ہی اہمیت دینا جتنا توقع کرتے ہو کہ وہ تمھاری بات کو اہمیت دے۔اب جاؤ......اور ہاں شکرانے کے دو نفل ضرور پڑھ لینا۔''

''آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا امی جان!'' سعادت مندی سے کہہ کر وہ حجلہء عروسی کی طرف بڑھ گیا۔اس کا دل آنے والے خوش کن لمحات کے خیال سے لرزنے کے انداز میں دھڑک رہا تھا۔اسے اپنی پیشانی گیلی گیلی محسوس ہوئی۔یہ پسینہ اس کے اندرونی ہیجان کو ظاہر کر رہا تھا۔کمرے کا دروازہ ہلکے سے کھٹکھٹا کر وہ اندر داخل ہوا۔اس کی ناک سے بھینی بھینی خوشبو ٹکرائی۔اس کے وجدان نے کہا......

''لازماً یہ مسکان کے وجود کی خوشبو ہے۔''

''اسلام علیکم!'' وہ کتاب میں پڑھی ہدایت پر عمل کرنا نہ بھولا۔

اسے نہایت مدھم ''وعلیکم اسلام!'' سنائی دیا۔اس آواز میں شامل نغمگی، سُر اور مٹھاس دانیال کو مدہوش کر گئی۔ایجاب وقبول کے وقت بھی اس نے یہ آواز بڑی توجہ سے سنی تھی۔اس وقت بھی اس کی یہی کیفیت ہوئی تھی۔

وہ سرخ کپڑوں کی ڈھیری کے قریب بیٹھ گیا۔دو تین دفعہ کھنکار کر گلا صاف کرنے کے بعد اس نے تمہید باندھی۔

☆......☆......☆

مسکان کا دل آنے والے جاں گسل لمحات کے خوف سے لرز رہا تھا۔وہ جانتی تھی کہ دانیال کی تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے۔اور یہ کہ وہ ایک مزدور ہے۔نہ معلوم پہلی رات بیوی کے ساتھ اس کا رویہ کیسا ہوگا؟ گنوار آدمی سے اچھے اخلاق کی توقع ہی فضول تھی۔

اس کے ساتھ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ عورت ہمیشہ سے محکوم رہی ہے۔اور شوہر کے مزاج کے مطابق ڈھلنا اس کا مقدر ہے۔وہ سیٹھ زادی ہو کر بھی دانیال کو من مانی کرنے سے نہیں روک سکتی تھی۔وہ اس کا شوہر تھا، اس کے بدن پر دسترس کا حق اسے شریعت نے دیا تھا۔یوں بھی یہ سارا کیا دھرا اس کے محبوب شوہر کا تھا۔اب مقصد کے حصول تک اس کالے کلوٹے شوہر کو برداشت کرنا اس کی مجبوری تھی۔

پھر وہ ناپسندیدہ لمحہ آگیا، دروازے پر آہٹ ہوئی اور ہلکے سے کھٹکھٹا کر وہ اندر داخل ہوا۔

''اسلام علیکم!'' حماد کے مقابلے میں اس کی آواز ذرا بھاری تھی۔ اسے یاد آیا کہ حماد نے پہلی رات سلام ڈالنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔

اس نے واجب کی ادائی کا لحاظ کرتے ہوئے آہستہ سے ''وعلیکم اسلام!'' کہا۔

وہ نپے تلے قدم رکھتا ہوا اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ مسکان کو حماد کی آمد یاد آئی۔ اس نے آتے ساتھ اس کا گھونگٹ اتار کر پھینک دیا تھا۔ اس دن اس کے رویے کو دیکھ کر مسکان کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے اسے فقط مسکان کے بدن سے غرض ہو۔ کنواری ہونے کے باوجود وہ بعض علماء کی شادی کے متعلق لکھی گئی کتب کا مطالعہ کر چکی تھی۔ حماد نے سراسر بے ہودہ طریقہ اپنایا تھا۔ مگر وہ اسے یوں بھی زیادہ محسوس نہیں ہوا تھا کہ وہ حماد سے مانوس تھی۔ آج حماد کی جگہ دانیال نے سنبھالی تھی۔ جو نہ تو شکل و صورت کے لحاظ سے حماد کی طرح تھا اور نہ تعلیم ہی اس جتنی تھی۔ سب سے بڑھ کر مسکان کے لیے بالکل اجنبی تھا۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا۔ دوبارہ اور سہ بارہ یہی عمل دہرانے کے بعد وہ مدہم آواز میں گویا ہوا......

''پیاری مسکان!......سہاگ رات میں شوہر سب سے پہلے دلہن کو منہ دکھائی دیا کرتا ہے، تاکہ کریم رب نے اس کے لیے جو پاکیزہ چہرہ دیکھنا حلال کیا ہے اس کا شکر ادا ہو۔ میں تمھاری تصویر دیکھ چکا ہوں، اور قسم کھا کر کہتا ہوں تم دنیا کی سب سے پیاری، موہنی اور خوش شکل بیوی ہو۔ تمھارے شایان شان منہ دکھائی دینا میرے بس سے باہر ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ میں ایک غریب مزدور ہوں۔ بہ خدا، اگر میں سکندر اعظم جتنی سلطنت کا مالک ہوتا تب بھی اس دشواری کو اتنا ہی محسوس کرتا جتنا آج کر رہا ہوں۔ نہ تو تاج محل اس قابل ہے، کہ تمھارے رخ روشن کی دید کا معاوضا بن سکے اور نہ کوہ نور ہیرا ہی اس قابل ہے کہ اس کا بدل ہو سکے۔ حماد غالباً آپ کا قریبی رشتہ دار ہے۔ اس بھلے آدمی نے منہ دکھائی میں دینے کے لیے ایک خوب صورت لاکٹ دیا ہے۔'' اس نے مخملی ڈبیا جیب سے نکال کر اپنے سامنے رکھ لی۔ اس کی بات جاری رہی......

''مگر ایسی منہ دکھائی بھی کیا منہ دکھائی ہے کہ بیوی کے سرپرست کی طرف سے عنایت کی جائے۔ گویا وہ پہلے ہی سے عورت کی ملکیت ہے۔ ہے نا؟'' اس نے مسکان سے تصدیق چاہی مگر وہ خاموش بیٹھی رہی۔ دانیال

کی باتیں اسے عجیب محسوس ہوئیں۔ایک گنوار اور کم علم شخص عجیب روپ میں سامنے آرہا تھا۔وہ جانتی تھی کہ حماد نے، منہ دکھائی میں جو قیمتی ہار اس کی نذر کیا تھا۔وہ بھی اس کے بھائی کا عنایت کردہ تھا۔مگر حماد نے اس کے سامنے کسی قسم کی شرمندگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔اس کے برعکس وہ کالا کلوٹا کھلے دل سے اس بات کو تسلیم کررہا تھا۔

''خیر! آپ کے تسلیم کرنے نہ کرنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔لیکن خفا نہ ہونا اور نہ اس کو اپنی سبکی ہی جاننا، کہ اس وجہ سے میں نے منہ دکھائی میں دینے کے لیے خود ایک تحفہ خریدا ہے۔ایک بہت کم قیمت، بلکہ بے قیمت تحفہ۔پتا ہے کیا ہے؟''اس مرتبہ دانیال نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک خوبصورت دستی رومال نکالا اور مسکان کے کومل ہاتھ پر رکھ دیا۔

''میں جانتا ہوں، اسے دیکھ کر آپ کے نازک احساسات کو دھچکا لگا ہوگا۔مگر یقین مانو یہ میں نے اس لیے نہیں خریدا کہ میں غریب ہوں۔میرے پاس اتنی رقم بہر حال موجود ہے کہ میں درمیانی قیمت کا تحفہ خرید سکتا تھا۔مگر کوئی چیز مجھے ایسی نظر نہیں آرہی تھی جو میرے جذبات کی صحیح ترجمانی کرتی سوائے رومال کے۔آپ کے دل میں لازماً یہ سوال اٹھ رہا ہوگا کہ کیوں؟''

اس وقت مسکان کے دل میں بھی یہی خیال گزرا تھا جو اس نے اپنے اندازے سے جان لیا تھا۔اور پھر مسکان کے استفسار کے بغیر بتانے لگا۔

''آپ! جانتی ہیں نا؟...... یہ کن کن مواقع پر استعمال ہوتا ہے۔آنسو پونچھنے لیے، کسی ناگوار بو کو روکنے کے لیے، ہنسی یا شرم ساری کے موقع پر منہ پر رکھنے کے لیے زکام کی حالت میں ناک صاف کرنے کے لیے رومال ہی کام میں لایا جاتا ہے۔اور میں بھی آپ کو یہی باور کرانا چاہتا ہوں، کہ زندگی کے کسی بھی موقع پر اللہ نہ کرے اگر آپ کی آنکھ سے آنسو کا قطرہ نکلا تو میں اس رومال کی جگہ لے لوں گا، اگر کوئی ناگوار شخص بدبو کی طرح آپ کا راستہ کاٹے گا تو میں بعینہ اسی طرح ڈھال بنوں گا جیسے رومال بو کے خلاف آڑ بنتا ہے۔خوشی میں بھی ساتھ دوں گا اور غمی میں بھی ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔اور اگر خدانخواستہ آپ بیمار ہوگئیں چاہے وہ کیسی بیماری ہی کیوں نہ ہو میں آپ سے دور نہیں جاؤں گا۔یہ میرا وعدہ ہے اور اس عہد کی نشانی یہ رومال ہے۔کیا آپ کو یہ حقیر سا تحفہ قبول ہے؟''

مسکان کو اس کی باتوں نے سن کر دیا تھا۔ کیا کوئی اتنی پیاری، اتنی دل میں اتر جانے والی باتیں بھی کر سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب ایک کم علم گنوار کی شکل میں اس کے سامنے موجود تھا۔ وہ حقیر سا رومال اس وقت اسے اتنا قیمتی لگا کہ ہفت اقلیم کی دولت بھی اس کے مقابلے میں ہیچ نظر آنے لگی۔ مگر یہ ایک عارضی کیفیت تھی، حماد کی یاد آتے ہی وہ جھر جھری لے کر ان جادوئی باتوں کے اثر سے باہر آ گئی۔ وہ پوچھ رہا تھا......

''کیا میں شربتِ دیدار سے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھا سکتا ہوں؟'' جواباً وہ خاموش رہی تھی۔

''آپ کی چپ کو اقرار کی نوید سمجھوں یا انکار کی تلخی؟''

''منہ دکھائی دینے کے بعد شوہر بغیر پوچھے اس کا مستحق ہو جاتا ہے؟'' اس کے بار بار استفسار پر وہ خاموش نہ رہ سکی۔

''صحیح کہا!...... مگر میں آپ کا صرف شوہر نہیں، دوست بھی ہوں۔ میں کبھی اپنی مرضی مسلط نہیں کروں گا۔ آپ میری شریک حیات ہیں، لونڈی یا کنیز نہیں؟''

''کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہے۔'' مسکان تلخ ہو گئی۔

''یہ مسئلہ بحث سے نہیں عمل سے طے ہوگا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ان شاء اللہ آپ یہ بات تسلیم کر لیں گی۔ فی الحال تو میں آپ کی اجازت سے مستفید ہو لوں نا؟'' یہ کہہ کر اس نے مسکان کا گھونگٹ الٹ دیا۔

''ماشاء اللہ۔'' دانیال کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ اور اس کے لہجے کی سچائی مسکان کے دل کی گہرائیوں میں اتر گئی۔

عورت چاہے جانے کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ اس کی سب سے بڑی کمزوری اپنی خوب صورتی کا تذکرہ سننا ہے۔ اس مقصد کے لیے آوارہ عورتیں ہر مرد کے منہ سے اپنے حسن کی تعریف سننے کی متمنی ہوتی ہیں اور شریف عورتیں اپنے شوہر کی۔ مسکان بھی ایک عورت ہی تھی۔ حماد محبت کی شروعات میں اس کی تعریف میں آسمان و زمین کے قلابے ملا دیتا تھا۔ اور جونھی وہ اس کی محبت کے سحر میں گرفتار ہوئی، اس کا لہجہ بدل گیا تھا۔ لیکن اس وقت دانیال کی جو کیفیت اسے نظر آئی تھی ایسا اثر تو حماد پر کبھی بھی نہیں ہوا تھا۔ دانیال کا ہر لفظ گویا شہد میں لتھڑا تھا۔ اتنی بے ساختگی سے وہ اس کی تعریف میں رطب اللسان تھا کہ بناوٹ اور دکھاوے کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا

۔اس کا کہا ہوا ہر کلمہ مسکان کے من میں اترتا جا رہا تھا۔

''اگر میرا بس چلے تو میں تمھیں عورتوں سے بھی پردہ کرنے پر مجبور کر دوں۔ تمھارے موہنے چہرے کو کسی کی بھی نظر لگ سکتی ہے۔ مسکان!...... مجھے یقین نہیں آتا تم میری بن گئی ہو۔ مجھے اپنا کوئی عمل ایسا نظر نہیں آتا جس کی اتنی بڑی جزا دی جائے۔ لاریب یہ اس لامحدود رحمت والے پروردگار کی بخشش ہے، کہ ایک روسیاہ کو جنت کی حور مرنے سے پہلے عنایت فرما دی۔ پتا ہے؟ میں ہمیشہ خیالوں میں، ایک نہایت حسین و جمیل لڑکی کو اپنی دلہن بنتے دیکھتا۔ میرا تخیل بہت دور کی کوڑی لاتا۔ میں اپنی مرضی سے اس کی آنکھیں، ہونٹ، گال، ناک، گردن اور سارا سراپا تخلیق کرتا۔ مگر آج تمھیں دیکھ کر میں یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوں کہ میں کبھی اتنے حسین، اتنے کومل، اتنے موہنے رخ کا تصور نہیں کر سکا تھا۔ اور کر بھی کیسے سکتا، تم میرے رب کی تخلیق ہو۔ میں ایسا سوچ بھی نہ سکا جو میرے خالق نے بنا دیا۔''

دانیال نے اپنے کھردرے ہاتھوں سے اس کا ملائم ہاتھ تھاما، لوہے کی مزدوری نے اس کے ہاتھ بھی فولاد کی طرح سخت کر دیے تھے۔ حماد کے ہاتھ خود اس کی طرح نرم و نازک سے تھے۔ وہ خود بھی بہت حسین و جمیل تھا ۔لیکن اس وقت وہ کالا کلوٹا اور بدصورت شخص مسکان کو حماد سے زیادہ پرکشش لگا۔ عورت صنف نازک ہے۔ اور یہ تو قانون قدرت ہے کہ ہر صنف اپنے متضاد سے متاثر ہوتی ہے۔ دانیال کے کھردرے ہاتھوں کے لمس سے اس کے سارے جسم میں چیونٹیاں رقص کرنے لگیں۔ اس کا دل اتنے زور سے دھڑکنے لگا کہ شاید پسلیوں کا پنجرہ توڑ کر باہر نکل آئے گا۔ ایسی کیفیت اس نے حماد کے ساتھ کبھی محسوس نہیں کی تھی۔

دانیال نے جھک کر اس کی ہتھیلی کو بوسا دیا۔ مسکان کو لگا جیسے کسی نے دہکتا انگارہ اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا ہو۔

''مسکان!...... میری ایک التجا ہے، کہ میری بوڑھی ماں کی کوئی بات دل پر نہ لینا۔'' اس کی یہ بات بھی مسکان کو بہت پیاری لگی۔ حماد نے اس کے لیے گھر والوں کو چھوڑ دیا تھا مگر وہ ماں کو ساتھ ہی لے آیا تھا۔ اور یہ وفادار ہونے کی علامت تھی۔ وہ اس کی بات سننے لگی۔

''وہ بہت اچھی ماں ہے۔ اور ان شاء اللہ وہ اس سے بھی اچھی ساس ثابت ہوگی۔ لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ انسان ہمیشہ ایک سی حالت میں نہیں رہتا۔ ہو سکتا ہے کبھی نادانستگی میں وہ کوئی ایسی بات کہہ دے جو آپ کو

اچھی نہ لگے تو خدارا، اس کا بدلا مجھ سے لے لینا۔اسی طرح میں یہ اعتراف بھی کرلوں، کہ میں ایک بے مایہ، ناکارہ اور گنوار شخص ہوں۔اگر میری بھی کوئی بات ناگوار گزرے تو مجھے اسی وقت ٹوک دینا۔میں آپ کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کروں گا۔یقیناً تم نازونعم میں پلی بڑھی ہو اور اب ایک مزدور کی شریک حیات ہو۔لیکن میں وعدہ کرتا ہوں آپ کی خواہشات کو حتی الوسع پورا کروں گا۔چاہے اس کے لیے مجھے دن رات ایک کیوں نہ کرنا پڑے۔حماد مجھے آپ کی پہلی شادی کے بارے بتاچکا ہے۔اور مجھے اس بدبخت کے مقدر کی تاریکی میں کوئی شبہ نہیں جو آپ جیسی شریک حیات سے محروم ہوگیا ہے۔لیکن میں آپ سے کبھی نہیں پوچھوں گا، کہ آپ نے طلاق کیوں لی؟ بس یہ التجا کروں گا کہ، کبھی مجھ میں بھی کوئی ایسی بات دیکھو جو آپ کو میرا ساتھ چھوڑنے کی تحریک دے، تو خدارا مجھے سدھرنے کا ایک موقع ضرور دینا۔یونہی بغیر بتائے مجھے چھوڑ کر دور نہ چلی جانا؟''

مسکان کو لگا، اس کا سانس رک جائے گا۔وہ پہلی رات اس سے وہ عہد لے رہا تھا، جس کے برعکس عہد وہ کسی کو دے آئی تھی۔اسے شدت کا رونا آیا۔

''یہ کالا، شاید جادوگر ہے؟'' اس نے خود کو تسلی دینا چاہی۔''ہاں یقیناً ایسا ہی ہے۔ورنہ اتنے بدصورت آدمی کے بس میں کہاں ہوتا ہے، کہ یوں حواسوں پر چھا جائے؟''

''جانِ حیات!......میری باتیں بری تو نہیں لگ رہیں؟'' اسے خاموش پا کر وہ پوچھنے لگا۔

بے ساختہ اس کا جی چاہا کہہ دے۔''نہیں بہت اچھی لگ رہی ہیں سرتاج!......جی کر رہا ہے آپ بولتے رہیں، میں سنتی رہوں اور یونہی عمر بیت جائے۔یہی باتیں سننے کی خواہش مند تو ہر سہاگن ہوتی ہے، یہی تسلی، یہی مان، یہی بھروسا تو ہر عورت چاہتی ہے۔یہ باتیں تو خوشی کا گیت، سکون کا ساز ہیں۔بھلا ان باتوں پر بھی کوئی بے وقوف دلہن خفا ہوسکتی ہے۔'' مگر آخری لمحے اس نے زبان کو دانتوں تلے دبا لیا۔

''اب بس بھی کرو نا!......اتنی لاج، اتنی شرم و حیا، سرورِ جاں!......میں آپ کا شوہر ہوں۔کہیں میری شکل تو بری نہیں لگ رہی، کہ ایک بار بھی چشمِ ناز کی چلمن نہیں اٹھی؟''

مسکان نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔وہ اس کی طرف ہی متوجہ تھا۔اس کے چہرے پر صرف دانت اور آنکھوں کے ڈھیلے ہی سفید تھے۔مگر اس وقت وہ مسکان کو کسی اور دنیا کی مخلوق لگا۔اس کے چہرے سے چھلکتی بے

پایاں چاہت، آنکھوں سے پھوٹتی نرمی اور اپنے پن کی روشنی، ہونٹوں پر چھایا تبسم۔ وہ بہ مشکل خود کو اس سے لپٹنے سے باز رکھ سکی۔

اس نے مخملی ڈبیا کھولتے ہوئے کہا۔ ''چلو میں تمھیں یہ لاکٹ پہنا دوں، تا کہ یہ لاکٹ بھی اپنی قسمت پر ناز کر سکے۔ اس کی خوش قسمتی کہ اسے وہ مقام ملا جس کے لیے ہر زیور ترستا ہوگا؟''

مسکان خفیف سی ہنسی سے بولی۔ ''کیا آپ شاعر ہیں؟'' وہ مسلسل چپ نہ رہ سکی۔ یوں بھی وہ اس کا شوہر تھا ، طلاق ہونے تک وہ بیوی کے حقوق ادا کر سکتی تھی۔

''کتنی کنجوس ہو؟'' وہ مسکرایا۔ ''اتنی دیر کی تپسیا کے بعد بھیک دی، وہ بھی چار لفظوں کی، خیر یہ چار لفظ بھی میری اوقات سے زیادہ ہیں، مگر جانتی ہو نا؟ مانگنے والے کی نظر، اپنی اوقات سے زیادہ دینے والے کی اوقات پر ہوتی ہے؟''

مسکان بے ساختہ مسکرا پڑی۔ ''کہاں سے سیکھا ہے گفتگو کا فن؟...... مڈل تک تعلیم حاصل کرنے والا اتنا خوب صورت کیسے بول سکتا ہے؟''

''بہ خدا!...... میں نہیں جانتا، میں اتنی دیر سے کیا بولے جا رہا ہوں۔ یقین مانو یہ وہ الفاظ ہیں جو میں چودہ سال سے دہرا رہا ہوں، روزانہ رات کو اکیلے بستر پر لیٹے میں تم سے باتیں کیا کرتا، تمھارے ناز اٹھاتا، تمھاری ریشمی، عنبریں زلفوں میں انگلیاں پھیرتا، ساری ساری رات تمھارا سر اپنی گود میں لیے بیٹھا رہتا، پھر تم مجھ سے خفا ہو جاتیں میں منتیں کرتا یہاں تک کہ تمھیں ہنسا کر ہی دم لیتا۔'' وہ آپ سے تم کہنے پر اتر آیا تھا۔

''میں خفا کیوں ہوتی تھی؟'' مسکان کا لہجہ خواب ناک ہو گیا۔

''بس ہوتی تھی کوئی نہ کوئی بات۔''

''مجھے بتاؤ گے نہیں؟'' مسکان نے دلچسپی ظاہر کی۔

''نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''کیوں؟''

''میں تمھاری عادتیں خراب نہیں کرنا چاہتا، تم پھر اسی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں پر خفا ہونا شروع ہو جاؤ گی۔''

پتا نہیں اس کے انداز میں معصومیت تھی یا مسکان ہی کو وہ الفاظ اتنے معصوم لگے۔وہ شرارت سے بولی۔"ٹھیک ہے نہ بتاؤ، مجھے کیا حق ہے پوچھنے کا؟"

"نہیں گڑیا نہیں؟" اس نے سچ مچ گھبرا کر اس کا چہرہ اپنے کھردرے ہاتھوں میں تھام لیا۔"ایسی بات کبھی نہ کرنا۔ تمھیں مجھ پر پورا اختیار ہے۔"

"تو پھر بتاؤ نا؟"

"وہ اصل میں! مزدوری سے لوٹتے ہوئے مجھے رستے میں کوئی لڑکی نظر آتی تھی تو میں اس کا تذکرہ لازماً تمھارے سامنے کرتا، اور یہ بات تمھیں ناگوار گزرتی تھی۔"

مسکان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔"تو کیا نہیں گزرنی چاہیے؟"

"اچھا یہ لاکٹ کی فریاد بڑھ گئی ہے۔ پہلے میں اسے چپ کرادوں؟" وہ لاکٹ اٹھا کر اس کے گلے میں پہنانے لگا۔اس کے مضبوط کھردرے ہاتھوں کے لمس سے مسکان مدہوش ہونے لگی۔اس کی آنکھیں خود بہ خود بند ہوگئیں۔

"ہاں مرد کے ہاتھ ایسے ہی تو ہونے چاہییں۔" اس کے بے ایمان ہوتے دل نے دانیال کے سخت کھردرے ہاتھوں کی حمایت کی۔اس نے ایک دم آنکھیں کھولیں مگر کمرے میں تاریکی چھا چکی تھی۔اور پھر اس تاریکی میں وہ کالا چہرہ جگنو کی طرح چمکنے لگا۔بہت سی دیر گزر گئی۔مسکان کو ایسا سکون، ایسا اطمینان اور ایسی طمانیت محسوس ہوئی، جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔پھر دانیال سو گیا۔اس کا پتھر کی طرح مضبوط بدن مسکان کے بہت قریب تھا، اتنا قریب کہ دوری کا تصور بھی ہیچ تھا۔مسکان کے دل میں شدت سے تمنا ابھری۔

"کاش وقت تھم جائے، یہ ساعتیں رک جائیں، بس اس رات کی پو صور اسرافیل سے پھوٹے۔" مگر ایسا صرف سوچا جا سکتا ہے۔مؤذن نے اس کی تمنا کا گلا گھونٹا اور اس ذات کبریا کی بڑائی کا اعلان کرنے لگا کہ جس کو ساری بڑائیاں سزاوار ہیں۔مسکان سپنوں کی دنیا سے حقیقت کی تلخ دنیا میں لوٹ آئی۔اسے اپنا حماد یاد آیا جو اس کے رویے پر شکوہ کناں تھا۔وہ بہ مشکل اسے تسلی دے پائی۔

"تم فکر مت کرو!...... میں عہد نہیں توڑوں گی۔"

حماد کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی، اسی دم دانیال کی سسکیاں اس کے کانوں میں گونجیں۔

''جانِ حیات!......میرا قصور؟''

ایک ہی رات نے اس کے دل کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا تھا۔اچانک اس کے دماغ میں ایک حوصلہ افزا سوچ ابھری۔دانیال غریب تھا۔اسے ایک بہتر زندگی دے کر وہ اس سے جدا ہونے کی تلافی کر سکتی تھی۔اس کی دوسری شادی بھی کرائی جا سکتی تھی۔

''ہاں یہ ٹھیک ہے۔'' وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑائی اور دانیال کو جگانے لگی تا کہ نماز سے لیٹ نہ ہو جائے۔حماد نماز نہیں پڑھتا تھا۔نہ اس بارے اس کا کہنا ہی مانتا تھا۔مگر دانیال کی گفتگو سن کر اسے یقین ہو چلا تھا کہ وہ اس کی کوئی بات نہیں ٹال سکے گا۔

☆......☆......☆

جب تک وہ نماز پڑھتی اس کی ساس چائے بنا کر لے آئی تھی۔ساتھ پراٹھے اور انڈوں کا حلوہ بھی تھا۔وہ کافی دیر سے کچن میں مصروف تھی۔

''ماں جی!......یہ کیا؟'' وہ سخت نادم ہوئی۔''میں خود بنا لیتی؟''

''نئی دلہن سے کام کرانا اچھا شگون نہیں ہوتا بیٹی۔گو یہ تمھارا اپنا گھر ہے،مگر پھر بھی یہ مناسب نہیں لگتا۔''

''ابھی تو جو ہو گیا سو ہو گیا......دوبارہ اگر آپ نے ایسا کیا تو میں سچ مچ ناراض ہو جاؤں گی۔جوان بیٹی کے ہوتے بوڑھی ماں کا کام کرنا اس سے بھی زیادہ برا شگون ہے۔''

''جیتی رہو بیٹی!......اللہ تمھیں چاند سا بیٹا دے،تمھارے نصیب اچھے کرے،کبھی غم نہ دیکھے......''

عائشہ خاتون کے منہ سے بے ساختہ دعائیں نکلنے لگیں۔اسی وقت دانیال گھر میں داخل ہوا۔وہ مسجد سے نماز پڑھ کر آ رہا تھا۔

''امی جان!......کچھ دعائیں اپنے بیٹے کے لیے بھی بچا رکھو۔''

''بیٹی کا حق زیادہ ہوتا ہے سمجھے؟......اور یہ تو بیٹی کے ساتھ میری بہو بھی ہے؟''

''ٹھیک ہے امی!......جو آپ کی مرضی؟'' وہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔اور اس کی ماں ہنستے ہوئے باہر نکل گئی۔

مسکان نے نماز کے لیے دوپٹا اس طرح اوڑھا تھا کہ اس کا صرف چہرہ نظر آ رہا تھا۔دانیال اسے محویت سے دیکھنے لگا۔اس کی نظروں کی تاب نہ لا کر مسکان نے شرما کر سر جھکا لیا۔

''لگتا ہے چند ہی دنوں کا مہمان ہوں؟''

''کک......کیا ہوا؟'' مسکان نے گھبرا کر پوچھا۔

''جناب کی شکل وصورت ہی رب تعالیٰ نے اتنی پیاری بنائی ہے، اگر یہ ناز وادا کے وار ہونا بھی شروع ہو گئے تو دانیال غریب کا کام تمام ہونا ہی ہے؟''

''اچھا...... ہروقت رومانس کا بھوت، خود پر سوار نہ رکھا کرو۔ناشتا کرو ٹھنڈا ہو جائے گا۔''

''جی......جی......جی۔'' وہ کانوں کو ہاتھ لگاتا ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا۔مسکان اس کے انداز پر بے ساختہ مسکرا پڑی۔

''ایک بات پوچھوں؟''

ایک لمحے میں مسکان کے دماغ میں کئی اندیشے آ کر گزر گئے۔اس نے بڑی مشکل سے اثبات میں سر ہلایا۔

''جی پوچھیں؟''

''کیا مجھے ایک نیکی کمانے کی اجازت دے سکتی ہو؟''

''نیکی؟'' وہ حیران ہی تو رہ گئی تھی۔

''ہاں......میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ بیوی کو ایک نوالا کھلانے پر ایک نیکی ملتی ہے۔''

مسکان سر جھکاتے ہوئے حیا آلود لہجے میں بولی۔

''میں نے کب منع کیا ہے؟''

دانیال نے خوش ہو کر نوالا اس کے منہ کی طرف بڑھایا۔نوالا چباتے ہوئے اس نے حسرت سے سوچا۔

''کاش حماد بھی مجھے یونہی کھلایا کرتا'' مگر ایسا صرف سوچا جا سکتا تھا۔اس معاملے میں حماد بالکل کورا تھا۔دانیال اسے ناشتا کراتا رہا۔تیسرے چوتھے نوالے پر اسے خیال آیا کہ وہ خود ناشتا نہیں کر رہا بس اسے ہی کھلا رہا ہے۔

"آپ بھی کھائیں نا؟"

وہ شوخی سے بولا۔ "کوئی کھلائے گا، تو کھالیں گے۔"

مسکان نے، نوالے میں حلوہ بھرا اور لجاتے ہوئے اس کے منہ کی طرف بڑھایا۔

دانیال نے دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"یہ ہاتھ بھاگ تو نہیں رہا؟" اس کا انداز دیکھتے ہوئے مسکان شوخی سے بولی۔

دانیال ہنس کر بولا۔ "جانتا ہوں، مگر میں کوئی رسک نہیں لے سکتا۔" نوالے کے ساتھ اس نے اس کی انگلیاں بھی منہ میں ڈال لی تھیں۔

"اف!...... یہ امی جان بھی نا......؟ کوئی بات نہیں مانتی۔" نوالے چباتے ہوئے اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔

"کک...... کیا ہوا؟" مسکان نے گھبرا کر پوچھا۔

دانیال نے فریاد کی۔

"کئی دفعہ کہہ چکا ہوں انھیں، انڈوں کے حلوے میں میٹھا کم ڈالا کریں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "میٹھا تو کم ہے، اتنا زیادہ تو نہیں ہے کہ کانوں پر ہاتھ رکھ لیے جائیں؟"

"اوہ!...... اب سمجھا، میں بھی کتنا پاگل ہوں۔ یہ تمھاری انگلیوں کی مٹھاس تھی۔ اب بتاؤ بھلا میں تو امی جان کو خطاوار سمجھ رہا تھا اور قصور کس کا نکلا؟"

مسکان کے چہرے پر شفق کے رنگ پھیل گئے۔ اتنی چاہت کا تو اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا جو اسے دانیال سے مل رہی تھی۔

"جھوٹا؟" وہ حیا آلود ہنسی سے بولی۔

"نہیں راحتِ جاں!...... بالکل سچ ہے۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر دانیال نے لبوں سے لگا لیا۔

مسکان نے شرارت سے کہا۔ "اچھا!...... پھر ایسا ہے تو میرے ہاتھ نہ چوما کرو، کہیں شوگر نہ ہو جائے آپ کو؟"

وہ اطمینان سے بولا۔ ''کچھ چیزوں کی مٹھاس ایسی ہوتی ہے، کہ اس سے شوگر کا خطرہ نہیں ہوتا۔''

''مثلاً ؟''

''مثلاً شہد، آم، کھجور اور............'' کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

مسکان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ ''اور کیا......؟''

''اور تمھارے ہاتھ یار!......''

جواباً وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ اس کی نقرئی ہنسی سن کر دانیال مبہوت ہو گیا۔ چند لمحوں بعد وہ جذب کے عالم میں بولا۔

''پتا ہے؟......تمھاری ہنسی کیسی ہے؟''

اس نے خواب ناک لہجے میں پوچھا۔ ''کیسی ہے؟''

دانیال کی محویت، اور اس کے چہرے سے ہویدا بے پایاں چاہت نے مسکان کے اندر بھی عجیب سے جذبے بھر دیے تھے۔

دانیال ہولے سے گنگنایا......

ہنسی تیری یقیناً اس طرح کی ہے،

کہ فرشِ سنگ مرمر پر کوئی سکہ گرے جیسے

کسی سنگلاخ پربت سے، کوئی جھرنا کہیں پھوٹے

یا پھر کچے مکانوں کی چھتوں پر اک تسلسل سے

ٹپکتی بوندوں کا سرگم،

کسی تشنہ پیالے کو وہ بھرتی قلقلِ مینا

کسی بنسی کی مدھر لے

کسی ڈفلی کا زیر و بم

یقیناً ہاں یقیناً ہنس کے دیکھو تم

ہنسی تیری یقیناً اس طرح کی ہے

کہ فرشِ سنگ مرمر پر............

''دانی!......'' مسکان فرطِ جذبات سے اس سے لپٹ گئی۔ دانیال کے بازوؤں نے بھی میکانکی انداز میں اس کے گرد گھیرا ڈال لیا تھا۔ پھر جانے کتنی دیر اسی عالم میں گزر گئی۔ مسکان کی زیر و زبر سانسیں اعتدال پذیر ہوئیں اور وہ آہستہ سے علیحدہ ہوگئی۔ اپنی وارفتگی پر اسے ندامت سی ہونے لگی تھی۔ مگر دانیال کے چہرے پر خوشی کے رنگ ثبت ہوگئے تھے۔

''کہاں، پڑھی ہے یہ نظم؟'' اپنے جذبات کا بے قابو پن چھپانے کی غرض سے اس نے گفتگو کی ابتدا کی۔

''کون سی نظم؟'' دانیال نے حیرانی سے پوچھا۔

''یہی جو تو نے ابھی گنگنائی ہے میری ہنسی کے متعلق؟''

''پتا نہیں میں کیا کہہ رہا تھا۔ اگر نظم تھی تو میری اپنی ہی تھی۔''

''دانیال!......'' وہ گویا چیخ ہی پڑی تھی۔ ''کیا ہیں آپ، دیکھو مجھے اتنی محبت نہ دو۔ میں...... میں بہت بری لڑکی ہوں۔ کسی کی بے پروائی نے مجھے یہاں لا پھینکا ہے۔ سمجھ لو ایک ٹھکرائی ہوئی عورت ہوں۔ اور ہوسکتا ہے ......ہوسکتا ہے؟ یہ قیام بہت عارضی ثابت ہو......؟''

''کک...... کیا...... کیا کہہ رہی ہیں آپ۔ عارضی قیام، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟''

دانیال کی آواز میں شامل وحشت مسکان کے لیے غیر متوقع تھی۔ اس نے جلدی سے بات سنبھالی۔

''کیا پتا؟...... زندگی کتنی طویل ہے؟ اگلے لمحے کا تو کوئی پتا نہیں نا؟ یہ نہ ہو کہ مجھے کچھ ہو......''

مگر اس کی بات پوری ہونے سے پہلے دانیال نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

''اللہ نہ کرے میری جان کو کچھ ہو؟...... میں اپنے رب سے دعا کروں گا تمھاری آئی مجھے لے جائے تاکہ ایک تو بچ جائے نا؟ ورنہ تو ایک کے جانے سے دو جانیں ضائع ہو جائیں گی؟''

''چائے تو پی ہی نہیں ہے؟'' مسکان اضطراری انداز میں تھرماس سے کپ بھرنے لگی۔ اس موضوع سے فرار ہونے میں ہی اس کی عافیت تھی۔ دانیال کے سینے میں تو شاید محبت کا سمندر موج زن تھا جس کی کوئی گہرائی

ہی نہیں تھی، یا کوئی ایسا طوفان اس کے اندر چھپا تھا جو ہر چیز کو خس وخاشاک کی طرح اڑا کر لے جائے۔

"اوہ!...... یاد آیا، تمھارا حق مہر ادا کرنا تو مجھے بھول ہی گیا تھا۔" دانیال نے جیب سے نوٹوں کی گڈی نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔

"اپنے پاس رکھو، جب مجھے ضرورت ہوئی لے لوں گی؟"

"نہیں خود ہی سنبھالتی رہو۔ مجھ سے خرچ ہو گئے اور تم نے مطالبہ کر دیا تو کیا کروں گا؟"

مسکان کے لیے چالیس ہزار کی رقم اتنی حقیر تھی کہ اگر وہ اسے بتا دیتی تو وہ شرمندہ ہو جاتا۔ مگر اتنے مخلص شخص کو شرمندہ کرنا اس کے نزدیک گناہِ کبیرہ تھا۔ وہ اس سے پیسے لیتے ہوئے مستفسر ہوئی۔

"ایک بات پوچھیں؟"

"ایک نہیں، لاکھ پوچھو؟"

"حماد، نے تو میرا مہر ایک ہزار بتایا تھا، آپ نے چالیس ہزار کیوں کر دیا تھا۔ ہزار کو چالیس ہزار کرنے میں کیا حکمت تھی؟"

"حکمت وغیرہ تو میں کچھ نہیں جانتا؟...... بس میری پونجی ہی اتنی تھی۔ پچھلے ایک سال سے میں یہی رقم پس انداز کر سکا تھا۔ اور اس وقت میرے پاس جتنی بھی رقم ہوتی میں تمھارا مہر مقرر کر دیتا۔"

اس کا ہر فقرہ، ہر فعل، ہر انداز محبت سے لبریز تھا۔ مسکان نے وہ رقم اپنے پرس میں رکھ دی۔ اور دل ہی دل میں عہد کر لیا کہ وہ اس کا دیا ہوا رومال اور رقم ہمیشہ اپنے پاس رکھے گی۔

چائے پی کر اس نے دانیال سے پوچھا۔

"ڈرائیونگ آتی ہے؟"

"ہاں...... اگر کار کے آگے گدھا یا بیل جتا ہو تو آسانی سے چلا لوں گا؟"

مسکان نے قہقہہ لگایا۔ "آپ بھی نا بس؟...... اب یہ بات سیدھے طریقے سے بھی کہی جا سکتی تھی کہ نہیں جانتا۔"

"پھر تمھاری ہنسی کیسے سنتا؟...... پتا ہے نا؟ کیسی ہے تمھاری ہنسی؟"

''ہاں ہاں پتا ہے؟......اب دوبارہ شاعری نہیں شروع کر دینی؟''

''کیوں بری لگی تھی وہ شاعری؟'' دانیال دل مسوس کر کے رہ گیا تھا۔

''بہت اچھی لگی تھی۔'' اس نے کھلے دل سے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔''اتنی اچھی کہ بیان سے باہر۔کچھ ہونے لگتا ہے دل کو۔قابو نہیں رہتا خود پر۔''

''بس بس اب تم نے بھی شاعری شروع کر دی۔''

''اچھا جناب!......اب آپ آرام کریں میں ذرا ماں جی سے گپ شپ کر لوں؟''

''تم بھی آرام کر لونا؟'' دانیال لجاجت سے بولا۔

''جی نہیں!......ایسے آرام سے بے آرامی بھلی؟'' شوخی سے کہتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ دانیال اور اس کی شادی کو بس ایک ہی رات گزری ہے۔صدیوں کے فاصلے دانیال نے لمحوں میں طے کر لیے تھے۔اس کے دل میں دانیال کے لیے کچھ کر گزرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔اگلے لمحے وہ موبائل فون نکال کر حماد کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔

''جی محترمہ؟'' اس نے کال اٹینڈ کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

''حماد!......شاکر صاحب کے شوروم سے ایک نئی سوزکی کار لے آؤ۔میں اسے فون کر کے بتا دیتی ہوں۔پے منٹ انکل مجیب کر دیں گے۔'' مجیب اس کے فیکٹری کے ایم ڈی کا نام تھا۔جو ایک قابل اعتماد اور محنتی شخص تھا۔مسکان اور اس کے دونوں بھائی اسے انکل کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔جبکہ شاکر بھی ان کے خاندان کا پرانا واقف کار تھا۔

''اور کچھ؟''

''نہیں،بس فی الحال یہی لے آؤ......اور کچھ ضرورت پڑی تو بتا دوں گی۔''

''او کے۔'' کہہ کر اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔

مسکان نے پہلے شاکر صاحب کا نمبر ڈائل کر کے اسے ایک نئے ماڈل کی سوزکی کار حماد کے حوالے کرنے کا بتایا اور پھر انکل مجیب سے بات کر کے اسے ہدایت کی کہ وہ شاکر صاحب کو کار کی پے منٹ کر دے۔

یہ ساری گفتگو اس نے صحن میں کھڑے ہو کر کی تھی۔ بات چیت کے اختتام پر وہ ساس کے کمرے کی طرف بڑھی، مگر اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ایک دفعہ بیڈ روم میں جھانک لے آیا وہ سو گیا ہے یا نہیں۔ اچانک اسے یاد آیا کہ ناشتے کے برتن تو ابھی تک وہیں دھرے تھے۔ وہ برتن سمیٹنے کے بہانے خواب گاہ کی طرف بڑھ گئی۔ وہ جانتی تھی کہ اتنی جلدی وہ نہیں سویا ہوگا۔ اور یہ ناممکن تھا کہ اسے دوبارہ دیکھ کر وہ چھیڑنے کی کوشش نہ کرتا۔ جانے کیوں دل بے ایمان اس کی شرارتوں کا متمنی تھا۔

☆......☆......☆

وہ اس وقت فریحہ کے گھر میں موجود تھا۔ ایسا اس نے فریحہ کی ایما ہی پر کیا تھا۔ اس کا تعارف فریحہ نے اپنے ٹیوٹر کے طور پر کرایا تھا۔ مسکان کی شادی کے بعد وہ فارغ تھا اور فریحہ کے مشورے پر انھوں نے یہ منصوبہ بنایا تھا۔ فریحہ کا یونیورسٹی میں آخری سال تھا۔ اس کا ارادہ اچھی تیاری کا تھا۔ اور حماد سے اچھی ٹیوشن کون پڑھا سکتا تھا۔ فریحہ کے والد نے یوں بھی اسے کھلی چھوٹ دی ہوئی تھی۔

''چائے تو منگوالو کنجوس؟'' حماد کافی دیر سے اسے پڑھا رہا تھا۔

''ہونہہ!......چائے منگوالو...... یہاں تو نوکرانیاں بیٹھی ہیں نا میری؟''

''تو خود تشریف لے جاؤ۔ مہمان...... بلکہ ٹیچر ہوں تمھارا۔''

''کبھی مسکان نے بھی تمھارے لیے چائے بنائی تھی؟''

''ہاں۔'' حماد نے کھلے دل سے اعتراف کیا۔ ''نوکرانیوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ میرے سارے کام اپنے ہاتھوں سے کرنا پسند کرتی تھی۔''

''گویا مجھ سے بھی زیادہ چاہتی ہے تمھیں؟'' فریحہ کے لہجے میں شامل دکھ حماد سے چھپا نہ رہ سکا۔

''پاگل!......اس کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ جب میں تمھارا دیوانہ ہوں، تو تمھیں کیا غم؟...... وہ اس محبت کے لیے جانے کتنا ترستی ہے، جو میں تم پر نچھاور کرتا ہوں؟''

''ویسے، اس کالے کلوٹے کے ساتھ اس کی کیسے نبھ رہی ہے؟''

''خوش تو نہیں رہ سکتی......حماد کی دیوانی ہے بے چاری۔''

”پھر بھی؟ کوئی بات کی ہے اس نے؟“ فریحہ پوچھنے پر مصر ہوئی۔

”بس سہاگ رات کے اگلے دن ایک نئی سوزکی کار منگوائی تھی۔ اس کے علاوہ میری اس سے کوئی بات نہیں ہوئی۔“

”اس کی آواز سے تمھیں کوئی اندازہ نہیں ہوا کہ وہ خوش ہے یا پریشان؟“

”بے وقوف!......وہ کیسے خوش رہ سکتی ہے۔ یہ تو میری محبت نے اسے کڑوا گھونٹ بھرنے پر مجبور کیا ہوا ہے، ورنہ ہر لمحہ اس پر قیامت بن کر گزر رہا ہوگا؟“

”خیال رکھنا جناب!...... یہ نہ ہو وہ اسی کالے ہی کی ہو کر رہ جائے؟“

”کیا تم اس کالے کو اپنا سکتی ہو؟“

”میں......؟ میں موت کو گلے لگا سکتی ہوں مگر اس بدشکل سے، شادی تو درکنار بات چیت ہی گوارا کر لوں؟“ یہ کہتے ہوئے اس کی نظروں میں دانیال کی شکل لہرائی۔ اسے اپنے الفاظ کے کھوکھلے پن کا احساس ہوا۔ کالا ہونے کے باوجود اس میں کوئی ایسی بات ضرور تھی کہ وہ ابھی تک اسے سوچ سے جھٹک نہیں پائی تھی۔ حالانکہ پہلی نظر میں وہ اسے بہت بدصورت لگا تھا۔ اب حماد کے سامنے اس سوال کا جواب اثبات میں دینا اسے مناسب نہیں لگا تھا۔

”تو پھر مسکان کیسے اس کے ساتھ رہ پائے گی؟......میں کچی گولیاں نہیں کھیلا کرتا۔ میں نے بڑی مشکل سے دانیال کو ڈھونڈا ہے۔“

”لیکن ایک بات یاد رکھنا؟“ فریحہ سے حقیقت دل میں نہ چھپائی گئی۔ ”مسکان اور میرے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پھر مجھے تو تمھاری محبت میسر ہے۔ جبکہ وہ ترسی ہوئی ہے اور کلوٹے نے اسے سر پر چڑھا کر رکھنا ہے۔ اور یاد رکھنا عورت کو جہاں سے توجہ ملتی ہے وہی اس کی محبت بن جاتی ہے۔“

”میں پھر وہی کہوں گا......کیا!......اس کلوٹے کی توجہ تمھیں مجھ سے چھین سکتی ہے؟“

”حماد میری ذات زیرِ بحث نہ لاؤ۔ میرا اور مسکان کا کیا جوڑ؟“

”نہیں فری!......وہ مجھے بہت چاہتی ہے اور اس کی چاہت دیکھ کر میں نے یہ منصوبہ بنایا تھا۔“

''اچھا میں چائے بنا کر لے آؤں، پھر بات کرتے ہیں۔'' فریحہ کو یقیناً حماد کی بات پسند نہیں آئی تھی۔ وہ چائے لانے کے بہانے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

☆......☆......☆

ساس کے منع کرنے کے باوجود وہ گھر کی صفائی، ستھرائی میں جت گئی تھی۔

''ارے بٹیا!......باؤلی ہوئی ہے کیا؟'' عائشہ خاتون جھلا کر بولی۔ ''پہلے تم برتن دھونے میں جتی رہی ہو اور اب یہ صفائی ستھرائی؟......نئی نویلی دلہن کو یہ زیب نہیں دیتا۔''

''ماں جی!......آپ بھی کن باتوں کو لیے بیٹھی ہیں؟'' مسکان کو کام کرنے میں مزا آرہا تھا۔ گھر میں رہتے ہوئے جب وہ کسی کام کو ہاتھ لگاتی تو نوکرانیاں بھاگ کر وہاں پہنچ جاتی تھیں۔ یہاں عائشہ خاتون چیختی رہی مگر اس نے اس کی باتوں پر کان نہ دھرے۔ وہ ماں بیٹا بغیر کسی شک وشبہ کے بہت زیادہ مخلص تھے۔

''ماں جی!......دن کے کھانے میں کیا بنانا ہے؟'' صفائی سے فارغ ہو کر اس نے عائشہ سے پوچھا۔

''رہنے دو بیٹی!......میں بنالوں گی؟''

''ماں جی!......جب جوان بیٹی موجود ہو تو بوڑھی ماں کا کچن میں گھسنے کا ایک ہی مطلب ہو سکتا ہے کہ اس کی بیٹی گرہستی سے ناواقف ہے؟''

''بیٹی! بہت دن پڑے ہیں کام کرنے کے، پتا ہے جب میں بیاہ کر آئی تھی تو اللہ مغفرت فرمائے میری ساس نے پورا مہینہ مجھے کسی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیا تھا۔ بس صبح سویرے اٹھ کر میں بن سنور کے بیٹھ جاتی اور سارا دن محلے کی خواتین آکر مبارک باد بھی دیتیں اور دلہن کا بھی جائزہ لیتیں۔ اب وہ زمانہ تو گیا مگر اتنی اندھیر بھی تو نہیں مچی ہوئی نا؟''

''ماں جی!......وہ کہہ رہے تھے کہ انھیں میرے ہاتھ کا بنا سالن کھانا ہے؟'' مسکان کے منہ سے نادانستگی میں جھوٹ نکلا۔ اسے پشیمانی سی محسوس ہوئی۔

''اسے تو میں ٹھیک کرلوں گی؟'' عائشہ خاتون محبت سے مسکرائی۔ اور پھر کچھ سوچ کر بولی۔ ''ٹھیک ہے بیٹی!......تم بنالینا۔ شاید وہ میرے ہاتھ کا بنا کھا کھا کر تھک گیا ہے؟''

''نہیں ماں جی!...... کبھی ماں کے ہاتھ کے بنے کھانے سے بھی کسی کا جی اکتایا ہے؟ میں نے تو یونہی غلط بیانی کی تھی۔ اس نے ایسا کچھ نہیں کہا۔'' وہ اپنے جھوٹ کا اقرار کرنے لگی۔

عائشہ خاتون نے قریب ہو کر اس کے کان سے پکڑا اور ہنستے ہوئے بولی۔ ''کتنی جلدی طرف داری ہونے لگی ہے اس کی۔ دیکھ لوں گی تم دونوں کو۔''

اس کے انداز پر مسکان بے ساختہ مسکرا دی۔ اسی وقت دروازے پر بیل ہوئی۔ اور عائشہ خاتون دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

حماد کار لے آیا تھا۔ کار گیراج میں کھڑی کر کے اس نے سرسری لہجے میں مسکان کی خیریت دریافت کی اور واپس لوٹ گیا۔ اسے دیکھ کر مسکان مغموم ہو گئی تھی۔ اسے یاد آیا، کہ اس کا قیام وہاں عارضی ہے۔

''بیٹی یہ کار کس کی ہے؟'' عائشہ نے حماد کے جانے کے بعد اس سے دریافت کیا۔

''ماں جی!...... یہ انکل نے بھیجی ہے اپنے داماد کے لیے؟''

''کس انکل نے؟ اور داماد کون؟''

''میرے انکل نے ماں جی!...... آپ کا بیٹا ان کا داماد نہیں ہے کیا؟''

''ہائے اللہ جی!......'' عائشہ پریشان نظر آنے لگی۔ ''اتنی قیمتی کار۔ نہیں، نہیں بیٹی اسے واپس کر دو۔ دانی، کیا کرے گا کار کو؟...... اس کار پر بیٹھ کر مزدوری کرنے جائے گا؟''

''مزدوری کے لیے تو خیر اب وہ کبھی نہیں جائے گا؟'' مسکان ایک عزم سے بولی۔

''تو کھائیں گے کہاں سے؟''

''اس کا بھی کوئی حل ہو جائے گا۔ آپ فکر نہ کریں۔'' مسکان اسے تسلی دے کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔ حماد ہفتے بھر کا سامان پہلے دن ہی چھوڑ گیا تھا۔ فرج میں کافی سارا گوشت موجود تھا۔ مسکان بہت اچھی کوکنگ کر لیتی تھی۔ بلکہ حماد کے لیے وہ ہمیشہ اپنے ہاتھ سے کھانا بناتی تھی۔ سالن بنا کر وہ دانیال کو اٹھانے کے لیے خواب گاہ کی طرف بڑھ گئی۔ وہ گہری نیند سویا تھا۔ مسکان کچھ دیر اسے محویت سے دیکھتی رہی۔ وہ حماد کے ہم پلہ تو کیا عشر عشیر بھی نہیں تھا۔ عام حالات میں شاید مسکان اس پر دوسری نظر بھی ڈالنا گوارا نہ کرتی۔ مگر عارضی طور پر اس کی

دسترس میں آنے کے بعد اسے محسوس ہوا تھا کہ وہ بہت انوکھا ہے۔اس میں ہر وہ خصوصیت موجود تھی جس کی کسی لڑکی کو چاہ ہوسکتی ہے۔نرم خو، بااخلاق، انتہا کی محبت کرنے والا، سچا، کھرا، مضبوط وتوانا مرد۔

وہ سوچنے لگی کہ اسے کیسے جگائے۔حماد کو وہ ہمیشہ اس کے سر کے بالوں میں انگلیاں پھیر کر جگاتی تھی۔

تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اس کا لرزتا ہوا ہاتھ دانیال کے سر کی طرف بڑھا۔اور پھر اس کی انگلیاں مکمل طور پر اس کے بالوں میں گھسی بھی نہیں تھیں کہ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ مسکان نے جھینپ کر ہاتھ پیچھے کھینچنا چاہا۔مگر دانیال نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں سے لگالیا۔

”میں نیند میں بھی پریشان ہوگیا تھا کہ یک دم اتنی خوشبو کہاں سے آنے لگی ہے؟“

ایسی پذیرائی کی خواہش میں ہی کسی کو اتنی چاہ سے جگایا جاتا ہے۔دانیال نے ایک بار پھر اسے مایوس نہیں کیا تھا۔جبکہ حماد کے منہ سے اس نے کبھی ایسا فقرہ نہیں سنا تھا۔نہ شادی کے ابتدائی دنوں میں اور نہ بعد میں۔

وہ شرماتے ہوئے بولی۔”بس آنکھ کھلتے ہی جھوٹ شروع ہوگئے جناب کے؟“

”یہ جھوٹ نہیں ہے جناب۔اگر شک ہے تو میں ثابت کرسکتا ہوں؟“

وہ ٹھنک کر بولی۔”جی!......کریں ثابت؟“

”بدلے میں کیا ملے گا؟“

”ہوں......!شاید کوئی بہت قیمتی انعام؟“

”اگر انعام سے تمھارا مطلب کوئی تحفہ تحائف دینے کا ہے تو مجھے نہیں چاہیے۔میں تو اپنی مرضی کا انعام لوں گا؟“

”مثلاً......میں بھی سنوں؟“مسکان نے دل چسپی ظاہر کی۔

”وہ بعد کا مسئلہ ہے؟“

”ٹھیک ہے؟“مسکان راضی ہوتے ہوئے بولی۔”آپ کیسے ثابت کریں گے؟“

”اب ایسا کرو؟تم میری آنکھیں رومال سے باندھ لو۔کمرے میں کارپٹ بچھا ہوا ہے۔تم چپل اتار کر کسی بھی کونے میں کھڑی ہوجاؤ میں سیدھا تمھارے پاس پہنچوں گا؟“

''اگر نہ پہنچے؟''

''پھر تم کوئی بھی بات مجھ سے منوا سکتی ہو؟''

''بہ قول آپ کے، وہ تو میں یوں بھی منوا سکتی ہوں؟''

''ہاں ...... مگر شرط منوانے کا اپنا مزا ہوتا ہے۔''

''اوکے ...... باندھو آنکھیں؟'' مسکان اس بچپنے میں دل چسپی لینے لگی۔

دانیال نے آنکھیں باندھ لیں۔ مسکان چپل اتار کر دبے قدموں چلتے ہوئے ایک کونے میں رک گئی۔

''آ جاؤں؟'' دانیال نے پوچھا۔ اور پھر اسے خاموش پا کر چند لمحے وہ ساکن کھڑا رہا اور پھر اس کا رخ اسی مطلوبہ کونے کی طرف ہو گیا جہاں وہ کھڑی تھی۔ وہ اس سے دو قدم دور تھا کہ مسکان نے دبے قدموں وہاں سے ہٹنا چاہا مگر بہ مشکل ایک قدم اٹھا سکی تھی کہ دانیال نے پھرتی سے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا۔ رومال آنکھوں سے اتار کر وہ بولا۔

''ہمارے ساتھ چکر بازی نہیں چل سکتی محترمہ!''

وہ جلدی سے بولی۔ ''مجھے پتا چل گیا، میں نے جو خوشبو لگائی ہوئی ہے اس وجہ سے آپ نے مجھے ڈھونڈ لیا۔''

''آئیں بائیں نہ کرو بی بی! ......''

''اچھا آپ جیتے ...... اب مجھے چھوڑو، اور فریش ہو جاؤ کھانا تیار ہے؟''

''کیا معصومیت ہے؟'' دانیال مسکرایا۔ ''مِشّی! ...... اب تم یہ پوچھو کہ میں انعام کیا لوں گا؟''

''آ ...... آپ کو کس نے بتایا ...... مجھے کوئی مِشّی بھی کہتا تھا؟'' اس کے گلے میں آواز اٹکنے لگی تھی۔

''کون کہتا تھا؟''

''امی جان! ......'' مسکان کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔ ''اور ان کے بعد آج آپ نے کہا ہے۔''

اسے جذباتی کیفیت میں مبتلا دیکھ کر دانیال نے موضوع تبدیل کرنا مناسب سمجھا۔

''اچھا مِشّی صاحبہ! ...... تم بات کو دائیں بائیں نہ کرو، وہ کیا کہتے ہیں؟ مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے

اس کی مزدوری ادا کرو۔"

"دانی!......چھوڑو نا؟......امی جان منتظر ہوں گی۔" اس کی پیش قدمی، مسکان کو جذباتی کیفیت سے باہر لے آئی تھی۔

"چھوڑوں گا تو میں تمھیں قیامت تک نہیں۔"

اچھا ادھر آؤ آپ کو ایک چیز دکھاتی ہوں؟" مسکان کو یاد آیا کہ اب تک اس نے دانیال کو کار کی خوش خبری سنائی ہی نہیں تھی۔

وہ ذو معنی لہجے میں بولا۔"یہیں دکھاؤ نا؟......باہر جانا ضروری ہے کیا؟"

"دانی کے بچے!......کچھ سوچ سمجھ کر بولا کرو۔" مسکان حیا سے سرخ ہو گئی تھی۔

"خود ہی ہر بات کا الٹا مطلب لیتی ہو؟" وہ معصومیت سے بولا۔"میرا تو مطلب تھا کہ......"

"اچھا آپ مطلب کو چھوڑیں......اور چلیں میرے ساتھ۔"

دانیال کان دبائے اس کے ساتھ ہو لیا۔خواب گاہ سے باہر آ کر مسکان نے گیراج میں کھڑی نئی سوزوکی کار کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ دیکھو۔"

دانیال نے حیرانی سے پوچھا۔"کار اور یہاں......یہ کس کی ہے؟"

"آپ کی۔" مسکان نے خوش خبری سناتے ہوئے اس کے چہرے پر خوشی کے اثرات ڈھونڈنے کی کوشش کی۔

"میری کس طرح؟" وہ حیران رہ گیا۔

"یہ میری طرف سے تحفہ ہے آپ کا۔" دانیال کے چہرے پر خوشی کے آثار معدوم دیکھ کر اس نے مایوسی سے پوچھا۔"آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟"

وہ برجستہ بولا۔"کیوں نہیں ہوئی؟"

"چہرے سے تو نہیں لگ رہا کہ آپ کو خوشی ہوئی ہے؟" مسکان کو حماد یاد آیا، جو اس کے تحائف بہت خوشی

سے وصول کیا کرتا تھا۔

"مشی!...... تمھیں پانے کے بعد ہر خوشی سچ لگتی ہے۔" یہ بات دانیال نے یوں جذبات میں ڈوب کر کہی تھی کہ مسکان کے چہرے پر قوس قزح کے سارے رنگ پھیل گئے۔

"اچھا آپ فریش ہو جائیں میں کھانا لاتی ہوں۔"

اور دانیال سر ہلاتا ہوا باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

مسکان نے روٹیاں پکا کر پہلے ساس کو کھانا دیا اور پھر اپنا اور دانیال کا کھانا خواب گاہ میں لے گئی۔

پہلا نوالا لیتے ہی دانیال بولا۔

"میں قسم کھا کر بتا سکتا ہوں کہ یہ میری مشی کے کومل ہاتھوں نے بنایا ہے؟"

"یوں کہو نا؟ امی جان نے نہیں بنایا...... اور وہ ایسا بے مزہ سالن نہیں بنا سکتی؟"

"میں کیسے یقین دلاؤں کہ اتنا اچھا سالن میں نے اس سے پہلے نہیں کھایا؟"

مسکان اطمینان سے بولی۔ "یہ ساری روٹیاں کھا کر آپ یہ ثبوت دے سکتے ہیں۔"

"پاگل!...... روٹیاں کم ہیں، ان سے میرا گزارا نہیں ہونے والا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "چھ روٹیاں کم ہیں؟"

"ہاں مشی!...... جب بات شرط کی ہے، پھر تو کم ہیں۔"

"کوئی شرط نہیں ہے،...... بیمار ہو جاؤ گے۔" وہ فکر مندی سے بولی۔

"ٹھیک ہے میڈم!...... جو حکم سرکار کا۔"

"اب بیٹھ کیوں گئے......؟ یہ تو کھاؤ نا؟" اسے آرام سے بیٹھا دیکھ کر مسکان نے حیرانی سے پوچھا۔

"کوئی کھلائے گا تو کھا لوں گا؟"

"اف!" مسکان نے ہنستے ہوئے نوالا توڑ کر اس کے منہ کی طرف بڑھا دیا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس بھولے بھالے جوان سے علیحدہ ہونا بہت مشکل تھا، کہ جس کا اندر اس کے باہر سے متضاد تھا۔

☆......☆......☆

عصر کی نماز پڑھ کر وہ گھر لوٹا تو مسکان نقاب پہن کر تیار کھڑی تھی۔

”چلیں!......میں آپ ہی کی منتظر تھی؟“

”کہاں؟“ وہ حیران رہ گیا۔

”بتاتی ہوں۔“ وہ اس کا بازو پکڑ کر گیراج کی طرف لے گئی۔ایک ہی دن میں وہ بہت بے تکلف ہوگئی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ دانیال کو بہت عرصے سے جانتی ہو۔

”امی جان سے تو پوچھ لوں؟“

”میں ان سے اجازت لے چکی ہوں۔“

اس نے احتجاجاً کہا۔”مگر مجھے تو ڈرائیونگ نہیں آتی......کار کون چلائے گا؟“

”بیٹھو تو سہی۔“ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے اس کے لیے دوسری جانب کا دروازہ کھول دیا۔

وہ مسمسی صورت بنا کر بولا۔”مشی!......مروانہ دینا، بڑی مشکل سے میری شادی ہوئی ہے۔ابھی تک تو میں ہنی مون بھی نہیں منا سکا ہوں؟“

اس کی بات سن کر مسکان کے حلق سے بلند بانگ قہقہہ برآمد ہوا۔

”دانی کے بچے!......کبھی سیدھی بات نہیں کرنا۔“ مسکان کے لہجے میں بلا کی چاہت موج زن تھی۔

”اللہ پاک کرے، میری مشی ہمیشہ ہنستی رہے؟“ دانیال اس کی ہنسی دیکھ کر مبہوت ہو جاتا تھا۔اس کی آنکھوں میں دنیا جہاں کی چاہت ہلکورے لینے لگی۔

مسکان موضوع بدلتے ہوئے بولی۔

”اچھا یہ دیکھونا؟......اسے گیئر کہتے ہیں۔ہمیشہ گاڑی سٹارٹ کرنے سے پہلے چیک کرلو، کہ یہ نیوٹرل ہے ،اور یہ اس طرح نیوٹرل ہوتا ہے۔“ مسکان اسے ڈرائیونگ کے بارے ابتدائی باتیں بتانے لگی۔”یہ ایکسی لیٹر ہے، اس کے ساتھ بریک اور ساتھ ہی کلچ۔ان تینوں کے استعمال میں آپ نے دائیں پاؤں سے مدد لینی ہے۔ یہ ہینڈ بریک ہے۔اور............“ وہ اسے تفصیل سے بتانے لگی جبکہ دانیال مذاق چھوڑ کر دلچسپی سے سیکھنے لگا۔

اسے ڈرائیونگ کے بارے ابتدائی باتیں بتا کر مسکان کار سٹارٹ کر کے گھر سے باہر لے آئی۔اس نے کار

کا رخ ساحل سمندر کی طرف موڑ دیا۔نسبتاً ویران سڑک دیکھ کر اس نے دانیال کو ڈرائیونگ سیٹ پر بٹھا دیا ۔شروع میں دانیال کو تھوڑی سی گھبراہٹ ہوئی، مگر جلد ہی وہ ڈرائیونگ سے لطف اندوز ہونے لگا۔شام کی اذان سن کر وہ واپس ہوئے۔واپسی پر ڈرائیونگ کی ذمہ داری دوبارہ مسکان نے سنبھال لی تھی۔

گھر میں داخل ہوتے وقت دانیال بولا۔

''ویسے، پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک مزدور اتنی قیمتی کار میں بیٹھ کر مزدوری کے لیے جائے گا۔ شاید،اس کتاب میں نام بھی آجائے،وہ کیا کہتے ہیں جس میں انوکھی باتیں لکھی جاتی ہیں۔''

''گینز بک آف ورلڈز ریکارڈ؟'' مسکان نے ہنستے ہوئے لقمہ دیا۔

''ہاں وہی۔''

''دانی!......بھول جاؤ مزدوری کو۔اب انشاءاللہ آپ مزدوری نہیں کریں گے؟''

''مزدوری ہی ٹھیک جی!......ڈاکے ڈالنا میرے بس سے باہر ہے؟''

''ڈاکے؟' مسکان نے نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھا۔

''ہاں نا؟......اور کیا کار پر بیٹھ کر بھیک مانگوں گا۔ہنسیں گے سب لوگ؟''

مسکان کار کو ریورس کر کے گیراج میں کھڑی کر رہی تھی۔اس کی بات سن کر بے تحاشا ہنسنے لگی۔

''کھی......کھی......کھی نہ کرو۔سچ کہہ رہا ہوں۔مزدروی کے علاوہ مجھ جیسے بندے کے لیے،ڈاکے یا بھیک مانگنے کا کام ہی رہ جاتا ہے۔''

''اتنی جلدی میری ہنسی بری لگنے لگی؟'' مسکان اچھی طرح جانتی تھی کہ اس نے مذاق میں کہا ہے،مگر جانے کیوں وہ اس کا یہ مذاق برداشت نہ کر سکی۔

''م......م......میں نے کب کہا ہے ایسا؟......م......ہنسی میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔میں تو......میں تو......مذاق میں......تمھاری قسم ہنسی مذاق تھا۔''

اس کی گھبراہٹ دیکھ کر مسکان کو ندامت ہوئی۔اسے تسلی دینے کے لیے اسے ایک پھانسی قہقہہ نچھاور کرنا پڑا۔

”میں بھی مذاق کر رہی تھی نا؟“

دانیال نے اطمینان بھرا سانس لیا۔ ”تم نے تو مجھے مار ہی دیا تھا۔ آئندہ ایسا مذاق نہ کرنا؟“

”آپ کا مذاق بھی تو..........“ وہ کہتے کہتے رک گئی۔ اسے محسوس ہوا وہ کچھ زیادہ ہی دانیال کے قریب ہو رہی ہے۔

”ہاں......ہاں کہو......چپ کیوں ہو گئیں؟“ دانیال نے بے صبری سے پوچھا۔

”کچھ نہیں۔“ وہ خاموشی سے نیچے اتر گئی۔ عائشہ خاتون دروازہ بند کر کے آ رہی تھی۔ دونوں کو دیکھ کر چاہت سے بولی۔

”چاند سورج کی جوڑی لگتے ہو دونوں۔“

”ہاں امی جان......بس سورج کو گرہن لگا ہے ذرا؟“ دانیال مسکرا کو بولا۔

مسکان اس کے مذاق پر سنجیدگی سے بولی......

”دانی!......بڑوں کی باتوں کا مذاق نہیں اڑاتے؟“

وہ زور دیتے ہوئے بولا۔ ”یہ مذاق نہیں ہے؟“

”یہ مذاق ہے۔“ وہ اس کے سامنے تن گئی۔

”تمھارے یا امی جان کے کہنے سے یہ حقیقت نہیں بدل سکتی۔“

”میں دوبارہ میں آپ کے منہ سے یہ نہ سنوں او کے؟“ مسکان کا لہجہ نہ چاہتے ہوئے بھی حکمیہ ہو گیا تھا۔ ڈیڑھ دن کے تعلق ہی میں اسے اپنی اہمیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔

”ارے ......رررے......آپ دونوں تو لڑنے لگے؟“ عائشہ خاتون گھبرا گئی۔

”نہیں امی!......یہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔“ دانیال کے لہجے میں طنز کے بجائے انکساری اور ندامت کا عنصر نمایاں تھا۔ مسکان کی ہر بات بے چوں چراں ماننا شاید اس کا مذہب تھا۔

”اچھا کہاں گئے تھے؟“ عائشہ خاتون نے فوراً گفتگو کا رخ موڑا۔

”ماں جی!......دانی کو ڈرائیونگ سکھا رہی تھی۔“

عائشہ خاتون خوش ہو کر بولی۔ ''ہاں بیٹی!...... ٹیکسی چلانا اس موئی سٹیل مل کی مزدوری سے تو آسان ہوگا؟''

''ماں جی بتایا تو ہے...... دانیال نہ مزدوری کرے گا اور نہ ٹیکسی چلائے گا؟''

''تو پھر کیا کرے گا بیٹی؟'' عائشہ خاتون نے فکرمندی سے پوچھا۔

''سوچوں گی، اِن کے لیے کیا کرنا بہتر رہے گا؟''

عائشہ خاتون نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولنا چاہا...... پھر جانے کیا سوچ کر اس نے ارادہ بدلا اور کہا۔

''آپ لوگوں نے یقیناً نماز نہیں پڑھی ہوگی؟''

''ہاں ماں جی!......'' کہہ کر مسکان واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ دانیال کا رخ دوسرے واش روم کی طرف ہوگیا۔ وہ جانتا تھا کہ مسکان اس کے نماز نہ پڑھنے کا بہت سخت نوٹس لے گی۔ اور وہ مسکان کو ناراض کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔

☆......☆......☆

ایک ہفتے کے اندر دانیال اچھی خاصی ڈرائیونگ کرنے لگا تھا۔ ہفتہ گزرنے کا مسکان کو پتا ہی نہیں چلا تھا۔ دن پر لگا کر اڑ رہے تھے۔ دانیال کی محبت میں عقیدت کا عنصر نمایاں تھا۔ وہ اس کا بندۂ بے دام اور اشارۂ ابرو کا غلام تھا۔ ایک ہفتے کے اندر مسکان کو محسوس ہوا کہ وہ اس کا بہت زیادہ مزاج شناس ہوگیا ہے۔ ادھر کوئی خیال مسکان کے ذہن میں گزرتا وہ سمجھ لیتا وہ کیا چاہتی ہے۔

عائشہ خاتون بھی اس سے بہت شفقت سے پیش آتی تھی۔ مسکان کو یقین تھا کہ وہاں سے واپسی کا مرحلہ، آمد سے بھی دشوار گزار ثابت ہوگا۔ وہ مختصر وقت میں دانیال کی جھولی خوشیوں سے بھر دینا چاہتی تھی۔ اس کے ذہن میں ایک اچھوتی تجویز آئی۔ سکول لائف میں وہ دو مرتبہ گھر والوں کے ساتھ مری اور کاغان وغیرہ کی سیر کو جا چکی تھی۔ حماد سے شادی کے بعد اس نے حماد کے سامنے شمالی علاقہ جات میں ہنی مون کی تجویز پیش کی تھی، مگر حماد کے دلچسپی نہ لینے پر اسے چپ سادھنا پڑی تھی۔ وہ ایسا ہی تھا، صرف اپنی بات منوانا جانتا تھا۔ مگر اب یہاں کے قیام میں وہ اس فراغت سے فائدہ اٹھا سکتی تھی۔ اور پھر رات کو وہ دانیال سے اسی موضوع پر بات کر رہی تھی۔

''دانی!...... یاد ہے آپ نے اس دن ہنی مون کی بات کی تھی؟''

"اور اب تم اس مزاحیہ انداز میں کہے گئے فقرے کو عملی جامہ پہنانا چاہتی ہیں، ہے نا؟" وہ ہمیشہ کی طرح تمہید ہی سے اس کا ارادہ جان گیا تھا۔

مسکان کے جی میں آئی کہ اس سے پوچھے آخر تم میری منشا بتائے بغیر کیسے جان جاتے ہو؟ مگر پھر جانے کیا سوچ کر وہ خاموش ہو رہی۔ اور اس کے استفسار کے جواب میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے مِشی۔ دو تین دن ٹھہر جاؤ پھر جہاں کہو گی چلیں گے۔" وہ مسکان کی خواہش رد کرنا جانتا ہی نہیں تھا۔

"دو تین دن کیوں؟"

"ہے نا...... ایک ضروری کام؟"

"نہیں مجھے بتاؤ؟" وہ لاڈ سے مستفسر ہوئی۔

"دو تین دن میں دوسرے گھر کا سودا ہو جائے گا نا؟ تو............"

"پر اسے کیوں بیچنا چاہتے ہو؟" مسکان نے قطع کلامی کی۔

وہ معصومیت سے بولا۔ "مِشی!...... کسی دوسرے شہر جانے کے لیے آخر رقم تو ضرورت پڑے گی نا؟"

"توبہ......" مسکان نے سر پیٹ لیا۔ "شکر ہے میں نے پوچھ لیا تھا، ورنہ آپ نے تو کارنامہ سرانجام دے دینا تھا؟"

"کیا ہوا؟" اس کے لہجے میں حیرانی تھی۔

"یہ آپ کو کس نے کہا ہے کہ میرے پاس پیسے کی کوئی کمی ہے۔"

"مگر مشی!............؟"

"چھوڑو اگر مگر کو...... آئندہ گھر بیچنے کا سوچنا بھی مت...... اور یاد سے کل امی جان سے اجازت لے لینا ، اگر وہ ساتھ چلنا چاہیں تو بسر و چشم، ورنہ انھیں ایک ہفتہ اکیلا رہنا پڑے گا۔ پرسوں ان شاء اللہ نکل چلیں گے؟"

☆......☆......☆

عائشہ خاتون کوئی بچی نہیں تھی کہ بیٹے اور بہو کے درمیان کباب میں ہڈی بننے کی کوشش کرتی۔اس نے بہ خوشی انھیں جانے کی اجازت دے دی تھی۔اس دن دونوں نے مل کر تھوڑی سی خریداری کی اور پھر اگلے دن وہ تیار تھے۔صبح سویرے گھر سے باہر کریم کلر کی ایک خوب صورت چمچماتی بی ایم ڈبلیو دیکھ کر دانیال حیران رہ گیا تھا۔

"دمشی یہ کار......؟"

وہ اطمینان سے بولی۔"اپنی ہے۔لمبے سفر پر جا رہے ہیں وہ چھوٹی کار مناسب نہیں تھی۔"

"مگر یہ کس وقت آئی ہے؟"

"یہ رات حماد چھوڑ گیا تھا۔"

اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس نے ضروری سامان کار کی پچھلی نشست پر منتقل کیا، مسکان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور وہ چل پڑے۔حماد کو اس نے بے خبر رکھا تھا۔جانے کیوں وہ اپنے احساسات کو اس سے چھپانا چاہتی تھی۔یوں بھی دانیال کے لیے اس کے دل میں جو نرم گوشہ پیدا ہو چکا تھا اس بارے اگر حماد کو پتا چل جاتا تو وہ یقیناً خفا ہوتا۔اور اس کی خفگی مسکان کہاں برداشت کر سکتی تھی۔گھر سے چلتے وقت وہ اپنا لیڈیز پسٹل پرس میں رکھنا نہیں بھولی تھی۔

کراچی سے نکلتے ہی ڈرائیونگ سیٹ دانیال نے سنبھال لی تھی۔وہ اب اچھی خاصی ڈرائیونگ کر لیتا تھا۔ مسکان کو یقین تھا کہ مہینے ڈیڑھ میں اس نے مسکان سے کئی گنا زیادہ ڈرائیونگ پر عبور حاصل کر لینا تھا۔ایک خاص بات مسکان نے یہ محسوس کی تھی کہ وہ سیکھنے کی بے پناہ صلاحیت رکھتا تھا۔اس نے پختہ ارادہ کیا ہوا تھا کہ ہنی مون سے واپسی پر اسے پرائیویٹ طور پر تعلیم مکمل کرنے کی تحریک دے گی۔اس کے ساتھ اس نے چھوٹے موٹے کاروبار کا بھی سوچا ہوا تھا۔وہ اس کے لیے اتنا کرنا چاہتی تھی کہ وہ بعد میں اسے اچھے لفظوں میں یاد کرتا رہے۔دانیال کی آواز اسے خیالوں کی دنیا سے باہر لے آئی۔

"دمشی!......ایک بات پوچھوں؟"

"جی پوچھو؟" مسکان اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"اتنا امیر ہونے کے باوجود آپ نے مجھ جیسے کو شادی کے لیے کیوں پسند کیا؟"

چند لمحے سوچ کر وہ بولی۔ ’’آپ کا انتخاب حماد نے کیا ہے۔‘‘
دانیال کا اگلا سوال کافی تکلیف دہ تھا۔ ’’وہ آپ کا بھائی ہے نا؟‘‘
’’نہیں۔‘‘ مسکان بہ مشکل اسے جھڑکنے سے باز رہ سکی تھی۔ ’’وہ میرے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتا رہا ہے۔‘‘
’’آپ نے اپنے کسی بھی رشتہ دار کو شادی میں نہیں بلایا تھا؟‘‘
’’میرا خیال ہے، اس بارے حماد نے آپ کو تفصیلاً بتا دیا تھا کہ میں اپنے رشتہ داروں سے یہ شادی خفیہ رکھنا چاہتی ہوں؟‘‘
’’بالکل۔‘‘ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ’’ویسے مجھے حیرانی اس بات پر ہے کہ حماد نے خود آپ سے نکاح کیوں نہیں پڑھوالیا۔ گو اس دن میں نے اس کی منگیتر دیکھی تھی۔ مگر کہاں وہ اور کہاں تم؟‘‘
اب حیران ہونے کی باری مسکان کی تھی۔ ’’حماد کی منگیتر؟‘‘
’’ہاں......شادی سے پہلے ایک دن ہوٹل میں اس سے ملاقات ہوئی تھی۔‘‘ دانیال سادگی سے بولا۔ مسکان کے چہرے پر فکرمندی کے آثار نمودار ہوئے مگر دانیال کی توجہ ڈرائیونگ پر تھی۔ ورنہ وہ ضرور اس کی پریشانی کی وجہ دریافت کرتا۔
’’پھر تو اسے مبارک باد دینا چاہیے؟‘‘ مسکان نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر حماد کا نمبر ڈائل کیا۔
’’یس؟‘‘ حماد نے کال ریسیو کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔
’’حماد! آپ نے منگنی کب کی ہے؟‘‘ مسکان نے تیز لہجے میں پوچھا۔ البتہ احتیاط کا دامن اس نے ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا اور انگریزی میں یہ سوال پوچھا تھا۔
’’مم......منگنی۔ کیسی منگنی؟‘‘ وہ گڑبڑا گیا۔
’’دانیال بتا رہا تھا کہ شادی سے ایک دن پہلے آپ نے اسے ہوٹل میں بلایا تھا۔ اس وقت آپ اپنی منگیتر کے ہمراہ تھے؟‘‘
’’اوہ!......‘‘ حماد نے سکھ بھرا سانس لیا۔ ’’پاگل!......وہ میری کزن فریحہ تھی۔ میں نے سوچا اگر اسے یہ بتا

دوں کہ میری منگنی ہوگئی ہے، تو اسے یہ اعتبار تو رہے گا کہ ہمارے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"تھینکس گاڈ!......میں تو ڈر ہی گئی تھی۔" مسکان کی پریشانی ایک لمحے میں کافور ہوگئی۔

"ایسی ویسی باتوں کو ذہن میں نہ لایا کرو سمجھیں؟" حماد نے اسے پیار سے ڈانٹا۔

"کیا فریحہ کو اس ڈرامے کی بابت سب معلوم ہے؟" مسکان کے دماغ میں ایک اور سوال پیدا ہوا۔

"میں تمھیں احمق نظر آتا ہوں؟" حماد کے لہجے میں خفگی کا عنصر نمایاں تھا۔

"فریحہ کو تمھاری منگیتر کہلانے پر کوئی اعتراض کیوں نہیں ہوا؟"

"مسکان!......بتایا ہے نا، وہ میری کزن ہے۔ بچپن سے کافی بے تکلف ہے۔ بلکہ برا نہ ماننا پہلے ہم دونوں شادی کرنا چاہتے تھے۔ بعد میں اسے کوئی اور مل گیا اور مجھے تم۔ باقی جب اسے میں سمجھا بجھا کر اسی مقصد کے لیے لے گیا تھا تو اسے اعتراض کیوں کر ہوتا؟" حماد کو بات سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔

"اسے کیا بتا کر ساتھ لے گئے تھے؟......کہ کس کی شادی ہے؟"

"یہی کہ میری بیوی کی دور پار کی رشتہ دار ہے۔ مطلقہ ہے، اور ماں باپ وفات پا گئے ہیں، مجھے بیوی نے بتایا ہے کہ کسی شریف لڑکے کا رشتہ ڈھونڈوں؟ اس ضمن میں ایک لڑکے کو بلایا ہوا ہے مل کر اس کا انٹرویو کریں گے۔ اور تمھاری تسلی کے لیے بتا تا چلوں فریحہ ایک لڑکے کو بہت زیادہ چاہتی ہے۔ اور ہماری شادی سے پہلے وہ اس لڑکے کے ساتھ پیار و محبت کی ساری منزلیں طے کر چکی ہے۔ بس اب اس کی تعلیم مکمل ہونے کی دیر ہے؟"

"تو اس نے یہ نہیں پوچھا کہ آپ بیوی کے ساتھ مل کر بھی تو لڑکے کو جانچ سکتے ہیں؟"

"پوچھا تھا، میں نے کہا بیوی پردہ دار ہے۔ اور سیٹھ زادی کے پاس اتنا وقت کہاں کہ میرے ساتھ چل سکے؟"

ہاں اب بیوی ہی کو بدنام کرو گے نا؟ اوکے اللہ حافظ پھر بات ہوگی۔" مسکان نے مسکراتے ہوئے رابطہ منقطع کر دیا۔ دانیال نے اس کا سانس روکنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ حماد سے بات کر کے اسے دلی سکون محسوس ہوا تھا۔

"کیا کہہ رہا تھا؟" دانیال اس سے مخاطب تھا۔

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

''وہ کہہ رہا تھا کہ فریحہ کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد ہی اس کی شادی ہوگی۔'' مسکان نے جواب کو گول مول کیا۔ کہ اسے جھوٹ بھی نہ بولنا پڑے اور دانیال کی بھی تسلی ہو جائے۔

''اتنی اہم بات سے اس نے تمھیں بے خبر رکھا تھا؟''

''اب اس کے علاوہ بھی آپ کے پاس کوئی موضوع ہے؟''

دانیال جلدی سے بولا۔''معافی چاہتا ہوں؟''

''دانی یاد رکھنا! کچھ رشتے ایسے الجھے ہوئے اور پیچ دار ہوتے ہیں کہ انھیں نہ چھیڑنے ہی میں بھلائی ہوتی ہے۔بس آپ یہ یاد رکھیں کہ اس وقت میں آپ کی بیوی ہوں۔اور یہ کہ آج تک میرے بدن کو کسی غیر محرم نے نہیں چھوا۔نہ میں اس کی اجازت ہی کسی کو دے سکتی ہوں؟''

''مشی!......'' دانیال نے بے ساختہ کا رروک کر اس کا ہاتھ پکڑا اور آنکھوں سے لگا کر اس پر ہونٹ رکھ دیے۔''بہ خدا میرا مقصد یہ نہیں تھا۔''

جس میں تیرے خلاف ذرا شائبہ بھی ہو
میں اپنے اس خیال کی آنکھیں نکال دوں

''پھر بار بار استفسار کا مطلب؟'' وہ اسے شرمندہ کرنے پر تلی تھی۔

''میری توبہ!'' اس نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔''آئندہ اس طرح کی کوئی بکواس نہیں کروں گا۔''

''اچھا اب چل پڑو۔کیا رات یہیں گزارنے کا ارادہ ہے؟''

''جب تم ساتھ ہو تو ویرانہ بھی بہشت لگتا ہے۔''

وہ شوخی سے مسکرائی۔''اور اگر میں ساتھ نہ ہوں تو؟''

''اس بات کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔کہیں کچھ ہو نہ جائے مجھے؟'' دانیال کا چاہت سے لبریز جواب اسے شادمان کر گیا۔مگر پھر اسے خیال آیا کہ......

''جب وہ سچ مچ اس سے جدا ہو جائے گی تب کیا ہوگا؟'' یہ سوچ اسے پریشان کر گئی تھی۔

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے محبت بھرے جواب سننے کی متمنی ہوتی۔ایسے جواب اسے وقتی طور پر تو نہال

کر دیتے، مگر ان کا انجام اچھا نظر نہیں آرہا تھا۔ اسے اطمینان تھا تو اس بات کا، کہ اچھے مستقبل کا لالچ دانیال کو سنبھالا دے دے گا۔ خوب صورت گھر، کار اور ایک چھوٹا سا کاروبار، ایسی آسائشیں نہیں تھیں کہ کوئی ان سے صرف نظر کر سکتا۔ پھر ایسا شخص جس کی ساری زندگی خواہشات کو روندتے گزری ہو، اس کے لیے تو یہ آسائش بھری زندگی نعمتِ غیر مترقبہ ہی تھی۔ سب سے بڑھ اس مسئلے کا جو سدباب اس نے سوچا تھا وہ دانیال کی دوسری شادی کا بندوبست تھا تا کہ وہ مسکان کو آسانی سے بھلا سکے۔

چند لمحے سوچنے کے بعد اس نے پوچھا۔ ''کبھی کوئی، کسی کے لیے مرا بھی ہے؟''

''شاید میں پہلا فرد ہونے کا اعزاز حاصل کرلوں، بہ شرط یہ کہ تم جدا ہوئیں تو؟، اور ان شاء اللہ وہ دن کبھی نہیں آئے گا کہ میری جانِ حیات، مجھ سے جدا ہو جائے؟ اس لیے یہ اعزاز یقیناً کسی اور کو جائے گا۔''

''بھوک لگی ہے؟'' مسکان نے موضوع بدلا۔

''تمھارا کیا ارادہ ہے؟''

''میرا خیال ہے یہیں کھانا کھالیتے ہیں...... بڑا اچھا منظر ہے، تھوڑی چہل قدمی بھی ہو جائے گی؟''

دانیال نے سر ہلاتے ہوئے کار روڈ سے اتار دی۔ آسمان پر ہلکی ہلکی بدلیاں تیر رہی تھیں۔ چاروں طرف پھیلے چھدرے درخت عجیب منظر پیش کر رہے تھے۔ اس نے گھڑی دیکھی، ڈیڑھ بجے کا وقت تھا۔ کھانا کھا کر وہ نماز بھی وہیں پڑھ سکتے تھے۔

مسکان نے قیمہ بھرے پراٹھے، کدو گوشت اور روغنی نان بنائے تھے۔ ہاتھ دھو کر انھوں نے پلاسٹک کا دستر خواں بچھا دیا۔ دانیال نے پہلا نوالا اس کے منہ کی طرف بڑھایا۔ وہ شادی کے اول دن سے پہلا نوالا مسکان کو کھلاتا تھا اس کے بعد خود کھاتا۔ اس کی دیکھا دیکھی مسکان نے بھی یہی عادت اپنالی تھی۔ وہ بھی پہلا نوالا اسے کھلاتی تھی۔ البتہ کبھی کبھار وہ بچے کی طرح مچل کر مکمل کھانا ہی اس کے ہاتھوں سے کھاتا۔ اس کا دل رکھنے کے لیے مسکان کو اس کی یہ ضد ماننا پڑتی۔ مہینہ ڈیڑھ محبت کے لیے ترسے شخص کو توجہ دینے سے حماد کے ساتھ اس کی وفاداری پر کوئی آنچ نہیں آسکتی تھی۔

یوں بھی یہ سب حماد کی اپنی مرضی سے ہوا تھا۔ اور وہ بچہ نہیں تھا کہ میاں بیوی کی تنہائی کے رازوں سے بے

خبر ہوتا۔ اس نے جس مقصد کے لیے مسکان کو دانیال کے حوالے کیا تھا وہ کھانا کھلانے سے بدرجہا بڑھ کے ایک مرد کی غیرت کو للکارنے والا تھا۔

دانیال کا رخ، سڑک کی جانب تھا جبکہ مسکان نقاب اتارنے کی وجہ سے سڑک کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھی تھی۔ کھانا کھا کر وہ گرما گرم چائے سے لطف اندوز ہونے لگے۔

چائے پی کر دانیال نے پوچھا۔ ''نماز یہیں پڑھیں گے؟''

مسکان مسکرائی۔ ''شادی سے پہلے بھی نماز کا یونہی خیال رکھتے تھے؟''

''ہاں!......'' دانیال نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''جمعہ کی نماز کا۔''

''فراڈی!'' وہ کھل کھلا کر ہنس دی۔

''پتا ہے مشی!...... میں تمھاری ہنسی سننے کے لیے ایسی باتیں کیا کرتا ہوں۔ اور جانتی ہو نا تمھاری ہنسی کیسی ہے؟''

''جی جی...... شاعر صاحب!'' اس نے ایک اور مسکراہٹ اچھالی۔

''وہ کیا کہتے ہیں......

موتیوں کی جھلک دکھاؤ نا؟

پھر سے جاں کھل کے کھلاؤ نا؟

''اف!...... آپ کی شاعری۔'' مسکان نے منہ بنایا۔

''برا لگا؟'' دانیال نے گھبرا کر پوچھا۔

''نہیں بہت اچھا لگا۔'' مسکان نے بے ساختہ اعتراف کیا۔

''پھر بے زاری ظاہر کرنے کا مطلب؟''

''پاگل!...... بیویوں کا بیزاری ظاہر کرنا صرف دکھاوا ہوتا ہے؟''

''اوہ!...... اس کا مطلب ہے، میں یونہی غلط فہمی میں مبتلا رہا؟''

''کون سی غلط فہمی؟'' اس کا معنی خیز لہجہ سن کر مسکان چونک گئی۔

''یہی کہ بیویوں کی بیزاری ظاہر کرنے کا مطلب بیزاری نہیں ہوتا؟''

''دانی کے بچے!......باز نہیں آؤ گے؟'' وہ کھسیا کر اسے گھونسے مارنے لگی۔

''دمشی ہاتھ نہ درد کرنے لگیں، بہتر یہی ہے کہ چپل اتار لو؟''

''ہاں تو ہے نا بڑا ربورٹ؟'' مسکان نے پھبتی کسی۔ مگر اس کا دل کچھ اور کہہ رہا تھا۔ دانیال کا بدن واقعی لوہے کی طرح سخت تھا۔ وہ جب بھی اسے چھوتی، عجیب طرح کی خواہشیں اس کے من میں سر اٹھانے لگتیں۔

''اچھا میں وضو کر لوں؟'' پانی سے بھری بوتل اٹھا کر وہ فریش ہونے کے لیے قریبی جھاڑی کی طرف بڑھ گئی ۔اس ویران جگہ پر بے پردگی کا کوئی اندیشہ نہیں تھا اور روڈ سے یوں بھی جھاڑی کی آڑ میسر تھی۔

دانیال دسترخوان سمیٹنے لگا۔ ابھی اس نے برتن اٹھا کر نیچے رکھے ہی تھے کہ مسکان کی خوفزدہ چیخ اس کے کانوں میں پڑی۔ وہ اچھل کر جھاڑی کی طرف بھاگا۔ جھاڑی دس پندرہ گز سے زیادہ دور نہیں تھی۔

''کیا ہوا مشی!......میں آ گیا؟'' یہ کہتے کہتے وہ وہاں پہنچ گیا تھا۔

مسکان شاک کی کیفیت میں کھڑی تھی۔ پانی کی بوتل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئی تھی۔ سامنے دو گز کے فاصلے پر ایک کالا ناگ پھن اٹھائے کھڑا تھا۔

مسکان کو خوفزدہ کرنے والا ناگ اس وقت اسے اتنا قابل نفرت لگا کہ وہ بغیر رکے اس پر چڑھ دوڑا۔

ایک جانور کسی بھی انسان کے احساسات کا اندازہ با آسانی سے کر سکتا ہے، کہ آیا وہ اس سے خوفزدہ ہے یا نہیں۔ دانیال کی طوفانی پیش قدمی سے سانپ جھجکا، اور پھر ''شاں'' کی آواز کے ساتھ اس نے دانیال پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔

سانپ کے پھن کو دانیال کے پاؤں کی طرف بڑھتے دیکھ کر۔ مسکان نے چیختے ہوئے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ دانیال کے جسم میں اس وقت بجلی بھر گئی تھی۔ اس نے پھرتی سے اپنا پاؤں سانپ کے پھن سے بچایا، اور پھر وہی پاؤں اس نے سانپ کے پھن پر رکھنے کی کوشش کی۔ مگر سانپ بھی کچھ کم تیز نہیں تھا۔ وہ اپنا پھن پیچھے ہٹا چکا تھا۔ دانیال کا پاؤں سانپ کے جسم کے اوپر آیا۔ سانپ شدت سے تڑپا۔ اور اس سے پہلے کہ وہ دوسرا حملہ کر پاتا دانیال کا دوسرا پاؤں اس کے پھن کے اوپر تھا۔

اس وقت اس نے لیدر کے مضبوط بوٹ پہنے تھے۔اگلے لمحے اس نے سانپ کا سر بے دردی سے کچل دیا۔پے در پے اس کے مضبوط جوتے کی ایڑی کی ضربوں نے سانپ کے سر کا کچومر نکال دیا تھا۔

اسے مار کر دانیال نے حقارت سے اٹھایا اور دور اچھال دیا۔

مسکان کے ساکن بدن میں جنبش ہوئی اور وہ بے ساختہ دانیال سے لپٹ گئی۔اس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

''مشی میں ہوں نا؟......ڈرتی کیوں ہو؟''اسے بھینچتے ہوئے دانیال نے تسلی دی۔

''دانی!......کتنا خوفناک تھا۔آپ کو ذرا بھی ڈر نہیں لگا اس سے؟''مسکان کے اوسان اعتدال پذیر ہوئے تو اس نے جھرجھری لے کے پوچھا۔

''اگر بات میری مشی کی نہ ہوتی تو شاید مجھے ڈر لگتا؟''

''چلو یہاں سے......آگے کہیں نماز پڑھ لیں گے؟''اس کا ڈر اب تک ختم نہیں ہوا تھا۔

''نہیں!......تم فریش ہو جاؤ، میں یہاں ہوں نا؟''

''اچھا آپ دوسری طرف منہ کریں۔''وہ شرما کے بولی۔اور دانیال نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنا رخ روڈ کی طرف پھیر لیا۔

''چلیں۔''اسے اپنے بازو پر مسکان کے ملائم ہاتھ کا لمس محسوس ہوا اور وہ کار کی طرف بڑھ گئے۔مسکان نے وضو کیا تو وہ بوتل پکڑ کر اس کے ہاتھوں پر پانی ڈالتا رہا۔شروع میں وہ جب بھی اس کا کوئی کام کرتا تو وہ شرما جاتی اور وہ اسے سمجھاتے ہوئے کہتا۔

''مشی!......جب تم میرے کام کر سکتی ہو تو میں تمہارا ہاتھ کیوں نہیں بٹا سکتا؟''

وہ ہنستے ہوئے کہتی۔''کوئی دیکھے گا تو زن مرید سمجھے گا آپ کو۔''

''تمہارے لیے ہر الزام گوارا ہے۔اور یاد ہے نا میں نے پہلی رات کیا کہا تھا، تم میری بیوی نہیں دوست ہو۔اور دوست، سارے کام مل جل کر کرتے ہیں۔''

وضو کر کے اس نے جائے نماز بچھائی اور نماز نیت باندھ لی، جب کہ دانیال پانی کی بوتل اٹھا کر جھاڑیوں کی

طرف بڑھ گیا۔ جب تک وہ وضو کرتا مسکان نے نماز پڑھ لی تھی۔

اس نے حیرانی سے پوچھا۔"اتنی جلدی نماز پڑھ لی؟"

"دو فرض پڑھنے میں کتنی دیر لگتی ہے؟"

"دو فرض کیوں؟"

"کیونکہ ہم سفر میں ہیں جناب!"

"یعنی سفر میں صرف دو فرض پڑھے جاتے ہیں؟"

"ہاں، ظہر، عصر اور عشاء کے فرض، چار رکعتوں کے بجائے دو فرض پڑھتے ہیں۔ البتہ شام کے تین فرض ہی پڑھے جاتے ہیں، اور سنتیں اپنی مرضی پر موقوف ہیں پڑھ لو تو بہتر، نہ پڑھو تو بھی اجازت ہے۔"

"سبحان اللہ، مجھے پتا ہی نہیں تھا۔"

"اچھا اب جلدی کرو، لیٹ ہو رہے ہیں۔"

دانیال کے نماز پڑھنے تک وہ سارا سامان کار میں منتقل کر کے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکی تھی۔ دانیال کے بیٹھتے ہی اس نے کار آگے بڑھا دی۔ شام تک وہ کشمور پہنچ گئے تھے۔

ایک اچھے سے ہوٹل کی پارکنگ میں کار روک کر وہ اندر داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ کمرے میں تھے۔ عشاء کی اذان تک وہ نہا دھو کر فریش ہو چکے تھے۔ نماز پڑھ کر انھوں نے کھانا کمرے ہی میں منگایا۔ اور پھر آرام کرنے لیٹ گئے۔

لیٹتے ہوئے مسکان کو پھر وہ سانپ یاد آ گیا۔

"دانی!......اگر اس نے مجھے یا آپ کو کاٹ لیا ہوتا؟"

دانیال نے برا سا منہ بنایا۔"ابھی تک اس موذی کا خوف تمہارے دل سے نہیں نکلا؟"

"دانی!......قسم سے وہ بہت خوفناک تھا، میں تو سن ہو گئی تھی اسے دیکھ کر۔"

"میرا خیال ہے زندگی میں پہلی بار سانپ دیکھا ہے؟"

"ہاں، پہلی بار دیکھا ہے اور وہ بھی اتنا خوفناک۔ شکر ہے آپ وہاں موجود تھے۔"

''دھت تیری!...... یہ تو کیڑے برابر سانپ تھا۔ اگر اس کے بجائے ہاتھی یا اس سے بھی بڑا کوئی جانور ہوتا تو میرے ہوتے ہوئے تمھیں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا؟''

''ہاں مجھے یقین ہے۔'' مسکان وارفتگی سے بولی۔

''اچھا، مجھے سفر کی نماز کے بارے تفصیل سے بتاؤ نا؟ مجھے تو یہ پتا ہی نہیں تھا کہ سفر میں نماز کیسے آدھی ہوتی ہے؟''

''نہیں جناب!...... فی الحال سوتے ہیں، قسم سے بہت تھک گئی ہوں۔ اس متعلق ان شاء اللہ کل رستے میں بات ہو گی۔''

''خیر میں نے تمھیں سونے تو نہیں دینا۔'' دانیال معنی خیز لہجے میں بولا۔

''تنگ نہ کرو نا؟ دانی!...... قسم سے سخت نیند آ رہی ہے۔''

وہ اطمینان سے بولا۔''جی نہیں، ایسی درخواست میں درخورِ اعتناء نہیں سمجھا کرتا۔''

''مجھے پتا ہے، میرا دانی میری کوئی بات نہیں ٹالتا۔'' مسکان نے مسکہ لگایا۔

''غلط فہمی ہے تمھاری۔ بھلا، دانی ایسی نادانی کیسے کر سکتا ہے؟''

دانیال کے انداز پر وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی تھی۔ ایسی باتیں، ایسے چٹکلے اسے نہال کر دیتے تھے۔ دانیال کی ہر بات میں اس کے لیے جتنی چاہت، جتنی محبت پوشیدہ تھی وہ اس کے گمان میں بھی نہیں تھی۔ کبھی کبھی اسے لگتا کہ وہ اسے صدیوں سے جانتی ہے۔ مگر اسی لمحے حماد کی یاد اسے ماضی میں گھسیٹ کر لے جاتی۔ اسے یاد آتا کہ دانیال سے اس کا تعلق بہت عارضی بنیادوں پر قائم ہے۔ اسے اپنے حماد کے پاس لوٹنا تھا۔ اپنے محبوب کے پاس، جو اس کے فراق میں جانے کیسے یہ دن گزار رہا ہو گا۔ صرف بچے کے جنون میں وہ اپنی محبت کو خود سے دور کرنے پر راضی ہوا تھا۔ پھر یہ بات بھی اس کے مسکان پر بھروسے کو ظاہر کرتی تھی کہ اس نے اسے بڑے اعتماد سے ایک غیر مرد کے حوالے کر دیا تھا۔ اس یقین کے ساتھ کہ وہ اس کے پاس لوٹ آئے گی۔ اور مسکان اس کا یہ مان کبھی نہیں توڑ سکتی تھی۔ اس کالے کلوٹے کا جادو اتنا پائیدار نہیں ہو سکتا تھا، کہ اسے اپنے حماد کے پاس جانے سے روک سکتا۔

☆......☆......☆

وہ صبح سویرے ناشتا کر کے آگے روانہ ہو گئے۔ شام تک وہ ڈیرہ اسماعیل خان پہنچ گئے تھے۔ رات وہیں گزار کر اگلے دن وہاں سے روانہ ہوئے۔ اس مرتبہ انھوں نے ایبٹ آباد جا کر دم لیا۔

"یہاں کا موسم تو بہت اچھا ہے؟...... اپریل کا آغاز ہے اور اچھی خاصی ٹھنڈ ہے، گرم پانی نہ ہوتا تو شاید غسل کرنا ممکن ہی نہ رہتا؟"

"یہ ایبٹ آباد ہے جناب!...... اگر ہم کراچی چھوڑ کر یہاں آئے ہیں تو کچھ سوچ ہی کر آئے ہیں۔"

"اچھا اب اٹھو نا؟...... نہانا نہیں ہے؟"

"نہیں جی، مجھے سردی لگ رہی ہے۔"

"تو پھر کھانے کا بتا دوں؟"

"ہاں۔"

دانیال نے روم سروس کو کھانے کا آرڈر نوٹ کرا دیا۔ کھانا تیار ہونے تک وہ بالکونی میں آ گئے تھے۔ ایبٹ آباد شہر چاروں اطراف سے پہاڑیوں میں گھرا ہوا ہے۔ پہاڑی پر بنے ہوئے گھروں سے چھلکتی روشنی عجیب اور دلکش قسم کا منظر پیش کر رہی تھی۔

"کتنا خوب صورت منظر ہے دانی!" مسکان وہ منظر دیکھ کر مبہوت ہو گئی تھی۔

"شاید!...... مگر جو منظر میں دیکھ رہا ہوں اس سے خوب صورت نہیں ہے؟"

"آپ کیا دیکھ رہے ہیں............؟" کہتے ہوئے مسکان نے اس کی جانب نگاہ دوڑائی تو وہ اسی کی طرف متوجہ تھا۔ مسکان کے چہرے پر حیا کی لالی گھٹا کی طرح پھیلی اور وہ جذبات سے پر آواز میں بولی۔

"ادھر دیکھو نا؟...... یہ منظر کراچی میں دیکھنے کو نہیں ملے گا۔"

"جو دیکھ رہا ہوں، اگر یہ ہمیشہ دیکھنے کو ملتا رہے تو مجھے کسی اور منظر کی طلب ہی نہیں رہے گی۔"

وہ ہلکے سے مسکرائی۔ "بالکل پاگل ہیں؟"

"ہاں لا علاج پاگل۔" دانیال نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "اور پتا ہے مِشی تم مجھے اتنی پیاری کیوں لگتی ہو؟"

"مجھے کیا پتا؟"

دانیال نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "کیونکہ تم ہو ہی پیاری۔"

اور مسکان جو کسی اہم بات، سننے کی خواہش میں بڑے دھیان سے اس کی جانب متوجہ تھی کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ اس کے ہونٹوں سے بے ساختہ نکلا۔

"جوکر!......"

"میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ مذاق میں نہیں کہا۔"

مسکان کے کچھ کہنے سے پہلے دروازے پر دستک ہوئی۔ اس کے ساتھ آواز آئی......

"روم سروس سر!"

"لیس آجاؤ۔" مسکان کے چہرہ ڈھانپتے ہی دانیال نے آواز دے کر بیرے کو اندر بلالیا۔

بیرے کے اندر داخل ہوتے ہی سالن کی خوشبو پھیل گئی۔ انھوں نے چکن کڑاہی کا آرڈر دیا تھا۔ کھانے کے برتن ٹیبل پر سجا کر وہ بیرا باہر نکل گیا۔

"مشی! آجاؤ قسم سے بہت بھوک لگی ہے۔"

وہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ہاں ہل چلاتے رہیں ہیں نا آپ، کہ بہت بھوک لگی ہے؟"

"نہیں میں جتنا زیادہ خوش ہوتا ہوں اتنی زیادہ بھوک لگتی ہے۔"

"تو جناب کس بات پر خوش ہیں؟"

"تمھیں پانے سے بڑھ کر بھی کوئی خوشی کی بات ہوسکتی ہے؟"

"جناب!......بات آج کے دن کی ہو رہی ہے؟"

"تو میں بھی یہی کہہ رہا ہوں محترمہ!......مشی کو پانے کی خوشی اتنی مختصر تو نہیں ہوسکتی کہ شادی کے ایک ہفتا بعد ختم ہوجائے۔ یہ خوشی تو زندگی کی آخری سانس تک قائم و دائم رہے گی۔"

"چاہے تمھاری مشی صاحبہ بھی نہ رہے؟"

دانیال کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔" بکواس نہ کرو۔"

مسکان جیسے سن ہو کر رہ گئی تھی۔ دانیال کا جھڑکنا اسے اتنا ناگوار گزرے گا، یہ اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ ہاتھ میں پکڑا نوالا واپس ہاٹ پاٹ میں رکھ کر وہ اٹھ گئی۔

دانیال بوکھلا کر بولا۔" اے مشی!...... کیا ہوا؟"

اسے جواب دیے بغیر وہ بیڈ پر لیٹ گئی۔

دانیال کے چہرے پر شرمندگی اور خجالت بھرے تاثرات سجائے اس کے قریب پہنچا۔

"مشی!...... اللہ قسم مذاق میں کہا ہے۔ میری توبہ اگر آئندہ ایسا کچھ بھی کہا، میری کیا؟ میری آئندہ نسلوں کی بھی توبہ۔"

مسکان نے اس کی بات کا جواب دیے بغیر اپنا چہرہ دوپٹے سے ڈھانپ لیا۔

"مشی!...... معاف کر دو، دیکھو میں نے ہاتھ جوڑ دیے ہیں...... خدارا میرا مقصد وہ نہیں تھا جو تم نے سمجھا۔ یاد ہے نا میں نے پہلی رات تمھیں بتا دیا تھا کہ میں ایک گنوار شخص ہوں۔ اگر کوئی بات خلاف طبیعت پانا تو مجھے ٹوک دینا۔ یہ نہیں کہ بدلے میں مجھے ناقابل بیان اذیت دے دو۔"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔"میں نے کون سی اذیت دی ہے؟" اپنا لہجہ اسے خود بھی بہت عجیب لگا تھا۔ دانیال نے اتنی سخت بات نہیں کہی تھی۔ مگر اس نے چند دنوں میں اسے جس سنگھاسن پر بٹھا دیا تھا اس کے بعد لہجے کی ذراسی سختی بھی اسے گولی کی طرح لگی تھی۔

"مشی! تمھارے التفات میں ذراسی کمی مجھے جس اذیت سے ہم کنار کر رہی ہے، اس کا اندازہ بھی نہیں ہے تمھیں۔"

"اور آپ نے جو کہا ہے بکواس نہ کرو، اب میری باتیں آپ کو بکواس لگنے لگی ہیں؟"

"اچھا میں نے بکواس کی ہے؟ اب تو اٹھ جاؤ، کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا؟"

"ٹھیک ہے، آپ کھالیں مجھے بھوک نہیں ہے؟"

"مشی!...... پلیز معاف کر دو نا؟" وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے لجاجت سے بولا۔

"میں نہیں ہوں خفا۔ بس بھوک نہیں ہے۔ آپ کھائیں۔"

اس مرتبہ کوئی جواب دیے بغیر وہ اٹھ گیا۔

مسکان کو سخت بے چینی محسوس ہوئی۔ کیا دانیال اس کے بغیر کھانا کھا لے گا؟ کیا اس کے محبت کے دعوے محض زبانی کلامی تھے؟

اسے دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز آئی۔ اس نے سوچا......

"کیا وہ باہر نکل گیا ہے؟" دوپٹا چہرے سے ہٹا کر اس نے دیکھا وہ کمرے میں موجود نہیں تھا۔

"یہ کدھر نکل گیا؟" اس کا دل ناخوشگوار انداز میں دھڑکنے لگا۔ وہ بے چین ہو کر بیڈ سے اٹھ گئی۔ کھانا اسی طرح ٹیبل پر رکھا تھا۔ مسکان کو خود بھی سخت بھوک لگی ہوئی تھی مگر دانیال کا جھڑکنا اسے بہت زیادہ محسوس ہوا تھا ۔اور پھر اس کے اندازے کے مطابق وہ سخت پریشان ہو گیا تھا۔ اس کی پشیمانی بھری منتیں سن کر مسکان کو ایک انوکھا احساس ہوا تھا۔ اس کے اندر موجزن چاہے جانے کے جذبے کو تسکین ملی تھی۔ کہ کسی کے لیے وہ اتنی اہم بھی ہو سکتی ہے۔

وہ اس کے انتظار میں بے چینی سے ٹہلنے لگی۔

"شاید مجھے منانے کے لیے کوئی تحفہ لینے گیا ہو؟" ایک امید افزا سوچ اس کے دماغ میں ابھری۔ اور اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھل گئی۔

"پتا نہیں کون سا تحفہ لائے گا دیوانہ؟" اسے اپنے رویے پر ندامت ہوئی۔ جانتے بوجھتے اس نے اسے دکھ دیا تھا۔ یوں بھی اس کا جھڑکنا محبت کے اظہار کے لیے تھا۔ مسکان نے اپنے بارے کہا تھا کہ چاہے میں رہوں یا نہ رہوں، اور یہ بات اسے کیسے گوارا ہو سکتی تھی۔ وہ پریشانی سے ٹہلتی رہی۔ اسی دوران بیرا برتن اٹھانے آیا مگر مسکان نے اسے دروازے ہی سے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ......

"برتن فارغ نہیں ہیں صبح لے جانا۔"

جلد ہی اسے انتظار سے کوفت ہونے لگی۔ اچانک ایک خطرناک خیال اس کے دماغ میں ابھرا۔

"کہیں اس نے خود کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیا ہو؟"

گھڑی دیکھ کر اسے اندازہ ہوا کہ اسے وہاں سے نکلے گھنٹا ہو گیا تھا۔

کار کی چابی اٹھا کر وہ باہر نکل آئی۔ ہوٹل کے ہال میں نظر دوڑانے پر اسے وہ نظر نہ آیا۔ وہ پارکنگ میں آ گئی۔ کار پارکنگ سے نکالتے ہوئے ایک خیال کے تحت اس نے کار روکی اور نیچے اتر کر ہوٹل کے مین گیٹ پر کھڑے دربان کی طرف بڑھ گئی۔ جس وقت وہ دونوں وہاں پہنچے تھے اس وقت بھی وہی دربان گیٹ پر موجود تھا۔ اس نے دربان سے دانیال کی بابت دریافت کیا۔

اس نے دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"باجی!......وہ اس طرف جا رہا تھا؟"

"آپ اسے جانتے تو ہیں نا؟" مسکان کو خیال آیا کہیں وہ کسی اور کو اس کا شوہر نہ سمجھے ہوئے ہو۔

"بہت اچھی طرح جانتا ہوں باجی! اس نے کریم کلر کے شلوار سوٹ پر کالی واسکٹ پہنی ہوئی تھی۔"

"مہربانی بھائی۔" کہہ کر وہ دوبارہ کار میں بیٹھی اور اس طرف روانہ ہو گئی جس طرف دربان نے اس کی رہنمائی کی تھی۔

اجنبی شہر کے انجان رستوں پر ایک آدمی کو ڈھونڈنا بھوسے کے ڈھیر سے سوئی برآمد کرنے کے مترادف تھا۔ اسے محسوس ہوا کہ کچھ بہت غلط ہونے والا تھا۔ مسکان کی ناراضی یقیناً اس دیوانے کی برداشت سے باہر تھی۔

☆......☆......☆

رات اتنی نہیں بیتی تھی، سڑک پر اچھی خاصی چہل پہل تھی۔ دائیں بائیں کا جائزہ لیتی ہوئے وہ آہستہ روی سے ڈرائیو کرتی رہی۔ آگے جا کر ایک بغلی سڑک دائیں مڑ رہی تھی۔ چند لمحے رک کر اس نے سوچا اور پھر مڑے بغیر آگے نکلتی چلی گئی۔ اسے یہ خوف بھی دامن گیر تھا کہ کہیں وہ کسی پبلک ٹرانسپورٹ میں نہ بیٹھ گیا ہو۔ لیکن اس کی ذہنی حالت کے پیش نظر یہ بعید تھا کہ وہ ایسا کرتا۔ وہ دائیں بائیں مڑنے والی بغلی سڑکوں پر مڑے بغیر سیدھے نکلتی گئی۔

اس اندھیرے میں اجنبی شہر کی سڑکوں پر سفر کرتے وہ خود کو بہت اکیلا اور تنہا محسوس کر رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے بہت بڑا سہارا اس سے چھن گیا ہو۔ اور پھر اس کے خود کو کوئی نقصان پہنچانے کی صورت میں تو وہ اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کر پاتی۔ میاں بیوی پیار محبت میں اس بھی کئی گنا بڑی باتیں کر جاتے ہیں۔ ایک عام سی بات

کا اس نے بتنگڑ بنادیا تھا۔ حالانکہ حماد کئی بار اس سے بھی سخت الفاظ میں اسے مخاطب کر چکا تھا مگر اسے محسوس نہ ہوا تھا۔ کار کی ہیڈ لائیٹ کی روشنی میں اچانک اسے دور سے سفید رنگ کے لباس کی جھلک نظر آئی اور اس کا دل خوشگوار انداز میں دھڑکنے لگا۔ اس نے دانیال کو پالیا تھا۔

سپیڈ بڑھا کر وہ اس کے قریب پہنچی مگر وہ اپنے آپ میں مگن چلتا رہا۔

اس نے ایک دم زور سے ہارن دیا۔ وہ جلدی سے ایک طرف ہوگیا، گویا اس کے لیے راستہ چھوڑ رہا تھا۔

مسکان نے دوبارہ اور سہ بارہ ہارن دیا۔ تیز ہارن اسے گہرے خیالات سے باہر لائے اور وہ کار کی طرف متوجہ ہوا۔

''دانی! کے بچے کار میں بیٹھو۔'' کار روک کر اس نے مصنوعی غصے سے اسے آواز دی۔

''تم......؟'' وہ حیران رہ گیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ لپک کر قریب آیا اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ ''مشی!......تم؟''

مسکان نے آنکھیں نکالیں۔ ''جی ہاں میں......اس طرح بغیر بتائے آنے کا مطلب بتا سکتے ہیں آپ؟''

''مشی!......میں تو......میں تو......یونہی بس۔''

مسکان اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اٹھلائی۔ ''اتنا برا لگا ہے میرا لاڈ کرنا۔ میں تو یونہی تھوڑا سا نخرہ دکھا رہی تھی اور آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر بھاگ آئے۔''

اچانک مسکان نے اس کی آنکھوں میں نمی نمودار ہوتے دیکھی۔ کچھ زیادہ ہی ڈوز دے دی تھی اس نے۔ اس سے پہلے کہ وہ سچ مچ رو پڑتا، مسکان نے زوردار قہقہہ لگایا۔

''ہا......ہا......ہا......اسے کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ ہے نا؟ دانی!......سوری میں نے کچھ زیادہ ہی تنگ کر دیا آپ کو۔''

''مشی!......میں واقعی بہت بے وقوف ہوں۔ مجھے یوں نہیں کہنا چاہیے تھا۔ اور دوسری بے وقوفی یہ کی کہ بغیر بتائے نکل آیا۔''

''یہ سڑک تو مانسہرہ کی طرف جاتی ہے، جناب نے کہاں تک جانا تھا۔'' مزاحیہ انداز اپنا کر وہ اس کے

احساس گناہ کو کم کرنے لگی۔ ناکردہ گناہ کا احساس بہت تکلیف دہ اور اذیت ناک ہوتا ہے۔ وہ محبت کے اسرار و رموز سے واقف نہیں تھی مگر پچھلے چند دنوں سے اس پر بہت سی باتوں کا انکشاف ہو رہا تھا۔ اور یہ یقیناً دانیال کی بے پایاں محبت کا اعجاز تھا۔

"کہیں نہیں مشی!......بس ابھی لوٹ آنا تھا۔"

"ابھی لوٹ آنا تھا؟" مسکان نے چڑانے کے انداز میں اس کی نقل اتاری اور وہ ہنس دیا۔

"مشی ایک بات کہوں؟"

"بالکل نہیں۔ اب تمھاری ایک بھی نہیں سنوں گی۔" اس نے کار موڑی اور واپس چل دی۔

"اچھا تمھیں یہ کس نے بتایا تھا کہ میں ادھر جا رہا ہوں؟"

وہ ہنسی۔ "جب آپ مجھے آنکھیں بند کر کے ڈھونڈ سکتے ہیں تو کیا میں یہ نہیں کر سکتی؟"

"تمھارے بدن سے تو خوشبو آتی ہے۔ اور ایک محدود سے کمرے میں خوشبودار وجود کو ڈھونڈنا کون سا مشکل ہے؟"

"یہ اپنی اپنی صلاحیت کی بات ہے جناب۔ اور آپ کچھ پوچھنے والے تھے۔"

"پوچھنا نہیں کہنا چاہتا تھا۔"

"کیا؟"

"تم بہت اچھی ہو؟......تمھارے جیسی بیوی قسمت والوں کو ملتی ہے......"

"اب ان قصائد کا کوئی فائدہ نہیں۔" مسکان نے منہ بناتے ہوئے قطع کلامی کی۔ "آپ کی غلطی کی سزا ملے گی۔ ان باتوں سے معافی نہیں مل سکتی۔"

"ملزم کو ہر الزام قبول ہے۔ اور سزا کے لیے فدوی کا سر تسلیم خم ہے۔"

کار ہوٹل کی پارکنگ میں کھڑی کر کے وہ نیچے اترے۔ مسکان نے کہا۔

"پہلے سزا تو سن لیں؟"

"نہیں سزا سنانے سے پہلے تم یہ سن لو کہ سزا میں مشی سے دوری کی کوئی شق شامل نہیں ہو گی۔ اب سناؤ؟"

مسکان حیرت کا جھٹکا سا لگا۔ وہ ایک بار پھر بغیر کہے مسکان کی بات کو جان گیا تھا۔ وہ اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

''دانی صاحب!......سزا ملزم سے پوچھ کر مقرر نہیں کی جاتی۔ اور سزا کو مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ مستحق سزا کو ایسی سرزنش کی جائے کہ وہ آئندہ ایسی غلطی کا سوچ بھی نہ سکے۔''

وہ احتجاجی لہجے میں بولا۔ ''مشی!......ظلم کی ایک حد مقرر ہے اور پاکستان کے قانون میں سب سے بڑی سزا پھانسی ہے۔ تم اس سے بڑی سزا ایک چھوٹے سے جرم کے بدلے کیسے دے سکتی ہو؟''

مسکان نے دروازہ ان لاک کیا اور وہ دونوں کمرے میں داخل ہو گئے

''اچھا بھوک لگی ہے کہ نہیں؟''

وہ رونی صورت بنا کر بولا۔ ''پہلے سزا کا تعین ہونے دو اس کے بعد ہی کچھ پتا چلے گا۔''

مسکان بے ساختہ ہنس پڑی۔

''اچھا سزا یہ ہے کہ......کہ......'' اس نے سوچنے کا پوز بنایا، اور پھر چٹکی بجاتے ہوئے بولی۔

''ہاں......آپ کو آج اپنے ہاتھوں سے مجھے کھانا کھلانا پڑے گا۔''

''مشی!......میری جان۔'' دانیال فرط مسرت سے اس سے لپٹ گیا۔ ''یہ سزا ہے یا انعام؟''

''پتا نہیں؟......لیکن اب جلدی کرو اس سے پہلے کہ پیٹ میں دوڑنے والے چوہے بلیاں بن جائیں۔''

''مگر کھانا تو ٹھنڈا ہو گیا ہے، پھول!''

وہ مسکرائی۔ ''کوئی بات نہیں گملے۔''

''واہ!......میں گملا کیسے ہوا؟''

''جیسے میں پھول ہوئی؟''

''پھول تو خیر تم ہو؟......گلاب کی پتی سے بھی نازک ہونٹ، اتنے ملائم رخسار، کلی کی نرماہٹ لیے ہوئے کومل سی ناک۔ پھول نہیں تو کیا ہے؟ بلکہ جس پھول سے تمھیں نسبت دی جائے وہ بھی خود پر رشک کرے گا؟ وہ کیا کہتے ہیں......

نقاب الٹے ہوئے جب بھی چمن سے وہ گزرتا ہے

سمجھ کے پھول، تتلی اس کے لب پر بیٹھ جاتی ہے

وہ شرما کر بولی۔ ''ایویں جھوٹی تعریفیں نہ کیا کرو۔''

''تمھیں کیسے یقین آئے گا؟''

''اگر آپ!...... یقین دلانے میں جتے رہے تو لازماً یقین تو آجائے گا، مگر بھوک کی وجہ سے شاید یقین کرنے والی باقی نہ رہے؟''

''اوہ سوری......'' کہہ کر وہ اسے کھانا کھلانے لگا۔

☆......☆......☆

''شکر ہے میں نے آپ کے کہنے پر بوٹ پہن لیے تھے؟'' مسکان چڑھی سانسوں کے ساتھ ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ وہ اس وقت ''سربن'' پہاڑی کی اونچائی سر کر رہے تھے۔ پہاڑی کی اونچائی پر پتھروں کی مدد سے لکھا ہوا ''لبیک'' کا نعرہ ان کی توجہ کا باعث بنا تھا۔ انھیں پوچھنے پر پتا چلا تھا کہ وہ لکھائی ایبٹ آباد میں قائم فرنٹیئر فورس رجمنٹ سنٹر کے جوانوں نے کی تھی۔

''ابھی تک تو پہلی چڑھائی ختم نہیں ہوئی اور تم تھک گئیں؟''

وہ تیکھے لہجے میں بولی۔ ''جی جناب!...... میں سیر کرنے کے لیے آئی ہوں۔ کسی مقابلے میں حصہ نہیں لینے کے لیے نہیں۔''

دانیال اس کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ ''ویسے مشی!...... کتنی صاف وشفاف فضا ہے، جی چاہتا ہے یہیں گھر بنالوں۔ بس میں ہوں اور میری مشی۔''

''اچھا جی!...... جب بنالینا تو اپنی مشی کو بھی بلالینا، فی الحال تو چلو۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ان کا سفر دوبارہ شروع ہوگیا۔ وہ پہلی چڑھائی سر کر چکے تھے۔ تھوڑی سی اترائی کے بعد دوبارہ چڑھائی شروع ہوگئی۔ مسکان جلد ہی تھک گئی تھی۔ ایک بڑے سے پتھر سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ بولی۔

''اف!...... چڑھائی چڑھنا کتنا مشکل ہے؟''

”سچ کہا!...... بلند ہونا بہت مشکل ہے، لیکن کسی کی آنکھوں سے گرنے میں ایک لمحہ لگتا ہے۔“

”مفکر صاحب!...... میں پہاڑ کی چڑھائی کی بات کر رہی ہوں۔“

”چڑھائی کوئی بھی ہو مشی!...... پہاڑی کی ہو یا کردار کی، دنیاوی ترقی کی ہو یا آخروی درجات کی، ایک مشکل مرحلہ ہے۔ دیکھو نا؟ شیطان نے ہزاروں سال کی عبادت کے بعد ایک مقام حاصل کیا۔ اور صرف ایک کلمہ غرور نے اسے پاتال سے زیادہ گہرائی میں دھکیل دیا۔“

مسکان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ ”اس لیکچر کے بجائے اگر تم مجھے اوپر چڑھنے میں مدد دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔“

”کیوں نہیں۔“ دانیال نے اسے بازوؤں میں بھر کر اوپر اٹھا لیا۔

”ارے...... یہ کیا۔“ وہ بوکھلا کر بولی۔ ”صرف ہاتھ پکڑ کر سہارا دو۔“

”ایسے ہی ٹھیک ہو۔“ اسے کندھے پر ڈالے وہ اطمینان سے اوپر چڑھنے لگا۔

”دانی!...... پلیز نیچے اتارو مجھے، کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا؟“

”کوئی کہہ کر دیکھے؟...... سر نہیں پھاڑ دوں گا اس کا؟...... جانتی ہو جب میری شادی نہیں ہوئی تھی تو شادی شدہ حضرات بھی مجھے اسی طرح تاؤ دلاتے۔ کسی نے موٹر سائیکل پر بٹھائی ہوتی، کسی نے کار میں، کوئی ساحل سمندر پر بانہوں میں بانہیں ڈال کر گھومتے نظر آتے۔ آج اللہ پاک نے جب مجھے ایک ایسی شریک حیات عنایت فرمادی ہے جیسی کسی کے پاس نہیں تو میں بھی اپنی مرضی کروں گا۔ سب سامنے اسے ٹرافی کی طرح ہاتھوں میں اٹھا کر گھوموں گا۔“

”اف دانی!...... میرے پیٹ میں تکلیف ہو رہی ہے؟“ وہ آہستہ سے کراہی، اور دانیال نے اسے جلدی سے نیچے اتار دیا۔

”کیا ہوا مشی؟“ اس نے بے صبری سے پوچھا۔

وہ اطمینان سے بولی۔ ”کچھ بھی نہیں ہوا...... جھوٹ بولا ہے۔ ویسے تو آپ نے اتارنا نہیں تھا؟“

”میں دوبارہ اٹھا لوں گا؟“ دانیال نے اسے دوبارہ پکڑنے کے لیے ہاتھ پھیلائے۔

وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔ ''اگر اب مجھے ہاتھ لگایا تو میں شور مچادوں گی۔''

''کوئی غم نہیں۔''

''قسم سے خفا ہو جاؤں گی؟''

''اچھا ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے، صرف ہاتھ سے پکڑ کر کھینچوں گا۔''

گھنٹے بھر بعد وہ آہستہ روی سے چڑھتے لکھائی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ وہاں تھوڑی دیر رک کر وہ مزید اوپر چڑھنے لگے۔ چوٹی پر پہنچ کر وہ بیٹھ گئے۔ دوسری جانب اکادکا گھر نظر آرہے تھے۔

مسکان بولی۔ ''مجھے تو سخت بھوک لگی ہے؟''

''مجھے تم سے بھی زیادہ لگی ہے۔'' دانیال نے پیٹھ پر لدا بیگ کھول کر پیک کھانا نکال لیا۔ انھوں نے سپیشل پراٹھے اور کباب تیار کرا کے پیک کرائے تھے۔

مسکان شرارت سے بولی۔ ''ہاں اتنی موٹی تازی بیوی کو اوپر تک کھینچ کر لانا پڑا، بھوک تو لگے گی۔''

''تم اور موٹی تازی...... پاگل جتنا وزنی لوہا میں نے لوڈ ان لوڈ کیا ہے، اس کے بعد سو کلوگرام تک کا وزن اٹھانا مجھے مذاق لگتا ہے۔ اور جہاں تک تمھاری بات ہے، قسم سے گلاب کے پھول سے بھی ہلکی لگی ہو؟''

''بس بس زیادہ مسکا لگانے کی ضرورت نہیں۔''

''ہاں جی!...... ہمارا سچ کہنا بھی اب خوشامد کے زمرے میں آئے گا۔ اللہ ایسی اکھڑ مزاج بیوی، میرے علاوہ کسی کو نہ دے۔''

مسکان جو اکھڑ مزج کے الفاظ سن کر آنکھیں نکالنے لگی تھی، مکمل بات سن کر مسکرادی۔

''اچھا دانی!...... یہ بتاؤ، اگر آپ کی شادی کسی دوسری لڑکی سے ہوئی ہوتی تو کیا اسے بھی اتنی چاہت دیتے؟'' مسکان نے کئی دنوں سے دل میں مچلتا سوال پوچھ ہی لیا۔

دانیال بالکل خاموش ہو گیا۔ مسکان کا دل عجیب انداز میں دھڑک رہا تھا۔ وہ منتظر نگاہوں میں اسے گھورنے لگی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ اسے چھوڑ کر چلی جائے گی، پھر بھی جانے کیوں وہ اسے یونھی اپنا دیوانہ دیکھنا چاہتی تھی۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے زبان کھولی۔

"دمشی !...... مجھے شادی کی خواہش تھی، اور بہت زیادہ تھی۔ جوان بدن کے تقاضے ایسے نہیں ہوتے کہ انھیں ٹالا جاسکے۔ یہاں تک کہ میں ان تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ایک مرتبہ جسم فروش عورت کے پاس بھی پہنچ گیا ,مگر میرے اللہ نے مجھے بچالیا۔ مجھے اس سے کراہت محسوس ہوئی اور میں اس کے جسم کو ہاتھ لگائے بغیر وہاں سے نکل آیا۔ میں نے شادی کے لیے کتنی دعائیں مانگیں کتنی کوششیں کیں یہ بیان سے باہر ہے۔ پھر میں نے سوچا، شادی کے لیے دولت ضروری ہے۔ کوئی بھی لڑکی تب میری جانب متوجہ ہوگی، جب میرے پاس موٹر کار، بنگلہ اور اچھا کاروبار ہوگا۔ اس خیال نے مجھے جرم کی ترغیب دی۔ میں نے لوگوں کو لوٹنے کا ارادہ کیا، پر ناکام رہا میرا ضمیر اس بات پر راضی نہ ہوا کہ کسی غریب کی جیب کاٹ کر اپنی جیب بھروں۔ پھر میں نے امیر آدمی کی بچی اغوا کی مگر بغیر تاوان لیے چھوڑ دی۔ ایک ملک دشمن نے مجھے دہشت گردی کی کارروائی میں شامل ہونے پر کثیر دولت کی خوش خبری سنائی۔ لیکن میں اپنی خوشیوں کے لیے دوسروں کے گھر نہیں اجاڑ سکتا تھا۔ میں نے اس ذلیل کی، گھٹیا آفر کو دھتکار دیا۔ پھر میں نے ایک شادی دفتر سے رجوع کیا مگر وہ دھوکا باز تھے، خوب صورت لڑکیوں کی تصاویر دکھا کر مجھ جیسے شادی کے تمنائیوں کو لوٹنے والے۔ وہاں بھی منہ کی کھانے کے بعد میں نے شادی کا خیال دل سے نکال دیا۔ اس کے بعد مجھے تم ملیں۔ میرے رب کا ایسا انعام جسے میں اپنی ذات پر رب کی لازوال رحمتوں کی تکمیل کا نام دے سکتا ہوں۔ اگر تمھارے علاوہ کوئی بھی لڑکی مجھے ملی، ہوتی مجھے ضرور عزیز ہوتی۔ میں اس کے حقوق پورے کرتا، اس پر کبھی ظلم یا زیادتی نہ کرتا۔ مگر اللہ پاک کی قسم میں نے اس بارے بہت سوچا، بہت غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ جتنی محبت مجھے تم سے ہے اتنی کسی سے نہیں ہوسکتی۔ میں تمھاری تصویر دیکھ کر ہی فریفتہ ہو گیا تھا۔"

وہ بڑے غور سے اس کی باتیں سنتی رہی۔ وہ سچ کہہ رہا تھا۔ اس کا ہر لفظ ظاہر کر رہا تھا کہ اس کی باتوں میں کوئی تصنع اور بناوٹ نہیں تھی۔ اس کی آخری بات سن کر مسکان کا دل خوشگوار انداز میں دھڑکنے لگا تھا۔ اسے اپنے سوال کا جواب مل گیا۔ وہ موضوع بدلتے ہوئے بولی۔

"میرا خیال ہے پراٹھے پہلے ہی ٹھنڈے ہیں۔ اور رزق کو انتظار کرانا بھی کوئی اچھا فعل نہیں ہے؟"

”یہ تو ہے؟“ دانیال نے اثبات میں سر ہلا کر اس کی تصدیق کی۔ اور دونوں کھانے کے ساتھ انصاف کرنے لگے۔ اس بلندی پر کھانے کا لطف دوبالا ہو گیا تھا۔

”اب اگر چائے مل جاتی نا؟“ پانی پی کر مسکان لیٹتے ہوئے بولی۔

”چلو ان گھر والوں کے زبردستی کے مہمان بنتے ہیں؟“ دانیال نے قریبی گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مشورہ دیا۔

”چلو!......“ مسکان غیر متوقع طور پر اس ایڈونچر کے لیے تیار ہو گئی۔ وہ دوسری جانب نیچے اتر گئے۔ چڑھائی کی نسبت اترائی آسان تھی وہ چند منٹ میں گھر کے نزدیک پہنچ گئے۔ گھر سے باہر لگے ایک گھنے سے درخت کے نیچے دو چھوٹے بچے کھیل رہے تھے۔ انھیں دیکھ کر وہ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

”بیٹا کیا نام ہے؟“ مسکان نے جھک کر بچے کے گال تھپ تھپاتے ہوئے پوچھا۔

وہ جھجکتے ہوئے بولا۔ ”یاسر!“

”اور تمھارا کیا نام ہے گڑیا؟“ مسکان بچی سے مخاطب ہوئی۔ مگر وہ خاموشی سے اسے گھورتی رہی۔ یوں بھی وہ بچے سے چھوٹی تھی۔ اسے خاموش دیکھ کر بچے نے جواب دیا۔

”آنٹی اس کا نام بسمہ ہے۔“

اسی وقت ایک عورت نے گھر سے باہر جھانکا۔ اجنبی عورت کو اپنے بچوں سے بات چیت کرتے دیکھ کر وہ قریب آ گئی۔ وہ شاید ان بچوں کی ماں تھی۔

”سلام بہن۔“ اس نے مسکان کو سلام کر کے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

”وعلیکم اسلام!“ مسکان نے خوش دلی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”سلام بھائی!“ اس نے دانیال کے سامنے سر جھکا کر کہا۔

”وعلیکم السلام بہن۔“ دانیال نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

”آپ لوگ یقیناً مسافر ہو؟“

مسکان نے جواب دیا۔ ”ہاں باجی!“

''آئیں نا؟......کھانے کا وقت ہے؟'' اس نے بے تکلفی سے دعوت دی۔

''کھانا تو ہم نے کھالیا ہے باجی۔''

''تو پھر چائے پی لو۔'' اس نے ان کی دل لگتی کہی۔ اور وہ بغیر کسی تکرار کے اس کے ہمراہ ہو لیے۔ گھر میں دو خواتین اور بھی موجود تھیں۔ دانیال کو اکیلے کمرے میں بٹھا کر وہ مسکان کو ساتھ لے گئیں۔ تھوڑی دیر بعد یاسر نامی بچہ تھرماس اور چائے کا کپ اس کے لیے لے آیا۔ مسکان عورتوں میں ہی بیٹھ گئی تھی۔ چائے پینے کے بعد بھی اسے آدھا گھنٹا مزید مسکان کا انتظار کرنا پڑا۔ گھر سے نکلتے وقت مسکان نے صحن میں کھڑے بچوں کے ہاتھ پر ایک ایک بڑا نوٹ رکھ دیا۔ میزبان خاتون نے چیخ کر اسے منع کیا مگر مسکان مسکرا کر بولی۔

''تمھیں نہیں دے رہی باجی، اپنے بھانجوں کو دے رہی ہوں۔''

واپسی کے لیے انھوں نے دوسرا راستہ استعمال کیا تھا۔ جو مسکان کو میزبان خاتون سے پتا چلا تھا۔ واپس پہاڑ پر چڑھنے کے بجائے وہ نیچے اترے اور روڈ پر پہنچ گئے۔ وہاں سے انھیں ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔ ان کا رخ ایبٹ آباد کی مشہور اور تاریخی مسجد، الیاسی مسجد کی طرف ہو گیا۔ ان کی ہوٹل میں واپسی عصر کی اذان کے بعد ہی ممکن ہو سکی تھی۔

دانیال شاور لینے کے لیے باتھ روم میں گھس گیا اسی وقت مسکان کے موبائل فون پر حماد کی کال آنے لگی۔

وہ تھکی تھکی آواز میں بولی ''یس؟''

''مسکان!......تم اس وقت کہاں ہو؟''

حماد کے لہجے میں کوئی ایسی بات ضرور تھی کہ وہ یک دم سنبھل کر بیٹھ گئی۔

''مم......میں اس وقت عارضی طور پر کراچی سے باہر ہوں۔'' اس نے بات کو گول مول کرنا چاہا۔

''میں نے پوچھا کہاں ہو؟'' حماد نے اپنی بات دہرائی۔

''ایبٹ آباد۔'' اس سے جھوٹ نہ بولا گیا

''وہاں کس مقصد سے گئی ہو؟'' حماد کا لہجہ بہت سنجیدہ تھا۔

''وہ دانیال کہہ رہا تھا کہ اس نے کوئی پہاڑی علاقہ نہیں دیکھا تو میں نے سوچا چلو اس بہانے آؤٹنگ ہو

جائے گی......"

"شٹ آپ۔ بند کرو بکواس" حماد دھاڑا۔ "مجھے صرف بچے کی خواہش تھی، یہ نہیں کہ میں تمھیں کسی اور کے پاس رنگ رلیاں منانے کے لیے بھیجنا چاہتا تھا۔ میں نے کئی دنوں کی تلاش کے بعد ایسا بدصورت مرد تلاش کیا کہ جس کی طرف تمھارا دل مائل نہ ہو؟ اور تم اس کالے کلوٹے کے ساتھ ہنی مون منا رہی ہو، گل چھرے اڑا رہی ہو پہاڑی مقام پر۔ بھول گیا تمھیں اپنا حماد، جسے بستر اس طرح کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے جیسے گدے کے بجائے کانٹے بچھائے گئے ہوں۔ اور یہ تو ایک بدصورت مرد کے ساتھ تمھارا برتاؤ ہے اگر کوئی خوب صورت ہوتا تو شاید تم ہر حد عبور کر لیتیں ہے نا......؟"

"نہیں حادی نہیں...... پلیز؟" وہ رو پڑی۔ "ایسی کوئی بات نہیں۔ میرا وہ مقصد ہرگز نہیں جو آپ سمجھ رہے ہیں۔ میں تو...... میں تو......بس احساس ندامت کم کرنا چاہتی ہوں؟ ایک بھولے بھالے مزدور سے ہم نے غلط بیانی کی۔ سوچا کم از کم اس کی ایک چھوٹی سی خواہش ہی پوری کر دوں، وہ پہاڑی علاقہ دیکھنا چاہتا تھا۔ اور یہ اتنی بڑی بات نہیں تھی۔ میں کوئی خوشیاں منانے نہیں آئی یہاں؟"

حماد تلخی سے بولا۔ "محترمہ!......اتنا خوب صورت مکان، ایک سوزکی کار اور ایک خوب صورت لڑکی کی معیت میں ماہ ڈیڑھ ماہ کی عیاشی۔ اور کیا چاہیے اس بھیک منگے کو؟"

"حادی!...... پھر بھی ہم نے اسے اندھیرے میں تو رکھا نا؟"

حماد دوٹوک لہجے میں بولا۔ "میں کچھ نہیں جانتا......تم ابھی ابھی وہاں سے واپسی کا قصد کرو۔"

"صبح واپسی............"

"میں نے کہا ابھی اسی وقت، اگلے دس منٹ میں مجھے ایس ایم ایس آ جانا چاہیے کہ تم وہاں سے چل پڑی ہو؟"

"حادی!...... میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔" مسکان سخت تھکی ہوئی تھی۔ اس وقت اتنے لمبے سفر پر نکلنا بہت مشکل تھا۔

"ابھی......اسی وقت، یا پھر کبھی نہیں؟"

"اوکے......اوکے، ہم آدھے گھنٹے میں روانہ ہوتے ہیں۔"

"اگر تم نہ نکلی، تو............؟"

وہ گھبرا گئی اور روہانسی ہو کر بولی۔"آ رہی ہوں نا......آ رہی ہوں۔" اور حماد نے رابطہ منقطع کر دیا۔

☆......☆......☆

موبائل فون بند کر کے اس نے مسکرا کر سامنے بیٹھی فریحہ کی طرف دیکھا۔

"کیسا رہا؟

"بہت ڈرا دیا ہے بے چاری کو؟"

"غضب خدا کا!...... مجھے پتا نہیں اور محترمہ ہنی موون منا رہی ہے۔"

فریحہ نے فخریہ لہجے میں پوچھا۔"یاد ہے......میں نے کیا کہا تھا؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں، میں نے ذرا سی سختی کی تو رونے لگ گئی۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں، تمھیں پتا نہیں اصل بات اور ہے۔"

"ذرا میں بھی سنوں؟" فریحہ نے دلچسپی ظاہر کی۔

"وہ بہت نرم مزاج اور اسلامی سوچ رکھنے والی لڑکی ہے۔ تم اسے آسانی سے بنیاد پرست کہہ سکتی ہو۔ وہ اس کالے کو خوش کر کے اپنے دل سے احساس گناہ ختم کرنا چاہتی ہے۔ کیونکہ وہ اس شادی کو سراسر دھوکا اور فریب سمجھ رہی ہے۔"

"تم خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ اس نے ایک چھوٹا سا خوب صورت مکان، اور ایک سوزکی کار اس کے حوالے کر دی ہے۔ کیا یہ کم تھا۔ وہ بچی نہیں ہے اچھی طرح جانتی ہے۔ اصل بات وہی ہے جو میں نے پہلے سے پیشن گوئی کر دی تھی۔ اور اب بھی تمھیں متنبہ کر رہی ہوں، اس پر گہری نگاہ رکھنا۔ یہ نہ ہو غلط فہمی میں یہ بازی ہار جاؤ؟......نہ مکان بی بی رہے اور نہ اس کی دولت جائیداد۔ وہ کیا کہتے ہیں......

قسمت کی خوبی دیکھیے، ٹوٹی کہاں کمند

دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

’’اس کالے کلوٹے کے لیے مسکان مجھے چھوڑے گی؟...... ناممکن......؟‘‘ حماد نے نفی میں سر ہلایا۔

’’حماد!...... احتیاط اچھی ہوتی ہے۔ یہ نہ ہو بعد میں ہمارے پاس پچھتانے کو کچھ نہ رہے۔ اور جہاں تک دانیال کی بدصورتی کا تعلق ہے، کالی صورت کوئی بدصورتی کی علامت نہیں ہے۔ وہ صحت مند ہے، جسمانی لحاظ سے مضبوط ہے، متناسب جسم، چہرے پر کوئی عیب نہیں، کسی بیماری یا عارضے میں مبتلا نہیں۔ سب سے بڑھ کر اس کے پاس ایسا ترسا ہوا دل ہے جو صرف مسکان صاحبہ کے لیے دھڑکتا ہے اور اس کی ہر جائز، ناجائز خواہش تسلیم کرنے کے لیے بے تاب رہتا ہے۔ تو پھر وہ کیسے اس کی جانب مائل نہیں ہوگی؟‘‘ دانیال کے متعلق فریحہ نے دل میں چھپائے خیالات بے ساختہ اگل دیے۔

حماد بھڑکتا ہوا بولا۔ ’’تمھارے کہنے کا مطلب ہے وہ کلوٹا ہر لحاظ سے ایک آئیڈیل شوہر ہے، ہے نا؟ اور میں عیب دار ہوں۔ نہ تو سمارٹ ہوں اور نہ صحت مند ہوں؟‘‘

’’بات سمجھنے کی کوشش کرو، یہ سب میں مسکان کے نقطہ نظر سے کہہ رہی ہوں‘‘ فریحہ نے جلدی سے بات سنبھالی۔ ’’میرے نزدیک وہ آج بھی پہلے دن کی طرح ہی نفرت انگیز ہے۔ اور یوں بھی موضوع بحث تمھاری مسکان ہے، میں نہیں؟‘‘

’’اگر میں یہ کہوں کہ مسکان تم سے بھی بڑھ کر مجھے چاہتی ہے؟‘‘

’’تو ٹھیک ہوگا۔ یوں بھی، میں کیا اور میری چاہت کیا؟‘‘ فریحہ کے چہرے پر خفگی بھرے تاثرات نمودار ہوئے۔

’’خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ کیا تم میرے لیے دانیال سے شادی کرلوگی؟...... نہیں نا؟...... جبکہ اس نے میری خاطر یہ کڑوا گھونٹ بھی بھرلیا۔ اور یہ بھی دیکھو وہ ایک سیٹھ زادی ہے۔ اور بیوی ہوکر شوہر کی معاشی ضروریات کو بھی پورا کرتی ہے۔ مطلب میری کسی بھی طرح محتاج نہیں۔ پھر بھی میری کسی بات کو رد نہیں کرتی۔ اور کیا محبت کے سینگ ہوتے ہیں؟‘‘

فریحہ طیش میں آکر بولی۔ ’’تو رکھو اسے اپنے پاس۔ نہ علیحدہ کرو خود سے؟‘‘

’’یہ بھی ممکن نہیں؟...... میں خود تو اپنی فری کو چاہتا ہوں نا؟...... ایسی ہزار مسکانوں کو میں فری کے قدموں

میں قربان کردوں۔"

"مجھے نہیں چاہیے تمھاری محبت۔" فریحہ نے منہ پھلا لیا۔

"دیکھو مجھے مجبور نہ کرو؟" حماد دھمکی دیتا ہوا بولا۔ "کمرے کا دروازہ بند ہے، یہ نہ ہو مجھے کوئی دوسرا طریقہ استعمال کرنا پڑے؟"

"تم ہاتھ لگا کر دیکھو؟ ایسی چیخیں ماروں گی، میرے گھر والے تو کیا پورا محلہ اکٹھا ہو جائے گا؟"

"تم دوبارہ بکواس کرو؟"

"سچ کہا ہے نا؟" فریحہ یہ کہہ کر دروازے کی طرف بھاگی اور پھر دروازے پر رک کر بولی۔ "استاد جی!...... میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔"

حماد کے ہونٹوں پر ہنسی نمودار ہوئی۔ فریحہ اسے حقیقت میں بہت عزیز تھی۔ اور مسکان سے اس کا واسطہ فقط ضرورت کی حد تک تھا۔ اس کی اہمیت سونے کا انڈا دینے والی مرغی جتنی تھی۔ کہ انڈوں کے حصول کے بعد مرغی کی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ اور حماد اس مرغی کا پیٹ چاک کر کے سارے انڈے اکٹھے ہی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ذہن میں فریحہ کے بیان کیے اندیشے کلبلائے۔ مگر اس نے سر جھٹک کر ان ناممکن سوچوں کو دور جھٹک دیا۔ وہ روزانہ فریحہ کے گھر عصر کی اذان کے وقت آتا۔ آج وہاں آتے ہوئے اس نے ضروری سمجھا کہ مسکان سے ملتا آئے کہ وہ چند روز سے اسے نہیں مل سکا تھا۔ اس دن وہ رات کو اس کی کار دینے گیا تب بھی اس سے نہیں مل سکا تھا اور کار کی چابی دانیال کی ماں کے حوالے کر کے واپس لوٹ آیا تھا۔ لیکن آج بھی اس کا مسکان سے ملنے کا ارادہ پورا نہیں ہو سکا اور جب دانیال کی ماں نے بتایا کہ......

"وہ تو گھومنے کے لیے کراچی سے باہر گئے ہوئے ہیں۔" اس کا دماغ گھوم گیا تھا۔ فریحہ کے پاس آکر اس نے مسکان کو اچھی خاصی جھاڑ پلا دی۔

انھی سوچوں کے دوران اسے مسکان کا ایس ایم ایس موصول ہوا۔ "ہم ایبٹ آباد سے نکل پڑے ہیں۔"

حماد کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ کھلنے لگی۔ اور وہ زیر لب بڑبڑایا۔

"مظلوم سیٹھ زادی؟ عشق نے ہیر بنا دیا ہے۔ وہ بھی کچے گھڑے پر دریا پار کرتے ڈوب گئی تھی اور اس بے

چاری نے بھی مارے جانا ہے۔اُسے پانی نے ڈبویا تھا اِس کا خاتمہ حماد کی محبت نے کر دینا ہے۔"

☆......☆......☆

فون بند کر کے وہ خیالوں میں کھو گئی۔دانیال کا ذرا سا "بکواس بند کرو۔" کہنے پر اس نے سخت قسم کی ناراضی کا اظہار کیا تھا۔اس کے برعکس حماد اسے اچھی خاصی جھاڑ پلا چکا تھا پھر بھی اسے ذرا سا بھی محسوس نہیں ہوا تھا ۔اس نے سوچا۔

"شاید محبت اسی کو کہتے ہیں؟ کہ محبوب کی کوئی بات بری نہ لگے؟"

وہ زیادہ دیر بیٹھی نہ رہ سکی کہ اسے جلدی جلدی وہاں سے جانے کی تیاری کرنا تھی۔

جب دانیال نہا کر باتھ روم سے باہر نکلا تو مسکان مختصر سا سامان سمیٹ کر بیگ میں ڈال رہی تھی۔

"مشی!...... یہ کیا؟"

"واپس چلنا ہے ابھی کے ابھی۔" وہ کھردرے لہجے میں بولی۔

اس کا لہجہ ایسا نہیں تھا کہ وہ نہ چونکتا۔"مشی!...... خیر تو ہے؟" تولیا بستر پر پھینک کر وہ اس کے قریب آیا۔

"ہاں خیریت ہے۔" اس نے دانیال سے نظریں ملانے سے گریز کیا۔

"مشی! میری طرف دیکھو؟" دانیال نے اسے کندھوں سے تھام کر اپنی جانب متوجہ کیا۔

وہ تپ کر بولی۔"بتا دیا نا؟...... کچھ نہیں ہے؟" اس کے دماغ میں حماد کی باتیں ہتھوڑے کی طرح ضربیں لگا رہی تھیں۔دانیال کو واقعی اس نے کچھ زیادہ ہی اہمیت دینا شروع کر دی تھی۔

"م...... مم...... مجھ سے کوئی قصور سرزد ہو گیا ہے؟" اس کا رویہ دیکھتے ہوئے دانیال ایک دم گھبرا گیا تھا۔

اس نے نظریں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔دانیال کی آنکھیں چھلکنے کو تیار تھیں۔

"روم سروس کو کھانے کا بتا دو...... ہمارے پاس وقت کم ہے،بس جو بھی پکا ہے منگوا لو؟" اس کے سوال کا جواب گول کرتے ہوئے وہ واش روم کی طرف بڑھ گئی۔دانیال کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر اسے سخت الجھن ہو رہی تھی۔مگر حماد کی تلخ باتیں سننے کے بعد وہ تسلی کے دو بول بھی نہ کہہ سکی۔پہلے اس کی اپنی محبت تھی بعد میں کسی اور کا نمبر آتا تھا۔پھر بہ قول حماد انھوں نے دانیال کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔اور جتنا کچھ اسے اس شادی سے ملا تھا

اتنا وہ ساری زندگی بچت کر کے نہیں بنا سکتا تھا۔اس نے کیا دیا تھا مسکان کو؟......اگر وہ شادی کر کے اس کے ساتھ ایک ماہ گزارتی اور اسے کوئی مالی فائدہ نہ پہنچاتی تب بھی فائدہ دانیال ہی کا نظر آتا تھا۔مہینہ بھر ایک حسین دوشیزہ کا شوہر ہونا، ہر کسی کا نصیب نہیں ہوتا۔

ان سوچوں کے باوجود باتھ روم میں گھستے ہی اس کی آنکھیں برسنے لگیں۔وہ کیوں رو رہی تھی اس بارے وہ خود بھی کچھ نہیں جانتی تھی۔حماد کی جدائی، دانیال کی بے بسی، اپنی الجھنیں، پتا نہیں کس بات پر اس کا دل کٹا جا رہا تھا۔وضو کرتے ہوئے اس نے اپنی آنکھوں کو خوب دھویا۔

جب وہ باہر نکلی تو کھانا آ گیا تھا۔دانیال گہری سوچ میں گم تھا۔

''چلیں جی وقت نہیں ہے؟''اس نے دانیال کو کھانے کی طرف متوجہ کیا۔

دانیال نے زخمی نظروں سے اس کی جانب دیکھا مگر وہ اس سے نظر چراتے ہوئے کھانا شروع کر چکی تھی۔ دانیال سے شادی کے بعد پہلا دن تھا کہ اس نے پہلا نوالا خود توڑ کر کھایا تھا۔وہ تھوڑی دیر اضطراب میں ہاتھ مروڑتا رہا اور پھر بے دلی سے نوالا توڑ کر کھانے لگا۔

مسکان جانتی تھی کہ وہ صرف اسے دکھانے کے لیے نوالے چبا رہا ہے۔خود مسکان کے حلق سے بھی نوالے نہیں اتر رہے تھے مگر حماد کی باتیں ایسی نہیں تھیں کہ وہ دل سے جھٹک پاتی۔

''تم اس کالے کلوٹے کے ساتھ ہنی مون منا رہی ہو، رنگ رلیاں منا رہی ہو، گل چھرے اڑا رہی ہو؟ بدصورت کے ساتھ تمھارا یہ برتاؤ ہے، خوب صورت ہوتا تب تو تم ہر حد پار کر جاتیں؟''

اس کے کھانا کھانے تک وہ بھی اس کا ساتھ دیتا رہا۔

اس کی عاجزی نے مسکان کو غمگین کر دیا۔اس نے سوچا۔

''حماد کون سا میری حرکات کو دیکھ رہا ہے؟ اس نے واپسی کا کہا ہے تو لوٹ جاتی ہوں، لیکن دانیال کو جدا ہونے سے پہلے اذیت دینا کہاں کی عقل مندی ہے؟''

اس نے نوالا بنا کر دانیال کے منہ کی طرف بڑھایا۔اتنی زیادہ توہین کے بعد کوئی غیرت مند وہ خیرات قبول نہ کرتا، مگر دانیال کے دل میں مسکان کو جو مقام حاصل تھا۔اس کے بعد کسی بھی قسم کی غیرت مندی کا اظہار بعید

تھا۔اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس کے ہاتھوں سے نوالا کھالیا۔لیکن اس کے ساتھ ہی آنکھوں کے اندر کے پانی کو بہنے کا موقع مل گیا تھا۔

مسکان تڑپ اٹھی۔''اے دانی!......کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں، خوشی کے آنسو ہیں۔'' وہ زبردستی مسکرادیا۔''ڈر گیا تھا کہ تم سچ مچ خفا ہوگئی ہو؟''

''نہیں گھر سے فون آیا تھا۔ مجھے کافی جھاڑ پلائی گئی ہے کہ بغیر بتائے میں اتنی دور کیوں آئی ہوں۔بس اس وجہ سے پریشان ہوگئی تھی۔''

''مشی!......ایک بات کہوں؟''

''جی۔''اس نے اثبات میں سرہلایا۔

''یہ بات نہیں ہے، جو تم نے ابھی بتائی ہے،اصل بات کچھ اور ہے؟''دانیال پر اعتماد لہجے میں بولا۔

مسکان نے بات گول مول کرنے کی کوشش کی تھی۔مگر دانیال نے اس کی غلط بیانی کو پکڑ لیا تھا۔اس کی بات صحیح ہوتے ہوئے بھی حقائق کے خلاف تھی۔

''دانی!......مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟''اپنے لہجے میں اعتماد کا فقدان خود اسے بھی محسوس ہو رہا تھا۔تو دانیال کو کیوں نہ پتا چلتا جو حقیقی معنوں میں اس کا نبض شناس تھا۔

''مشی!......میں تم سے اصل بات نہیں اگلوا رہا۔تمھیں صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں؟''

''صفائی کیوں پیش کروں گی، میں چور تھوڑی ہوں؟''مسکان کے لہجے میں چھلکتی تلخی نے ایک بار پھر دانیال کو پریشان کر دیا تھا۔

''میں نے ایسا کب کہا ہے کہ تم کوئی غلط بات چھپا رہی ہو؟......میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اصل بات کچھ اور ہے؟''

''چھوڑو اس موضوع کو اور چلو۔''مسکان اٹھ کھڑی ہوئی۔دانیال بھی بیگ اٹھا کر اس کے ساتھ ہو لیا۔مسکان کا رخ پارکنگ کی طرف ہوگیا جبکہ وہ ریسپشن پر جا کر ہوٹل کا حساب بے باق کرنے لگا۔تھوڑی دیر بعد وہ کار میں بیٹھے واپسی کا رخ کر رہے تھے۔مسکان حماد کو واپسی کی اطلاع دینا نہیں بھولی تھی۔

وہ بہ مشکل حویلیاں تک پہنچے تھے کہ مسکان کو نیند نے آلیا۔اس نے سر جھٹک کر نیند بھگانے کی کوشش کی مگر اس کی کوشش بے سود رہی۔اسی وقت دانیال نے اسے مشورہ دیا۔

''میرا خیال ہے تمھیں سو جانا چاہیے؟''

''نہیں آپ اکیلے بور ہو جائیں گے۔'' مسکان نے ایک بار پھر سر جھٹک کر نیند بھگانے کی کوشش کی۔ دانیال نے کار روک کر کہا۔''پلیز مشی !...... لیٹ جاؤ۔دو تین گھنٹے آرام کر لو پھر میں تمھیں اٹھادوں گا۔اور خود لیٹ جاؤں گا۔''

''اچھا ٹھیک ہے۔'' مسکان نیچے اتر کر پچھلی نشست پر منتقل ہو گئی۔گھر سے آتے وقت وہ ایک خوب صورت کمبل ساتھ لائی تھی۔کار کے اندر فضا معتدل تھی۔اس نے کمبل سیٹ پر بچھایا اور لیٹ گئی۔زندگی میں پہلی بار اس نے اتنی مشقت اٹھائی تھی۔ذہنی طور پر ڈسٹرب ہونے کے باوجود، وہ چند منٹوں ہی میں گہری نیند میں کھو گئی۔

دانیال ڈرائیونگ کرتے ہوئے مسکان کے رویے پر غور کرتا رہا۔آج مسکان اسے بہت زیادہ اجنبی اور پرائی لگ رہی تھی۔یوں جیسے اس کے ظاہر اور باطن میں فرق ہو۔گو اس کی طبیعت کا تضاد پہلے دن سے دانیال پر واضح تھا۔مگر آج وہ تضاد کھل کر سامنے آگیا تھا۔پہلے بھی کبھی اسے مسکان کی آنکھوں میں اتنی چاہت نظر آتی کہ وہ مسرور ہو جاتا اور کبھی وہی آنکھیں بالکل بے گانی اور پرائی پرائی لگتیں۔آج وہ کبھی کبھی چھلکنے والی چاہت بھی معدوم ہو گئی تھی۔ایسا کیوں تھا۔کیا وہ فراڈ تھی اور دانیال کے قریب آنے میں اس کا کوئی مفاد پوشیدہ تھا؟یا وہ کسی کے مجبور کرنے پر وہ اس کے قریب آئی تھی۔بہ ظاہر اسے کوئی بات نظر نہیں آرہی تھی۔اس کی شخصیت میں ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ اتنی حسین اور امیر کبیر لڑکی اس کے قریب ہوتی۔مختلف الٹی سیدھی سوچیں اس کے دماغ میں سرگرداں رہیں۔اسے سب سے زیادہ ڈر مسکان کے بچھڑنے کا تھا۔کسی بھی لڑکی کے طلب گار کو اب مسکان کے علاوہ کوئی درکار نہیں تھی۔چاہے وہ کوئی حور، اپسرا یا مس یونیورس کیوں نہ ہوتی۔

☆......☆......☆

مسکان کی آنکھ کھلی تو چند لمحے وہ بے خیالی میں پڑی رہی۔پھر اسے یاد آیا کہ وہ کہاں لیٹی ہے۔اسی لمحے اس کے کانوں میں دانیال کے گنگنانے کی آواز آئی۔وہ ہلکی آواز میں گنگنا رہا تھا۔اس کی آواز تھوڑی سی بھاری

ہونے کے باوجود مسکان کو بہت پیاری لگی۔اس نے گیت کے بولوں پر کان لگا لیے۔وہ بڑی لے میں گنگنا رہا تھا......

کیا بگاڑا تمھارا اس دل نے

ساتھ مانگا تمھارا اس دل نے

اس طرح کیوں کیا کنارا ہے

یاد رکھنا یہ دل تمھارا ہے

اب بھی تم سے گِلے بلا کے ہیں

اور رشتے بھی انتہا کے ہیں

اس لیے پھر تمھیں پکارا ہے

یاد رکھنا یہ دل تمھارا ہے

کیسے مانوں کہ تم ہی سچے ہو

یہ الگ بات ہے کہ اچھے ہو

ہاں تمھارا قصور سارا ہے

یاد رکھنا یہ دل تمھارا ہے

تیری آنکھوں میں اشک آئیں نا

دکھ بھی ڈھونڈ تجھ کو پائیں نا

تیرا غم کب مجھے گوارا ہے

یاد رکھنا یہ دل تمھارا ہے

تیری باتیں کہاں بھلا پاؤں

کاش تم کو بھی بتا پاؤں

ہر تعلق مجھے گوارا ہے

یاد رکھنا یہ دل تمہارا ہے

ماضی اپنا نہ حال اپنا ہے

اور فردا بھی جھوٹا سپنا ہے

کیا عجب زندگی کا دھارا ہے

یاد رکھنا یہ دل تمہارا ہے

یہ دعا ہے کبھی نہ غم دیکھو

ڈھیروں خوشیاں سدا صنم دیکھو

اب تری یاد ہی سہارا ہے

یاد رکھنا یہ دل تمہارا ہے

مسکان ان بولوں میں کھو سی گئی تھی۔وہ کافی دیر انھی بولوں کو دہراتا رہا۔مسکان مستقبل کے بارے سوچنے لگی ۔اس کے جانے پر دانیال کا ردعمل کیا ہوگا۔یہ سوچ اسے بے چین کر گئی۔اچانک اسے یاد آیا کہ وہ کافی دیر سے ڈرائیونگ کر رہا ہے۔مسکان کی طرح وہ بھی تو تھکا تھا۔اس کا خیال تھا وہ دو تین گھنٹے سو چکی تھی۔اس نے پرس سے موبائل فون نکال کر وقت دیکھا تو حیران رہ گئی۔ساڑھے تین بجے کا وقت تھا۔وہ بے ساختہ اٹھ بیٹھی۔

”ارے دانی!......مجھے اٹھایا کیوں نہیں؟“

”بس ابھی اٹھانے والا تھا؟“

”وقت دیکھا ہے آپ نے؟......میں نے کہا تھا مجھے دو تین گھنٹوں بعد جگا دینا۔اور اب سات آٹھ گھنٹے ہونے کو ہیں۔“

”مشی!......تم گہری نیند سوئی تھیں،اور مجھے بھی کوئی خاص نیند نہیں آ رہی تھی اس لیے اٹھانا مناسب نہ سمجھا“

اس وقت وہ ایک ہوٹل کے قریب سے گزر رہے تھے۔جس کے ساتھ پٹرول پمپ بھی بنا ہوا تھا۔

مسکان نے کہا۔”کار ہوٹل کی طرف موڑ دو،یہاں مسجد ضرور ہوگی۔عشاء کی نماز ہم دونوں نہیں پڑھ سکے ہیں۔اور کار میں پٹرول بھی ختم ہونے والا ہوگا؟“

''نہیں، پچھلے پٹرول پمپ سے میں نے ڈلوا لیا تھا۔'' کہہ کر دانیال نے کار ہوٹل کے اندر موڑ دی۔ وہاں دو تین پسنجر گاڑیاں پہلے سے رکی ہوئی تھیں۔ اور سواریاں چائے وغیرہ پی رہی تھیں۔ ہوٹل کے کونے میں بنی ایک چھوٹی سی مسجد دیکھ کر وہ اس طرف بڑھ گئے۔ وضو کر کے دونوں نے نماز پڑھی۔ اور پھر ایک فیملی کیبن میں بیٹھ کر ناشتا کر لیا، کہ وقت کی بچت ہو۔

دوبارہ کار میں بیٹھتے ہوئے جب دانیال نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تو مسکان نے کہا۔

''دانی!......اب آپ کو آرام کرنا چاہیے؟''

''نہیں صبح کی نماز پڑھ کر لیٹوں گا۔'' وہ بے پرواہی سے بولا۔ اور مسکان مصر ہوئے بغیر اس کے ساتھ بیٹھ گئی

''آپ کو اب تک نیند نہیں آ رہی؟''

''نہیں۔ اصل میں میں جاگنے کا عادی ہوں نا؟......جب تک بیوی نہیں ملی تھی اس کے حصول کی تمنا نہیں سونے دیتی تھی۔ اور جب مل گئی تو چھن جانے کے خوف نے نیندیں اڑا دی ہیں؟''

''یوں الٹے سیدھے وہم دل میں نہ پالا کرو۔'' وہ اسے سمجھانے لگی۔ ''بالفرض اگر میں آپ سے بچھڑ بھی جاتی ہوں تو کیا دنیا میں لڑکیوں کی کمی ہے۔ آپ کو مجھ سے کئی گنا زیادہ خوب صورت لڑکیاں مل جائیں گی۔''

''سب سے پہلے تو تم یہ تصور ہی ذہن سے نکال دو کہ میرے لیے اس دنیا کی کوئی لڑکی، تم سے زیادہ تو کیا، تمھارے جتنی بھی خوب صورت ہو سکتی ہے؟......یہ اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ اور بالفرض اگر ظاہری طور پر کوئی خوب صورت ہے بھی سہی تب بھی دانیال کو نہیں چاہیے۔''

''پاگل!......'' مسکان نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔ ''جب ایک کم عمر خوب صورت دوشیزہ جناب کو حاصل ہو گی تو مسکان بچاری کو آپ ایسے بھلائیں گے جیسے اس کا وجود ہی نہیں تھا۔''

''مشی!......مجھے تیس سال تک تو کوئی واجبی صورت کی لڑکی ہی نہ مل سکی پھر اب کہاں میرے لیے کم عمر دوشیزائیں قطار باندھے کھڑی ہوں گی؟''

''پہلے آپ مزدور تھے، اور اب ایک کاروباری آدمی۔''

وہ گلوگیر لہجے میں بولا۔ ''مشی!......اب مجھے کوئی نہیں چاہیے، کوئی بھی نہیں۔ خدارا تم دور نہ جانا۔''

”کوئی بھی کسی سے دور نہیں ہونا چاہتا دانی!......حالات دور کر دیتے ہیں۔“

دانیال کے ہونٹوں پر زخمی مسکراہٹ ابھری اور وہ فلسفیانہ لہجے میں بولا۔”من چاہی اور حالات کی مسلط کی ہوئی دوری میں بہت فرق ہوتا ہے۔“

مسکان جانتی تھی کہ وہ ایک لاحاصل بحث میں الجھے ہیں۔اسے دانیال کو چھوڑ کر جانا تھا۔

”یوں بھی کوئی کسی کی جدائی میں نہیں مرتا۔“ایک تلخ سوچ اس کے دماغ میں ابھری۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے پوچھا۔

”اچھا چھوڑو اس فضول موضوع کو، یہ بتاؤ کون سا کاروبار پسند ہے آپ کو؟“

”کاروبار......کیسا کاروبار؟“

”اب میں آپ کو مزدوری تو نہیں کرنے دوں گی؟“

”اور کاروبار کرنا مجھے نہیں آتا؟“

”آپ نے امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار تھوڑی کرنا ہے۔کوئی جنرل سٹور یا کپڑوں کی دکان کھولنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔“

”میں نے یہ کام کبھی نہیں کیا؟“

”بالکل نہیں کیا ہوگا۔اور اس کی وجہ لاعلمی یا نالائقی کے بجائے مواقع کا نہ ملنا ہے۔“

”چلیں جی!......یہ بھی کر لیں گے۔“

”اچھا گلوکاری بھی کرتے ہو؟......بہت خوب صورت گیت گنگنا رہے تھے؟“

”مشی!......میں نہیں جانتا، میں کیا گا رہا تھا، بس یہ میرے اپنے ذہن کی اختراع تھا، اس تک بندی کو اگر آپ گیت سمجھتی ہیں تو آپ کی مرضی۔“

صبح کی اذان کے وقت وہ درہ پیزو میں تھے۔ایک مسجد میں نماز کی ادائی کے بعد جب وہ دوبارہ کار میں بیٹھنے لگے تو دانیال، مسکان کے کہے بغیر عقبی نشست پر لیٹ گیا۔دن کے دس بجے وہ ڈیرہ غازی خان پہنچ گئے تھے۔ایک معیاری ہوٹل میں کھانا کھا کر وہ رکے بغیر آگے بڑھ گئے۔ڈرائیونگ کی ذمہ داری دوبارہ دانیال نے

سنبھال لی تھی۔ رستے میں نماز پڑھنے کے علاوہ انھوں نے آرام نہیں کیا تھا۔ رات کے دو بجے کے قریب جا کر دانیال نے اپنے گھر کے سامنے بریک لگائی۔ مسکان فرنٹ سیٹ پر بیٹھے بیٹھے اونگھ رہی تھی۔ کار کے رکتے ہی اس نے اٹھ کر پوچھا۔ ”کیا ہوا؟...... رک کیوں گئے؟“

دانیال مسکرایا۔ ”کیوں کہ گھر آ گیا ہے؟“

مگر وہ یہ نہ کہتا تب بھی مسکان کو پتا چل گیا تھا۔ اس نے نیچے اتر کر بیل دی۔

”کون؟“ تھوڑی دیر بعد عائشہ کی سہمی ہوئی آواز آئی۔

”امی جان!...... یہ میں ہوں مسکان۔“

عائشہ خاتون نے جھٹ دروازہ کھول کر اسے بانہوں میں بھر لیا۔ دانیال بھی کار کو وہیں لاک کر کے ماں سے پیار لینے لگا۔ لیٹنے سے پہلے مسکان نے حماد کو کراچی پہنچ جانے کا میسج کر دیا تھا۔

☆......☆......☆

صبح کی نماز پڑھ کر دونوں نے اکٹھے ناشتا کیا۔ ناشتے کے برتن سمیٹتے ہوئے مسکان تو کچن میں گھس گئی جبکہ دانیال دوبارہ لیٹ گیا تھا۔

برتن دھو کر وہ ساس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ عائشہ اس سے سفر کی تفصیلات سننے لگی۔ آٹھ بجنے میں چند منٹ رہتے تھے کہ اس نے عائشہ سے کہا۔

”امی جان! مجھے کار واپس کرنے جانا ہے؟...... تھوڑی دیر تک واپس آ جاؤں گی۔“

”اے ہے بیٹی!...... اکیلے جائے گی؟“ عائشہ خاتون حیران رہ گئی تھی۔

”ہاں ماں جی!...... دانیال سویا ہے نا؟“

”تو اٹھے گا، تو دے آئے گا واپس؟“

”ماں جی میں کون سا کسی انجان جگہ جا رہی ہوں۔ وہ بھی اپنا گھر ہی ہے۔“

”اچھا ٹھیک ہے بیٹی۔“ عائشہ خاتون بادل نخواستہ راضی ہوتے ہوئے بولی۔ ”احتیاط سے جانا اور جلدی واپس آنے کی کوشش کرنا۔“

مسکان نے سلیقے سے نقاب اوڑھا اور گھر سے باہر نکل آئی۔ وہ سیدھی مل میں پہنچی۔ ایم ڈی مجیب اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا۔ تھوڑی دیر وہ اس کے آفس میں بیٹھ کر گپ شپ کرتی رہی اور پھر مطلب کی بات پر آ گئی۔

''انکل!...... ایک غریب رشتہ دار کے لیے چھوٹے موٹے کاروبار کا بندوبست کرنا ہے، لیکن بھیا کو پتا نہیں چلنا چاہیے۔''

مجیب مسکرایا۔ ''بیٹی!...... بالکل اپنے والد پر گئی ہو؟ بہرحال فکر نہ کرو، ہو جائے گا بندوبست۔ بس یہ بتا دو کس طرح کا، کاروبار صحیح رہے گا؟''

''کوئی جنرل سٹور، ہوزری (Hosiery) یا کاسمیٹکس (Cosmetics) شاپ، کلاتھ (Cloth) ہاؤس وغیرہ۔ کچھ بھی چلے گا۔''

''کوئی قریبی رشتہ دار ہے یا یونہی کسی غریب کو سہارا دے رہی ہو؟''

مسکان نے ایک لمحے کے لیے سوچا، دل سے مشورہ لیا اور بے ساختہ بولی۔

''انکل!...... بہت قریبی ہے؟''

''ٹھیک ہے بیٹی!...... صدر بازار میں اپنے کچھ گودام ہیں۔ میرا ارادہ وہاں مارکیٹ بنانے کا تھا۔ اس پراجیکٹ پر شاید کچھ عرصہ لگ جائے اس سے پہلے میں وہاں ایک جنرل سٹور بنوا دیتا ہوں؟''

''کتنے دن لگ جائیں گے؟''

''بیٹی!...... کسی بھی گودام کی اچھی طرح صفائی کرا کے رنگ و روغن کر دیں گے، تعمیر تھوڑا کرنا ہے اور اس کام میں زیادہ سے زیادہ دو تین دن لگیں گے؟ بس آپ یہ طے کر دیں کہ اس میں سامان کون سا رکھوانا ہے؟''

''ہوزری اور کاسمیٹکس کا سامان مناسب رہے گا۔''

''اور کچھ؟'' مجیب نے شفقت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''نہیں انکل!...... بس یہ کافی ہے۔''

''حماد میاں!...... بڑی باقاعدگی سے تشریف لا رہے ہیں؟'' مجیب نے انکشاف کیا۔

''اچھا؟'' مسکان حیرانی سے بولی۔ ''بڑی بات ہے، ویسے کچھ سیکھ بھی رہے ہیں یا......؟''

”انہیں بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔امید یہی ہے کہ جلد ہی ایک بڑے بزنس مین کے طور پر سامنے آئیں گے ۔اور کیا تمھیں نہیں پتا کہ وہ یہاں آتے ہیں؟“

”نہیں پتا تو ہے، مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ باقاعدگی سے آتے ......بس چند دنوں سے کچھ ذاتی مصروفیات میں الجھی تھی۔“

”نو دس بجے تک پہنچ جاتے ہیں۔“

”ہاں!......اٹھتے ہی نو بجے ہیں محترم!......صبح کی نماز کبھی پڑھی ہی نہیں جناب نے۔“ یہ الفاظ مسکان کے لبوں پر تھے کہ حماد اندر داخل ہوا۔

مجیب نے کہا۔”بڑی لمبی عمر ہے جناب!......ابھی آپ کا تذکرہ ہو رہا تھا۔“

”اوہ!...... یہاں تو میڈم صاحب بھی تشریف فرما ہیں۔زہے نصیب، کیا قسمت ہے اس دفتر کی؟“ حماد نے کسی حیرانی کا اظہار کیے بغیر کہا۔

مسکان بھی کہاں خاموش رہنے والی تھی فوراً بولی۔”میں تو چھاپہ مارنے آئی تھی کہ محترم حماد صاحب تشریف لاتے بھی ہیں یا مفت کی تنخواہ ہی بٹورتے رہتے ہیں۔“

”نہیں جی...... یہ غریب سترہ آنے اپنی ڈیوٹی پر حاضری دیتا ہے۔کیوں مجیب صاحب؟“ حماد نے مجیب سے تصدیق چاہی۔

”مجیب جھٹ بولا۔”وہ تو میں آپ کی آمد سے پہلے بتا چکا ہوں میڈم کو۔“

”گویا میڈم کو مطمئن کر دیا آپ نے۔اب تنخواہ میں بڑھوتری کے چانس موجود ہیں؟“

مسکان نے مسکرا کر کہا۔”فی الحال تو اسی تنخواہ پر گزارا کرو۔“

”ہاں جی!......میڈم کو بھلا کب فکر کہ ایک غریب آدمی اس تھوڑی سی تنخواہ پر کیسے گزارا کرتا ہے، کیوں کر اپنی بیوی کے ناز اٹھاتا ہے اور کیسے بچوں کو پالتا ہے؟“

اس کی باتوں پر مجیب اور مسکان کے قہقہے گونجے۔

مسکان نے بہت دنوں بعد اپنے محبوب کو دیکھا تھا۔وہ ذرا بھی تو نہیں بدلا تھا۔اچانک اسے خیال آیا کہ

مشکل سے دو ہفتے تو اس کی شادی کو ہوئے ہیں جس کو جانے وہ کتنا عرصہ سمجھ رہی تھی۔اس نے گہری نگاہوں سے حماد کا جائزہ لیا۔اسی وقت اس کے ذہن میں دانیال کی تصویر ابھری۔حماد اس سے بہت خوب صورت تھا۔اگر اس وقت وہ کسی سے کہتی کہ وہ حماد اور دانیال کا موازنہ کر رہی ہے تو سننے والا یقیناً اس کی دماغی صحت پر شک کرتا۔یہ کوے اور مور کو ملانے والی بات تھی۔اس نے سر ہلا کر دانیال کی سوچوں کو اپنے تئیں دور جھٹکا۔مگر اسے خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔اس کا دل دانیال اور حماد کا موازنہ کرتا رہا۔وہ جب بھی مسکان کے پاس بیٹھا ہوتا اس کے چہرے کو تکتا رہتا اور حماد اپنی عادت کے مطابق بات کرتے ہوئے سرسری انداز میں اس پر نگاہ ڈال لیتا تھا۔اسے حماد کی آنکھوں میں وہ جذبہ مفقود نظر آیا جو دانیال کی آنکھوں سے ہر وقت روشنی کی طرح پھوٹتا رہتا تھا۔

''مجیب صاحب!......چائے ہی منگوا لیتے؟''

''ضرور۔'' کہہ کر مجیب نے چپڑاسی بلانے کے لیے بیل دی۔

مسکان اٹھتے ہوئے بولی۔''آپ چائے پییں، مجھے کہیں جانا ہے۔''

حماد نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔''ہاں میڈم کے پاس اتنا وقت کہاں کہ نچلے درجے کے ملازمین کے پاس بیٹھ سکیں؟''

وہ مسکرائی۔''چند دن جناب!......پھر وقت ہی وقت ہے۔''

حماد بھی قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔''ٹھیک ہے جناب!......ہم بھی خوش خبری کے منتظر ہیں۔یوں بھی دوریاں سہنا ہمارے نصیب میں لکھا ہے۔

اسی وقت چپڑاسی اندر داخل ہوا۔مجیب اس سے مخاطب ہوا۔

''ایک اچھی سی چائے لے آؤ۔''

''جی جناب۔'' کہہ کر وہ مڑا، اچانک مسکان کو یاد آیا کہ وہ اپنی کار وہیں چھوڑنے آئی تھی۔وہ چپڑاسی کو بولی۔

''احمد چاچا!......چائے رہنے دو۔'' اور حماد کی طرف متوجہ ہوئی۔''حماد واپسی پر چائے پی لینا مجھے ذرا گھر تک ڈراپ کر دو۔''

وہ اپنی جگہ چھوڑتا ہوا بولا۔ ''ٹھیک ہے میڈم!...... مگر تمھاری کار بھی تو یہیں کھڑی ہے؟''

مسکان اس کی بات کا جواب دیے بغیر دفتر سے نکل آئی۔ حماد بھی اس کے ساتھ ہولیا۔ پارکنگ میں داخل ہوتے ہوئے وہ بولی۔ ''میں کار گھر چھوڑنے آئی تھی۔ پھر مجھے یاد آیا وہاں تو نیا چوکیدار ہوگا، کیا شناخت کراتی پھروں گی۔''

''ہاں میں سمجھ گیا تھا'' حماد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اپنی کار کی چابی حماد کے حوالے کر کے وہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

کار پارکنگ سے نکالتے ہوئے حماد نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''بڑے سیر سپاٹے ہو رہے ہیں محترمہ!''

''حماد!...... یقین مانو، گھر میں فارغ بیٹھی بور ہو رہی تھی، سوچا کچھ آؤٹنگ ہی ہو جائے گی۔ مجھے کیا پتا تھا آپ یوں چراغ پا ہو جائیں گے؟''

''یہ خوب کہی...... کیا مجھ سے پوچھا نہیں جا سکتا تھا۔''

وہ ہنسی۔ ''شوہر کی موجودی میں کسی دوسرے سے پوچھنے کی کیا تک ہے؟''

''مسکان زیادہ بکواس کی ضرورت نہیں سمجھیں؟ میری مجبوری کا مذاق نہ اڑاؤ۔''

''سوری حادی!...... بہ خدا میرے ذہن میں ایسی کوئی بات ہی نہیں تھی۔ اور یاد ہے نا میں نے آپ کو بھی شمالی علاقہ جات میں ہنی مون منانے کا کہا تھا۔ آپ تو مانے نہیں............''

''اور دانیال مان گیا؟'' حماد نے اس کے ہونٹوں سے بات اچکی۔

''ہاں۔'' مسکان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''اس میں شک ہی کیا ہے۔ کتنی منتیں کی تھیں آپ کی؟''

حماد نے پوچھا۔ ''یاد ہے، فون پر تم نے کہا تھا یہ دانیال کی خواہش تھی؟''

''یہ بھی سچ ہے۔ پہلے اس نے خواہش ظاہر کی تھی اور بعد میں، میں نے سوچا کہ گھر میں فضول وقت گزارنے سے بہتر ہے، اپنی یہ تمنا تو پوری کرلوں۔ حماد صاحب تو نہ پہلے ساتھ گئے اور نہ بعد میں جائیں گے۔''

''اچھا جو ہوا سو ہوا...... اب جب واپس آؤ گی تو تمھیں لے چلوں گا اور پورا مہینہ وہاں گزاریں گے۔ ایسے کہ ہمارا ننھا منا سا پھول بھی ہمارے ساتھ ہوگا؟''

مسکان نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ اسے یاد آیا کہ دانیال کے کاروبار کے بارے تو اس نے حماد کو مطلع ہی نہیں کیا۔ بعد میں معلوم ہونے پر اس نے لازماً شور کرنا تھا۔ مگر پھر کچھ سوچ کر اس نے ارادہ بدل لیا۔ اگر وہ پہلے بتا دیتی اور حماد اسے منع کر دیتا تو اس کے لیے یہ کام کرنا ممکن نہ رہتا۔ اس کے برعکس بعد میں پتا چلنے پر وہ زیادہ سے زیادہ تھوڑا بہت خفا ہوتا، دانیال سے جنرل سٹور تو واپس نہ چھینتا۔

اسے گھر کے دروازے پر اتار کر حماد واپس مڑ گیا۔ گھر داخل ہونے سے پہلے اس نے انکل مجیب کو بھی فون کر کے بتا دیا تھا کہ، کاسمیٹکس شاپ کی خبر اس کے شوہر سے مخفی رکھے۔

''جانتا ہوں بیٹی!......تم بھی اپنے باپ کی طرح چھپ کر نیکی کرتی ہو۔''

''تھینک یو انکل۔'' کہہ کر اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔

گھر کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ دستک دیے بغیر اندر داخل ہوئی۔ دانیال ابھی تک نہیں اٹھا تھا۔ عائشہ خاتون اسے کچن میں مصروف نظر آئی۔

وہ کچن میں داخل ہوتے ہوئے بولی۔ ''امی!......میں سارے دن کے لیے تو نہیں گئی تھی کہ آپ نے باورچی خانہ سنبھال لیا؟''

''بیٹی!......فارغ بیٹھ کر بھی تو وقت نہیں گزرتا نا؟''

''کیا بنا رہی ہیں؟'' وہ پتیلی کا ڈھکن اٹھا کر اندر جھانکنے لگی۔

''چنے کی دال۔ دانی اب تک سویا ہے اور گھر میں دال کے علاوہ کچھ تھا نہیں۔ سو چا یہی بنا دوں۔''

''بہت اچھا کیا، مجھے چنے کی دال بہت اچھی لگتی ہے۔''

''بیٹی!......ہم غریبوں کو اچھی نہ لگے تب بھی یہی کھانا پڑتی ہے۔''

''اب آپ انشاءاللہ غریب نہیں رہیں گے ماں جی!......اور میں ذرا دانی کو جگا لوں۔'' کہتے ہوئے وہ اپنی خواب گاہ کی طرف بڑھ گئی۔

☆......☆......☆

تیسرے دن اسے مجیب کی کال ریسیو ہوئی۔

”بیٹی!......آپ کے حکم کی تعمیل کر دی ہے۔“

”انکل!......گناہ گار تو نہ کریں؟ میں آپ کو حکم دے سکتی ہوں بھلا۔ بیٹیاں والد یا چچا ہی کو کام بتاتی ہیں اور یہ حکم نہیں بیٹیوں کا حق ہوتا ہے۔“

”مذاق کر رہا تھا بیٹی!......میں نے کبھی سدرہ اور تم میں فرق نہیں کیا ہے۔“ وہ جانتی تھی کہ سدرہ، مجیب کی اکلوتی بیٹی کا نام ہے۔

”اچھا انکل!......مجھے ایڈریس سمجھا دیں میں وہیں آ کر جائزہ لینا چاہتی ہوں؟“

اور مجیب نے اسے دکان کا ایڈریس سمجھا دیا۔

”ٹھیک ہے انکل میں آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچ جاؤں گی۔“ رابطہ منقطع کر کے اس نے ساس کو کہا۔

”امی!......میں نے انکل سے دانیال کی دکان کی بابت بات کی تھی۔ آج دکان کا کام مکمل ہو گیا ہے، میں وہیں جا رہی ہوں۔ دانیال کو یہ بات نہیں بتانا۔ عصر کے وقت تینوں وہیں چلیں گے؟“

”بیٹی!......پہلے بھی تمھارے احسان کم نہیں، ہیں مزید زیر بار نہ کرو؟“

مسکان خفگی سے بولی۔ ”بیٹی بھی کہتی ہیں اور یوں غیروں کی طرح شکریہ بھی ادا کرتی ہیں؟“

”اللہ تمھیں سکھی رکھے، نیک اور فرمان بردار اولاد دے، شوہر کی محبت اور توجہ ہمیشہ تمھیں حاصل رہے......“ عائشہ خلوص دل سے اسے دعائیں دینے لگی۔

مسکان گھر سے نکل کر صدر بازار کی طرف بڑھ گئی۔ مطلوبہ دکان ڈھونڈنے میں اسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ انکل مجیب اس کا منتظر تھا۔ کافی وسیع وعریض دکان تھی۔ مجیب نے اسے بہت اچھی طرح ڈیکوریٹ کرایا تھا۔ دکان کی پیشانی پر داؤد جنرل سٹور کا نام چمک رہا تھا۔ باپ کا نام پڑھ کر مسکان کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔

وہ گلوگیر لہجے میں بولی۔ ”انکل!......بہت پیارا نام رکھا ہے سٹور کا؟“

”ہاں بیٹی!......وہ بے وفا بھول تو نہیں سکتا نا؟......اتنے لمبے سفر پر اکیلا نکل گیا۔ حالانکہ عہد و پیمان اس نے ہمیشہ ساتھ نبھانے کا کیا تھا۔“

”انکل!......پاپا یاد آتے ہیں آپ کو؟“

''نہیں ......'' مجیب نے نفی میں سر ہلایا۔''یاد وہ آتے ہیں جو کبھی بھولے ہوں۔ تمھارے پاپا نہ صرف میرے اچھے دوست تھے، بلکہ بہت بڑے محسن بھی تھے۔آج میں جو کچھ ہوں ان کی مہربانیوں کے طفیل ہوں۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے بزنس مین کے روپ میں ولی اللہ تھے۔''

''ہاں انکل!...... پاپا واقعی بہت اچھے تھے۔''

''اسی لیے تو اتنی جلدی اس بے وفا دنیا کو چھوڑ کر حقیقی گھر لوٹ گئے۔''

باپ کے تذکرے پر اس کی آنکھیں اشک بار ہوگئی تھیں۔

مجیب اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔''بیٹی روتی کیوں ہو؟ میں ہوں نا تمھارا باپ، رونا تو مجھے چاہیے جس کا سرپرست چلا گیا؟'' اس کی آنکھوں میں بھی نمی جھلکنے لگی تھی۔

وہ دونوں تھوڑی دیر سوگوار بیٹھے رہے۔ پھر اس خاموشی کو مسکان نے توڑا۔

''انکل!......کوئی ایسا ایمان دار ملازم مل جائے گا جو اس کاروبار سے واقفیت رکھتا ہو؟''

''کیوں نہیں بیٹی!...... ایک چھوڑ دس ملازم مل جائیں گے۔''

''نہیں انکل!...... ایک ہی کافی ہے۔جو دکان کا کام سنبھالنے کے ساتھ مالک کو بھی اس کام سے واقفیت دلا سکے۔'' مسکان جانتی تھی کہ دانیال تجارت کی ابجد سے بھی واقف نہیں تھا۔کوئی ایماندار اور ہوشیار ملازم ہی صحیح طریقے دکان سنبھال سکتا تھا۔

''ٹھیک ہے بیٹی!......کل مطلوبہ آدمی یہاں پہنچ جائے گا۔اور اب مجھے اجازت دو اور خود اچھی طرح دکان کا جائزہ لے لو، کوئی چیز کم ہو تو فون کر کے بتا دینا۔''

''میں بھی چلتی ہوں انکل!......اور کمی بیشی بعد میں پوری ہوتی رہے گی۔''

دکان لاک کر کے مجیب نے چابی اس کے حوالے کی اور اپنی کار میں بیٹھ کر فیکٹری کی طرف روانہ ہو گیا ۔مسکان بھی گھر لوٹ آئی۔

''دانی صاحب!......اب اٹھ بھی جائیں؟'' خواب گاہ میں داخل ہو کر اس نے دانیال کو آواز دی۔

وہ انگڑائی لیتا ہوا بولا۔''بڑی دور سے آوازیں دی جا رہی ہیں منشی؟''

وہ مسکرائی۔ ''ہاں!...... کہتے ہیں نا دودھ کا جلا، چھاچھ بھی پھونک مار کے پیتا ہے اور سانپ کا کاٹا رسی سے بھی ڈرتا ہے۔ کل آپ کو قریب آ کے ہی جگایا تھا نا؟''

''وحشی!...... مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔''

''شاید!...... لیکن آپ سے ہر قسم کی امید رکھی جا سکتی ہے۔'' دانیال کی معیت میں رہتے رہتے وہ بھی اس کی طرح باتیں کرنے لگی تھی۔ وہ خود کو دل سے حماد کا سمجھتی، لیکن عجیب بات یہ تھی کہ دانیال کا ساتھ اسے عجیب قسم کا سکون بخشتا تھا جس کی توجیہ سے وہ خود قاصر تھی۔

''اگر قریب نہیں آنا تو پھر جگانے کا مطلب؟'' وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

مسکان نے پیچھے مڑ کر کمرے کے دروازے کے کھلا ہونے کا اطمینان کر لیا، کیونکہ دانیال سے کوئی بعید نہیں تھا وہ چھلانگ لگا کر بھی اسے جکڑ سکتا تھا اور اس وقت اس کے ہاتھ آنے کا مطلب اسے اچھی طرح معلوم تھا۔

''مطلب یہ ہے جناب! کہ اب روزگار کی سوچو؟ یوں کب تک بستر پر پڑے اینڈتے رہو گے؟''

''طعنے دے رہی ہو؟'' اس نے بہ ظاہر سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

''آپ کو شک ہے؟'' مسکان ترکی بہ ترکی بولی۔ اور وہ قہقہہ لگا کے ہنس پڑا۔

''وحشی کی بچی!...... یہ نہ سوچنا کہ تم کمرے سے نکل کر جان بچا لو گی، میں امی جان سے نہیں ڈرتا۔''

''یہ گیدڑ بھبکیاں کسی اور کو دینا۔'' مسکان نے آنکھیں نکالیں۔

''اچھا ٹھیک ہے سرور حیات!...... کل سے یہ خادم فیکٹری جانا شروع کر دے گا۔ اب خوش؟''

''ہزار دفعہ کہا ہے، فیکٹری کو بھول جاؤ۔ اور اب اٹھو کہیں جانا ہے۔''

''کہاں؟''

''یہ پتا چل جائے گا۔ دس منٹ بعد اگر تیار نہ ہوئے تو......؟''

''تو کیا کر لو گی؟'' تکیہ سر کے نیچے رکھ کر دوبارہ لیٹتے ہوئے اس نے اسے چڑایا۔

''تو یہ کہ آج سے میں امی جان کے ساتھ سویا کروں گی۔''

وہ چھلانگ لگا کر واش روم کی طرف بڑھتا ہوا بولا ''ہو گیا تیار جی!...... ہو گیا تیار، پانچ منٹ بھی نہیں لگیں

گے۔'' اور مسکان ہنستی ہوئی باہر نکل گئی۔کبھی کبھی وہ سوچتی۔'' کاش یہ مزاج اور یہ عادتیں حماد کی ہوتیں۔وہ بھی اس کا ایسا ہی دیوانہ ہوتا، کہ ذرا سی جدائی کی دھمکی پر تڑپ اٹھتا، اس کی بڑی سے بڑی خطا کھلے دل سے معاف کر دیتا، غلطی مسکان کی ہوتی اور معافی وہ مانگتا، اس کی سالن سے لتھڑی انگلیوں کو چاٹنا سعادت سمجھتا، وہ جس حال میں ہوتی اس کی صورت کو پسند کرتا، اس کا پسندیدہ مشغلہ مسکان کے چہرے کا دیدار ہوتا۔اس کے ہاتھ سے کھانا کھاتا، اس کا جھوٹا پینے پر ضد کرتا اور......اور......اور وہ سب کچھ کرتا جو دانیال کرتا ہے۔

''امی جان!......تیار ہو جائیں، جانا ہے کہیں۔''

''کہاں جانا ہے بیٹی؟'' عائشہ اس وقت تلاوت کر رہی تھی۔مسکان کی بات سن کر قرآنی مجید کو بند کر کے اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

''بتایا تو تھا آپ کو؟''

''تم نے تو عصر کے وقت جانے کی بات کی تھی؟'' عائشہ کو اس بات بھولی نہیں تھی۔

''نہیں ابھی چلیں گے اور آج دوپہر کا کھانا بھی ہوٹل میں کھائیں گے۔اب آپ اٹھ جائیں؟''

''اچھا بیٹی!'' وہ قرآن مجید کے گرد غلاف لپیٹنے لگی۔اس کے تیار ہونے تک دانیال بھی تیار ہو گیا تھا۔تھوڑی دیر بعد وہ گاڑی میں بیٹھے دکان کی جانب رواں دواں تھے۔ڈرائیونگ کی ذمہ داری مسکان نے سنبھالی تھی۔دوکان کے سامنے کار روک کر وہ نیچے اتری، ماں بیٹا بھی اس کی دیکھا دیکھی نیچے آ گئے تھے۔مسکان نے دکان کی چابی دانیال کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

''تالا کھول کر شٹر اٹھاؤ؟''

دانیال نے کوئی سوال کیے بغیر تالا کھول کر شٹر اٹھا دیا۔شٹر کے پیچھے مجیب نے مضبوط شیشے کا دروازہ لگوایا تھا۔

''امی!......اب آپ آگے آئیں۔'' مسکان نے عائشہ کو دعوت دی۔''یہ دروازہ آپ کھول کر اپنے بابرکت قدم اندر رکھیں۔''

عائشہ نے آگے بڑھ کر دروازہ دھکیلا۔اور دھڑکتے دل کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔دکان کی چمک دیکھ کر اس کی آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔دانیال اور مسکان بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر داخل ہوئے۔

”یہ دکان............؟“

”دانیال صاحب!......کی ہے؟“ مسکان نے شوخ مسکراہٹ سے اس کا فقرہ مکمل کیا۔

”مم......مگر میں......“ فرطِ جذبات سے وہ اپنا فقرہ مکمل نہ کر سکا۔

وہ اس کی بات پر دھیان دیے بغیر عائشہ کو مخاطب ہوئی۔

”امی جان!......کیسی لگی بیٹے کی دکان؟“

عائشہ اسے اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے بولی۔”بیٹی!......میں نہیں جانتی، مجھ گناہ گار کی کون سی ادا اس پاک پرودگار کو پسند آئی کہ تمھارے جیسی بہو اللہ پاک نے میرے نصیب میں لکھ دی۔“

وہ ہنستے ہوئے بولی۔”بس کریں امی جان!......کچھ زیادہ ہی سر پر چڑھا رہی ہیں مجھے۔“

”نہیں بیٹی!......یہ سچ ہے۔“ عائشہ نے اس کا ماتھا چوم لیا۔

”دانیال صاحب!......آپ کھڑے کیا دیکھ رہے ہیں؟ ادھر اپنی جگہ سنبھالیں، ماں بیٹی نے خریداری کرنی ہے؟“

دانیال جھجکتے ہوئے شوکیس کے پیچھے ہو گیا۔

مسکان نے اگلا حکم دیا۔”اب ہم سے پوچھیں کیا خریدنا ہے؟“

دانیال مسکرایا۔”محترمہ!......جو عورت خریداری کے لیے جاتی ہے، دکاندار اس سے یوں پوچھتا ہے کہ ،باجی کیا لینا ہے؟ تو کیا آپ سے بھی میں......؟“

وہ کھسیانی مسکراہٹ سے بولی۔”بڑے بے شرم ہو؟......چلیں امی ہم خود پسند کرتی ہیں۔“

عائشہ کے ساتھ مل مسکان نے اپنی اور اس کی ضرورت کی چند چیزیں پسند کیں اور دانیال کے سامنے ڈھیر کرتے ہوئے بولی۔

”جناب!......یہ بل بنا دیں۔“

”محترمہ!......آپ پہلی گاہک ہیں اس وجہ سے آپ کے ساتھ خصوصی رعایت کی جائے گی ۔بل تو زیادہ بن رہا ہے، بس آپ ایک لاکھ دے دیں۔“

”غضب خدا کا دانی!......“ مسکان چلائی۔”ایک لاکھ؟......اگر یہی ریٹ رہا اس دکان کا تو لوگوں نے دکان کے اندر آنا تو کیا سامنے سے گزرنا بھی چھوڑ دینا ہے۔“

دانیال اطمینان سے بولا۔”مس!......ادائی کرنی ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ آپ اگلی دکان پر تشریف لے جا سکتی ہیں۔“

”کیا کہنے!......“ مسکان نے منہ بناتے ہوئے پرس سے چیک بک نکالی اور سچ مچ ایک لاکھ کا چیک سائن کر کے اس کی طرف بڑھا دیا۔

دانیال نے چیک وصول کر کے مندرجات پر نگاہیں دوڑائیں، وہ انگلش نہیں پڑھ سکتا تھا مگر ہندسوں کو تو اچھی طرح جانتا تھا۔ایک لاکھ کا عدد دیکھ کر اسے خاصی حیرت ہوئی تھی۔

”مس!یہ چیک اصل تو ہے نا؟“

”میں آپ کو فراڈ لگتی ہوں؟“ مسکان نے آنکھیں نکالیں۔

”کسی کے چہرے پر نہیں لکھا ہوتا سمجھیں،اور یہ غصہ اپنے خاوند کو دکھانا۔“

”دانی!......اگر یہی برتاؤ رہا تو اس دکان کا پہلا اور آخری گاہک میں ہی ہوں گی؟“

عائشہ نے کہا۔”اچھا بیٹا!اب یہ چیک میری بیٹی کو واپس کرو، یہ بل اس کا شوہر ہی آ کر ادا کرے گا۔“

”یہ لیں محترمہ!......“ دانیال نے اس کی طرف چیک بڑھایا۔

”نہیں۔“ مسکان نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔”اب آپ اپنی پہلی کمائی سے ہمیں کھانا کھلائیں گے۔اور شام کو اپنی بیوی یعنی مابدولت کو شاپنگ بھی کرائیں گے۔“ یہ کہہ کر وہ عائشہ کو بولی۔”چلیں امی بڑی سخت بھوک لگی ہے؟“

دانیال چیک جیب میں ڈال کر ان کے ہمراہ ہولیا۔مسکان ایک امیر لڑکی ہے،اس بات کا اندازہ اسے پہلے دن سے ہوگیا تھا۔مگر وہ اس قدر امیر ہے یہ دانیال کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔اس کے لیے اتنی قیمتی دکان کی خریداری اور پھر ایک لاکھ کا چیک اس بے پرواہی سے کاٹا جیسے چند روپے کسی کو دے رہی ہو؟ آخر وہ کون تھی؟اور دانیال میں ایسی کیا بات تھی کہ اس نے اسے شادی کے لیے چنا تھا۔سارے معاملے میں کوئی گڑ بڑ ضرور تھی

،مگر اس کا دماغ اس گڑ بڑ کو جانچنے میں ناکام رہا تھا۔مسکان کی طبیعت کا تضاد اسے شروع دن سے اچنبھے میں ڈالے ہوئے تھا۔

کار میں بیٹھتے ہوئے اس نے ''داؤد جنرل سٹور'' پڑھ کر مسکان سے پوچھا۔

''مشی!...... یہ تمھارے والد محترم کا نام ہے نا؟''

''آپ کو کیسے پتا؟'' اسے حیرانی ہوئی تھی۔

''جی!...... نکاح کے وقت میں نے مسکان بنت داؤد ہی کو قبول کیا تھا۔''

اس کی بات نے مسکان کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دی۔

''اگر دکان کا یہ نام پسند نہیں، تو اپنی پسند کا نام بھی رکھ سکتے ہو؟'' اس نے کھلے دل سے اسے اجازت دیتے ہوئے کہا۔

''نہیں!...... یہ بہت پیارا نام ہے۔اور ان شاء اللہ میں اپنے بیٹے کا نام بھی داؤد ہی رکھوں گا۔''

مسکان نے سوچا۔''ہاں اسے محبت کہتے ہیں؟ کہ محبوب سے جڑی ہر چیز پیاری لگے۔''

مطلوبہ بینک کے سامنے کار روک کر اس نے دانیال کو کہا۔''آپ چیک کیش کرالیں؟''

دانیال سرہلاتا ہوا نیچے اتر گیا۔ایک لمحے کے لیے اس کے دل میں خیال گزرا کہ یہ چیک کہیں نقلی نہ ہو، مگر پھر اسے اپنی سوچ پر ہنسی آگئی۔مسکان کبھی بھی اس کی سبکی گوارا نہیں کرسکتی تھی۔اس کے لیے لاکھوں کی دکان خریدنے والی کے لیے ایک لاکھ کی کیا حیثیت تھی۔اس کے اندازے کے مطابق چیک آسانی سے کیش ہو گیا تھا۔تھوڑی دیر بعد وہ ایک بہترین ہوٹل کے فیملی کیبن میں بیٹھے لنچ کر رہے تھے۔

☆......☆......☆

مسکان نے دانیال کو مزدور سے ایک کاروباری آدمی بنا دیا تھا۔نچلے طبقے سے اٹھا کر متوسط طبقے میں لا پھینکا تھا۔پیدل چلنے والے کو گاڑی کا مالک بنا دیا تھا۔اس کی ایما پر وہ میٹرک کی کتابیں بھی خرید لایا تھا۔رات کے وقت وہ باقاعدگی سے دو تین گھنٹے مسکان سے سبق پڑھتا۔دکان پر بھی کتابیں اس کے پاس ہوتیں۔مجیب صاحب نے ادھیڑ عمر کے ایک بہترین آدمی کو اسے تربیت دینے کی ذمہ داری سونپی تھی۔مکرم خان ایک قابل

اعتماد بھروسے والا آدمی اور اپنے کام کا ماہر تھا۔دانیال بہت تیزی سے کاروباری گر سیکھ رہا تھا۔جلد ہی دانیال کے اندر کے مزدور نے ایک پر اعتماد کاروباری شخص کی جون بدل لی۔دو تین ہفتوں کے اندر ہی اس نے دکان میں پڑے سامان میں خاطر خواہ اضافہ کر دیا تھا۔

سب کچھ سیکھنے کے بعد بھی دانیال مکرم خان کی عزت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتا۔لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ دکان کا مالک اور مکرم خان ملازم ہے۔اس کے اخلاق نے مکرم خان کو اس کا گرویدہ بنا لیا تھا۔وہ شکل کا کالا اندر سے کتنا اچھا اور کھرا تھا اس کا اندازہ مکرم خان کو چند دنوں ہی میں ہو گیا تھا۔

دکان پر بہت زیادہ مصروفیت کے باوجود دانیال دن کا کھانا اپنی مشی کے ہاتھوں ہی سے کھاتا۔اس نے کئی دفعہ دبے لفظوں میں اسے کھانا ساتھ لے جانے کی تلقین کی تھی،مگر ایسی کوئی بھی بات دانیال کو بالکل منظور نہیں تھی جس سے مسکان سے ذرا بھی دوری کا احساس پیدا ہوتا۔حد تو یہ تھی کہ وہ باقاعدگی سے ہر گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے بعد دو تین منٹ موبائل فون پر بھی بات کر لیتا۔

دن کے ساڑھے بارہ بجے وہ دکان مکرم خان کی صوابدید پر چھوڑ کر گھر کا رخ کرتا،دوپہر کا کھانا کھانے تک نماز کا وقت ہو جاتا،نماز کی ادائی کے بعد وہ دو اڑھائی بجے کے قریب واپس آجاتا۔اس کی واپسی کے بعد مکرم خان نماز اور کھانے کی بریک کرتا۔

ان کی شادی کو ڈیڑھ ماہ ہو گیا تھا۔دوپہر کا کھانا بناتے ہوئے مسکان کو دانیال کی کال موصول ہوئی۔

''جی محترم!......؟ گھنٹا پورا ہو گیا ہے؟'' کال ریسیو کرتے ہوئے مسکان نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''مشی!...... یہ تمھارے لیے گھنٹا ہو گا؟ مجھے تو سال برابر ایک منٹ لگتا ہے،اب خود اندازہ کر لو،شوہر غریب ساٹھ سال بعد بھی اپنی جان سے پیاری شریک حیات سے بات نہ کرے؟''

''فضول باتوں کا مقابلہ ہو تو ٹرافی آپ سے کوئی نہیں لے جا سکتا؟''

وہ برجستہ بولا۔''آپ بھی نہیں لے جا سکتیں؟''

''ہونہہ!...... میں کس کھیت کی مولی ہوں؟''

''گاجر،مولی تو میں نہیں جانتا،البتہ یہ پتا ہے کہ تم بیوی ہو اور............''

اس سے پہلے کہ دانیال کی بات مکمل ہوتی اسے زور سے ابکائی آئی اور وہ جلدی سے کچن میں بنے واش بیسن پر جھک گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس کے ذہن میں گونجا......

"الوداع دانی!......"

دانیال سے جدائی کی گھڑی سر پر آ گئی تھی۔ کلی کر کے اس نے دوبارہ موبائل فون کان سے لگایا۔ وہ ایک تسلسل سے "ہیلو...... ہیلو" کر رہا تھا۔

وہ جلدی سے بولی۔ "جی...... جی؟"

اس نے شکوہ کیا۔ "کہاں چلی گئی تھیں؟"

"کہیں نہیں یہیں ہوں؟"

"اچھا اپنا خیال رکھنا، اب گھر آ کر بات ہو سکے گی؟" دانیال ہمیشہ یوں بات کرتا جیسے ایک گھنٹا بہت طویل عرصہ ہو۔ ہر بار رابطہ منقطع کرتے ہوئے وہ اس کو اپنا خیال رکھنے کی تلقین ضرور کرتا۔ اس سے رابطہ منقطع کر کے وہ اسے چھوڑنے کا منصوبہ سوچنے لگی۔ یوں ایک دم طلاق کا مطالبہ عجیب سا لگتا تھا۔

پھر اس کے سالن پکانے اور روٹیاں بنانے تک دانیال آ گیا۔

"مشی!...... کیا ہوا؟" اس کی اتری صورت دیکھ کر وہ ایک لمحے میں جان گیا تھا کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔

"کچھ نہیں...... کچھ بھی تو نہیں۔" وہ گڑبڑا گئی۔

"کچھ تو ہے؟" اس نے کھانے کی ٹرے ایک طرف کرتے ہوئے اسے اپنی طرف کھینچا۔ مسکان نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے اشارے پر کھنچی چلی گئی۔ اگلے لمحے وہ اس کی فراخ چھاتی پر سر رکھ کر سسک پڑی۔

"مشی!...... میری جان کیا بات ہے؟" دانیال گھبرا گیا تھا۔

مگر وہ خاموشی سے آنسو بہاتی رہی۔

"کچھ پتا بھی چلے گڑیا!...... آخر کیا بات ہے؟...... کیا امی جان نے کچھ کہا ہے؟"

"نہیں۔" مسکان نے آنسو صاف کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"پھر؟"

”دانی!......کوئی بات نہیں ہے؟ بس یونہی کبھی کبھی دل بھر آتا ہے۔ مجھے خود بھی سمجھ نہیں آتی؟“ مسکان جھوٹ نہیں بولتی تھی، مگر اس وقت اسے جھوٹ ہی میں عافیت نظر آئی۔

دانیال بیڈ سے ٹیک لگا کر اس کے ریشمی بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔ مسکان نے علیحدہ ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اسے عجیب طرح کا سکون محسوس ہو رہا تھا۔ پھر اسے پتا ہی نہ چلا کہ کب اسے نیند آ گئی۔

آنکھ کھلنے پر اسے دانیال اسی ہیئت میں بیٹھا نظر آیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ دیوار پر ٹنگی گھڑی اسے پانچ بجے کا اعلان کرتی نظر آئی۔ کھانا ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

وہ خفت سے بولی۔ ”اتنی دیر گزر گئی؟“

”کتنی دیر؟“ دانیال نے چونک کر گھڑی کی سمت نگاہ دوڑائی۔ ”اوہ!......تمھاری قسم مجھے پتا ہی نہ چلا۔ میں تو بس یہی دعا مانگ رہا تھا کہ وقت ٹھہر جائے اور میری مُشی یونہی میرے سینے سے لپٹی رہے۔“

”دانی!......پہلے بھی آپ نے کئی دفعہ میری قسم کھائی ہے۔ اس طرح قسم کھانا گناہ ہوتا ہے۔ بس اللہ پاک کی قسم کھایا کرو اور کسی کی نہیں۔“

”ٹھیک ہے ملانی جی؟“

”اچھا میں کھانا گرم کر کے لاتی ہوں......تمھیں بھوک لگی ہوگی؟“

”نہیں تمھارے قرب نے میری بھوک پیاس ختم کر دی ہے۔“

وہ دکھی ہو گئی۔ ”ہاں دانی!......یہ محبت بھی عجیب روگ ہے، قرب کی خوشی بھی بھوک اڑا دیتی ہے اور ہجر کا دکھ بھی کھانا پینا چھڑا دیتا ہے۔“

دانیال خوفزدہ لہجے میں بولا۔ ”مُشی!......مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے؟“

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ”کس چیز سے؟“

”پتا نہیں، لیکن مجھے لگتا ہے کوئی انہونی ہونے والی ہے؟“

”میں یہ برتن چھوڑ آؤں۔“ اس نے ٹرے اٹھا کر کچن کا رخ کیا۔ وہ شاید جادوگر تھا کہ اس کی ہر بات بغیر اس کے بتائے جان لیتا تھا۔ اب بھی مسکان کے رویے سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کوئی خاص بات ضرور

ہے۔ مسکان کوئی ایسی تجویز سوچنے لگی جس سے وہ دانیال سے جھگڑا شروع کر سکے۔ وہ رات اس نے دانیال کے ساتھ اس وارفتگی سے گزاری کہ اس کے سارے اندیشے ڈھل گئے تھے۔ صبح وہ ہنسی خوشی کام پر روانہ ہو گیا۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد وہ بھی گھر سے نکل آئی۔ عائشہ خاتون قرآن مجید کی تلاوت کر رہی تھی۔ اس نے ساس سے پوچھنے کی بھی زحمت بھی گوارا نہیں کی تھی۔ وہ گھر سے نکل کر تھوڑی دور ہی آئی تھی کہ دانیال کی کال آنے لگی۔ وہ لازماً دکان پر پہنچنے کی اطلاع دینا چاہ رہا تھا۔ مگر اس نے نمبر بزی کر کے موبائل آف کر دیا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی یہ حرکت اسے پریشان کر دے گی اور وہ بغیر تاخیر کے گھر پہنچے گا۔ لیکن ایسا اس نے جان بوجھ کر کیا تھا۔ جھگڑا شروع کرنے اور قطع تعلق کے لیے کوئی بہانہ تو اسے بھی چاہیے تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک مہنگی اور مشہور گائنا لوجسٹ کے کلینک میں موجود تھی۔ وہاں رش نہ ہونے کے برابر تھا۔ نو بجے لیڈی ڈاکٹر پہنچی اور دس بجے مسکان کا نمبر آ گیا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ اس خوش خبری کے ساتھ رخصت ہو رہی تھی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔

وہ واپس روانہ ہوئی۔ گھر پہنچتے ہی اپنے اندازے کے مطابق اسے دانیال صحن میں ٹہلتا ملا۔ عائشہ خاتون بھی برآمدے میں پریشان سی بیٹھی تھی۔ جیسے ہی وہ کار گیراج میں روک کر باہر نکلی۔ دانیال بے تابی سے آگے بڑھا۔

”مشی!...... کہاں گئی تھیں، اور موبائل کیوں بند کر دیا تھا۔“

وہ اس کی بات کا جواب دیے بغیر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

”وہ اس کے پیچھے اندر چلا آیا۔ ”مشی!...... کیا ہوا؟ خیر تو ہے؟ تم اس طرح امی جان کو بتائے بغیر کہاں گئیں تھیں۔“

وہ اس کی طرف مڑی۔ ”تو کیا میرا گھر سے باہر جانا بھی منع ہے۔ یا میں اس گھر میں قیدی ہوں اور تمھاری ماں مجھ پر داروغہ مقرر ہے؟“

اس کا تلخ لہجہ اور نشتر الفاظ سن کر دانیال کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

”مم...... میں نے ایسا کب کہا ہے مشی!...... میں تو...... میں تو۔“

”رہنے دیں۔“ مسکان نے مزید زہر اگلا۔ ”میرے کال کاٹنے پر تم گھبرا کر گھر بھاگے آئے، اور تھوڑی دیر

گھر سے باہر رہنے پر یوں تفتیش شروع کردی گویا میں فاحشہ ہوں۔“

ہمیشہ آپ کہنے والی تم کے لفظ سے مخاطب تھی۔دانیال دونوں ہاتھوں سے سر تھامتے ہوئے کراہا۔”میں نے کب کہا ایسا؟......میں تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتا؟“

مسکان کی زہر فشانی جاری رہی۔”ہر لفظ منہ سے نہیں نکالا جاتا۔کچھ باتیں بن کہے پتا چل جاتی ہیں؟“

”مشی!......پلیز مجھے بتاؤ اصل بات کیا ہے؟“دانیال نے اس کے بازو سے پکڑنا چاہا۔

”چھوڑو مجھے۔“مسکان نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو اس کی گرفت سے آزاد کرالیا۔

اسی وقت عائشہ اندر داخل ہوئی۔اور دانیال کو پیچھے کھینچتے ہوئے بولی۔

”دانی!......تم جاؤ یہاں سے،میں خود بات کرتی ہوں بیٹی سے۔“دانیال کو کہہ کر وہ مسکان کو مخاطب ہوئی۔

”بیٹی کیا بات ہے؟کیوں غصے میں ہو؟“

اور اس مرتبہ مسکان نے بدتمیزی کی انتہا کردی۔”آنٹی!......آپ چھوڑیں یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے؟“

”آنٹی......؟“عائشہ کے چہرے پر تاریکی چھا گئی تھی۔ماں جی کہنے والی کے منہ سے آنٹی سن کر اس کا دماغ ماؤف سا ہو گیا تھا۔وہ خاموشی سے مڑی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

”مسٹر دانیال!......میں یہاں سے جارہی ہوں۔اب میں اس گھر میں ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتی۔کل تک مجھے طلاق کے کاغذ بھجوادینا،ورنہ مجھے عدالت سے رجوع کرنا پڑے گا۔“

”مشی!......ہوش میں تو ہو؟“دانیال نے آگے بڑھ کر اسے تھامنا چاہا۔پر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ حقیقی خفگی کا علاج تو موجود ہے،لیکن بناوٹی اور خودساختہ ناراضی کسی تدبیر سے ختم نہیں ہوسکتی۔

اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے،مسکان نے اس کے چہرے پر تھپڑ جڑ دیا۔وہ سن ہو کر رہ گیا تھا۔اس کے بدن سے گویا جان نکل گئی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ نیچے گرتا اس نے دروازے کو تھام لیا۔جبکہ مسکان اپنے تھپڑ کا ردعمل دیکھے بغیر وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

☆......☆......☆

مسکان کے نازک اور ملائم ہاتھ اسے پھول کی طرح لگتے تھے۔وہ مذاق مذاق میں اس پر گھونسوں کی بارش کر

دیتی اور اسے یوں محسوس ہوتا جیسے دولھا پر گلاب کی پتیاں برسائی جاتی ہیں۔لیکن آج اس کے ملائم ہاتھ کے تھپڑ نے دانیال کے بدن سے سانس نکال دی تھی۔اور یہ کمال، تھپڑ کا نہیں اس نفرت کا تھا جو اس تھپڑ کے پس پشت کار فرما تھی۔

جانے کتنی دیر وہ بے حس و حرکت دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا رہا۔یہ سب اسے ایک بھیانک خواب لگ رہا تھا۔اس کے اندر اتنی ہمت مفقود تھی کہ وہ اپنے چٹکی ہی کاٹ کے خواب نہ ہونے کا یقین کر سکتا۔

''شاید اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور وہ جلد لوٹ آئے۔'' پاگل دل نے اسے بہلایا۔

''میں نے بھی تو غلطی کی ہے، اس طرح بدتمیزی سے اس سے باز پرس کرنے لگا۔آخر موبائل فون بند کرنا اس کی مجبوری بھی تو ہو سکتی تھی؟'' دل نے سارا قصور اپنے سر لے لیا۔

''اگر وہ بدتمیز یا بدماغ ہوتی تو پہلے دن سے اس کا رویہ ایسا ہوتا۔وہ تو میری امی کو ماں کہتی، گھر کے سارے کام اپنے ہاتھوں سے کرتی، مجھے آرام پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرتی۔ضرور بالضرور اسے کوئی مسئلہ ہے، اور اس وقت وہ ذہنی طور پر حاضر نہیں تھی؟'' دل کی طرف داری جاری رہی۔

پھر اسے یاد آیا کہ گزشتہ کل وہ بہت پریشان تھی اور اس کے کئی بار پوچھنے پر بھی اس نے کچھ نہیں بتایا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ اس کے ذہن میں گزری رات کی پرچھائیاں لہرائیں، کتنی پرجوش تھی اور کیسے اپنی وفا کا اظہار کرتے ہوئے چاہتیں نچھاور کر رہی تھی۔

''وہ ضرور لوٹے گی......'' اس کے وجدان نے پکارا۔مگر اس کے ساتھ ایک بھیانک خیال نے اسے لرزا دیا ''کب لوٹے گی؟......اور کیا اس کے لوٹنے تک زندہ رہ پاؤں گا؟''

اپنے بے جان وجود کو گھسیٹتے ہوئے وہ بستر تک لایا۔مقدر ایک بار پھر اس کے ساتھ مذاق کر گیا تھا۔بیوی مل کے چھن گئی تھی۔اور یہ فقط بیوی ہی نہیں اس کے سپنوں کی تعبیر تھی۔

وہ خیالوں میں اس سے گلے شکوے کرنے لگا۔

''دمشی تم ایسی تو نہ تھیں؟......اپنے شوہر پر ہاتھ اٹھانا تم نے کہاں سے سیکھا۔اور میں نے کوئی الزام تو نہیں دیا تھا، پریشان ہو گیا تھا کہ تمھیں کوئی حادثہ پیش نہ آ گیا ہو؟ اور ایسا پہلی بار تو نہیں ہوا، اس سے پہلے بھی میں

تمھارے لیے پریشان ہوتا رہا ہوں۔ اور اگر پوچھ ہی لیا تھا تو یہ اتنا بڑا قصور تو نہیں تھا۔ برا لگا تھا، تو کہہ دیتیں۔ میں کبھی نہ پوچھتا۔ اس سے پہلے کب تمھاری مرضی کے خلاف کیا ہے؟ مشی خدارا لوٹ آؤ...... میں تمھارے بغیر ادھورا ہوں، نامکمل ہوں۔ مشی آجاؤ اپنی ہر بات منوالو۔ میرا کوئی قصور تو بتلاؤ۔ اگر فقط پوچھنا ہی میرا قصور ہے تو، یہ اتنا بڑا قصور تو نہیں ہے کہ معاف نہ کیا جاسکے۔'' اور پھر وہ آنسو روکنے کی ہمت کھو بیٹھا۔ نمکین پانی ایک تسلسل سے تکیے میں جذب ہونے لگا۔

یونھی لیٹے آنسو بہاتے جانے کتنا وقت بیت گیا۔ سیکنڈ سال اور گھنٹے صدیاں بن گئے تھے۔ اچانک اس کے کانوں میں اذان کی مقدس آواز آئی۔

''مشی کیا نماز کے لیے جگانے بھی نہیں آؤ گی۔ دیکھو تم نہ آئیں تو میں نہیں جاؤں گا مسجد۔ خفا ہوتی ہو تو ہوتی رہو۔ خود ہی عہد توڑا ہے تم نے؟...... یاد ہے کہا تھا؟ کہ میں اگر نماز پابندی سے پڑھتا رہا تو تم خفا نہیں ہوگی...... بتاؤ کب چھوڑی ہے نماز...... نہیں نا چھوڑی؟ تو پھر تم نے کیوں مجھے چھوڑ دیا؟''

''دانی صاحب!...... اٹھ جائیں اذان ہوگئی ہے۔'' اس کے دماغ میں اپنی مشی کی آواز گونجی۔ اس نے جھٹ آنکھیں کھول کر دیکھا۔

''مشی!...... سامنے آؤ نا؟ کہاں چھپ گئیں۔ مشی...... مشی؟'' وہ باآواز بلند اسے پکارنے لگا۔ اسی وقت عائشہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کی سرخ ہوتی آنکھیں اس کے رونے کی گواہی دے رہی تھیں۔

''بیٹا!...... وہ چلی گئی ہے۔ کسے آوازیں دے رہے ہو؟''

''نہیں ماں...... ابھی اس نے مجھے آواز دی ہے۔ قسم سے امی! میں سچ کہہ رہا ہوں؟...... وہ یہیں کہیں چھپی ہے؟''

''وہ ہمارے دلوں میں چھپی ہے میرے لال!'' عائشہ، بیٹے کا سر سینے سے لگا کر بے آواز رونے لگی۔

''امی!...... آپ کو یقین کیوں نہیں آتا؟''

''پگلے!...... وہ یہاں رہنے کے لیے تھوڑی آئی تھی؟ وہ تو بس اللہ پاک نے ہماری حالت سدھارنے کے لیے بھیجی تھی۔ تمھیں مزدور سے تاجر بنانے کے لیے بھیجی تھی۔ جیسے ہی اس کا کام ختم ہوا، وہ چلی گئی۔ اب اسے

بھول جاؤ بیٹا!...... جانے والے اس طرح نہیں لوٹا کرتے؟"

"ماں جی!...... وہ آپ سے بھی تو بدتمیزی سے پیش آئی ہے۔ وہ ضرور معافی مانگنے آئی ہوگی۔ آپ ایک دفعہ گھر میں دیکھ تو لیں، تنگ کر رہی ہمیں۔ پتا ہے نا؟ کتنی شرارتیں کرتی ہے؟ چھوٹی بچی بن جاتی ہے۔"

عائشہ سسکی۔ "بیٹا!...... وہ ایسی نہیں تھی کہ کسی بڑے سے بدتمیزی سے پیش آتی یا شوہر سے زبان درازی کرتی۔ پگلے!...... وہ ہمیں چھوڑنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اور اسی وجہ سے اس نے ایسا رویہ اپنایا تاکہ ہم اس سے نفرت کر سکیں۔"

"پر وہ ہمیں چھوڑنا کیوں چاہتی تھی؟"

"پتا نہیں میرے لال!...... یہ تو میرے رب کو یا پھر خود اسے معلوم ہوگا؟"

"اگر چھوڑنا ہی تھا تو آئی کیوں تھی؟"

"بتایا تو ہے؟ ہمیں غربت کی بھٹی سے نکالنے کے لیے۔"

"غربت کی بھٹی سے نکالنے، کہ، یادوں کے آلاؤ میں ڈالنے؟"

"کسی کی نیکی کا یوں مذاق نہیں اڑاتے بیٹا؟"

"یہ کیسی نیکی ہے اماں!...... چند ٹکے دے کر ہمیشہ کا روگ مقدر میں لکھ گئی۔"

"کیسا روگ پتر!...... ایسا نہیں کہتے؟ اب تمہارے پاس دولت ہے کار ہے، خوب صورت گھر ہے، اب تو رشتوں کی لائن لگ جائے گی۔ ایک چھوڑ، دو شادیوں کر لینا؟"

"ماں جی!...... مجھے اپنی مشی چاہیے۔ اگر اس کے بدلے سو لڑکیاں بھی ملتی ہیں تو مجھے قبول نہیں۔"

"اچھا اٹھو نماز پڑھو...... اپنے اللہ سے مانگو، اس ذات سے جس کے لیے کوئی بات ناممکن نہیں؟"

اور دانیال سر ہلاتے ہوئے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

☆......☆......☆

گھر سے نکلتے ہی اسے ٹیکسی مل گئی۔ ایک دفعہ مڑ کر اس نے غم زدہ نظروں سے اس گھر کو دیکھا جہاں اس نے زندگی کے بہترین پل بتائے تھے اور ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔ جہاں اس کا محبوب اس کا

منتظر تھا۔ کسی کی ہمدردی میں وہ اپنی خوشیاں داؤ پر نہیں لگا سکتی تھی۔ یوں بھی اسے یقین تھا کہ دانیال کو اب رشتوں کی کمی نہیں ہو گی۔ مسکان کی مہربانیوں سے وہ متوسط طبقے میں شامل ہو گیا تھا۔

اسے اگر غم تھا تو اپنے بدتمیزانہ رویے کا تھا جو وہاں سے نکلتے ہوئے اسے اپنانا پڑا تھا۔ عائشہ جیسی شفیق، مخلص اور پیار کرنے والی خاتون سے اس طرح کا رویہ اسے کسی بھی طرح زیب نہیں دیتا تھا اور پھر دانیال کے ساتھ تو اس نے زیادتی کی حد کر دی تھی۔ مگر یہ سب اس نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا تھا۔ اگر وہ یہ انداز نہ اپناتی تو ماں بیٹا کبھی اس کی جدائی برداشت نہ کر پاتے۔ اب زیادہ سے زیادہ انھیں وقتی طور پر دکھ محسوس ہوتا اور بعد میں وہ سنبھل جاتے۔ پھر یہ بھی انسان کی سرشت میں ہے کہ وہ ہزاروں نیکیوں اور احسانات کو یاد نہیں رکھتا اور ایک چھوٹی سی خطا کو بنیاد بنا کر کسی سے بھی ساری زندگی نفرت کر سکتا ہے۔ اسے یقین تھا کہ دانیال کی محبت کو نفرت میں ڈھلتے دیر نہیں لگی ہو گی؟ کون غیرت مند مرد بیوی کا تھپڑ برداشت کر سکتا ہے۔ اور دانیال کی غیرت مندی میں اسے مطلق شبہ نہیں تھا۔

موبائل فون نکال کر وہ حماد کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔

”جی محترمہ؟......“ اسے حماد کی چہکتی آواز سنائی دی۔

اس نے کہا۔ ”میں گھر واپس آ رہی ہوں؟“

”پر کیوں؟“ وہ حیران رہ گیا۔

”کیا نہیں آنا چاہیے؟“

”ہزار دفعہ آؤ۔“ حماد جلدی سے بولا۔ ”لیکن جس مقصد کے لیے اتنے پاپڑ بیلے ہیں وہ تو پورا ہو جائے؟“

”ڈاکٹر نزہت رفیق کہہ رہی تھیں میں ماں بننے والی ہوں۔“ مسکان نے شرماتے ہوئے اسے خوش خبری سنائی۔

”کیا؟......ایک دم......یعنی تم نے مجھ سے چھپائے رکھی یہ بات؟“

وہ خفگی سے بولی۔ ”چھپانے کے بچے!......آج دس بجے خود مجھے معلوم ہوا، اور اب بارہ بجے میں گھر کی طرف روانہ ہوں۔“

''اوہ سویٹ ہارٹ......آئی لو یو۔'' حماد خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

مسکان کی ذہنی رو دانیال کی طرف بہک گئی اس نے کبھی بھی اسے......''آئی لو یو۔'' نہیں کہا تھا۔ زبانی اظہار کے بجائے وہ ہمیشہ اپنے احساسات سے اسے یقین دلاتا، کہ مسکان اس کے لیے کتنی اہمیت رکھتی ہے۔

''شاید اب اس کے دل میں میری نفرت بھر چکی ہو؟'' مسکان دکھی ہوگئی۔

اسے خاموش پا کر حماد دوبارہ بولا۔''اچھا میں اس وقت تھوڑا مصروف ہوں۔ اور یہ مصروفیت چند گھنٹوں تک ختم ہوتی نظر نہیں آتی۔ باقی باتیں مل بیٹھ کے ہوں گی؟ فی الحال میں چوکیدار کو فون کر بتا دیتا ہوں تاکہ وہ آپ کو گھر میں گھسنے دے۔''

''کیوں؟......اب تک مسکین چچا نہیں لوٹا؟'' مسکین ان کے پرانے چوکیدار کا نام تھا۔

''چھٹی ختم ہونے پر آیا تھا، میں نے ایک ماہ کی مزید چھٹی اور تنخواہ پکڑا دی۔ ایک دفعہ تو پریشان ہوگیا کہ شاید ہم اسے فارغ کرنا چاہتے ہیں، مگر میری یقین دہانی پر خوش ہو کر دعائیں دیتا رخصت ہوگیا۔ یہی سلوک میں نے نصرت اور شہناز سے کے ساتھ بھی کیا۔'' (نصرت اور شہناز ان کی گھریلو خادمائیں تھیں)

''اچھا ٹھیک ہے میں آج ہی انھیں واپس بلا لیتی ہوں؟''

''آپ کی مرضی میڈم صاحب!'' کہہ کر حماد نے رابطہ منقطع کر دیا۔

''مجھ سے بھی زیادہ اہمیت ہے کام کی؟'' اس نے خود کلامی کرتے ہوئے موبائل فون پرس میں رکھ لیا۔

اپنی کوٹھی کے سامنے ٹیکسی رکوا کر وہ اتر گئی۔ حماد اس کے بارے چوکیدار کو بتا چکا تھا اس نے مؤدبانہ انداز میں سلام کہا۔

سر کے اشارے سے وہ اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے اندرونی عمارت کی جانب بڑھ گئی۔ اپنی کوٹھی اسے اجنبی اجنبی لگ رہی تھی۔ ایک ادھیڑ عمر کی عورت اسے گھر کی صفائی کرتی نظر آئی، وہ یقیناً حماد نے گھریلو کام کے لیے رکھی ہوئی تھی۔

''جی بی بی!'' مسکان کو کمرے کی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ مستفسر ہوئی۔

مسکان نے جواب دینے کے بجائے پوچھا۔''کیا نام ہے تمھارا؟''

"رضیہ۔" کہہ کر وہ سوالیہ نظروں سے اسے گھورنے لگی۔

"تو رضیہ بی بی...... میں اس گھر کی مالکن ہوں۔"

"آپ بیگم صاحبہ!...... مگر......؟" اسے خاصی حیرانی ہوئی تھی۔ شاید وہ حماد کو غیر شادی شدہ ہی سمجھتی رہی تھی

"اچھا فی الحال اگر مگر چھوڑو اور مجھے ایک کپ چائے پلادو۔" وہ اپنی خواب گاہ کی طرف بڑھ گئی۔ جب تک عدت نہ گزر جاتی اس نے حماد کو قریب نہیں آنے دینا تھا۔ عدت کی سوچ پر اس کے دماغ میں دانیال کی افسردہ شکل لہرانے لگی۔

"یقیناً مجھے کوس رہا ہوگا، دھوکے باز، فریبی، گھٹیا عورت، اب اس نے انھی خطابات سے مجھے یاد رکھنا ہوگا۔" اس کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

"کتنا چاہتا تھا، دیوانہ تھا اپنی مشی کا۔ اور کیسے چاہت سے پکارتا تھا مشی...... مشی......" اس کے دماغ میں دانیال کی آواز گونجنے لگی۔

"شاید اداس ہو؟" اس کی سوچیں دانیال کی ذات پر مرتکز تھیں۔ "ہاں اداس تو ہوگا، یہ ممکن ہی نہیں کہ اسے اپنی مشی کی جدائی کا غم نہ ہو؟...... لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ اب وہ اس کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا۔"

ملازمہ چائے بنا کر لے آئی۔ چائے پیتے ہوئے اچانک اس کے دماغ میں دانیال کی آواز گونجی......

"مشی!...... ساری چائے پی جاتی ہو، آدھا کپ تو بخش دیا کرونا؟"

وہ کہتی۔ "تھرماس بھرا ہوا ہے محترم۔"

جواب ملتا۔ "میں تمہارے جھوٹے کی بات کر رہا ہوں؟"

مسکان کے لبوں پر مسکراہٹ تیرنے لگی اور وہ زیر لب بڑبڑائی۔ "پاگل نہ ہو تو۔" چائے کا ادھ بھرا کپ تپائی پر رکھ کر وہ لیٹ گئی۔ اور اپنی سوچوں کو حماد کی طرف موڑنے لگی۔ اس کا محبوب قریباً پانچ مہینے سے اس سے جسمانی طور پر دور تھا۔ اور اب مزید آٹھ نو مہینے کی دوری اسے سہنا تھی۔ کیونکہ یہ بات تو وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل (بچے کی پیدائش) ہوتی ہے۔

"پتا نہیں دانیال طلاق دینے میں لیت و لعل کرتا ہے یا آسانی سے مجھے آزاد کر دے گا؟" اس کی ذہنی رو

ایک بار پھر دانیال کی طرف مڑ گئی۔ ''اگر اس طلاق دینے سے انکار کر دیا تو لازماً ہمارے لیے مسئلہ بنے گا۔ کیونکہ خلع کے لیے میں عدالت کا دروازہ بھی نہیں کھٹکھٹا سکوں گی۔'' اچانک اسے احساس ہوا کہ دانیال کے طلاق نہ دینے کی صورت میں مسئلہ کافی گھمبیر ہو جانا تھا۔

انھی خیالوں میں کھوئے اسے اونگھ آ گئی۔

وہ ایک خوب صورت پہاڑی تھی، چاروں طرف اونچے نیچے سرسبز درخت پھیلے تھے۔ ہلکی ہلکی چلنے والی ہوا اور آسمان پر چھائے بادلوں نے ماحول کو انتہائی حد تک دل فریب بنا دیا تھا۔ ایک چشمے کے قریب رک کر اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔

''دانی!...... یہیں بیٹھتے ہیں...... دیکھو نا؟ کتنے خوب صورت پھول کھلے ہیں؟''

وہ اسے چاہت سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''ان میں سے ایک بھی میری مشی جیسا نہیں ہے۔ دیکھو تمھیں دیکھ کر کتنے شرمندہ شرمندہ سے لگ رہے ہیں۔''

وہ خواب ناک لہجے میں بولی۔ ''جھوٹا۔''

وہ رونی صورت بنا کر بولا۔ ''تمھیں تو میری ہر بات جھوٹ لگتی ہے۔''

وہ شوخی سے بولی۔ ''جھوٹ، ہمیشہ جھوٹ ہی لگتا ہے۔''

اچانک دانیال کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمودار ہوئے اور وہ خوف زدہ لہجے میں بولا۔

''چلو مشی یہاں سے جانا پڑے گا۔ وہ یہاں بھی پہنچ گیا۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کون پہنچ گیا؟''

مگر دانیال اس کی بات کا جواب دیے بغیر اسے ہاتھ سے پکڑ کر ایک طرف کھینچنے لگا۔ انھوں نے دو تین قدم ہی اٹھائے تھے کہ اچانک انھیں قہقہے کی بازگشت سنائی دی۔

''ہا...... ہا...... مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے کالے؟''

اس نے مڑ کر دیکھا وہ حماد تھا۔ ایک دیو قامت شخص کے روپ میں۔ وہ دونوں اس کے سامنے بچے دکھائی دے رہے تھے۔

”مشی!...... جلدی بھاگو وہ پہنچ گیا۔“ دانیال نے اسے زور سے کھینچا۔ مگر حماد ایک جست میں ان کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ اس نے دانیال کو گریبان سے پکڑ کر دھکا دیا اور وہ لڑھکیاں کھاتا دور جا گرا۔ اس کے ساتھ اس نے مسکان کا بازو تھاما اور بولا۔ ”چلو میرے ساتھ؟“

دانیال اٹھ کر چلایا۔ ”خبیث!...... چھوڑو میری مشی کو؟“

حماد استہزائی لہجے میں بولا۔ ”یہ میری ہے مسٹر حبشی!“

”نہیں...... نہیں...... یہ میری ہے۔ یہ میں کسی کو نہیں دوں گا۔ اگر تم نے اسے نہ چھوڑا تو میں تمھیں قتل کر دوں گا۔“ دانیال غصے سے حماد کی طرف بڑھا۔ مگر حماد کا تھپڑ کھا کر ایک مرتبہ پھر دور جا گرا۔ حماد مسکان کا بازو تھامے پہاڑی کے اوپر چڑھنے لگا۔ اس کی رفتار کافی تیز تھی۔ دانیال نیچے گر کر اٹھا اور ان کے تعاقب میں دوڑ پڑا، اس کے ساتھ اس کی زور زور سے پکارنے کی آوازیں آ رہی تھی۔ کبھی وہ حماد کو دھمکانے لگتا اور کبھی ”مشی ...... مشی۔“ پکارنے لگتا۔ اس کی دردناک آوازیں زیادہ دیر مسکان سے برداشت نہ ہوئیں اور اس نے منمناتے ہوئے حماد سے کہا۔

”مجھے اس کے پاس جانا ہے؟“

”ہا...... ہا...... ہا۔“ حماد کا قہقہہ کافی بھیانک تھا۔ ”اچھا، یہ بات ہے؟...... یہ لو پھر جاؤ اس کے پاس۔“ اس نے مسکان کو بلندی سے نیچے کی طرف دھکا دیا۔ اس کے منہ سے کافی بلند بانگ چیخ خارج ہوئی اور ساتھ ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔

اس کا سارا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ دل کی دھڑکن بے قابو ہو رہی تھی۔ اسی وقت ملازما خواب گاہ میں داخل ہوئی۔

”بیگم صاحبہ!...... کیا ہوا؟“

”کچھ نہیں، سب ٹھیک ہے۔ تم جاؤ اپنا کام کرو۔“ اور وہ سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گئی۔ اس نے اٹھ کر فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالی اور گلاس کا تکلف کیے بغیر بوتل کو منہ لگا کر غٹا غٹ پانی پینے لگی۔

خواب کے اثر سے ابھی تک اس کا دل لرز رہا تھا۔ پانی پی کر اس نے بوتل واپس فریج میں رکھی اور چند لمحے

فرج سے ٹیک لگا کر کھڑی رہی۔ گھڑی پر نظر ڈالنے پر اسے پتا چلا، کہ ظہر کی نماز اس سے قضا ہو گئی ہے۔ گھنٹے کی سوئی پانچ کا ہندسا عبور کر چکی تھی۔

"کیا دانیال نے نماز پڑھی ہو گی؟" اس کے ذہن میں ایک بار پھر دانیال کا نام آیا۔

"شٹ!......" اس نے سر ہلا کر اس کی سوچوں کو جھٹکا۔

"پتا نہیں حماد اتنی دیر کیوں کر رہا؟" خود کلامی کرتے ہوئے وہ واش روم کی طرف بڑھ گئی کہ عصر کی اذان سنائی دینے لگی تھی۔

☆......☆......☆

"پھر تو مبارک ہو جناب!......آپ باپ بننے والے ہیں؟" فریحہ نے مسکراتے ہوئے اسے مبارک باد دی

"میں نہیں محترمہ!......ہم کہو۔ اس بچے کو ہم دونوں نے مل کر پالنا ہے۔ مسکان بے چاری تو منوں مٹی تلے پڑی ہو گی۔"

فریحہ نے منہ بنایا۔ "اسے پالنے میں تو کوئی قباحت نہیں۔ فقط یہ ڈر ہے، کہ کہیں شکل و صورت باپ کی نہ لے آئے؟"

"نہیں یار!......کچھ حصہ تو ماں سے بھی وصول کرے گا۔ یہ بھی ممکن ہے بالکل ماں پر چلا جائے؟"

"اور حماد صاحب کو اپنی پیاری سیٹھ زادی کی یاد دلاتا رہے؟"

"شٹ اپ یار!......اس خوشی کے موقع پر بدمزگی پیدا نہ کرو۔"

"اچھا مسکان صاحبہ کا کیا حال ہے؟......کہیں اس کالے کے غم میں صاحب فراش تو نہیں ہو گئیں؟"

"وہ تو گھر جا کر پتا چلے گا نا؟......میں ابھی تک اس سے نہیں ملا ہوں۔ بس فون پر اس نے اطلاع دی ہے کہ وہ واپس آ گئی ہے۔"

"بڑے ظالم ہو بھئی، بے چاری کب سے منتظر ہو گی؟"

"بھاڑ میں جائے۔ اس کے چونچلے مجھ سے نہیں اٹھائے جاتے۔ اور اب تو سرخ رو ہو کر لوٹی ہے، پتا نہیں کتنے نخرے دکھائے گی۔"

”اچھا مرنے والی کی آخری خواہش ہی سمجھ کر اس کے نخرے برداشت کر لینا۔“

”یہ کیا؟“ حماد نے حیرانی سے کہا۔ ”اپنی سوکن کی طرف داری کر رہی ہو؟“

”ہاں۔“ وہ اطمینان سے بولی۔ ”اپنا مال، اولاد اور محبوب شوہر تک وہ میرے لیے چھوڑ کر جانے والی ہے۔ اتنا تو حق بنتا ہے نا غریب کا؟ کہ زندگی کے آخری دن اپنے محبوب کی معیت میں گزار سکے۔“

”ٹھیک ہے جی!...... جو حکم ہو سرکار کا؟ ورنہ تو میں اس کی شکل دیکھنے کا بھی روادار نہیں۔ ایک غیر مرد کے ساتھ ڈیڑھ ماہ گزار کر آ رہی ہے۔ مجھے تو سچ میں اس سے کراہیت محسوس ہو رہی ہے۔“

”اس نے تمھارے حکم کی تعمیل کی ہے؟“ فریحہ نے جان بوجھ کر مسکان کی طرف داری جاری رکھی۔ ورنہ تو حماد کی باتوں سے اسے دلی سکون مل رہا تھا۔

”فری!...... یقین کرو، تمھاری چاہت پانے کے بعد مجھے کوئی لڑکی اچھی ہی نہیں لگتی۔“

”ہاں یاد آیا، دانیال صاحب نے اسے طلاق دے دی ہے نا؟“

”معلوم نہیں، ابھی جا کر پوچھوں گا۔“

”کہیں بگڑ ہی نہ جائے، مسکان جیسی لڑکی کو وہ کب چھوڑنا چاہے گا۔ یاد نہیں اس کی تصویر دیکھ کر اس نے مجھے بھی نظر انداز کر دیا تھا۔“

”تمھیں نظر انداز نہیں کیا تھا جان!...... سنا نہیں انگور کی جس بیل تک رسائی نہ ہو پائے وہ ہمیشہ کھٹے ہوتے ہیں۔“

”تو آپ کا خیال ہے وہ آسانی سے مسکان صاحبہ کو طلاق دے دے گا۔“

”آف کورس، اس میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ انکار کر سکے۔“

”فرض کیا اس نے انکار دیا پھر کیا کرو گے؟“

”میرا خیال ہے اس موضوع پر ہم کافی تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں۔

”کیا......؟ اس کے قتل کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا؟“

”تمھیں کیا فکر اس کی زندگی کی؟“

”بھاڑ میں جائے اس کی زندگی۔ مجھے تمھاری فکر ہے؟“

”فری!......بارش سے پہلے بھیگنے کی بات نہ کرو، جب وہ انکار کرے گا تو طریقے بھی کئی مل جائیں گے ۔اور قتل سب سے آخری حل ہے۔“

”ویسے میرے ذہن میں ایک اچھوتی تجویز ہے۔“ فریحہ نے انکشاف کیا۔

”ذرا میں بھی سنوں؟“ وہ ہمہ تن گوش ہوا۔

فریحہ جھجکتی ہوئی بولی۔”اگر میں اس کالے کو شادی کی پیش کش کروں۔اور شرط رکھوں کہ پہلے وہ مسکان کو طلاق دے گا۔اور پھر طلاق ہونے کے بعد ٹھینگا دکھادوں؟“

”اس صورت میں تمھیں اس سے تنہائی میں ملاقات کرنا پڑے گی ہے نا؟“

”ضروری تو نہیں، ہم پبلک مقام پر بھی مل سکتے ہیں۔بس مجھے ذرا محبت کی اداکاری کرنا پڑے گی۔اور یہ تو تمھیں پتا ہے نا کہ تمھارے علاوہ مجھے کوئی نہیں چاہیے؟“

”تم نے شاید ابھی تک اس بے چارے کو معاف نہیں کیا۔اور ایک دفعہ اسے اس کی حیثیت یاد دلا کر ہی تمھیں چین آئے گا؟“

”ہاں، صحیح کہا۔اسے کہتے ہیں ایک تیر سے دو شکار کرنا؟“ فریحہ نے اپنے عزائم چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

”چلو ڈن ہوگیا۔مکان اور کار وغیرہ کی چھیننے کی دھمکی پر بھی اگر نہ مانا تو پھر ایسا ہی کریں گے؟“

وہ زہریلے لہجے میں بولی۔”تم دیکھنا میں اسے کیسے سبق سکھاتی ہوں۔اگر کپڑے پھاڑ کر روڈوں پر نہ بھاگتا پھرا تو نام بدل دینا۔“

”اس میں شک ہی کیا ہے، اگر اس کے بجائے تم یہی دعوا کسی خوب رو نواب زادے کے متعلق کرو تب بھی مجھے یقین کامل ہوگا۔یہ غریب تو تمھاری ایک مسکراہٹ کی مار ہے۔“

”میرا خیال ہے تمھیں جانا چاہیے؟ مسکان صاحبہ بڑی شدت سے منتظر ہوگی۔کل انشاء اللہ اس بارے تفصیلی گفتگو ہوگی۔“

''آج سبق تو پڑھ ہی نہیں سکے ہیں؟''

وہ مزاحیہ لہجے میں بولی۔ ''ضرورت ہی کیا ہے سبق پڑھنے کی؟......ایک سیٹھ زادی کی وارث ہوں، نوکری تھوڑی کرنا مجھے؟''

اور حماد اس کی بات پر بے ساختہ ہنستا ہوا وہاں سے باہر نکل آیا۔

☆......☆......☆

وہ ظہر کی نماز کے لیے گیا تھا، عصر کی نماز پڑھ کے لوٹا۔ جتنی دیر وہ مسجد میں موجود رہا اسے دلی سکون رہا۔ اپنے رب سے گڑگڑا کر وہ اپنی مسکان مانگتا رہا تھا۔

''بیٹا اتنی دیر لگا دی؟'' ماں شدت سے اس کی منتظر تھی۔

''بس ماں!...... مسجد میں سکون مل رہا تھا بیٹھا رہا؟''

''کھانا کھا کر چلے جاتے؟''

''امی!......بھوک نہیں ہے؟''

''بیٹا!......کب تک اس کے لیے بھوکے رہو گے؟......ایک دن، دو دن، ہفتا، مہینہ یا پھر سال؟''

''امی!......قسم سے بھوک نہیں ہے؟''

''پھر بھی کھاؤ۔ بھوک نہ لگنے کا یہ مطلب نہیں، کہ تمھارے جسم کو خوراک کی ضرورت نہیں ہے؟''

''رات کو کھا لوں گا امی!......ابھی کھائی تو رات کو نہیں کھا سکوں گا۔'' دانیال نے بہانہ گھڑتے ہوئے جان چھڑائی۔ اور عائشہ افسوس سے سر ہلاتی وہاں سے رخصت ہو گئی۔

وہ بیٹے کے دکھ سے واقف تھی۔ بلکہ مسکان کی خفگی خود اس پر بہت گراں گزر رہی تھی۔ وہ کیا گئی تھی کہ گھر ہی سونا سونا لگ رہا تھا۔ پوتے پوتیاں کھلانے کے خواب کی تعبیر ایک بار پھر اس سے چھین لی گئی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں گھس کر تلاوت کرنے لگی۔ شام کے لیے سالن یوں بھی بنانا پڑا تھا کہ دن کا کھانا وہ خود بھی نہیں کھا سکی تھی۔ بیٹے کو نصیحتیں کرنے والی کی اپنی بھوک بھی اڑ چکی تھی۔

دانیال اپنی خواب گاہ میں داخل ہوا۔ مسکان کے بدن کی مہک سے کمرے کی فضا ابھی تک معطر تھی۔ بیڈ پر

بیٹھ کر اس نے مسکان کا تکیہ اٹھایا اور گود میں رکھ لیا۔بے چینی بڑھی تو وہ کپڑوں کی الماری کی طرف بڑھ گیا، الماری میں مسکان کے لباس اسی طرح ٹنگے تھے۔ایک چیز بھی تو وہ ساتھ نہیں لے جا سکی تھی۔

"شاید سامان اکٹھا کرنے کے لیے دوبارہ آئے؟"ایک امکانی سوچ اس کے دماغ میں گونجی۔

اچانک اسے خیال آیا کہ وہ گھر بھی اسی کی ملکیت تھا اور اتنا قیمتی گھر، کار اور پھر دکان وہ کیسے دانیال کی ملکیت میں رہنے دے سکتی تھی۔حالانکہ اس کی امی نے بھی دو تین دفعہ باتوں باتوں میں کہا تھا کہ مسکان کا ان کی زندگی میں آمد کا مقصد یہی تھا کہ وہ انھیں غربت اور تنگ دستی کی زندگی سے باہر نکالے۔مگر جب تک مسکان یا اس کے کسی سرپرست کی طرف سے باقاعدہ تحریری ثبوت نہ مل جاتا وہ اس خوش گمانی میں نہیں رہ سکتا تھا کہ یہ سب کچھ اس کا ہے۔یوں بھی اس کے بغیر اسے دھن، دولت اور کار کی کوئی خواہش نہیں رہی تھی۔گو ماں اس کی دوسری شادی کرانے کا عندیہ دے چکی تھی مگر اب اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ دوسری شادی نہیں کرے گا۔

"شاید مسکان ہی لوٹ آئے؟"ایک امید افزا سوچ اس کے دماغ میں جاگی۔"ضرور اس کے سرپرست جب شوہر سے ناراضی کا سبب پوچھیں گے، تو اتنی چھوٹی بات پر وہ کبھی مسکان کو طلاق لینے کی اجازت نہیں دیں گے؟"

"اگر اس نے کسی کی بات بھی نہ مانی؟......اور طلاق لینے پر مصر رہی تو کیا میں اسے طلاق دے پاؤں گا؟"اس لرزا خیز سوچ کا ایک ہی جواب تھا۔"نہیں۔"لیکن اس کے ساتھ یہ بھی سچ تھا کہ اس نے مسکان کی ہر بات ماننے کا عہد پہلی رات کیا تھا۔

وہ زیر لب بڑبڑایا۔"مگر اس عہد میں مسکان سے دوری شامل نہیں تھی۔"

موبائل فون کی گھنٹی نے اسے متوجہ کیا۔کسی خوش گمانی پر اس نے جلدی سے موبائل نکالا۔مگر وہ مکرم خان تھا۔

"جی خان جی!"وہ مکرم کو خان جی کہا کرتا تھا۔

"نصیب جی!......آج آپ واپس نہیں آیا خیر تو تھا؟"

اس نے جواب دیا۔"ہاں بس خیریت ہی ہے۔"اب وہ اسے کیا بتاتا، کہ میری دنیا لٹ چکی ہے۔اس غریب کے بس میں کیا تھا کہ اس کی کوئی مدد کر سکتا۔

اس نے اجازت طلب کی۔ ''تو پھرام دکان بند کر رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے......خان جی اور شاید میں چند دن نہ آسکوں، آپ نے خود ہی دکان سنبھالنا ہے۔''

''خوچہ!......پیسوں کا کیا کرنا ہے؟'' وہ سیلری کے بارے دریافت کرنے لگا۔

''یہ رقم اپنے پاس محفوظ رکھو۔ جس دن آؤں گا حساب کتاب کرلیں گے۔''

''ٹھیک ہے صیب جی!'' کہہ کر مکرم خان نے رابطہ منقطع کر دیا۔

اسے مکرم خان پر کامل اعتماد تھا۔ کاروبار کو ذہن سے جھٹک کر وہ دوبارہ اپنی مشی کے خیالوں میں گم ہو گیا۔ اسی دوران اس کے کانوں میں مؤذن کی آواز آئی۔ اسے یاد آیا کہ مسکان کتنا خوش ہوتی تھی اسے نماز پڑھتے دیکھ کر۔ دانیال کے قدم مسجد کی طرف اٹھ گئے۔

☆......☆......☆

وہ اسے اپنے بیڈ روم میں ملی۔ حماد کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر وہ بے اختیار اٹھ بیٹھی۔ اس کے سنجیدہ چہرے پر ہلکا سا تبسم کھلنے لگا تھا۔

''وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے؟'' حماد نے گھسا پٹا مصرع رومینٹک انداز میں پڑھا۔

وہ ہنسی۔ ''یعنی، اب یہ میرا گھر نہیں رہا؟ یہی باور کرانا چاہتے ہیں آپ؟''

''بڑی باتیں آ گئی ہیں بھئی!......ہماری بیگم کو؟'' حماد نے آگے بڑھ کر اسے بانہوں میں بھر لیا۔ مسکان کو عجیب سا احساس ہوا۔ اس کے لہجے کا مصنوعی اور پھیکا پن بہت واضح تھا۔ اسے گلے سے لگانے میں بھی وہ وارفتگی نہیں تھی جو بچھڑے محبوب کا خاصا ہوتی ہے۔ اچانک اسے یاد آیا کہ وہ کسی اور کی منکوحہ ہے۔ وہ آہستگی سے اس سے علیحدہ ہو گئی۔

''یہ کیا......؟'' حماد نے خفگی ظاہر کی۔

''حادی!......پلیز۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں، پھر کیوں مجھے مجبور کرنا چاہتے ہیں؟''

''اس لیے کہ تم میری ہو؟'' اس کی خفگی برقرار تھی۔

''میں نے کب اس سے اختلاف کیا ہے۔ لیکن میری جان!......ابھی تک حلال تو نہیں ہوئی؟''

”اچھا ٹھیک ہے۔“ وہ گویا بادل نخواستہ مانتے ہوئے پوچھنے لگا۔ ”کالو نے طلاق تو دے دی ہے نا؟“

”نہیں ......لیکن میں وہاں سے آتے ہوئے اسے کہہ کر آئی تھی کہ اگر اس نے میرے گھر کے پتے پر طلاق نہ بجھوائی تو میں عدالت پہنچ جاؤں گی؟“

”پھر اس نے کیا جواب دیا؟“

”کچھ نہیں، خاموش کھڑا رہا۔“ مسکان کی نگاہوں میں دانیال کا وحشت زدہ چہرہ گھوما۔ اور اس نے دل میں سوچا۔ ”وہ ہوش میں ہی کب تھا کہ کوئی فیصلہ کرتا؟“ لیکن یہ بات وہ حماد کو نہ بتا سکی۔ جانے کیوں وہ دانیال کی محبت کو مخفی رکھنا چاہتی تھی۔ یوں بھی عورت اس معاملے میں بہت حساس ہوتی ہے۔ وہ اپنے شریک حیات کے سامنے، عارضی شوہر کی خوبیاں یا اس کی بے پایاں چاہت کو ظاہر کر کے ہمیشہ کے طعنے اپنا مقدر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ دانیال ماضی کا ایک باب تھا۔ چاہے کتنا ہی سہانا کیوں نہ ہوتا وہ اسے اپنے مستقبل پر اثر انداز نہیں ہونے دے سکتی تھی۔

”اس کا مطلب ہے مجھے خود اس کے پاس جانا پڑے گا؟“

وہ سرعت سے بولی۔ ”ہاں۔“

”ٹھیک ہے میڈم صاحب! ......کل یہ کام بھی ہو جائے گا۔ اس کے بعد تو یہ دوریاں نہیں رہیں گی؟“

مسکان اطمینان بھرے لہجے میں بولی۔ ”عدت۔“

”یعنی تین ماہ مزید انتظار؟“

”نہیں! ...... جب تک بچے کی پیدائش نہیں ہوتی۔“

”مسکان! ......کیا مذاق ہے۔ سارے فرائض اور واجبات میرے پورے کرنے کے لیے رہ گئے ہیں۔“

”یہ اللہ کی قائم کردہ حدود ہیں جناب! ......اور آپ جانتے ہیں میں اس کے خلاف نہیں کر سکتی۔ اپنی دوسری شادی پر میں کتنی پریشان اور نادم ہوں یہ بیان سے باہر ہے۔ یقین مانو اگر تمھاری محبت نے مجبور نہ کیا ہوتا تو میں اتنا بڑا قدم کبھی نہ اٹھاتی؟“

”میں بھی تو مجبور تھا۔“ حماد نے ایک مرتبہ پھر اس کی جانب پیش قدمی کی۔

’’ٹھیک ہے......ٹھیک ہے۔‘‘ اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے دور ہی سے روکا۔’’ضروری نہیں کہ گلے سے لگا کر ہی آپ اپنی مجبوری کا ثبوت پیش کریں۔بس آپ نے کہہ دیا مجھے یقین آ گیا۔‘‘

’’چلیں جیسے تمھاری مرضی۔‘‘ وہ مصنوعی پریشانی ظاہر کرتا ہوا کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

مسکان کو اس کا پیش قدمی نہ کرنا بہت برا لگا۔اسے خیال آیا۔

’’کیا اس جگہ دانیال ہوتا تو وہ بھی یوں ایک بار منع کرنے پر اس کی یہ بات مان لیتا؟ کبھی نہیں۔‘‘ اس کے دل نے پرزور تردید کی۔’’وہ کبھی بھی مجھ سے دور ہٹنے پر راضی نہ ہوتا۔‘‘

اور حماد ایک بار کہنے ہی پر یوں دور جا کر بیٹھ گیا جیسے اس کے نزدیک مسکان کے وجود کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی۔وہ اسے روک رہی تھی، صرف ناز ظاہر کرنے کے لیے۔یہ جانتے ہوئے بھی کہ شریعت کی رو سے یہ غلط تھا۔وہ چاہتی تھی اس کا محبوب زبردستی کرے، اسے بانہوں میں بھر لے، وہ اسے دور دھکیلے اور وہ بار بار چمٹ جائے، یوں جیسے اسے خود پر قابو نہ ہو۔اور پھر تنگ ہو کر وہ دوسرے کمرے میں بھاگ جائے، دروازہ اندر سے بند کر لے۔وہ باہر سے منتیں کر کے یقین دلائے کہ۔’’اچھا دروازہ کھولو اب کچھ نہیں کہتا۔‘‘

اور وہ کہے۔’’پہلے قسم کھاؤ۔‘‘ وہ قسم کھا کر وعدہ کرے۔اور دروازہ کھولنے پر اپنی قسم سے مکر جائے۔

’’ہاں ایسا دیوانہ ہو کہ اس کے علاوہ وہ کسی چیز کو نظر بھر کر نہ دیکھے۔اس کا مشغلہ ہی اس کے رخ کا دیدار ہو ،بالکل ایسے......جیسے کہ......؟ جیسے کہ......؟ دانیال۔‘‘ اس کے دل نے دانیال کا نام بہ طور مثال پکارا۔وہ گھبرا کر چونک گئی۔مگر یہ آواز حماد نہیں سن سکا تھا وہ اس وقت دیوار پر لگی بے جان پینٹنگ کو گھور رہا تھا۔

’’کس سوچ میں گم ہو؟‘‘ تصویر سے نظریں اٹھا کر اس نے مسکان کو گھورا۔

’’کتنی روکھی نظریں ہیں؟‘‘ اس نے دکھ سے سوچا۔’’یہ تو جیسے کسی غیر کے پاس بیٹھا ہو؟ بلکہ غیر مرد کے دل میں کم از کم خوب صورت لڑکی کو دیکھ کر کسی جذبے کا عکس تو ابھرتا۔یہ تو بالکل بے رونق اور جذبوں سے عاری نظریں تھیں۔اسی وقت حماد کی محبت میں دھڑکتے دل نے اس سمجھایا۔

’’شاید دانیال کی شدید محبت کے بعد مجھے اپنے محبوب کی ہر بات قابل اعتراض نظر آنے لگی ہے؟ ضروری تو نہیں کہ ہر کوئی دانیال کی طرح محبت کرے، اس کا اپنا انداز تھا اور حماد کا اپنا انداز ہے۔حماد کی محبت تو پہلے بھی اسی

طرح تھی۔ اگر وہ پہلے اس طرح نہ ہوتا تب اس پر شک کیا جا سکتا تھا۔ اب جب کہ اس کی فطرت ہی ایسی ہے تو فطرت بدلنا تو ممکن نہیں۔ سب سے بڑھ کر وہ اسے عزیز تھا۔"

"کچھ پوچھا ہے میں نے؟" اسے خاموش پا کر وہ دوبارہ بولا۔

"اگر اس نے طلاق دینے سے انکار کر دیا تو؟" مسکان نے دماغ میں گردش کرنے والی سوچ کے برعکس سوال پوچھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے، غریب آدمی ہے کار اور خوب صورت گھر کا لالچ بھلا کب اس طرح کے نخروں کی اجازت دے گا؟"

"اسے میں نے ایک دکان بھی بنا کر دی ہے؟" مسکان نے لقمہ دیا۔

دکان!......کب؟"

"مہینہ ہونے کو ہے۔"

"مجھے نہیں بتایا؟" حماد نے سرسری لہجے میں پوچھا۔

"ذہن سے نکل گیا تھا۔ اصل میں مقصد یہی تھا کہ میرے طلاق لینے کے بعد اس کی مالی حالت کم از کم ایسی ہونا چاہیے کہ کسی دوسری جگہ شادی تو کر سکے۔"

"چلو ٹھیک ہو گیا۔" خلاف توقع حماد نے اس بات پر خفگی ظاہر نہیں کی تھی۔ "اب شاید، اس جھونپڑی میں جانا اسے گوارا نہ ہو؟......یوں بھی اب اسے رشتوں کی کمی نہیں رہے گی؟"

"اچھا میری طرف سے ماں جی......کی خدمت میں معذرت عرض کر دینا، میں آج کچھ زیادہ بدتمیزی پر اتر آئی تھی۔ دانی کو تو تھپڑ تک مار دیا۔"

"واہ!......کیا خوب صورت نک نیم ہے......دانی؟" حماد کے لہجے میں طنز کا عنصر نمایاں تھا۔

وہ خفیف ہوتے ہوئے بولی۔ "بس ماں اسے دانی کہتی تھی۔ میری بھی عادت بن گئی۔"

"تھپڑ کیوں مارا؟......دانی کو؟" حماد نے استہزائی قہقہہ لگایا۔

"روکنے کے لیے مجھے بازو سے پکڑنا چاہا اور میں نے تھپڑ جڑ دیا۔"

”بہت اچھا کیا......اب کم از کم اس کے دل میں کوئی خوش فہمی جڑ نہیں پکڑے گی۔“

مسکان نے جھجکتے ہوئے کہا۔”اچھا حادی!...... برا نہ مانیے گا لیکن انھیں نرمی سے راضی کرنا۔“

”بہت ترس آ رہا ہے ان پر؟“ وہ طنز سے باز نہ آ سکا۔

”ہاں......“ مسکان جرأت آمیز لہجے میں بولی۔”وہ بہت مخلص اور سیدھے سادھے لوگ ہیں۔آپ یقین کرو اس کی ماں نے کبھی مجھے بیٹی کے علاوہ مخاطب نہیں کیا۔“

”کہنے اور سمجھنے میں بڑا فرق ہے؟“

”صحیح کہا......لیکن وہ بیٹی کہتی ہی نہیں سمجھتی بھی تھی۔“

”اچھا جی!...... بڑا افسوس ہوا کہ تم میرے لیے اپنی ماں تک کو چھوڑ کر آ گئی ہو۔لیکن کیا کریں، یہ تو منہ بولی ماں تھی شوہر کے لیے تو لڑکی کو حقیقی ماں بھی چھوڑنا پڑتی ہے؟“

”مجھے محسوس ہو رہا ہے؟......آپ کچھ زیادہ ہی طنز اور طعنوں کے ڈونگرے برسا رہے ہیں۔شاید جناب کے ذہن سے یہ بات نکل گئی ہے کہ میرے اس فعل کے ذمہ دار سراسر آپ خود ہیں۔نہ تو مجھے دوسری شادی کا شوق تھا اور نہ بچے کا۔“ اس کا مسلسل طنزیہ لہجہ مسکان سے برداشت نہیں ہوا تھا۔

حماد کو لگا کچھ غلط ہونے جا رہا ہے۔مسکان کے لہجے میں بغاوت کی بو صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔اس نے جلدی سے پینترا بدلا۔”سوری!...... میں مذاق کر رہا تھا۔“

”آپ کا مذاق، سر آنکھوں پر۔لیکن میں کسی ایسی بات پر طعنے برداشت نہیں کروں گی جس کا سبب خود آپ ہوں۔یہ تو وہی بات ہوئی۔الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔“

”اٹس او کے مسکان!......تم تو خفا ہونے کے چکروں میں پڑ گئی ہو؟“ حماد کے ذہن میں فریحہ کا مشورہ تازہ ہو گیا۔اس نے عافیت اسی میں جانی کہ اسے ناراض نہ کرے۔عورت ذات سے کوئی بعید نہیں ہوتا کہ کس وقت کیا کر گزرے۔یوں بھی اسے مسکان پہلے سے کافی بدلی بدلی لگ رہی تھی۔لیکن وہ اس تبدیلی کی کسی مناسب توجیہ سے قاصر تھا۔

”اچھا ایک بات کا خیال رکھنا۔طلاق کا لفظ اس سے منہ سے ضرور کہلوانا۔“

"ٹھیک ہے، میں اس بات کا خیال رکھوں گا......اور باقی گپ شپ رات کھانے پر ہوگی، ابھی میں فریش ہو جاؤں؟" وہ جانے کے ارادے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اور مسکان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆......☆......☆

ایک دن میں اس نے کتنا طویل فاصلہ طے کر لیا تھا۔ مسکان کے التفات سے بے رخی، پیار سے نفرت، راحت سے وحشت اور سکون سے بے سکونی تک کا سفر چند گھنٹوں میں طے ہو گیا تھا۔

گزشتہ رات، اس کی زندگی کی یادگار رات تھی۔ مسکان کی وارفتگی اور چاہت بھرے انداز نے جہاں اس کے دل کو سکون و اطمینان کی بخشا تھا، وہیں اس کی چھٹی حس نے بے چینی بھی محسوس کی تھی۔ مگر یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس پر اس طرح کوہ گراں ٹوٹ پڑے گا۔ مسکان کی جدائی کا تصور تو دور دور تک اس کی سوچ میں نہیں تھا۔

رات کا کھانا زہر مار کرنے کے بعد وہ اپنی خواب گاہ میں گھس آیا۔ جانے والی کی یادیں اس طرح امڈ پڑیں کہ اسے سانس لینا دشوار ہو گیا۔ کمرے میں اس کے معطر بدن کی باس رچی تھی اور دل و دماغ پر اس کی من موہنی صورت اور مترنم آواز کا قبضہ تھا۔ آج اس پر ہجر و فراق اور دوری و جدائی کا فلسفہ آشکارا ہوا تھا۔

سانس چل رہا ہوتا ہے اور جسم بے جان ہوتا ہے۔ نہ بھوک لگتی ہے، نہ پیاس، نیند آتی ہے، نہ کسی کروٹ سکون ملتا ہے، کھڑے ہوں تو لیٹنے کو دل کرتا ہے اور لیٹیں تو بے ساختہ اٹھ بیٹھنے کو من کرے۔

"مشی!......خدارا لوٹ آؤ، تم جیتیں اور میں ہارا۔ میں قصوروار ہوں، خطا کار ہوں، تمھاری قدر نہ کر سکا اور توہین کا مرتکب ہوا۔ یہ سب کچھ مجھے قبول ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی بات ہے تو وہ بھی قبول ہے۔ بس تم لوٹ آؤ۔ مجھے ہر سزا منظور ہے سوائے تمھاری جدائی کے، دوری کے، بچھڑنے کے۔"

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ قد آدم آئینے کے قریب سے گزرتے ہوئے وہ اس کے سامنے رک گیا۔ اپنی کالی رنگت دیکھ کر اس کی آنکھوں میں مسکان کی شبیہ لہرائی۔ اور ساتھ ہی ذہن میں سوال اٹھا۔

"کیا میری صورت اس قابل ہے کہ مسکان میری کمی محسوس کر سکے؟" اس کا جواب واضح، مگر تکلیف دہ

تھا۔اس کے دل کی گہرائیوں سے دعا نکلی۔

''اے میرے اللہ!......میں اچھی صورت نہیں مانگتا،بس اسی صورت کو میری مشی کے لیے پسندیدہ بنا دے۔'' وہ آئینے کے سامنے سے ہٹ گیا۔عجیب منہ پھٹ اور گنوار آئینہ تھا۔کسی غریب کا دل رکھنے کو دو جھوٹے بول ہی نہیں بول سکتا تھا۔

یونہی ٹہلتے ٹہلتے اس کے دل میں حماد کی شکل امید کی کرن بن کر چمکی۔وہ مسکان کو منانے میں مرکزی کردار ادا کر سکتا تھا۔اس نے حماد کو کال کرنے کے لیے موبائل فون نکالا مگر وقت دیکھ کر اس کی جرأت نہ ہوئی،اور اس نے یہ کام صبح تک موخر کر دیا۔مگر صبح تھی کہ ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔ہجر کی رات کی لمبائی کے قصے زبان زد عام ہیں،مگر اس شب کا عذاب جھیلنے والے بہت قلیل۔اور مسکان کی مہربانی سے وہ بھی ان اقل لوگوں میں شامل ہو گیا تھا۔گزشتہ شب کی صبح اس نے موذن سے جتنے گلے کیے تھے آج اتنی ہی منتیں کر رہا تھا،مگر اس ہٹ دھرم نے نہ کل اس کی منت سنی تھی اور نہ آج اس کی آہ و زاری کا کوئی جواب دے رہا تھا۔کھٹور کل تاخیر پر آمادہ نہیں ہوا تھا اور آج آنے پر تیار نہیں ہو رہا تھا۔

یقیناً اس شب کی طوالت کو ناپنا کسی عاشق کے بس سے باہر تھا۔اس کے ذہن میں کسی شاعر کا شعر گونجا۔

طولِ شبِ فراق جو ناپا کبھی غریب

لیلیٰ کی زلف سے رہا دو چار ہاتھ کم

وہ ٹہلتے ٹہلتے تھک گیا،بیٹھے بیٹھے اوب گیا،لیٹے کروٹیں بدلتے تنگ پڑ گیا تو موذن کو اس پر ترس آیا اور دور کسی مسجد میں اللہ پاک کی بڑائی اور عظمت کا اعلان ہونے لگا۔مقدس آواز ہوا کی لہروں پر تیرتی اس کی سماعتوں تک پہنچی۔اس نے گہرا سانس لے کر اپنے زندہ رہنے کا یقین کیا۔

''کاش......کاش،مشی تم میری زندگی میں نہ آئی ہوتیں؟......کاش کوئی ایسا طریقہ ہو،کوئی ایسا طلسم ہو،جو تمھاری یادوں کو مجھ سے دور رکھ سکے......

کوئی ایسا اسم عظیم ہو

مجھے تیرے دکھ سے نجات دے

اس کی آنکھوں میں غنودگی سی اتری۔ اچانک اسے اپنے ماتھے پر گیلا ہاتھ محسوس ہوا اور ساتھ مسکان کی سرگوشی اس کے کانوں میں گونجی۔

''دانی!......اب تک لیٹے ہو؟ نماز نہیں پڑھنی؟'' وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کمرا اس کے وجود سے خالی تھا۔ مگر اس کی خوشبو اب بھی موجود تھی۔

''دھشی پڑھتا ہوں نا؟'' زیرِ لب بڑبڑاتے ہوئے وہ واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

☆......☆......☆

ملازمہ نے کھانا لگنے کی اطلاع دی اور وہ ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔ حماد پہلے سے وہاں موجود تھا۔

''میں نے سوچا آج بیگم کے ہاتھ کا بنا کھانا، کھانے کو ملے گا مگر شاید موڈ ٹھیک نہیں تھا میڈم کا؟''

''ہاں، تھکی ہوئی تھی۔'' طبیعت کی خرابی کے بجائے اس نے تھکن کہنا مناسب سمجھا کہ طبیعت کی خرابی کو حماد پھر دانیال کی جدائی سے جوڑ دیتا۔

ملازمہ، کھانا سرو کر کے باہر نکل گئی۔ حماد نے اپنے لیے سالن نکالا اور کھانے لگا۔ ایک بار اس کے جی میں آیا کہ اسے کہہ دے۔ ''مجھے بھی کھلاؤ......'' مگر پھر شرم مانع آگئی۔ یوں بھی محبت کرنے والوں کو چاہنے کے طریقے نہیں سکھائے جاتے۔ محبت تو ایک اندرونی جذبے کا نام ہے۔ محبوب کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا، اس سے ہر وقت جڑے رہنا، اس کی خواہش کو بغیر اس کے کہے سمجھ لینا، عاشق کو اس کا وجدان سکھا دیتا ہے۔

''آپ لیں نا سالن؟'' حماد، دو تین نوالے لے چکا تھا، اسے آرام سے بیٹھے دیکھ کر سالن کا ڈونگا اس کی جانب بڑھایا۔

ڈونگا اپنی جانب کھسکا کر اس نے تھوڑا سا سالن لیا اور بے دلی سے کھانے لگی۔ دن کا کھانا بھی وہ نہیں کھا سکی تھی مگر اس کے باوجود اسے کھانا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

''اچھا سالن بنا ہے؟'' تعریف کرتے ہوئے وہ پلیٹ میں دوبارہ سالن لینے لگا۔

''جی۔'' مختصراً کہتے ہوئے اس نے سالن کی پلیٹ سائیڈ پر کی اور سویٹ کھانے لگی۔

''میرا خیال ہے دن کا کھانا تم نے لیٹ کھایا ہے؟'' اسے سویٹ کھاتے دیکھ کر وہ مستفسر ہوا۔

''نہیں ...... لیٹ تو خیر نہیں کھایا۔ آج کل کھاتی ہی کم ہوں۔'' اس نے بات کو گول مول کیا۔

وہ مسکرایا۔ ''اتنی موٹی تو نہیں ہوئیں کہ تمھیں ڈائیٹنگ کی ضرورت پڑے؟''

''کل کس وقت وہاں جاؤ گے؟'' وہ مطلب کی بات پر آ گئی۔

''نو بجے اٹھتا ہوں، ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر دس ساڑھے دس بجے تک پہنچ جاؤں گا۔''

''تو پھر آپ کو اس کی دکان پر جانا پڑے گا۔ وہ قریباً آٹھ، ساڑھے آٹھ گھر سے نکل جاتا ہے۔''

''ٹھیک ہے جی! ...... وہیں چلا جاؤں گا۔''

''اور ہاں، اسے میں نے بچے کی بابت پتا نہیں چلنے دیا۔ یہ نہ ہو آپ پھوٹ دیں۔''

''میں کان سے روٹی کھاتا ہوں نا؟'' حماد نے خفگی ظاہر کی۔ ''مسکان صاحبہ! ...... مجھے تم سے زیادہ بچے کی ضرورت ہے۔''

''ہر وقت بجلی کی تار بنے رہتے ہو؟ ...... کبھی پیار سے بھی بول لیا کرو۔''

حماد نے منہ بنایا۔ ''اتنے پیار سے تو پکارا ہے! ...... مسکان صاحبہ کہہ کر۔''

''مسکان کے بجائے مِشی کہہ دیتے۔''

''واٹ ......؟ مِشی ......؟ یہ بھلا کیا نام ہوا؟ ...... مِشی ...... ہا ...... ہا ...... ہا۔'' حماد کی ہنسی نے اس کا موڈ آف کر دیا تھا۔

''میرا خیال ہے، میں نے لطیفہ نہیں سنایا جو آپ قہقہے لگا رہے ہیں۔''

''یار مسکان کتنا پیارا نام ہے۔ اور تم مِشی ...... بلکہ مجھے یاد آ رہا ہے کہ اس نام کی ایک اداکارہ بھی تھی غالباً اسی سے متاثر ہو کر ہماری بیگم، مسکان سے مشی بنے پر تلی ہے؟ ...... مگر وہ تم سے خوب صورت تو نہیں تھی؟''

''اچھا چھوڑو یہ موضوع ...... کوئی اور بات کرو؟'' اسے شدت سے احساس ہوا کہ یہ بات کرنا اس کی غلطی تھی۔ چاہنے والے بتانے کے محتاج نہیں ہوا کرتے۔

کہیں وہ کالا تمھیں مِشی کہہ کر تو مخاطب نہیں کرتا تھا؟''

وہ اس کی تردید یا تائید کیے بغیر بولی۔ ''مجھے امی جان مِشی کہتی تھیں؟''

''اچھا سوری...... خفا نہ ہونا، میں بھی کہہ دیا کروں گا۔'' اس کی ماں کے ذکر پر حماد کو سنبھلنا پڑا۔

وہ جلے کٹے لہجے میں بولی۔ ''تھینک یو، میں مسکان ہی ٹھیک ہوں؟''

''او کم آن یار!...... ہر وقت خفا نہیں ہوا کرتے؟''

وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ ''اچھا چلتی ہوں، نیند آ رہی ہے۔''

''اتنی جلدی؟'' اس نے حیرانی سے پوچھا۔

''ہاں...... اور یوں بھی ہمیں دور دور رہنا چاہیے۔ شیطان انسان کی رگوں میں خون بن کر دوڑتا ہے۔ جب تک دوبارہ نکاح نہیں ہو جاتا یہ قربت ہمیں کسی گمراہی میں بھی مبتلا کر سکتی ہے؟''

''اف......!'' حماد دونوں ہاتھوں سے سر تھامتے ہوئے بولا۔ ''ملانی صاحبہ!......''

وہ زبردستی کی ہنسی ہونٹوں پر بکھیرتی اپنے بیڈ روم میں گھس گئی۔ بیڈ پر لیٹتے ہوئے بھی نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ خوشی جو اسے اپنے گھر پہنچنے پر ہونی چاہیے تھی وہ کہاں جا چھپی تھی۔ اپنے مطلب میں کامیاب ہونے کے باوجود اداسی کی وجہ کیا تھی...... اسے عظمیٰ اختیار رضو کی مختصر سی نظم اپنے حال کے مطابق لگی......

اداسی بے سبب ہے یا......
سبب اس کی جدائی ہے؟
جسے ہم نے حقارت سے،
نخوت سے بتایا تھا
وفائیں پاس رکھو تم
محبت، ہم سے نہ ہو گی

''نہیں...... نہیں، میں اس سے محبت نہیں کرتی؟'' اس نے بے ساختہ اس خیال کو جھٹلایا۔ ''وہ اگر دیوانہ ہے تو اس بات پر اسے میں نے مجبور نہیں کیا۔''

وہ سونے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر دن کو بھرپور نیند لینے کی وجہ سے نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ

اپنے حالات پر غور کرنے لگی۔ حماد کی ضد کی وجہ سے اسے ماں بننے کا موقع مل رہا تھا۔

''کیا؟ حماد اس کے بچے کو ایک باپ کا پیار دے سکے گا؟'' ایک لمحہ سوچنے کے بعد اسے جواب اثبات میں ملا۔ اگر اسے بچے کی خواہش نہ ہوتی تو وہ کبھی اسے کسی دوسرے کے حوالے نہ کرتا۔ اسے حماد کے الفاظ یاد آئے۔

''تمھارا بچہ، میرا بھی تو بچہ ہوگا۔''

''لیکن پھر بھی اپنا بچہ تو اپنا ہی ہوتا ہے؟ کیا وہ دانیال جتنی چاہت دے سکے گا بچے کو؟''

''ہاں...... کیوں نہیں؟'' حماد کی محبت میں ڈوبا دل بے اختیار بولا۔ ''وہ خود بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہے۔ اس کے لیے تو اپنی بیوی کا بچہ ہی سب کچھ ہوگا؟''

اچانک اس کے دل میں ایک تلخ سی سرگوشی گونجی۔ ''دانیال جتنی چاہت تو وہ بچے کی ماں کو نہ دے سکا جو اس کی اپنی محبت ہے، ایک غیر بچے کو خاک دے گا؟''

''محبت صرف دانیال کی طرح دیوانگی کے اظہار کا نام نہیں ہے؟'' اس نے ایسی گھٹیا سوچ کو دماغ سے جھٹکنے کی کوشش کی۔

''تو اور محبت ہوتی کیا ہے؟...... محبت دیوانگی کا دوسرا نام ہی تو ہے؟'' غلط سوچ بھی اتنی جلد پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتی۔

وہ تلخی سے بڑبڑائی۔ ''تو ہوتی رہے محبت مجھے کیا؟...... میں نے منت نہیں کی تھی کہ مجھے چاہے؟ میرے لیے میرا حماد کافی ہے۔ اس کے علاوہ نہ مجھے کسی کی محبت کی ضرورت ہے اور نہ کسی کی چاہت کی؟''

''کیا وہ آسانی سے طلاق دے دے گا؟'' الجھی سوچیں دوسری سمت بہہ پڑیں۔

''تو کیا؟'' وہ بڑبڑائی۔ ''کار، مکان اور کاروبار چھوڑنا اتنا آسان نہیں ہوگا؟''

''مطلب!...... محبت کے وہ سارے دعوے جھوٹ تھے؟''

اچانک اسے سبکی محسوس ہوئی۔ وہ اسے ڈیڑھ ماہ تک بے وقوف بناتا رہا تھا۔ تھوڑے سے دنیاوی فائدے کو دیکھ کر وہ اپنی جان سے پیاری مشی کو طلاق دے دے گا۔ اور وہ جو یہ سمجھ بیٹھی تھی کہ وہ دنیا کی خوب صورت ترین لڑکیوں میں سے ایک ہے، کہ ایک مرد اس شدت سے اسے چاہتا ہے۔ اور اس چاہنے والے کی چاہت، کار اور

کاروبار کو دیکھ کر بدل جائے گی۔

”طلاق کی وجہ، وہ توہین بھی تو ہو سکتی ہے جو میں نے ماں بیٹے کی ہے؟“ اس کے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ اس کے ساتھ اسے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

”اس نے اب تک طلاق تو نہیں دی؟ میں پہلے ہی طے کیے بیٹھی ہوں کہ وہ طلاق دے دے گا؟“

اس نے خود سے سوال کیا۔ ”تو کیا میں یہ چاہتی ہوں کہ وہ مجھے طلاق نہ دے؟“

”اگر اس نے طلاق نہ دی تو میں اپنے محبوب کو کیسے حاصل کروں گی؟“

”پھر میں کیا چاہتی ہوں؟“ وہ جھنجلا گئی۔

”میں چاہتی ہوں...... میں چاہتی ہوں؟“ وہ سوچنے لگی۔ ”وہ مجھے طلاق دے، لیکن حماد کے کہنے پر نہیں۔ یہ نہیں کہ اس نے مطالبہ کیا ہو، مجھے اتنے پیسے دے گی تو میں اسے طلاق دوں گا؟“

”کچھ بھی کہے بس مجھے طلاق دے دے۔“ حماد کی محبت میں دھڑکتے دل نے حتمی فیصلہ سنایا۔ اور وہ لائیٹ بجھا کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر لائیٹ کے آف ہوتے ہی اسے شدت سے بیڈ کے خالی ہونے کا احساس ہوا۔ جانی پہچانی خواہشیں انگڑائی لے کر بیدار ہوئیں۔ لطیف جذبوں نے لوہے کی طرح ٹھوس اور مضبوط بدن کو بے قرار ہو کر پکارا۔ اس کے سر کو تکیہ اجنبی اجنبی محسوس ہوا، گردن کسی مضبوط بازو کی متلاشی ہوئی، چہرے کو کھردرے ہونٹوں کی بے طرح یاد آئی، ناک وحشی اور گرم سانسوں کی پھوار سونگھنے کو بے تاب ہوئی، دونوں ہاتھ چٹانی سینے کے لمس کو ترسے اور وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ اس کے تنفس کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ لائیٹ جلا کر وہ فریج کی طرف بڑھ گئی اگلے لمحے ٹھنڈے پانی کی بوتل منہ سے لگائے وہ تشنہ خواہشات کو رام کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پانی پی کر وہ ٹہلنے لگی۔ اسے بیڈ سے ڈر لگنے لگا تھا۔

اچانک اس کے دل میں حماد کے پاس جانے کا خیال پیدا ہوا۔ وہ اس کا شوہر ہی تو تھا۔ اور اسی کی مدد سے وہ اس کالے جادوگر کے سحر سے چھٹکارا پا سکتی تھی۔ اس نے نگاہ اٹھا کر بیڈ روم کے بند دروازے کو دیکھا اور اسی لمحے اس پر ندامت کی کیفیت طاری ہوئی۔ وہ شرعی طور پر دانیال کے بارے تو سوچ سکتی تھی مگر حماد فی الحال اس کے لیے غیر تھا۔ ندامت کا احساس کم کرنے کے لیے وہ واش روم کی طرف بڑھ گئی تھوڑی دیر بعد وہ وضو کر کے مصلے

پر کھڑی اپنے پاک پروردگار کے حضور سر بہ سجود تھی۔ وہی رحیم و کریم ذات اسے گناہ کے خیال سے بچنے کی طاقت اور قوت عطا فرما سکتی تھی۔ نوافل پڑھ کر اسے ذہنی سکون اور آسودگی حاصل ہوئی۔ جائے نماز لپیٹ کر اس نے دوبارہ سونے کے ارادے سے بیڈ کا رخ کیا، لیکن اس مرتبہ اس نے لائیٹ بجھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

تھوڑی دیر کروٹیں بدلنے کے بعد اسے نیند کی آغوش میں پناہ مل گئی۔ مگر پراگندہ خیال اور الجھی سوچوں نے نیند میں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ مختلف پرچھائیاں اس کے تصور میں سرگرداں رہیں۔ پھر آہستہ آہستہ ان پرچھائیوں نے واضح شکل اختیار کی۔ حماد کا ہنستا ہوا چہرہ اس کے سامنے آیا۔

''یقین کرو مسکان اس نے تو سکون کا سانس لیا کہ اس مزدوری سے جان چھوٹی۔ بہت شکر گزار تھا ہمارا۔ شاید تمھارا شکر ادا کرنے کے لیے یہاں بھی آئے؟''

''اچھا...... اتنی آسانی سے اس نے طلاق دے دی؟'' مسکان نے بہ ظاہر خوشی سے کہا۔

''ہونہہ!...... آسانی...... کہہ رہا تھا اگر میں نہ آتا تو وہ خود پہنچ جاتا۔ بیگم صاحبہ!...... دولت کا نشہ ایسا نہیں کہ اس کے مقابل کسی اور کو چیز کو اہمیت دی جا سکے؟''

وہ آہستہ سے بولی۔ ''صحیح کہا۔'' اسی وقت منظر بدلا۔ دانیال سلام کرتے ہوئے اس کے سامنے آیا۔

''سلام بیگم صاحبہ!......؟''

مسکان کو اس کے چہرے پر جھینپی جھینپی اور ندامت بھری مسکراہٹ نظر آئی۔

''جی محترم!...... تشریف آوری کا مقصد؟'' مسکان کو اس کے جھوٹے مکالمے یاد آئے۔

''آپ کی مہربانی سے، آج مجھے یہ مقام ملا۔ میں نے سوچا آپ کا شکریہ ادا کر دوں؟ امی جان بھی آپ کی بہت زیادہ شکر گزار ہیں۔''

''او کے تھینکس!......'' وہ بیزاری سے بولی، اور وہ ایک بار پھر مؤدبانہ انداز میں سلام کہتا ہوا باہر کی طرف مڑا مگر دروازے سے جھانک کر پھر واپس آ گیا۔

''دمشی!...... تمھاری قسم میں مجبور تھا، میں طلاق نہیں دینا چاہتا تھا، مگر حماد صاحب نے مجھے دھمکی دے کر مجبور کیا؟'' اس کی آواز سرگوشی سے بلند نہیں تھی۔

''مت کہو مجھے مشی۔'' وہ غصے سے پھٹ پڑی تھی۔ اسے خود بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اسے دانیال اس قدر برا اور مکار کیوں لگ رہا تھا۔ وہ خود طلاق لینا چاہتی تھی اور اس نے اس کی خواہش ہی پوری کی تھی۔ اس کا دانیال کے گھر کو چھوڑ کر آ جانا ٹھیک تھا تو دانیال کا طلاق دینا کیسے برا ٹھہرایا جا سکتا تھا۔

''پلیز میری بار سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''کیا سمجھنے کی کوشش کروں؟......اور کون سی دھمکی دی ہے حماد نے تمھیں؟ ذرا میں بھی سنوں۔''

''وہ کہہ رہا تھا، کہ اگر میں نے طلاق نہ دی تو وہ کار، مکان اور دکان مجھ سے واپس لے لے گا۔''

''اف!......اتنی سخت دھمکی۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

''مشی!......میں غریب......''

''شٹ اپ!......وہ غصے سے دھاڑی۔

''شٹ اپ نہ کہو۔'' دانیال نے جرأت مندانہ لہجے میں کہا۔ ''مجھے اسی وقت دس لاکھ کا چیک کاٹ کر دو ورنہ میں اپنی طلاق واپس لے لوں گا۔''

''طلاق دے کر کیسے واپس لی جا سکتی ہے؟''

''ہا......ہا......ہا۔'' دانیال نے بھیانک آواز میں قہقہہ بلند کیا۔ ''میں جب طلاق نامے پر دستخط کروں گا تو طلاق ہو گی نا سیٹھ زادی!......تمھارا کیا خیال ہے اتنی آسانی سے تمھاری جان چھوٹ جائے گی......اب تک تو میں اپنے ہونے والے بچے کے پیسے نہیں مانگے۔ کم از کم پچاس لاکھ روپے بچے کے ادا کرنے پڑیں گے، نہیں تو بچہ میرا ہو گا۔''

''تم یہاں سے دفع ہوتے ہو یا بلاؤں نوکروں کو۔''

اچانک دانیال کے چہرے پر بدحواسی کے اثرات نمودار ہوئے اور وہ اس کے قریب آ کر ہاتھ باندھتا ہوا بولا۔ ''پلیز مشی!......مجھ سے دور نہ جاؤ، تمھاری قسم میں نے طلاق نہیں دی۔ حماد تمھیں جھوٹا طلاق نامہ دکھا رہا ہے۔ میں بھلا تمھیں طلاق دے سکتا ہوں۔ مجھے اور کچھ نہیں بس تمھاری محبت درکار ہے۔ چلو مشی، ابھی یہاں سے بھاگ جاتے ہیں بہت دور، اتنی دور کہ جہاں حماد پہنچ سکے اور نہ کوئی دوسرا دشمن۔'' یہ کہہ کر دانیال نے اسے

پکڑ کر سینے سے لگا لیا۔

وہ منمنائی۔ ''پلیز چھوڑو مجھے کوئی آ جائے گا۔''

''تو آتا رہے۔ تم غیر تھوڑی ہو؟ میری شرعی بیوی ہو۔''

وہ غصے سے بولی۔ ''طلاق کے بعد میں بیوی کیسے رہی۔''

''طلاق تو صرف ایک دن کے لیے دی تھی نا۔ ہمیشہ کے لیے تھوڑا دی تھی۔ بس اب واپس لے لیتا ہوں۔''

''نہیں اب میں حماد سے شادی کر رہی ہوں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''تم اس طرح نہیں کر سکتیں، میں تمھیں جان سے مار دوں گا۔'' اس نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے اس کا گلا پکڑ لیا، اس کا دم گھٹنے لگا۔

''چھوڑو مجھے...... ذلیل، وحشی، کمینے۔'' اس کے منہ بہ مشکل نکلا۔

''نہیں چھوڑوں گا۔'' دانیال غرایا۔ اسی وقت حماد کمرے میں داخل ہوا اسے دیکھ کر مسکان چلائی۔

''حماد!...... مجھے اس سے بچاؤ۔''

مگر وہ بجائے اس کی مدد کے دانیال کے ساتھ مل کر اس کا گلا دبانے لگا۔ وہ ان دنوں کے ہاتھوں سے نکلنے کے لیے زور سے مچلی۔ اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ خوف سے اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس کے بعد اسے نیند نہ آ سکی اور وہ اسی اوٹ پٹانگ خواب کے بارے سوچتی رہی۔

☆......☆......☆

ناشتا کرتے ہوئے دانیال کے موبائل فون کی گھنٹی بجی۔ سکرین پر چمکتا نام پڑھ کر اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھل گئی۔ کال ریسیو کرتے ہوئے وہ چہکا۔

''جی دانیال صاحب!...... کیسے یاد فرمایا؟''

مسکان سامنے بیٹھی بڑے غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔ دانیال کا نام سنتے ہی چونک گئی۔

دانیال نے کہا۔ ''حماد بھائی!...... مم...... مجھے آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے۔''

''اچھا اس وقت میں مصروف ہوں، تھوڑی دیر تک میں تمھاری طرف آ رہا ہوں پھر تفصیل سے بات کرتے

ہیں۔"

"ٹھیک ہے بھیا۔" اس نے دھیرے سے کہا۔ اور "خدا حافظ۔" کہتے ہوئے رابطہ منقطع کر دیا۔

"کیا کہہ رہا تھا؟" مسکان نے بے تابی سے پوچھا۔

حماد نے ہنستے ہوئے کہا۔" آپ کے گلے شکوے محترمہ!"

"پھر بھی؟" وہ حماد کے الفاظ جاننے کے لیے مصر ہوئی۔

"کچھ نہیں جی!......اسے مجھ سے کوئی ضروری کام درپیش ہے۔ اب وہاں جا کر پتا چلے گا کہ وہ ضروری کام کیا ہے؟"

"مطلب وہ گھر میں آپ کا منتظر ہوگا۔"

"ہاں!......دکان کا تو اس نے ذکر ہی نہیں کیا۔"

اور مسکان اثبات میں سر ہلا کر خاموش ہوگئی۔

ناشتے کے بعد حماد نے تھوڑی دیر مسکان سے گپ شپ کی اور پھر اٹھتا ہوا بولا۔

"ٹھیک ہے مسکان...... بلکہ وہ کیا کہتے ہیں مشی صاحبہ!......اگر اجازت ہو تو میں محترم دانیال صاحب کے کردار کو حتمی شکل دے آؤں۔"

"یہ بھونڈا مذاق چھوڑو اور سنو!......اگر وہ زیادہ آئیں بائیں کرے تو کچھ رقم کی بھی پیش کش کر دینا اور آج ہی طلاق نامہ سائن کرا لینا۔ یہ نہ ہو بعد میں اس کے کانوں میں کہیں سے بچے کی بھنک پڑ جائے اور کوئی دوسری مصیبت جھیلنی پڑے۔"

"ویسے میں دیکھ رہا ہوں، آج کل کچھ زیادہ ہی نازک مزاج ہو گئی ہو۔" حماد کو اس کا بھونڈا مذاق کہنے والا فقرہ بہت برا لگا تھا۔

وہ اطمینان سے بولی۔" نہیں...... بلکہ آپ کی محبت میں فرق آ گیا ہے۔"

"اچھا واپسی پر بات ہوگی۔" حماد نے فضول موضوع پر وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ یوں بھی مسکان کے دن گنے جا چکے تھے اور قربان ہونے سے پہلے اتنا حق تو بنتا تھا کہ اس کی ہر بات برداشت کی جائے۔

آدھے گھنٹے بعد اس کی کار دانیال کے گھر کے سامنے رک رہی تھی۔ وہ شدت سے اس کا منتظر تھا۔ اس کے دستک دینے سے پہلے دروازہ کھل گیا۔ یقیناً وہ صحن میں ٹہلتے ہوئے اس کا انتظار کر رہا تھا۔

''اسلام علیکم حماد بھائی!......'' اس نے خوش دلی سے حماد کا استقبال کیا۔ مگر اس کے چہرے پر منڈلاتے غم کے بادل، حماد کو واضح طور پر نظر آ گئے تھے۔ اسے لگا کہ، جس کام کے لیے وہ آیا ہے، شاید وہ اتنا آسان ثابت نہ ہو۔ ساتھ ہی اس کے دماغ میں مسکان کے الفاظ بھی گونجے۔

''اگر زیادہ آئیں بائیں کرے تو کچھ رقم کی بھی آفر کر دینا۔'' گویا وہ کمینی اچھی طرح جانتی ہے کہ دانیال اس کے عشق میں گرفتار ہے۔

''آئیں بھیا!......وہ اسے لے کر سیدھا اپنے کمرے میں پہنچا۔ عائشہ بھی اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کچن میں چائے بنانے گھس گئی۔

''ہاں جناب!......اب بتائیں کیا مسئلہ ہے؟'' حماد نے نشست سنبھالتے ہوئے گیند دانیال کے کورٹ میں پھینکی۔

دانیال مضطرب انداز میں ہاتھ مروڑتے ہوئے بولا۔ ''بھیا! میری سمجھ میں نہیں آ رہا بات کہاں سے شروع کروں۔''

''یار!......تم ایسے پریشان ہو رہے ہو جیسے کوئی بہت بڑا حادثہ پیش آ گیا ہو۔''

''حادثہ تو پیش آ گیا ہے نا بھیا!......مم......مسکان مجھ سے خفا ہو کر یہاں سے چلی گئی ہے۔''

''ہا......ہا......ہا۔'' حماد نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا۔ ''اللہ کے بندے، یہ کوئی ایسی بات ہے کہ اس پر افسوس کیا جائے۔ مسکان سے ہزار گنا زیادہ خوب صورت اور دلکش لڑکیاں موجود ہیں......

ع وہ نہیں سہی اور سہی اور نہیں اور سہی۔

''نہیں بھیا!......اب اس کے بغیر کوئی نہیں۔''

''پاگل نہ بنو۔'' حماد نے اسے جھڑکا۔ ''تمھارا کیا خیال ہے یہ قیمتی زندگی ایسی ہے کہ کسی بے وفا کے انتظار میں تیاگ دی جائے۔''

دانیال کی آنکھوں میں نمی ظاہر ہوئی۔ ’’بھیا!......وہ بے وفا نہیں ہے۔...... مجھے شک ہے اسے کوئی مجبوری ہے۔اب کیا مجبوری ہے اس سے میں واقف نہیں۔‘‘

’’کوئی مجبوری نہیں ہے اسے۔عیاش سیٹھ زادی ہے، جو دل میں آئے کر گزرتی ہے۔یاد ہے نا، میں نے تمھیں روک کر شادی کی آفر کی تھی۔‘‘ دانیال کے سر ہلانے پر اس نے بات جاری رکھی۔ ’’تمھارے بارے اس نے مجھے خود بتایا تھا، کہ میں نے اس سے شادی کرنی ہے۔ مجھے پتا تھا کہ وہ مستقل مزاج نہیں ہے، جلد ہی قطع تعلق پر اتر آئے گی۔لیکن اس کے ساتھ مجھے یہ خیال بھی تھا، کہ غریب آدمی کا کچھ نہ کچھ بھلا ضرور کر جائے گی۔ اب دیکھو...... یہ خوب صورت مکان، کار اور ایک قیمتی دکان تمھارے حوالے کر گئی ہے اور کیا چاہیے تمھیں۔اب اللہ کا نام لے کر کسی اچھے خاندان میں شادی کر لو اور ہنسی خوشی زندگی بسر کرو۔‘‘

اسی وقت عائشہ خاتون نے چاے کے برتن لا کر ان کے سامنے رکھے اور خود کمرے سے نکل گئی۔ وہ جہاں دیدہ عورت جانتی تھی کہ اس کی موجودی میں وہ کھل کر بات چیت نہیں کر سکیں گے۔

دانیال نے چاے کا کپ بنا کر اس کی سمت بڑھاتے ہوئے کہا۔ ’’وہ ایسی نہیں ہے بھیا!......وہ ایک دین دار عورت ہے، اسے عیاش سمجھنے کی غلطی میں کیسے کر سکتا ہوں۔‘‘

’’دانیال میاں!......وہ کیا کہتے ہیں؟...... ہاتھی کے دانت، کھانے کے اور، دکھانے کے اور......‘‘

’’نہیں بھیا!......وہ بہت اچھی ہے، غلطی میری ہے۔ مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔‘‘

’’اچھا کیا بات ہوئی تھی؟‘‘ حماد نے بہ مشکل غصہ ضبط کر کے پوچھا۔

جواباً سارا واقعہ دہرا کر دانیال نے کہا۔

’’اسے لگا کہ میں اس پر شک کر رہا ہوں۔اور یہ تہمت وہ برداشت نہ کر سکی۔حالانکہ بہ خدا میرا یہ مقصد بالکل نہیں تھا۔‘‘

’’بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔ لیکن اصل بات سے تم ناواقف ہو۔چور بندہ یونھی کرتا ہے۔وہ اس وقت اپنے پہلے شوہر سے بات کر رہی تھی۔اور تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ دوبارہ اس کے ساتھ شادی کرنا چاہ رہی ہے۔تمھارے درمیان ہونے والے جھگڑے کے بارے وہ تم سے پہلے مجھے بتا چکی ہے۔اور جو الفاظ اس نے

تمھارے لیے استعمال کیے ہیں......وہ میں بیان نہیں کرسکتا۔مختصر یہ کہ اب اس نے طلاق لازماً لینا ہے۔بہ قول اس کے اگر تم ایسے نہ مانے تو یہ سب کچھ بھی واپس لے لے گی اور عدالت کے ذریعے خلع حاصل کرلے گی ۔اب تمھاری مرضی، پرانی زندگی کی طرف لوٹنا چاہتے ہو یا اس پُرآسائش زندگی کو انجوائے کرنا چاہتے ہو اور ہاں اگر شادی وغیرہ کے لیے کچھ اور رقم درکار ہو تو چند لاکھ تک اس بگڑی رئیس زادی سے حاصل کرلینا کوئی مشکل نہیں ہے۔“

آخری امید بھی دانیال سے چھن گئی تھی۔اس نے سوچا تھا کہ حماد آسانی سے ان کی صلح کرادے گا مگر حماد نے تو اس کے پاؤں تلے زمین بھی نکال دی تھی۔جو نقشہ اس نے مسکان کے کردار کو کھینچا تھا اس پر دانیال مرکر بھی یقین نہیں کرسکتا تھا۔مگر اس کے ساتھ حماد کو جھٹلانے کی بھی کوئی وجہ موجود نہیں تھی۔چند لمحے سوچنے کے بعد وہ دھیرے سے بولا۔

”حماد بھیا!......میں اسے طلاق نہیں دے سکتا،یہ میرے بس سے باہر ہے۔میں نے ایسا کیا تو مرجاؤں گا ۔وہ میری زندگی ہے۔پلیز مجھے ایک دفعہ اس کے سامنے لے جاؤ،میں اسے منالوں گا۔میں جانتا ہوں وہ بہت نرم دل ہے،میری مشی ایسی نہیں ہے جیسی آپ سمجھ رہے ہیں۔“

”اف!......“حماد نے سر پکڑ کر کہا۔”دانیال میاں!......کن خوابوں کی دنیا میں رہتے ہو۔وہ تمھاری صورت دیکھنے کی روادار نہیں ہے۔یہ تو میں نے تمھیں سمجھانے کے لیے نرم الفاظ کا سہارا لیا ورنہ تو اس نے جو کچھ تمھارے بارے بکا ہے،وہ سب کہنے کی جرأت میں اپنے اندر مفقود پاتا ہوں۔کالا کلوٹا، جاہل، گنوار، بدتہذیب، بے عقل، ان پڑھ اور جانے کیا کیا۔میرے بھائی سمجھنے کی کوشش کرو۔اس نے تو یہ بھی کہا ہے اسے سمجھانے کی ضرورت نہیں۔ایک دفعہ بتادو، اگر نہ مانے تو دھکے دے کر گھر سے نکال دو، کار بھی چھین لو ۔اور ساتھ یہ بھی بتادو کہ اگر تم نے دوبارہ دکان پر قدم رکھا تو جیل کی ہوا کھائے گا وغیرہ وغیرہ۔باقی جہاں تک طلاق کا تعلق ہے،وہ اسے عدالت سے بھی مل جانا ہے......ان سیٹھوں کے لیے جج کو خریدنا کوئی مشکل کام نہیں ہوتا۔“

یہ سب سن کر دانیال کا رنگ اڑ گیا تھا۔وہ ہکلایا......

”کک......کیا سچ مچ......اس نے ایسا کہا؟“

”نہیں......اس سے بھی کچھ زیادہ بکا ہے۔“ حماد نے کامیاب اداکاری کی۔

ایک لمحہ سوچنے کے بعد وہ اٹھا اور لڑکھڑاتے قدموں سے باہر چل دیا حماد نے سوچا وہ ماں سے مشورہ کرنے جارہا ہے۔ اسے یقین تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب لوٹے گا۔

عائشہ برامدے میں حسرت و یاس کی تصویر بنی کھڑی تھی۔ دانیال اس کے قریب جا کر رندھے لہجے میں بولا ۔”امی جان!......سامان باندھ لو، ہمیں یہاں سے جانا ہے۔“

”جی بیٹا!......“ کہہ کر وہ بغیر کسی استفسار کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ دانیال واپس اپنے کمرے میں لوٹا۔ اور حماد کو بولا۔

”بھیا!......یہ لو کار اور گھر کی چابیاں۔ جبکہ دکان کی چابی ملازم کے پاس ہے۔“

”کیا مطلب؟“ حماد کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئیں تھیں۔

”بھیا!......کوٹھی ، کار اور کاروبار عزت سے بڑھ کر نہیں ہوتا۔ مجھے کسی کی بھیک میں دی ہوئی شاہی نہیں چاہیے۔ وہ کیا کہتے ہیں......

ع مانگنے والا گدا ہے صدقہ مانگے یا خراج۔

آج کے بعد ہم یہاں نظر نہیں آئیں گے۔ سامان وغیرہ چیک کر لینا یہ نہ ہو بعد میں ہم پر چوری کا الزام دھر دو۔“

”تم بہت بڑی بے وقوفی کے مرتکب ہو رہے ہو۔“ حماد ششدر رہ گیا تھا۔ دولت کے پجاری کو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ کوئی ایسے بھی دولت کو ٹھوکر مار کر جا سکتا ہے۔

”نہیں بھیا!......بے وقوفی ہم سے پہلے ہوئی ہے۔ جو مسکان کے جانے کے بعد بھی یہیں پڑے رہے۔ اور بہ خدا ہم صرف اس لیے یہاں ڈٹے ہوئے تھے کہ وہ لوٹ آئے گی۔“

”اچھا طلاق دینے کے بارے کیا سوچا ہے؟“

”میں اسے طلاق نہیں دوں گا ، کبھی بھی نہیں دوں گا۔ اگر وہ عدالت سے خلع لیتی ہے تو دس دفعہ لے۔

عدالت طلاق لینے کی وجہ تو دریافت کرے گی نا۔اسے میرا قصور بتانا پڑے گا۔اسے یہ بھی بتانا پڑے گا کہ اگر میں اس کے لیے اتنا کراہیت امیز، بدصورت اور گنوار تھا تو مجھ سے شادی کیوں کی تھی۔اور اگر غلطی ہی سے کر لی تھی تو ڈیڑھ ماہ تک کیوں میری زندگی میں اجالا بکھیرتی رہی۔"

"او اللہ کے بندے!...... تمھیں اس سے ہزار گنا زیادہ خوب صورت لڑکیاں مل جائیں گی۔بلکہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایک اچھے خاندان میں تمھارا رشتہ کراؤں گا۔"

وہ حتمی لہجے میں بولا۔"اب میں نے شادی نہیں کرنی بھیا!......"

حماد نے بہ مشکل اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔"تو کیا اس بے وفا کے لیے اپنی زندگی برباد کرلو گے؟"

"ہاں......اس کے لیے کچھ بھی کرسکتا ہوں۔"

حماد کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیسے اس بے وقوف کو سمجھائے۔اس کی نظر میں مسکان نہایت عام سی لڑکی تھی۔اس کی خوب صورتی اس درجے کی نہیں تھی کہ کسی کو یوں ہوش وخرد سے بیگانہ کرسکے۔مگر دانیال کی باتوں نے اس کی غلط فہمی دور کردی تھی۔کوئی مسکان کو اتنا بھی چاہتا تھا، کہ جتنی محبت وہ فریحہ سے بھی نہیں کرتا تھا۔اس نے آخری کوشش کے طور پر کہا۔

"بے وقوف!......وہ غصے میں آکر تمھارا کوئی نقصان بھی کرسکتی ہے۔"

دانیال نے ہلکے سے مسکرایا۔

پیار کرنا ہے تو حالات سے ڈرنا کیسا؟
جنگ لازم ہو تو لشکر نہیں دیکھے جاتے

کہہ کر اس نے الماری کھولی۔مسکان کے کپڑوں سے اس کے مہکتے بدن کی باس اس کے نتھنوں سے ٹکرائی۔اس کے کپڑے وہ ساتھ نہیں لے جاسکتا تھا۔اپنی مشی کی کوئی نشانی ساتھ نہیں لے جاسکتا تھا۔ایک لمحے کے لیے اس کے جی میں آیا کہ حماد کو کہہ کر مسکان کے کپڑوں کا ایک سوٹ تو ساتھ رکھ لے۔اسے سخت بے بسی کا احساس ہوا۔اور جب بہت مجبور ہوکر اس کے ہونٹ حماد کی منت کرنے کے لیے لرزنے والے تھے مالک ارض و

سمانے اپنے تہی دامن بندے کی لاج رکھ لی۔اس کی نظر سرخ رنگ کے لباس پر پڑی جو مسکان نے پہلی رات زیب تن کیا تھا۔۔اور پھر دھوئے بغیر الماری میں لٹکا دیا تھا۔کپڑوں کا وہ جوڑا اسے دانیال کی ماں ہی نے دیا تھا ۔اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔جان حیات کی وہ قیمتی نشانی اس کے بے قرار دل کو کچھ نہ کچھ سہارا تو دے سکتی تھی۔اس نے وہ کپڑے ہینگر سے نکالے اور لپیٹ کر شاپر میں ڈالنے لگا۔

حماد ہونٹ کاٹتا اسے گہری نظروں سے گھور رہا تھا۔

"بھیا!...... یہ کپڑے امی نے دیے تھے مسکان کو۔اب جبکہ وہ ہمارے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو ہم یہ کپڑے اسے کیوں دیں؟"

سخت غصے میں ہونے کے باوجود حماد کو ہنسی آ گئی۔وہ تھرڈ کلاس کپڑے پتا نہیں مسکان نے پہنے کیسے تھے ۔شاید ان کا دل رکھنے کے لیے پہن لیے تھے۔اور اب وہ جوڑا دانیال صاحب واپس لیے جا رہا تھا، گویا وہ مر ہی تو جائے گی ان کپڑوں کے لیے۔

اس وقت اگر اس کے پاس دیکھنے والی نظر ہوتی تو اسے پتا چلتا، کہ وہ آدمی جو ساری آسائشوں کو ٹھوکر مار کر جا رہا ہے اس کے لیے ایک عام سے لباس کی اہمیت، قیمت کی وجہ سے نہیں اسے پہننے والی کے بدن کے لمس کی وجہ سے تھی۔

اسی وقت عائشہ نے آ کر کہا۔

"بیٹا!......سامان باندھ لیا ہے میں نے۔"

"ٹھیک ہے امی جان!......" دانیال نے گھر سے لائے ہوئے کپڑوں کے دو سادہ لباس شاپر میں ڈالے ۔قیمتی جوتے اتار کر وہیں رکھے اور پلاسٹک کی چپل پاؤں میں ڈالتا ہوا حماد کو مخاطب ہوا......

"حماد بھیا!......کوئی غلطی ہو تو معاف کر دینا۔میں جانتا ہوں آپ کے بس میں نہیں ہے، ورنہ ضرور ہماری صلح کرا دیتے۔باقی آپ کی سیٹھ زادی کا بخشا سارا سامان میں نے یہیں چھوڑ دیا ہے۔آپ ہماری تلاشی لے سکتے ہیں۔"

"دانیال!......اب بھی سوچ لو وقت ہے۔بلکہ یوں ہے یہیں رہ جاؤ، کل تک خوب سوچ لو۔"

”بھیا!......کل سے سوچ ہی رہا ہوں۔اگر ساری عمر بھی سوچتا رہا تب بھی ارادہ بدلی نہیں ہوگا۔“

”آنٹی!......آپ ہی اسے سمجھائیں۔“حماد نے عائشہ کا سہارا لینا چاہا۔وہ خبطی تو کسی طور مان ہی نہیں رہا تھا۔اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ مسکان کیوں بار بار اس کے طلاق نہ دینے کی اور اسے دولت کا لالچ دے کر راضی کرنے کی بات کر رہی تھی۔

”بیٹا!......اللہ پاک تمھیں خوش وخرم رکھے۔میں کیا سمجھاؤں جوان اولاد کو،یہاں رہے گا تو میں نے گھر کا کام کاج کرنا۔کہیں اور لے جائے گا تو میں نے گھر ہی سنبھالنا ہے۔باہر سے کما کر لانا اس کی ذمہ داری ہے۔“

یہ کہہ کر اس نے حماد کے سر پر ہاتھ رکھا۔دانیال نے اس سے الوداعی مصافحہ کیا اور دونوں ماں بیٹا چل پڑے۔گھر سے باہر قدم رکھتے وقت دانیال کا دل رقت سے بھر گیا تھا۔وہ گھر اسے بہشت لگتا تھا۔اس وجہ سے نہیں کہ وہ قیمتی تھا۔بلکہ اس وجہ سے کہ اس کی مشی کے قہقہے اس گھر میں گونجتے رہے تھے،اس کی خوشبو اس گھر کے کونے کونے میں پھیلی تھی۔اس کی یادیں چار سو بکھری تھیں۔اس نے بڑی مشکل سے آنسوؤں کو روکا ہوا تھا۔ماں ساتھ نہ ہوتی تو شاید وہ دھاڑیں مار مار کر روتا مگر اس وقت اس کی ماں ساتھ تھی اور وہ جانتا تھا کہ اس کے رونے سے ماں کو تکلیف ہونا تھی۔اس نے مڑ کر آخری نگاہ صحن پر ڈالی اسے برآمدے کے ستون کے ساتھ ٹیک لگائے مسکان نظر آئی۔اسی جگہ کھڑے ہو کر وہ اسے دکان پر جانے کے لیے رخصت کرتی تھی۔

حماد حیرانی سے انھیں رخصت ہوتے دیکھتا رہا۔زندگی میں پہلی بار اس کا واسطہ ایسے بے وقوفوں سے پڑا تھا۔اس کا شاطر ذہن دانیال سے طلاق نامہ سائن کرانے کے طریقے کے بارے سوچ رہا تھا۔اچانک اسے فریحہ کی آفر،یاد آئی۔

”ہاں!......فری کی شکل وصورت ہی ایسی ہے کہ وہ آسانی سے اس بے وقوف کو طلاق نامے پر سائن کرنے پر راضی کر سکتی ہے۔“اس کے ہونٹوں زہریلی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ کمروں کے دروازے لاک کرنے لگا۔آخر مسکان کی ساری جائیداد اس کی اپنی ہی تو تھی۔

☆......☆......☆

مسکان بڑی شدت سے حماد کی منتظر تھی۔اپنے اضطراب کو کم کرنے کے لیے اس نے مطالعے کا سہارا لیا،مگر

نظریں کتاب کے صفحات پر اور سوچیں کہیں اور سرگرداں تھیں۔ تنگ آ کر اس نے کتاب بند کی اور اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ حماد کی کار گھر میں داخل ہوتے اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ اور جونہی وہ ڈرائینگ روم میں داخل ہوا، اس نے بے تابی سے پوچھا۔

"طلاق دے دی اس نے؟"

"یار!......وہ تو بالکل ہی احمق اور بے وقوف آدمی ہے۔" حماد نے دانیال کی بے وقوفی کو کوسا۔

"طلاق تو دے دی ہے نا، اس نے؟" مسکان نے سوال دہرایا۔

"نہیں......" حماد نے نفی میں سر ہلایا۔

مسکان کو بے پایاں خوشی کا احساس ہوا۔ اسے خود سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ طلاق کے حصول کے لیے بے چین ہونے کے باوجود اس خبر پر اسے خوشی کیوں ہو رہی تھی۔ اپنی خوشی پر حیرانی کا پردہ ڈالتے اس نے پوچھا۔

"مگر کیوں؟"

"بتایا تو ہے احمق ہے۔" حماد نے اس کی لوسٹوری سنانے سے گریز کیا۔

"آپ نے اسے سمجھایا تو تھا نا۔"

"بہت زیادہ۔"

"گھر سے نکالنے کی دھمکی دیتا تھی۔"

"یہ لو گھر اور کار کی چابیاں۔" اس نے کار اور گھر کی چابیاں نکال کر ٹیبل پر رکھ دیں۔

"کک......کیا......مطلب وہ گھر چھوڑ کر چلے گئے ہیں؟" مسکان کو دلی دکھ ہوا تھا۔

"ہاں......اور بے وقوفی کی حد دیکھو، اتنی آسائشوں کو ٹھوکر مار کر جا رہا تھا، لیکن کپڑوں کا ایک گھٹیا جوڑا اٹھا کر لے گیا۔ محترم فرما رہا تھا، یہ کپڑے مسکان کو ہم نے لے کر دیے تھے۔ ہا......ہا......ہا۔ ہے نا لطیفہ۔" حماد نے قہقہہ لگایا۔

مسکان کو محسوس ہوا کہ اس کے دل کو کوئی مٹھی میں لے کر دبا رہا ہے۔ اسے یہ جاننے میں دیر نہ لگی کہ وہ کیوں اس کے استعمال شدہ کپڑے اٹھا کر لے گیا ہے۔ حالانکہ شادی کے دوسرے تیسرے دن اس نے مسکان سے

معذرت چاہتے ہوئے کہا تھا۔
''مشی !...... میں جانتا ہوں، سہاگ رات کے کپڑے تمھارے معیار سے بہت گرے ہوئے تھے۔ لیکن تم نے انھیں پہن کر بڑے پن کا ثبوت دیا ہے۔ اگر تم یہ نہ پہنتیں تو شاید امی جان اپنی نظروں سے گر جاتی۔''
ایسا گھٹیا لباس وہ صرف اپنی مشی کی یادگار کے طور پر اٹھا کر لے گیا تھا۔
''آپ نے مزید پیسوں کی آفر کی تھی۔'' مسکان کو اپنی آواز کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔
''ہاں......'' حماد نے اثبات میں سر ہلایا۔
''تو اب کیا کریں؟'' اس نے پریشانی ظاہر کی۔ مگر حیرانی کی بات یہ تھی کہ اسے دل میں دور دور تک پریشانی کا گزر نظر نہ آیا۔ اسے یہ اطمینان حاصل ہو گیا تھا کہ دانیال کے مکالمے جھوٹے نہیں تھے۔ وہ واقعی کسی کے لیے اتنی اہم تھی۔ گو اس کی چاہت میں پہلے بھی کوئی شبہ نہیں تھا مگر اب تو مزید شواہد مل گئے تھے۔
''کریں گے کچھ نہ کچھ۔'' حماد نے دانت پیسے۔ ایک تھرڈ کلاس مزدور نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا تھا۔
اس کی ماں سے بات کرنا تھی۔ وہ ضرور اسے سمجھاتی۔''
''اس سے بھی بات کی تھی۔ مگر وہ بیٹے کو سمجھانے پر تیار نہیں ہوئی ......بس کیا بتاؤں یار، اپنے فائدے نقصان ہی کو نہیں پہنچانتے احمق لوگ۔''
''ہاں !...... ہر کسی کے فائدے نقصان کے اپنے معیار ہوتے ہیں۔ اور پھر جان حیات کو اپنی زندگی سے چند ٹکوں کی خاطر بے دخل کر دیا جائے، یہ کون منظور کرتا ہے۔'' مسکان نے دل ہی دل میں سوچا مگر زبان سے یہ کہنے کے بجائے بولی۔
''کوئی طریقہ سوچو نا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔''
اچانک ہی حماد کے ذہن میں خیال آیا۔ ''اگر تم خود اس سے بات کرلو۔''
''مم...... میں اس کیسے بات کروں۔'' مسکان گھبرا گئی۔
''فون پر......امید ہے تمھاری بات نہیں ٹالے گا۔''
''ٹھیک ہے......'' وہ تیار ہو گئی۔ ''غصے سے بات کروں یا......؟''

حماد نے ایک لمحہ سوچ کر کہا۔ ”نہیں نرمی اور پیار سے سمجھاؤ۔ اگر نہ مانے پھر غصہ بھی دکھا دینا۔

اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس نے دانیال کا نمبر ڈائل کیا۔ اس سے بچھڑے چوبیں گھنٹے ہونے کو تھے لیکن اسے محسوس یہ ہو رہا تھا جیسے وہ کئی سالوں سے علیحدہ ہوں۔ پہلی بیل پر کال ریسیو کر لی گئی۔ اور اس کے ساتھ اس کی سماعتوں میں دانیال کی سسکیاں گونجیں۔ وہ پرسکون لہجے میں بولی۔

”دانی!......میری بات سنو؟“

”جی؟“ وہ بہ مشکل بول پایا تھا۔

”دانیال!......آپ بہت اچھے ہیں، لیکن دیکھو میں مجبور ہوں، میں کسی اور کو چاہتی ہوں، اس نے غصے میں آ کر مجھے طلاق دے دی تھی، اور میں نے آپ کے ساتھ شادی حلالہ کی نیت سے کی تھی۔ میں شاید دوسرے ہی دن طلاق کا مطالبہ کر دیتی مگر آپ کی تنگ دستی دیکھ کر چند دن رک گئی۔ اور اب جب آپ اس قابل ہو گئے ہیں، کہ ایک عزت دار زندگی گزار سکیں تو واپس آ گئی ہوں۔ حماد میری ایما پر آپ کے پاس گیا تھا مگر آپ نے اسے مایوس کیا۔ اس لیے مجھے خود بات کرنا پڑ گئی ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ مجھے طلاق دے دیں تا کہ میں اپنی چاہت کو دوبارہ حاصل کر لوں۔“

اس کے منہ سے بہ مشکل آواز نکلی۔ ”مشی میں مر جاؤں گا...... یہ...... یہ میرے لیے ناممکن ہے۔“

”دانیال پلیز!......آپ مجھے چاہتے ہیں نا؟......تو پھر محبوب کی تو ہر بات مانی جاتی ہے۔“

وہ کراہنے کے انداز میں بولا......

حوصلہ کر تو لوں بچھڑنے کا

سانس لینا مگر ضروری ہے

”بچھڑ تو گئے ہو مجھ سے یوں بھی۔ اگر آپ طلاق نہیں دو گے تو میں عدالت کے ذریعہ خلع حاصل کر لوں گی“

مسکان نے اسے سمجھانے کی کوشش جاری رکھی۔

”بے شک عدالت سے رجوع کر لو، مگر میں طلاق نہیں دے سکتا......اپنے ہاتھوں اپنا گلا کیسے گھونٹوں؟ اپنی شاہ رگ پر کیسے پاؤں رکھوں؟“

’’دانی!......میں آپ کی دوسری شادی کرادوں گی، یقین کروایسی لڑکی سے جو مجھ سے کئی گنا زیادہ خوب صورت اور کم عمر ہو گی۔اور کیا چاہیے آپ کو؟‘‘

وہ مصر ہوا۔’’مجھے صرف مشی چاہیے۔اگر جنت سے حور بھی لا کر دو تو قبول نہیں ہے......نہیں ہے......نہیں ہے۔‘‘

’’یاد ہے......؟آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میری ہر بات مانیں گے۔‘‘ مسکان نے اس کا عہد یاد دلایا۔

’’ہاں......مگر اس میں تم سے دوری کی کوئی شق شامل نہیں تھی۔‘‘

’’مسٹر دانیال!......یہ تم اچھا نہیں کر رہے۔جب میں تمھارے ساتھ رہنا نہیں چاہتی پھر زبردستی ہے کیا۔‘‘

’’مشی میرے حال پر ترس کھاؤ......نہ کروایسا......میں مر جاؤں گا......یقین کرو، کھانے کا لقمہ اور چائے کا گھونٹ حلق سے اتارنے کے لیے زبردستی کرنا پڑتی ہے۔امی جان الگ رو رہی ہیں......‘‘

’’بھاڑ میں جاؤ تم دونوں......‘‘ وہ بھڑ گئی۔’’پہلے میری اپنی خوشیاں ہیں۔اور کیا تم اس قابل ہو کہ کوئی لڑکی تمھارے ساتھ زندگی گزار سکے؟‘‘ مسکان نے دل پر جبر کرتے ہوئے ایسے فقرے ادا کیے جو دانیال کو اس کی ذات سے نفرت دلاتے۔

’’پھر دوسری لڑکی سے شادی کرانے کی آفر کس لیے کر رہی ہو۔ایک بدصورت سے آپ نبھاہ نہیں کر سکتیں تو دوسری کیسے کرے گی؟......وہ بھی اپنی محبت میں مبتلا کر کے کسی چاہنے والے کے ساتھ بھاگ جائے گی۔اور پھر وہاں سے فون کر کے مجھے ایک تیسری لڑکی کے خواب دکھا کر طلاق لے لی گی۔اور ہاں تم جتنا چاہے نفرت کا اظہار کرو میں جانتا ہوں تم مجھ سے نفرت نہیں کرتی ہو اور بالفرض یہ سب تمھارے دل کی آواز تھی تب بھی مجھے تم اتنی ہی عزیز ہو جتنی کہ پہلے تھیں۔‘‘

’’میرا خیال ہے، تمھیں عزت راس نہیں آ رہی۔‘‘ مسکان کو اس کا انکار بہت زیادہ کھل رہا تھا۔

’’میں عزت کے قابل نہ سہی۔لیکن تم سے ناتا نہیں توڑوں گا۔میں مولوی صاحب سے پوچھ چکا ہوں۔تم خلع لے ہی نہیں سکتی ہو، قانونی طور پر تمھارے پاس کوئی ایسا بہانہ موجود نہیں جس کے بل پر مجھ سے علیحدگی حاصل کر سکو۔‘‘

”شٹ آپ!......“ وہ زور سے چلائی۔”میں تم جیسے آدمی کو ملازم بھی نہیں رکھتی ہوں اور تم میرے شوہر بننے کے خواب دیکھ رہے ہو۔“

”نہیں مشی!......خواب نہیں دیکھ رہا میں ہوں۔تم میری بیوی ہو؟......میری ملکہ، میری رانی ہو؟“

”بند کرو یہ بکواس، زہر لگتی ہیں مجھے تمھاری یہ گھٹیا باتیں؟......بے وقوف تم سے شادی کا مقصد ہی یہ تھا کہ تم نہایت بدصورت تھے۔اور یہ میرے محبوب شوہر کا حکم تھا سمجھے۔“

”صحیح کہا!......میں بہت بدصورت ہوں اور یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں۔تم بے شک میرے پاس نہ آؤ، مگر میں تمھارے شوہر ہونے کا افتخار نہیں کھو سکتا۔“

”مسٹر!......بہت پچھتاؤ گے۔“ مسکان نے اسے دھمکایا، مگر اپنے الفاظ اسے خود بہت کھوکھلے لگے تھے۔

”کل سے موت مجھے اتنی پیاری لگ رہی ہے کہ بتا نہیں سکتا۔“

”تف ہے تمھاری چاہت پر، جو محبوب کو یوں دکھ دے رہے ہو۔“

”مشی............“ اس نے کچھ کہنا چاہا، مگر مسکان نے اس کی بات سنے بغیر رابطہ منقطع کر دیا۔اور سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔مسئلہ کافی گھمبیر ہو گیا تھا۔

حماد کو پہلے تو اس کی باتوں پر تپ چڑھا، مگر اس کی آخری گفتگو نے اسے مطمئن کر دیا تھا۔

”حادی!......اب کیا ہوگا؟“ مسکان سچ مچ پریشان ہو گئی تھی۔

”فکر نہ کرو!......میں آخری کوشش کرتا ہوں کہ انگلیاں سیدھی کر کے گھی نکل آئے، نہیں تو انگلیاں میری یوں بھی ٹیڑھی ہیں۔“

”آ......آپ کیا کریں گے؟“ اس کا زہریلا لہجہ سن کر مسکان گھبرا گئی تھی۔

”بس یہ مجھ پر چھوڑ دو کہ میں کیا کروں گا۔“

”میں آپ کو کسی غلط حرکت کی اجازت ہرگز نہیں دوں گی۔“

”لاتوں کے بھوت، باتوں سے نہیں مانتے محترمہ۔“

”نہیں حماد!......یہ مسئلہ بات چیت سے طے کرنے والا ہے۔“

”اگر بات چیت سے طے نہ ہو سکا پھر، کیا تم عدالت میں جا سکتی ہو؟“

”اسی لیے میں نے شروع دن سے اس تجویز کی مخالفت کی تھی۔“

”طعنے دے رہی ہو؟“ حماد نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

”نہیں!...... صرف یہ احساس دلا رہی ہوں، کہ خود کو عقل کل اور عورت کو ناقص العقل سمجھنا چھوڑ دو۔“

وہ فلسفیانہ لہجے میں بولا۔ ”جب انسان کو کسی چیز کا جنون ہوتا ہے تو وہ اسے حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔“

”کیا بچے کی محبت میری چاہت سے بھی بڑھ کر تھی۔“ مسکان دکھی ہو گئی۔

”نہیں......“ حماد نے جلدی سے کہا۔

”آپ کا عمل ان الفاظ سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اگر میری محبت زیادہ ہوتی تو یوں غیر مرد کی جھولی میں مجھے نہ پھینکتے۔“

وہ چرب زبانی سے بولا۔ ”پھینکتا تو واپس گلے سے نہ لگاتا۔ اور اگر کبھی غیر مرد کا طعنہ دوں تو میری زبان کاٹ دینا۔ تم آج بھی میرے لیے شروع دن کی طرح پاکیزہ ہو۔“

مسکان کو اس کی بات بہت اچھی لگی تھی، وہ بے ساختہ بولی۔ ”آئی لو یو حادی......“

”می ٹو جان۔“ حماد اطمینان کا سانس لیتے ہوئے بولا۔ وہ پکی پکائی فصل کو کسی بے وقوفی سے خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

”اچھا!...... بتائیں نا آپ کا ارادہ کیا ہے؟“ مسکان نے دل آویز لہجے میں پوچھا۔ اتنے عرصے بعد اس نے حماد کے منہ سے محبت بھرے بول سنے تھے۔

”بس چند دن انتظار کرو پھر تمھیں نیا منصوبہ بتاؤں گا۔“

”نہیں ابھی۔“ وہ ناز سے اٹھلائی۔

”یاد ہے نا، میں نے تمھارے سامنے اپنی کزن فریحہ کا ذکر کیا تھا۔“

”ہاں...... وہی نا جسے دانیال تمھاری منگیتر سمجھتا ہے۔“

''ہاں وہی۔'' حماد نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''وہ بہت خوب صورت لڑکی ہے۔ گو ایک انجینئر کی محبت میں گرفتار ہے، مگر میں اسے راضی کرلوں گا کہ وہ عارضی طور پر دانیال کو اپنی محبت کے جال میں پھانسے اور اسے مجبور کرے کہ وہ مسکان کو طلاق دے دے۔''

''مم...... مگر، آپ نے تو اس دن یہ بتایا تھا، کہ اسے یہ سب کہانی معلوم نہیں۔'' مسکان کے دماغ میں شک کا ہیولہ لہرایا۔

وہ جلدی سے بولا۔ ''ہاں تو؟...... یہ تو میں اب بھی کہتا ہوں۔''

''پھر؟''

''پھر کیا؟...... میری بیگم کی رشتہ دار کو لڑکا پسند نہیں آیا اور وہ طلاق لینا چاہتی ہے۔ ایک اچھی سی شاپنگ کی آفر پر وہ فوراً مان جائے گی۔ وہ ایسی ہی ایڈونچر پسند لڑکی ہے۔ بلکہ اس ضمن میں اس کی تم سے بھی ملاقات کرا دیتا ہوں تاکہ اسے بھی کوئی شک نہ ہو۔''

''فراڈیا نہ ہو تو۔'' مسکان ہولے سے مسکرائی۔

''ایسے لوگ فراڈ کے علاوہ بھلا کب مانتے ہیں۔''

''لیکن حادی!...... جب فریحہ دانیال کو ملے گی تو لازماً اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس کا نکاح میرے ساتھ ہوا تھا۔'' اچانک ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح اس کے دماغ میں لپکا اور اس نے بغیر کسی تاخیر کے حماد کے گوش گزار کر دیا۔

''کیسے معلوم ہوگا، اس دنیا میں آپ اکیلی مسکان ہیں؟'' کہہ کر اس نے سیل فون نکالا۔ اور فریحہ کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس کے ذہن میں اچانک ہی مسکان اور فریحہ کی ملاقات کرانے کا خیال آیا تھا۔ اگر وہ کبھی ان دونوں کو اکٹھا دیکھ بھی لیتی تو کم از کم کوئی شک نہ کر سکتی۔ گو اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی اسے معلوم نہیں ہو سکا تھا مگر برے وقت کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ ذرا سی بے احتیاطی سے بنا بنایا کھیل بگڑ سکتا تھا۔

''جی جناب!...... آ گئی میری یاد؟'' کال اٹینڈ کرتے ہوئے اس نے ناز سے پوچھا۔

''جی محترمہ!...... آپ کا غریب کزن حمادی بول رہا ہے۔''

”نہیں......اور اسی لیے تو فخر کرتا ہوں اپنی بیگم پر۔“ حماد نے اسے مکھن لگایا۔

”بس طے ہو گیا اگر فریحہ طلاق دلانے میں کامیاب ہو گئی تو دو مرتبہ اسے آپ شاپنگ کرا دینا اور ایک دفعہ میں خصوصی شاپنگ کراؤں گی۔“

”بس بس اتنے فالتو پیسے بھی نہیں ہیں ہمارے پاس......ایک دفعہ اچھی سی شاپنگ کرا دوں گا اسے، جو مرضی ہے خریداری کر لے۔“

”حماد کے انداز پر وہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

☆......☆......☆

اپنا گھر اسے بہت پرایا پرایا لگا۔ سامان رکھ کر اس کی ماں تو صفائی میں جت گئی اور وہ خاموشی سے چارپائی پر لیٹ گیا۔ گھر آئے بہ مشکل آدھا گھنٹا گزرا ہوگا کہ اس کے سیل فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے بددلی سے سکرین پر نظر دوڑائی، مشی کا نام دیکھتے ہی اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی اس نے بے تابی سے کال رسیو کی۔ لیکن کوشش کے باوجود وہ سلام نہ کہہ سکا۔ اور دل کا درد سسکیوں کی صورت اس نے مسکان تک پہنچایا۔ اور پھر مسکان کی باتوں نے اس کی رہی سہی امید کو بھی خاک میں ملا دیا تھا۔ اس کی باتیں دانیال کو حقیقت لگیں۔ اسے پہلے دن سے مسکان کی عادات دیکھ کر شک تھا کہ اس نے کسی مقصد ہی سے اس سے شادی کی ہے۔ آج یہ وضاحت بھی ہو گئی تھی کہ اس کی حیثیت فقط کرائے کے سانڈیا بھاڑے کے ٹٹو جتنی تھی۔ اسے خود پر ترس آیا۔ کتنی فضول، بے فائدہ اور ناکارہ ذات تھی اس کی۔

”یا اللہ!......کیا ساری بدصورتی میرے نصیب میں لکھنا تھی؟“ اس نے ہولے سے اپنے رحیم و کریم رب سے شکوہ کیا۔

اسی وقت اس کے دماغ میں مسکان نے زہریلے الفاظ ابھرے۔

”بند کرو یہ بکواس، زہر لگتی ہیں مجھے تمہاری یہ گھٹیا باتیں؟......بے وقوف تم سے شادی کا مقصد ہی یہ تھا کہ تم نہایت بدصورت تھے۔ اور یہ میرے محبوب شوہر کا حکم تھا انڈرسٹینڈ؟......گھٹیا باتیں......بدصورت انسان، بے وقوف۔ ہا......ہا......ہا؟“ اس نے زور سے قہقہہ لگایا۔

”کیا ہوا بیٹے!......کیوں ہنس رہے ہو۔“ عائشہ نے خوشی کے عالم میں اس کے کمرے میں جھانکا۔

”اپنی قسمت پر ہنس رہا ہوں امی جان!“

”کیا ہوا تمھاری قسمت کو؟ پگلا نہ ہو تو؟......زندگی کی خوشیاں کسی ایک عورت سے نہیں بندھی ہوتیں، اس سے کئی گناہ اچھی اور خوب صورت لڑکیاں میرے بیٹے کی دلہن بنیں گی۔“

”امی جان!......آج کے بعد میرے سامنے عورت ذات کا نام نہ لینا۔“

”اچھا نہیں لیتی، تم جاؤ کوئی سودا سلف لے آؤ۔“

”ٹھیک ہے ماں جی۔“ وہ چارپائی چھوڑ کر گھر سے باہر نکل آیا۔ جیب میں ہاتھ ڈالنے پر اسے معلوم ہوا کہ اس کی کل پونجی چند سو روپے تھی۔ اکاؤنٹ میں دو تین مہینوں کی سیلری جمع تھی مگر وہ ساری اس شاپ کی کمائی تھی جس کا وہ مالک نہیں تھا۔ سودا سلف کی خریداری سے پہلے اس نے ایک اہم کام نپٹانا ضروری سمجھا۔ بینک میں جا کر اس نے اپنے اکاؤنٹ سے تمام رقم نکلوائی۔ جو ایک لاکھ اور ستر ہزار کے بہ قدر تھی۔ وہاں سے اس نے اپنی شاپ کا رخ کیا۔ مکرم خان اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا۔

”صیب جی!......آپ نے تو کہا تھا چند دن بعد آئیں گے؟“

”ہاں خان جی! پر اب آخری بار آیا ہوں۔ یہ کسی اور کی دکان تھی، مجبوری کی بنا پر مجھے کام چھوڑنا پڑ رہا ہے“

”کیا مطلب صیب!......کیا یہ آپ کا دکان نہیں تھا؟“

”نہیں خان جی!......میں بھی ملازم تھا۔ اور یہ قریباً ایک لاکھ ستر ہزار روپے ہیں۔ تین ہفتوں کے حساب سے میری مزدوری جتنی بھی بنتی ہے میں اس میں سے چھ ہزار رکھ رہا ہوں باقی آپ نے دکان کی مالکن تک پہنچا دینے ہیں۔ اور انھیں حساب بھی سمجھ دینا۔ اس کے بعد انھی سے رابطہ کرنا۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی کوتاہی ہوئی ہو تو چھوٹا سمجھ کر معاف کر دینا۔ اور یہ مالکن کا موبائل نمبر ہے۔“ اس نے مسکان کا موبائل فون نمبر ایک کاغذ پر لکھ کر اس کے حوالے کیا اور جانے کی اجازت چاہی۔

”صیب جی!......اللہ پاک آپ کو خوش رکھے۔“

مکرم خان سے الوداعی مصافحہ کر کے وہ دکان سے باہر نکل آیا تھوڑی دیر بعد وہ روزمرہ کی ضروریات خرید کر

گھر کا رخ کر رہا تھا۔

☆......☆......☆

”یہ کیا ڈراما تھا جناب!“ فریحہ نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔

”چلو رستے میں بتاتا ہوں۔“

”کہاں؟“

”بتایا نہیں تھا، آج آپ نے ہمارے ساتھ ڈنر کرنا ہے۔“

”اچھا میں امی کو بتا دوں۔“

”ٹھیک ہے میں باہر کار میں تمھارا منتظر ہوں۔“ وہ ان کے گھر سے نکل آیا۔ چند لمحوں بعد فریحہ بھی نکل آئی۔ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

”اب بتاؤ؟“

جواباً حماد نے اسے ساری تفصیل بتا دی۔

”گویا اب میں مسکان صاحبہ کے لیے کام کروں گی؟“ فریحہ دل پسند کام ملنے پر خوش تھی۔ اب تک وہ دانیال کی بے توجہی فراموش نہیں کر سکی تھی۔

”ہاں!......میں نے سوچا اگر تم سیٹھ زادی صاحبہ کے ساتھ نیکی کر رہی ہو تو اسے بھی تو پتا ہونا چاہیے کہ اسے کس نے اس جھنجٹ سے نکالا ہے۔“

اور اس بہانے تم میرے کزن بھی بن گئے ہو؟...... بڑے حضرت ہو جی!“

”اچھا اسے تم نے یہ تاثر دینا ہے گویا ہم بچپن سے بہت فری رہے ہوں۔“

”وہ تو خیر یوں بھی ہیں؟“ فریحہ ناز سے بولی۔

”اور کوئی ایسی بے وقوفانہ بات منہ سے نہیں نکال دینا جس سے اسے شک پڑ جائے اور ایک بار اپنے فرضی محبوب سے بھی بات کر لینا اس مقصد کے لیے آلارم لگا لو یا پھر میں تمھیں مس کال دے دوں گا، تا کہ جب تم کال اٹینڈ کرو تو اسے کوئی شک نہ ہو؟............“ حماد اسے باریکی سے سمجھانے لگا۔ کوٹھی تک ان کی یہی گفتگو جاری

رہی۔انھوں نے حتی الوسع کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا تھا۔گیٹ پر پہنچتے ہی وہ فریحہ کی پڑھائی کے بارے محو گفتگو ہو گئے۔

چوکیدار نے کار پہچانتے ہی گیٹ کھول دیا تھا۔کار پورچ میں روک کر وہ فریحہ کے ساتھ اتر گیا۔

''جانے کب وہ دن آئے گا جب ہم دونوں اس کوٹھی کے مالک ہوں گے؟''فریحہ خواب ناک لہجے میں بولی۔

''بہت جلد جان!''حماد آہستہ سے بولا۔

مسکان نے ڈرائنگ روم کے دروازے پر آ کے ان کا استقبال کیا۔

''ہائے بھابی!......''فریحہ نے اس سے گلے ملتے ہوئے اس کے گال کو چوم لیا۔

''حماد یہ تو......؟''مسکان نے حیرانی سے حماد کی طرف دیکھا۔

''جی محترمہ!......بتایا تو تھا سرپرائز ہے۔یہ وہی فریحہ ہے آپ کی یونیورسٹی فیلو۔جس کی وجہ سے روزانہ چار پانچ لڑکے وائس چانسلر آفس کے سامنے کھڑے ہوتے تھے۔

حماد کی بات پر دونوں قہقہہ لگا کر ہنس پڑی تھیں۔

''یہ آپ کی کزن ہے؟......یونیورسٹی میں تو کبھی آپ اکٹھے نظر نہیں آئے؟''

حماد مسمسی صورت بنا کر بولا۔''کیونکہ مجھ سے وائس چانسلر صاحب کے آفس کے سامنے کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا؟''

اس مرتبہ دونوں نے پہلے سے بھی زوردار قہقہہ بلند کیا۔

فریحہ نے کہا۔''نہیں بھابی!......اصل میں محترم اس وقت مجھ سے خفا تھے۔انھیں سرخ جھنڈی جو دکھائی تھی۔''

''بکواس بند کرو!......میں تم جیسی کو گھاس بھی نہیں ڈالتا،اگر شک ہے تو میری بیگم کو دیکھ لو؟''

''اس وقت تک تو تمھیں بھابی نہیں ملی تھی؟''

''جی نہیں......تمھاری یونیورسٹی آمد سے پہلے میں نے انھیں پھانس لیا تھا؟''حماد بے شرمی سے بولا اور

مسکان کے چہرے پر حیا آلود مسکراہٹ پھیل گئی۔اس وقت حماد کو وہ فریحہ سے کئی گنا زیادہ خوب صورت نظر آئی۔

اس نے سوچا۔"سچ کہتے ہیں حیا عورت کا زیور ہے۔"

ان کے صوفوں پر بیٹھتے ہی ملازمانے کولڈ ڈرنک پیش کیے۔

"اچھا اب کام بتاؤ؟"فریحہ حماد کی طرف متوجہ ہوئی۔

"نہیں، پہلے تمھارے دوزخ کو بھر دوں پھر بتاؤں گا؟......تاکہ تم انکار نہ کرسکو۔"

"اتنی پیاری بھابی کے کام سے انکار کرسکتی ہوں؟"فریحہ چاپلوسی سے بولی۔

جواباً حماد نے فرضی کہانی اسے سنادی۔

"بس!......میں نے سوچا کوئی بہت مشکل کام ہے؟......تم شاپنگ کے لیے رقم اکھٹی کرلو دو دنوں کے اندر طلاق نامہ مل جائے گا جناب کو؟......اور مجھے اس کالو کا موبائل فون نمبر بھی دے دو؟"

حماد اسے دانیال کا نمبر نوٹ کرانے لگا۔مسکان کو فریحہ کا انداز پسند نہیں آیا تھا۔دانیال کا ذکر اس نے بہت گھٹیا انداز میں کیا تھا۔اس کا چہرہ دیکھ کر مسکان کو امید ہوگئی تھی کہ وہ آسانی سے دانیال کو طلاق دینے پر راضی کر لے گی۔اس کی خوب صورتی کسی شک وشبے سے بالاتر تھی۔مسکان عورت ہو کر بھی اس کے بے پناہ حسن سے متاثر ہوگئی تھی۔اس کے ساتھ ہی اسے حماد پر بھی بہت زیادہ پیار آیا جو ایسی کزن کو چھوڑ کر اس کی جانب مائل ہوا تھا۔اس نے دل ہی دل میں سوچا۔"اور محبت کیا ہوتی ہے؟......ضروری تو نہیں کہ دانیال کی طرح ہر وقت محبت ،محبت الاپی جائے؟"

"مجھے صرف مشی چاہیے،اگر جنت سے حور بھی لاکر دو تو قبول نہیں ہے......نہیں ہے......نہیں ہے۔"اس کے دماغ میں دانیال کے الفاظ گونجے۔اور اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔"دانیال صاحب!......اب سچ مچ کی حور ہی تمھیں مل رہی ہے۔"

"میرا خیال ہے کھانا لگ گیا ہے؟"حماد کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"ہاں......ہاں چلو۔"اس نے اٹھ کر فریحہ کا ہاتھ تھاما اور اسے ڈائنگ ٹیبل پر لے آئی۔

کشادہ ٹیبل درجنوں لوازمات سے سجی ہوئی تھی۔

''بہت ہے کہ اور منگوالوں؟'' کرسی سنبھالتے ہی حماد نے طنزیہ لہجے میں فریحہ سے پوچھا۔

''میں اپنی بھابی کے گھر آئی ہوں، تمھیں خوشامد کرنے کی ضرورت نہیں۔'' فریحہ ترکی بہ ترکی بولی۔ ان کی نوک جھوک نے مسکان کو مسکرانے پر مجبور کردیا تھا۔

''ویسے آپ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اور کزن بھی تھے۔ رشتہ نہ ہونے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی؟''

''بھابی کیا بتاؤں!...... درجنوں لڑکیاں تو محترم سے شادی کی خواہش مند تھیں، اور یہ راجا اندر بنے پھرتے، کسی کو لفٹ ہی نہیں کراتے تھے۔ مجھے ایک ہینڈسم قسم کے ڈاکٹر نے پرپوز کیا تو میں نے سوچنے میں وقت ضائع نہ کیا۔ اس وقت میں فرسٹ ایئر میں تھی اور جناب یونیورسٹی کے سٹوڈنٹ تھے۔ میرے اس فیصلے پر انھیں کافی تپ چڑھا اور کافی عرصہ مجھ سے کھنچے کھنچے رہے۔ میری یونیورسٹی آمد پر بھی اسی لیے مجھے لفٹ نہیں کرائی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ آپ نے آکر اس کے زخموں پر مرہم رکھا۔''

''بکواس بالکل بکواس۔'' حماد نے شد و مد سے انکار میں سر ہلایا۔ ''تم سے محبت کرتی تھی میری جوتی۔ شکل دیکھی ہے اپنی۔ اگر مجھے محبت ہوتی تو میں دیکھتا کوئی تمھیں کیسے لے جاتا ہے۔ اور بھول گئیں کیسے روزانہ تانک جھانک کرنے آجاتی تھیں، جب میں نے گھاس نہیں ڈالی تو ڈاکٹر صاحب کو ڈھونڈ لیا؟''

''مگر آپ نے تو کہا تھا وہ انجینئر ہے؟'' مسکان کو اس کی بات بھولی نہیں تھی۔

''بیگم صاحبہ!...... میرے علم میں تو یہی تھا کہ محترمہ کی نسبت ایک انجینئر سے طے ہوئی ہے، اب یہ کہہ رہی ہیں ڈاکٹر ہے۔ بلکہ کل پرسوں تک ڈاکٹر، بزنس مین بھی ہوسکتا ہے۔ اور آخر میں پتا چلے گا کہ یہ سب جھوٹی کہانیاں تھیں۔''

''تم نے مجھ سے پوچھا کب ہے، کہ میری نسبت کس سے طے ہے؟''

''مجھے ضرورت ہی کب تھی؟''

''تو پھر بکواس کا مطلب؟'' فریحہ نے آنکھیں نکالیں۔

''ارے بھئی آپ تو لڑنے لگے...... پلیز کھانا کھائیں؟'' مسکان جلدی سے بیچ میں آگئی۔

”بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں؟“ حماد نے منہ بنایا۔”انجینئر کی انکم ڈاکٹر سے کم تو نہیں ہوتی؟“

”اب سن لی اس کی احمقانہ بات؟“ فریحہ مسکان کی طرف متوجہ ہوئی۔”بات ایسے کر رہا ہے جیسے اس کے انجینئر کہنے سے ڈاکٹر انجینئر بن جائے گا۔“

مسکان ہنس کر خاموش ہو گئی تھی۔اسی وقت فریحہ کے موبائل فون کی گھنٹی بجی۔موبائل نکال کر دیکھنے پر اس کا چہرہ بے ساختہ کھل اٹھا تھا۔کال اٹینڈ کرتے ہوئے وہ بولی۔

”ہیلو سویٹ ہارٹ......میں اس وقت بھابی کے گھر آئی ہوں ڈنر کرنے ....جی جی !.....حماد صاحب بھی ساتھ ہے........نہیں اس کنجوس نے کب دعوت دینا تھی ، بھابی نے بلایا تھا........سچ قسم سے........ٹھیک ہے میں اور حماد آپ کو لینے آئیں گے ائیر پورٹ پر۔“

فون بند کر کے وہ حماد سے بولی۔”محترم!......آپ کے جیجا جی ہفتے کو آ رہے ہیں۔انھیں ائیر پورٹ پر ریسیو کرنے جانا ہے؟“

”میں اس کا نوکر نہیں ہوں؟“ حماد نے منہ بنایا۔

”ٹھیک ہے تم نہ آنا، میں بھابی کو ساتھ لے کے چلی جاؤں گی؟“

”بھابی کو ساتھ لے کے چلی جاؤں گی؟......وہ فارغ بیٹھی ہے نا؟“ حماد نے اسے چڑایا۔

”ڈاکٹر صاحب کہاں پر ہوتے ہیں؟“ مسکان ان کی بحث میں مخل ہوئی۔

”لندن میں،ای این ٹی میں اسپیشلائز کر رہے ہیں۔“

”تھراٹ(Throat) کا سپیشلسٹ تو تب مانوں گا جب تمھاری بولتی بند کرے گا۔مغز کھا جاتی ہو آدمی کا ؟“ حماد نے اس پر چوٹ کی۔

”گلا بند کرے گا تمھارا......میری آواز تو اسے کویل کی بولی سے بھی زیادہ پسند ہے۔روزانہ مجھ سے لوری سن کر سوتا ہے؟“ فریحہ کہاں ہار ماننے والی تھی۔

”میرا خیال ہے قہوہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر پیتے ہیں؟“ مسکان نے مشورہ دیا۔جسے بغیر کسی تردد کے دونوں نے مان لیا۔خصوصی قہوہ پینے کے بعد فریحہ حماد سے مخاطب ہوئی۔

''اب اگر مہربانی فرما کر مجھے گھر چھوڑ آئیں تو تمھارا کا احسان ہوگا؟''

''بیٹھونا؟......'' مسکان نے اسے رکنے کی دعوت دی۔ ''تھوڑی دیر بعد چلی جانا؟''

''نہیں بھابی؟......'' فریحہ نے انکار میں سر ہلایا۔ ''کافی دیر ہوگئی ہے۔ یہ نہ ہو پاپا کے ہاتھوں بے عزتی ہو جائے؟''

''تو کیا؟'' حماد چوٹ مارنے سے باز نہ آیا۔ ''پہلی دفعہ تو نہیں ہو گی کہ گھبرا رہی ہو۔ یوں بھی دن میں تین وقت تو ہوتی ہے، صبح دوپہر اور شام آج لیٹ نائیٹ بھی سہی؟''

''تمھاری بے عزتی کا تو کوئی وقت بھی مقرر نہیں تھا...... انکل کو جب کوئی کام نہ ہوتا وہ تمھاری بے عزتی کرنے لگتے؟''

''اچھا اب اپنی لڑائی بند کرو؟'' مسکان نے ہاتھ اٹھا کر انھیں روکا اور پھر ملازما کو آواز دی۔

''شہناز!''

''جی بیگم صاحبہ!'' وہ دروازے پر نمودار ہوئی۔

''میری سنگھار میز پر ایک ڈبا رکھا ہے وہ لے آؤ۔''

''جی بیگم صاحبہ!'' شہناز سر ہلاتے ہوئے اس کی خواب گاہ کی طرف بڑھ گئی۔ اور پھر ایک مخملیں ڈبے کے ساتھ لوٹی۔

مسکان نے مخملیں ڈبا کھول کر فریحہ کے سامنے پکڑا۔ ایک قیمتی اور خوب صورت ہار جگمگا رہا تھا۔ ''یہ میری طرف سے قبول کرلو۔''

''بب...... بھابی یہ تو......؟'' فریحہ سچ مچ گنگ رہ گئی تھی۔ اتنا قیمتی ہار اس نے خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا

''بھابی بھی کہتی ہے اور تکلف بھی کرتی ہے؟'' پیار سے کہتے ہوئے مسکان نے وہ ڈبا اسے پکڑا دیا۔

''اپنے ہاتھوں سے پہنا بھی دو نا۔'' حماد بھی اتنا قیمتی تحفہ دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

''یہ لیں جی!'' مسکان نے وہ ہار فریحہ کی صراحی دار گردن میں پہنا دیا۔

''تھینکس بھابی!'' فریحہ ممنونیت سے بولی۔

حماد نے کہا۔ ''اچھا اب چلو...... پھر شور کرو گی کہ لیٹ ہوگئی ہوں؟''

فریحہ نے مسکان سے الوداعی معانقہ کیا، اسے گال پر بوسا دیا اور ایک بار پھر اس کا شکریہ ادا کر کے حماد کے ساتھ باہر نکل آئی تھوڑی دیر بعد وہ کوٹھی سے باہر تھے۔

''حماد!...... مسکان واقعی بہت اچھی، مخلص اور پیاری لڑکی ہے۔''

''ہاں!...... تمھیں ایک ہار کیا دے دیا، بری سے اچھی ہوگئی؟''

''نہیں سچ کہہ رہی ہوں...... قسم سے اگر وہ مجھ سے خوب صورت نہیں تو کچھ کم بھی نہیں ہے۔ خاص کر اس کی حیا آلود ہنسی تو جانے دیکھنے والوں پر کیا قیامت ڈھاتی ہوگی؟''

''ہونہہ!...... دیکھنے والے نہیں، والیاں کہو۔ مردوں کے سامنے وہ آتی ہی کب ہے؟''

''اچھا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہوسکتا کہ ہم اس سے دولت تو بٹور لیں لیکن قتل نہ کریں؟''

''ہاں ہے!...... اسے دانیال صاحب کی کٹیا میں رخصت کر دیتے ہیں اور خود اس کوٹھی میں آ جاتے ہیں۔ بے وقوف!...... کبھی سوچ کر بات نہ کرنا۔''

وہ بھناتے ہوئے بولی۔ ''اچھا...... اچھا جو مرضی آئے کرو۔ تم تو شاید دولت کے لیے مجھے بھی چھوڑ دو؟''

''بکواس بند کرو۔'' حماد نے اسے لتاڑا۔

''تم بھی منہ بند رکھو۔'' فریحہ کب چپ رہنے والی تھی۔

''فری!...... اگر ایسا ممکن ہوتا تو کیا میں خواہ مخواہ کسی کی جان لیتا۔ اور یاد رکھو، اگر اخلاقی قدروں کے پیچھے پڑے رہے تو کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ ساری محنت اکارت چلی جائے گی۔''

''حماد وہ بہت سادہ ہے۔ اتنی کہ...... اب کیا بتاؤں؟ تو نے دیکھا ہماری گپ شپ کے دوران کیسے خفیف سی ہو جاتی تھی؟''

حماد نے منہ بنایا۔ ''میں اسے پچھلے تین سال سے دیکھ رہا ہوں تم نے آج دیکھا ہے؟''

''اچھا جو مرضی آؤ کرو جناب؟ میں تمھارے ساتھ ہوں۔'' فریحہ نے حتمی فیصلہ سنایا کہ اس کا گھر قریب آ گیا تھا۔

”تم اپنا کام ایک دو دن میں ختم کرنے کی کوشش کرو۔“

فریحہ مغرور ہوتے ہوئے بولی۔ ”وہ تو سمجھو ہو گیا۔ دو دن سے زیادہ لگے تو جو سزا سناؤ گے مجھے منظور ہو گی۔“

”دو دن کا عرصہ تمھارے لیے کافی زیادہ ہے...... بہر حال اس سے زیادہ وقت نہیں لگنا چاہیے۔ اور خیال رکھنا اتنی سخت ڈوز بھی نہ دے دینا بے چارے کو کہ اپنی جان ہی لے لے؟“

جواباً فریحہ مسکرا کر رہ گئی تھی۔ اسے گھر کے سامنے اتار کر وہ واپس مڑ گیا۔

☆......☆......☆

ان کے جاتے ہی مسکان نے اپنے کمرے میں آکر سب سے پہلے نماز پڑھی پھر بیڈ پر لیٹ گئی۔ کوئی بات اسے کھٹک رہی تھی مگر اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر کیا بات اسے بے چین کیے ہوئے ہے۔

شاید دانیال کے ساتھ یہ سلوک اسے مناسب نہیں لگ رہا تھا۔ کہ فریحہ اسے خطرناک حد تک خوب صورت لگی تھی۔ اور دانیال کی یہ بات اب تک اس کے ذہن میں تھی کہ......

”ایک بدصورت سے آپ نبھاہ نہیں کر سکتیں تو دوسری کیسے کرے گی۔ وہ بھی اپنی محبت میں مبتلا کر کے کسی چاہنے والے کے ساتھ بھاگ جائے گی۔ اور پھر وہاں سے فون کر کے مجھے کسی تیسری لڑکی کے خواب دکھا کر طلاق لے لی گی؟“

مسکان کو لگا اس کالے جادوگر کی پیشن گوئی پوری ہونے والی ہے۔

”میری بلا سے ہوتی رہے پوری؟...... اس بے ہودہ نے تو میری درخواست کو بھی درخور اعتناء نہیں سمجھا۔“ اسے دانیال کا انکار بہت برا لگا تھا۔

اسی وقت حماد نے خواب گاہ میں جھانکتے ہوئے اپنی واپسی سے مطلع کیا۔

”میڈم!...... آئی ہو کم بیک۔“ (I have come back)

اس نے مسکرا کر پوچھا۔ ”راستے میں جھگڑا تو نہیں کیا تھا؟“

”ایسا ہو سکتا ہے بھلا......؟ کمینی تمھاری تعریفوں پر شروع ہو گئی تھی اور میں بھلا کب یہ برداشت کر سکتا ہوں؟“

''جیلس کہیں کے؟'' مسکان کھل کھلا کر ہنس دی تھی۔

''میرا خیال ہے آج میں یہیں سو جاتا ہوں؟'' حماد رومانوی لہجے میں بولا۔

''جی تھینکس!......'' مسکان کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی مگر بہ ظاہر اس نے نارمل لہجے میں کہا۔ اسے یقین تھا کہ حماد نے اگر ذرا بھی اصرار کیا تو وہ ہتھیار ڈال دے گی۔ وہ اول آخر اس کا شوہر ہی تو تھا۔ اور پھر ان دنوں کالے جادوگر کے سحر انگیز لمس کے لیے اس کا بدن بغاوت پر آمادہ تھا۔ اور وہ اسے بھلانا چاہتی تھی۔

''بڑی ظالم ہو۔'' وہ مایوس کن لہجے میں کہتے ہوئے باہر نکل گیا۔

''اب تک اسے اپنی محبوبہ کے احساسات کی پہچان نہیں ہوئی۔'' مسکان نے قدرے بے زاری سے سوچا۔ اسے یہ ناقدری بہت بری لگی تھی۔

اس نے اٹھ کر دروازہ اندر سے کنڈی کیا کہ کہیں وہ پلٹ نہ آئے۔ شاید اس کی واپسی پر وہ خود کو روک نہ پاتی وہ عجیب متضاد خیالات کی شکار ہو رہی تھی۔ حماد کو قریب بھی نہیں آنے دے رہی تھی اور چاہتی تھی کہ وہ اس کے قریب آئے۔ دانیال سے طلاق لینا چاہتی تھی، اس کے لیے بھرپور تگ و دو بھی کر رہی تھی مگر اس کے ساتھ یہ خواہش بھی رکھتی تھی کہ وہ اس کے علاوہ کسی کو اتنی چاہت نہ دے۔ اور جو دعوے اس نے کیے ان پر پورا اترے۔

فریحہ کو دیکھنے کے بعد اسے یقین ہو چلا تھا کہ دانیال ہار جائے گا۔ ایسی لڑکی کو نظر انداز کرنا مشکل نہیں ناممکن تھا۔ ایک بار اس کے جی میں آیا کہ دانیال کو کال کر کے فریحہ کے بارے بتا دے، مگر پھر خود کو ملامت کر کے وہ سونے لیٹ گئی۔ حسب معمول اسے دانیال سپنے میں ملا، پہلے وہ اس سے شکوے کرتا رہا پھر فریحہ کا پیار پا کر مسکان کی توہین پر بھی تیار ہو گیا۔ اس نے اسے خوب گالیاں بکیں۔ بے وفا، طوائف، چڑیل، ڈائن اور پتا نہیں کیا کیا کہتا رہا۔

صبح کی نماز پڑھ کر وہ دوبارہ لیٹ گئی تھی۔ رات کو دو تین بار جاگنے کی وجہ سے اسے طبیعت مضمحل سی لگ رہی تھی۔ ناشتا کرنے کو بھی اس کا دل نہ چاہا۔ اس کی آنکھ موبائل فون کی گھنٹی سے کھلی۔ کسی نامعلوم نمبر سے کال آ رہی تھی۔ تکیے سے ٹیک لگا کر اس نے کال ریسیو کی۔

''یس؟''

''باجی!......ام مکرم خان بول رہا اے۔''

''کون مکرم خان؟'' اسے حیرانی ہوئی تھی۔

''باجی!......ام آپ کا دکان کا ملازم اے نا؟......آپ کا نمبر دانیال صیب نے دیا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ اس نے نوکری چھوڑ دی اے۔اور اب ام خود بیگم صبا سے پوچھ لیا کرے۔''

''اچھا ٹھیک ہے خان صاحب!......آپ اطمینان سے اپنا کام کرتے رہیں، اگر ضرورت محسوس کرو تو اپنے ساتھ کوئی دوسرا ملازم بھی رکھ لو۔''

''مہربانی باجی!......اور پیسوں کا کیا کرنا اے؟''

''کون سے پیسے؟'' مکرم خان کی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

''ایک لاکھ ستر ہزار روپے دانیال صیب کے پاس تھا۔اس نے چھ ہزار روپے اپنا تین ہفتوں کا مزدوری کاٹا اور باقی ام کو دے دیا کہ بیگم صبا کو دے دینا۔باقی خود ام نے جو تین دن اکیلا کام کیا ہے، اس کا بھی رقم پڑا اے؟''

''اوہ!......'' اسے دانیال کی غیرت پر حیرت ہوئی، ساتھ خیال آیا کہ ایک لاکھ روپے جو اس نے پہلی سیلری کی مد میں دیا تھا وہ بھی اس نے واپس کر دیا ہوگا۔''اچھا خان صیب!......یہ ساری رقم تم اپنے پاس رکھو بعد میں بتا دوں گی کہ اس کا کیا کرنا ہے؟''

''باجی امارا تنخواہ کا کیا ہوگا؟'' مکرم خان نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کی تنخواہ کتنی ہے؟''

''ہم کو پتا نہیں ہے باجی!......دانیال صیب نے بھی نہیں بتایا تھا۔اب تک مہینہ پورا نہیں ہوا نا؟''

مسکان نے ہنس کر پوچھا۔''اچھا کتنی تنخواہ لینا چاہو گے؟''

سادہ دل پٹھان بولا۔''کم از کم بارہ تیرہ ہزار تو ہونی چاہیے نا باجی؟''

''نہیں بارہ تیرہ نہیں۔'' مسکان شرارت پر اتر آئی۔

''دس ہزار سے کم پر تو میں کام نہیں کر سکتا باجی۔''

''نہیں دس بھی نہیں۔''

''ٹھیک ہے اے باجی اس مہینے جتنی چاہے دے دینا؟ ہم نے مقرر نہیں کیا تھا۔اس کے بعد اگر دس دینا اے تو ٹھیک ہے ورنہ کوئی اور بندہ ڈھونڈو۔''

اس نے سوچا۔''کتنی مختصر سی خواہشیں ہیں؟''اسے دانیال یاد آیا جس نے تین ہفتوں کے چھے ہزار روپے لیے تھے گویا ایک ہفتے کے دو ہزار اور مہینے کے آٹھ ہزار۔

''اچھا خان بھائی! بیس ہزار تنخواہ ٹھیک رہے گی؟''

''باجی!......یہ تو کچھ زیادہ اے۔''

''اچھا بائیس ہزار؟''

''باجی مذاق تو نہ کریں؟''مکرم خان جھینپ گیا تھا۔

''بڑے بھائی سے مذاق نہیں کیا جاتا خان جی!''

''پر اتنا زیادہ رقم؟''

''اچھا خان بھائی!......ایسا ہے کہ یہ دکان آپ تنہا چلاتے ہیں،یا کوئی ملازم ساتھ رکھتے ہیں آپ کو میں ماہانہ پچیس ہزار دوں گی۔اگر ملازم رکھو گے تو اسے اپنے پچیس ہزار سے تنخواہ دو گے۔باقی جو بچت تمھارے پاس ہے،اس سے دکان کا سامان خرید لو۔اور اس کے بعد جو بچت ہو وہ اپنے پاس اکٹھی کرتے رہنا اس کا مصرف میں تمھیں بعد میں بتا دوں گی۔''

''ٹھیک ہے باجی۔''وہ بھرپور خوشی سے بولا۔''اللہ پاک آپ کو بہت سارا خوشیاں دے۔''

مسکان نے مسکراتے ہوئے کال منقطع کر دی۔اور فریش ہونے کے لیے واش روم کی طرف بڑھ گئی۔اس نے دل ہی دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ دانیال سے طلاق لینے کے بعد یہ دکان اور مکان دوبارہ دانیال کے حوالے کر دے گی۔اسے یقین تھا کہ فریحہ کا دیوانہ بننے کے بعد وہ اس کے آگے چوں چراں نہیں کر سکے گا۔

☆......☆......☆

''ہیلو!......''اس نے انجان نمبر سے آنے والی کال اٹینڈ کی۔

''دانیال صاحب! بات کر رہے ہیں؟'' مترنم نسوانی آواز سن کر وہ حیران رہ گیا تھا۔

''جی ...... جی دانیال ہی بات کر رہا ہوں۔''

''دانیال میں فریحہ بول رہی ہوں۔ یاد ہے نا اس دن حماد کے ساتھ ہوٹل میں آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔''

''جی میڈم!'' وہ خوش شکل لڑکی اسے کیسے بھول سکتی تھی۔

''کیا اس وقت اسی ہوٹل میں آسکتے ہو؟'' اس نے دل آویز لہجے میں پوچھا۔

''خ ...... خیر تو ہے؟''

وہ مترنم ہنسی عنایت کرتے ہوئے بولی۔ ''ڈر لگ رہا مجھ سے؟ اتنی بری شکل تو نہیں ہے میری؟''

اس کی شکل دانیال کے حافظے سے مٹی نہیں تھی۔ وہ بے ساختہ بولا۔ ''آپ تو لاکھوں کروڑوں میں ایک ہیں۔''

''اچھا آئیں نا؟ ...... آپ سے ایک ضروری بات کرنا ہے۔''

''ٹھیک ہے میڈم میں تھوڑی دیر میں پہنچ جاتا ہوں۔''

''کیا فری، یا فریحہ نہیں کہا جا سکتا؟'' وہ مصنوعی ناراضی سے بولی۔

''مم ...... میں آپ؟'' وہ گڑبڑ گیا۔ اس دن تو اس نے دانیال کی کافی توہین کی تھی مگر آج فون پر اس کا لہجہ شہد میں ڈوبا ہوا لگ رہا تھا۔

فریحہ نے اس کی مشکل آسان کرتے ہوئے کہا۔ ''اچھا یہاں آؤ پھر بات کرتے ہیں۔''

''جی اچھا۔'' کہہ کر اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔

وہ تین دنوں کے میلے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ مسکان کے جانے کے بعد وہ نہا بھی نہیں سکا تھا بس پانچ وقت وضو کر لیتا۔ ایک غیر عورت کے پاس جاتے اسے جھجک محسوس ہوئی کہ اسی طرح میلے کچیلے حلیے میں چلا جائے۔ وہ غسل خانے میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مطلوبہ ہوٹل کی طرف جا رہا تھا۔

فریحہ اسے منتظر ملی۔ ہلکے گلابی رنگ کے سوٹ میں وہ قیامت ڈھا رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی۔

''تھینکس دانی!......آپ نے مجھے مایوس نہیں کیا۔'' اس نے مصافحے کے لیے اس کی جانب ہاتھ بڑھایا۔ دانیال حیرت سے ششدر رہ گیا تھا۔

اس کا بے تکلفانہ رویہ، بے باکانا انداز اور آنکھوں سے پھوٹتی چاہت۔ سب کچھ اس کے لیے اچھوتا اور حیرت انگیز تھا۔ اس نے اپنا کھردرا ہاتھ اس کے ملائم ہاتھ میں دے دیا۔ جسے اس نے بڑے معنی خیز انداز میں دبا کر چھوڑ دیا تھا۔

''بیٹھیں۔'' اسے بیٹھنے کا کہہ کر وہ خود بھی بڑے انداز سے بیٹھ گئی۔ ''کہیں میری بے تکلفی بری تو نہیں لگی؟'' دانیال کی خاموشی کو دیکھ کر اس نے ایسے معصومانا انداز میں پوچھا کہ دانیال کا دل دھڑکنے لگا۔

''برا تو نہیں لگا میڈم، البتہ حیرانی ضرور ہوئی۔''

''بھلا وہ کیوں؟'' اس نے شرارت سے آنکھیں جھپکیں۔ گویا اس نے اپنے ترکش کے سارے تیر چلانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

''کیوں کہ پچھلی بار آپ تھوڑی تلخ ہو گئیں تھیں۔ اور آپ کے الفاظ اب تک میری یادداشت میں زندہ ہیں۔''

فریحہ چہرے پر ندامت بھرے تأثرات اجاگر کرتے ہوئے بولی۔ ''دانیال صاحب!...... مجھے اپنی زیادتی کا احساس ہے، اور آپ کو اسی لیے بلایا ہے کہ معافی طلب کر سکوں۔ جانے اس دن مجھے کیا ہو گیا تھا۔ قسم سے آپ مجھے نہ تو بدصورت لگے تھے اور نہ کوئی اور کمی دیکھی تھی میں نے۔ بس آپ کی توجہ کی کمی مجھے ایسا رویہ اپنانے پر مجبور کر گئی۔''

''توجہ کی کمی؟'' دانیال کی آنکھوں میں چھپی حیرت گہری ہو گئی تھی۔

''ہاں توجہ میں کمی، یاد ہے، آپ نے کیا کہا تھا؟ اس سیٹھ زادی کو مجھ سے خوب صورت بتایا تھا اور ایک لڑکی بھلا کب دوسری لڑکی سے کم تر ہونا پسند کرتی ہے۔''

''میڈم!...... شاید مجھ سے غلطی ہو گئی تھی، کہ اپنے دل کی بات زبان پر لے آیا تھا، مگر بہ خدا ایسا میں نے آپ کی توہین کے لیے نہیں کہا تھا۔ اصل وجہ یہ تھی کہ ایک تو میں ایسی محفل کے آداب سے ناواقف ہوں کہ کبھی

لڑکیوں کی معیت میں بیٹھنے کا موقع نہیں ملا۔ دوسرا آپ جانتی ہیں ہر کسی کو اپنی چیز پسند ہوتی ہے اور وہ میری ہونے والی دلہن تھی۔"

"ہونہہ!......دلہن۔" فریحہ نے منہ بنایا۔ "پاگل وہ فقط آپ کو استعمال کر رہی تھی۔"

"شاید آپ سچ کہہ رہی ہیں؟" مسکان کے ذکر پر اسے بائیں سائیڈ کی پسلیوں کے نیچے میٹھا درد محسوس ہونے لگا۔

"شاید نہیں یقیناً کہو، اسے اپنے پیارے شوہر حماد کے پاس لوٹنا تھا۔" فریحہ نے زہریلے لہجے میں انکشاف کیا۔

"حم......ماد؟" دانیال کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیلیں۔

"جی ہاں حماد......وہی حماد جس نے آپ کو اس شادی کے لیے تیار کیا تھا۔"

"مم......مگر......وہ تو......وہ تو......آپ کا منگیتر......؟"

"یہ بھی محض جھوٹ ہے۔ اس نے مجھے بھی دھوکے میں رکھا۔ وہ مجھ سے بھی شادی کرنا چاہتا ہے کہ میں اسے خوب صورت لگتی ہوں اور مسکان کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتا کہ وہ سیٹھ زادی ہے۔ مجھے پہلے علم نہیں تھا کہ مسکان اس کی بیوی ہے جسے وہ ایک دن غصے سے طلاق دے چکا ہے۔ اور اب دوبارہ اس سے شادی رچانا چاہتا ہے۔ یہ بات مجھے کل اپنی ایک سہیلی کی زبانی معلوم ہوئی اور میں اس دھوکے باز پر تھوک کر چلی آئی۔"

دانیال خاموش رہا تھا۔

"خاموش کیوں ہو گئے؟ کیا میری بات پر اعتبار نہیں ہے؟"

"آپ سچ کہہ رہی ہیں......کل یہی بات مشی، نے مجھ سے بھی کی تھی کہ وہ اپنے پہلے شوہر کے پاس واپس جانا چاہتی ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس کا پہلا شوہر کون ہے؟"

"تم اس بے وفا کو مشی کہتے تھے؟" فریحہ آپ سے تم پر آ گئی۔

دانیال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ایسی عورتیں پیار کے قابل نہیں ہوتیں دانی؟......جو کسی کے پیار، محبت اور وفا کو دولت کے ترازو میں

تو لے اسے کیا پتا محبت کیا ہے؟......ایسی خود غرض صرف اپنے بھلے کی متلاشی ہوتی ہیں۔"

مِشی کے متعلق ایسے ریمارکس سن کر وہ تڑپ کر رہ گیا۔

"میڈم پلیز!......ایسا نہ کہیں۔اسے کچھ بھی نہ کہیں۔"

"کیوں نہ کہوں؟" فری بپھر گئی۔"سیٹھ زادی کو اتنا احساس بھی نہ ہوا کہ ایک معصوم جوان پر کیا گزرے گی ،بس اپنا الو سیدھا کر کے چلتی بنی۔"

"میڈم!......آپ نے مجھے کیوں بلایا ہے؟" دانیال نے موضوع بدلی کیا۔اس سے مسکان کے خلاف بات برداشت نہیں ہو سکتی تھی۔

"میں تمھیں کیسی لگتی ہوں؟" فریحہ نے اپنی بڑی بڑی شربتی آنکھوں سے اسے گھورا۔

"کیا مطلب؟" دانیال حیران رہ گیا تھا۔

"دانی!......پتا ہے ایک عورت کیا چاہتی ہے؟......کار، کوٹھی، بنگلا؟ نہیں، بالکل نہیں۔ان آسائشوں سے وہ سکون حاصل نہیں کر سکتی۔اسے تو بس ایک ایسا شوہر چاہیے، جو اس کے ناز اٹھاتا رہے، اس کا وفادار رہے ،اسے سر آنکھوں پر بٹھائے، اس کی ہر خواہش کو حکم سمجھے، اسے اتنا پیار دے کہ وہ خود کو بھول جائے۔چاہے اس کی شکل وصورت کیسی ہی کیوں نا ہو؟ دیکھنے میں وہ جیسا بھی لگتا ہو؟......بس یہی ہر لڑکی کی خواہش ہوتی ہے؟ گو کچھ ناعاقبت اندیش اس بات کو سمجھ نہیں پاتیں اور جب ان کی آنکھیں کھلتی ہیں تو کچھ باقی نہیں بچا ہوتا۔اور یاد ہے پہلی ملاقات میں تم نے اس سے ملتی جلتی باتیں کی تھیں۔"

"ہاں یاد ہے۔" دانیال نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تو میں بھی تو ایک لڑکی ہی ہوں؟" فریحہ نے خواب ناک لہجے میں کہا۔اسے لگا وہ اداکاری نہیں کر رہی بلکہ یہی حقیقت بھی ہے۔

دانیال جان بوجھ کر انجان بن گیا۔نامعلوم اس کا دل کیوں لرزنے لگا تھا۔"اللہ پاک آپ کے نصیب میں ایسا ہی چاہنے والا لکھ دے آمین۔"

"وہ چاہنے والا!......دانی بھی تو ہو سکتا ہے؟"

”میڈم!......آپ میری کہانی سننا پسند کریں گی؟“

”ہاں۔“فریحہ نے دل چسپی ظاہر کی۔

جواباً دانیال نے چند لمحے سوچ کر واقعات کو ذہن میں ترتیب دیا اور پھر بولا۔

”میڈم!......میں نے ایک مزدور گھرانے میں آنکھ کھولی۔میرا بچپن اور لڑکپن ایسے ہی گزرا جیسے غریب بچوں کا گزرا کرتا ہے۔میں نہم جماعت میں تھا کہ ابو جان کا انتقال ہوا۔معاشی مسائل نے آنکھیں دکھائیں ۔پڑھائی ترک کر کے میں نے آبائی پیشہ اختیار کیا۔لڑکپن میں مزدوری کتنی سخت ہوتی ہے۔اس کا اندازہ کرنا شاید آپ کے لیے مشکل نہ ہو؟ بہرحال اللہ پاک نے توفیق دی اور میں نے گھر کا چولھا بجھنے نہ دیا۔لیکن زندگی میں کھانا پینا ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔خاص کر جوان بدن کے تقاضے عجیب قسم کی سوچوں اور خیالات کو جنم دیتے ہیں۔ایک نوجوان کے لیے سب سے زیادہ پرکشش عورت کی ذات ہوتی ہے۔وہ ایسی عورت کے خواب دیکھتا ہے جس کی طرح خوب صورت کوئی دوسری نہ ہو؟ بلکہ میں یہ کہوں تو غلط نہیں ہوگا کہ ہر جوان کا خواب میڈم فریحہ جیسی لڑکی ہوتی ہے۔میرا بھی یہی خواب تھا......“وہ ایک لمحہ سانس لینے کو رکا۔فریحہ کو لگا وہ آج اسی نشست میں اپنا مقصد حاصل کر لے گی۔دانیال کی بات جاری رہی۔

”مگر تلاش بسیار کے باوجود خوب صورت و دلکش لڑکی تو درکنار صرف لڑکی نہ مل سکی۔کسی جگہ غربت آڑے آئی کسی جگہ میری شکل و صورت۔تنگ آ کر میں نے چور رستے سے اس جنس نایاب کو پانے کی کوشش کی اور ایک کسبی کے گھر جا نکلا۔مگر یقین کرو میڈم!......عورت کی یہ تذلیل مجھ سے دیکھی نہ گئی۔میں نے کبھی اس طرح عورت کی خواہش نہیں کی تھی۔میں اسے چھوئے بغیر بھاگ نکلا۔وہاں موجود بوڑھی دلالہ نے مجھ پر آوازے کسے،مگر میں غیرت کے نام پر بھی وہ بے غیرتی نہ کر سکا۔میرے پاک پروردگار نے مجھے بچا لیا۔لیکن یہ تجربہ میرے دل سے صنف نازک کی محبت ختم نہ کر سکا اور............“دانیال سارے واقعات تفصیل سے فریحہ کے گوش گزار کرتا گیا۔“......اور پھر ایک دن مجھے حماد بھائی ملا۔اور اس کی بہ دولت مجھے مسکان نصیب ہوئی۔سچ کہوں تو اس جیسی نہ پہلے کبھی دیکھی اور نہ پھر کبھی ممکن ہے۔میں نے اسے اتنی چاہت دی،اتنا پیار دیا،اتنی توجہ دی،لیکن مجھے کیا پتا تھا کہ،وہ کسی اور کا نصیب،کسی اور کی قسمت ہے۔وہ چلی گئی۔مجھے چھوڑ کر چلی گئی؟ وہ کیا

کہتے ہیں......؟''

پیار کی راہ پہ انگلی تھامے اندھادھند چل پڑتے ہیں
ناسمجھی میں مرجاتے ہیں ہم سے سیدھے سادھے لوگ

دانیال کی آنکھیں نمکین پانی سے لبریز ہوگئیں۔وہ ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے بولا۔

''مجھے کیا پتا تھا وہ کسی غرض سے میرے پاس آئی ہے۔اور پتا ہے اس نے احساس گناہ کم کرنے کے لیے مجھے کار، مکان اور ایک دکان بنا کردی، مگر یہ بھول گئی کہ میں دولت کا نہیں اس کے پیار کا بھوکا ہوں۔دولت کے حصول کے لیے میں نے بہت کوششیں کیں، مگر بہ خدا، ان کوششوں کا مقصد دولت نہیں، بلکہ دولت کے حصول کے پسِ پردہ شریک حیات کا حصول تھا۔اور مشی کو پانے کے بعد میرے سپنوں کو تعبیر ملی۔اس نے چند ہفتوں کی صورت میں پیار کی جو بھیک میری جھولی میں ڈالی ہے وہ میری زندگی کا حاصل ہے۔میڈم آپ یقین کریں اب مجھے کوئی لڑکی اچھی نہیں لگتی کوئی بھی نہیں۔بس مشی کو سوچنا، اس کے خواب دیکھنے، اس سے خیالوں میں باتیں کرنا ، اسے ستانا، اسے منانا اور......اور بس اس کے علاوہ کچھ نہیں کچھ بھی تو نہیں چاہیے مجھے۔میں جانتا ہوں وہ اب مجھے نہیں مل سکتی۔حماد صاحب کے مقابلے میں میری شکل وصورت، بس سورج کو چراغ دکھانے والی بات ہے۔ اسی طرح شاید اس نے مشی کو مجھ سے زیادہ محبت بھی دی ہو۔''

فریحہ سانس روکے اس کی کہانی سن رہی تھی۔اس کے احساسات عجیب سے ہو رہے تھے۔اس کے ذہن میں خیال آیا۔''کیا حماد بھی مجھے اتنا ہی چاہتا ہے؟''جواب اسے نفی کی صورت میں ملا۔''اگر وہ اسے اتنا چاہتا تو یوں دولت کی خاطر مسکان کے در پر نہ پڑا ہوتا۔''

اگلا سوال اس نے خود سے کیا''کیا میں اسے اتنا چاہتی ہوں؟''اس مرتبہ بھی حاصل جواب نفی ہی نکلا۔''میں نے بھی تو دولت کے لیے اپنے محبوب کے لیے دوسرا حصے دار تسلیم کرلیا۔''

''میڈم!......کس سوچ میں پڑ گئی ہو؟''اسے خاموش پا کر دانیال نے سوال کیا۔

وہ چونک گئی۔فوراً اس کا ذہن اپنے مقصد کی طرف متوجہ ہوا۔

''دانی!......میں نے کوئی سوال کیا ہے؟......کیا میں مسکان کی جگہ لے سکتی ہوں؟''وہ لگی لپٹی رکھے بغیر

بولی۔

’’میڈم!......بچپن ہی سے حوروں کے حسن کے چرچے سنتا آرہا ہوں۔اور یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر اللہ پاک کسی حور کو زمین پر اتار دے تو شاید وہ آپ کو دیکھ کر شرم ساری سے واپس لوٹ جائے۔‘‘

فریحہ کو اس کی تعریف کا بے ساختہ انداز بہت اچھا لگا۔وہ کھل کھلا کے ہنستے ہوئے بولی۔

’’دانی!......یہ میری بات کا جواب نہیں ہے،سوال یہ ہے......کہ کیا میں مسکان کی جگہ لے سکتی ہوں؟‘‘

اس مرتبہ دانیال نے خاموشی سے سر جھکالیا......

’’دانیال!......کیا وہ مجھ سے خوب صورت ہے؟‘‘فریحہ کی سانس اتھل پتھل ہونے لگی۔دانیال اسے حیران کیے دے رہا تھا۔

’’نہیں میڈم!......میں یقین سے کہہ سکتا ہوں،کہ کسی سے بھی پوچھا جائے تو وہ یہی کہے گا میڈم فریحہ خوب صورت ہے......لیکن......؟‘‘

’’لیکن کیا......؟‘‘اس نے بے صبری سے پوچھا۔

وہ صاف گوئی سے بولا۔’’وہ آپ سے خوب صورت نہیں ہے پر،مجھے لگتی ہے۔ہر کسی سے زیادہ پیاری لگتی ہے۔‘‘

’’کیا مجھے ٹھکرادو گے؟‘‘اسے اپنی آواز پاتال سے آتی محسوس ہوئی۔اسے لگا وہ سچ مچ دانیال سے محبت کی بھیک مانگ رہی ہے۔

’’میڈم!......میں نہیں جانتا آپ کی اس آفر کے پیچھے کیا مقصد پنہاں ہے؟البتہ یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کم از کم آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہے۔لیکن آپ کسی غرض کے بغیر آئی ہوتیں اور سچ مچ آپ کے دل میں میری محبت چھپی ہوتی،تب بھی میں آپ کا ساتھ نہ دے پاتا۔حالانکہ آپ جیسی صورت گداؤں کے نہیں شاہوں کے حرم کی زینت ہوتی ہے پھر بھی اس فقیر کو بس مشی چاہیے۔‘‘

فریحہ کو حیرت کا جھٹکا سا لگا۔وہ سادہ دل مزدور اتنا خطرناک قسم کا قیافہ شناس ہوگا اسے معلوم نہیں تھا۔خاموش رہنا اس کے اندازے کو سچا ثابت کرنا تھا۔وہ غصے سے گویا پھٹ پڑی۔

”شٹ اپ!...... کیا میں تمہیں دھوکے باز لگتی ہوں؟...... ہر لڑکی کو تو نے مسکان سمجھ رکھا ہے؟“ یہ کہتے ہی وہ اپنی جگہ پر کھڑی ہوگئی۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ روانہ ہوتی، دانیال نے اس کا ملائم ہاتھ پکڑ لیا۔

”نہیں میڈم!...... ایسے نہیں۔ بیٹھو میری بات سنو۔“

اس کے ہاتھ کو کئی بار حماد نے پکڑا تھا مگر اس کالے کے کھردرے ہاتھوں میں جانے کون سا جادو تھا کہ فریحہ کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ عجیب قسم کی خواہشیں نے سر ابھارنے لگیں۔ دانیال کی جرأت اسے حیران کن لگی۔ وہ سخت لہجے میں بولی۔

”چھوڑو میرا ہاتھ۔“

”نہیں چھوڑوں گا۔“ دانیال نے انکار میں سر ہلایا۔

”چھوڑو ورنہ سب کے سامنے تھپڑ لگا دوں گی۔“ اس نے غصہ ظاہر کیا۔

”نہیں مارو گی؟“ دانیال کے اطمینان میں فرق نہیں آیا تھا۔

”کیوں نہیں ماروں گی؟“

”اس کے دو جواب ہیں۔ نمبر ایک تھپڑ مارنے والے دھمکی نہیں دیتے۔ اور نمبر دو اتنے نازک ہاتھ جب اس تھوبڑے پر لگیں گے تو درد نہیں کرنے لگ جائیں گے کیا؟“

فریحہ کے چہرے پر مسکراہٹ ظاہر ہوئی اور وہ بیٹھ گئی۔

”دانی!...... کیا یہ باتیں ہمیشہ کے لیے میرا نصیب نہیں بن سکتیں؟“

”میڈم!...... اگر آپ اپنا مطمع نظر بتا دیں تو مہربانی ہوگی؟“

فریحہ نے پینترا بدلا۔ ”دانی!...... سچ تو یہ ہے کہ میں ایک غریب لڑکی ہوں۔ تمھاری مسکان نے وعدہ کیا ہے کہ اگر میں تمھارے ساتھ شادی کرلوں تو وہ مجھے مالا مال کردے گی۔ بس لالچ میں آگئی۔ حماد ایسے ہی مجھے دھوکا دے چکا ہے۔ اب زندگی کا کوئی مصرف ہی نظر نہیں آتا۔“

”میڈم!...... میں آپ کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ میں مشی کی جگہ کسی کو نہیں دے سکتا۔ اگر آپ سے شادی کر بھی لوں تو مشی مجھے نہیں بھولے گی۔ اور شاید دن رات اس کا تذکرہ آپ سے برداشت نہ ہو؟ سب سے بڑھ کر

مشی کو طلاق میں اس صورت میں بھی نہیں دوں گا۔"

"وہ با آسانی، عدالت سے خلع لے سکتی ہے؟" فریحہ ایک بار پھر اسے سمجھانے جت گئی۔

دانیال نے اس کی تائید میں سر ہلایا۔ "بے شک لے سکتی ہے، بلکہ امید واثق یہی ہے کہ جج مجھے دیکھتے ہی بغیر کسی دوسری دلیل کے کیس کا فیصلہ مشی کے حق میں کر دے گا؟"

"تو پھر؟"

"پھر یہ کہ میں اس کے بعد بھی مشی کو طلاق نہیں دوں گا۔ ساری زندگی اس کے انتظار میں گزار دوں گا۔ اگر پوری دنیا بھی اسے دھتکار دے گی تب بھی میری بانہیں اسے گلے سے لگانے کے لیے پھیلی رہیں گی اور میری آنکھیں اس کی راہ میں بچھی رہیں گی وہ کیا کہتے ہیں......"

ہم یہ آنکھیں تمھارے رستے میں
زندگی بھر بچھا کے رکھیں گے

فریحہ نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ دانیال اس کے لیے ٹیڑھی کھیر ثابت ہوا تھا۔

"دانی!......وہ اس ہٹ دھرمی پر مشتعل ہو کر تمھیں کوئی نقصان بھی پہنچا سکتی ہے؟"

"ہاں یہ دھمکی وہ دے چکی ہے۔ اسے تو میں نے مطلع کر دیا تھا آپ سن لیں کہ اب مجھے موت زندگی سے بہت پیاری لگنے لگی ہے۔ میرے لیے سب سے بڑا صدمہ مشی کی جدائی کا تھا۔ وہ میں جھیل چکا ہوں۔"

"اچھا!......پتا ہے؟ صبح سے ہم باتیں کر رہے ہیں لیکن کھانے پینے کے بارے ویٹر کو کچھ نہیں بتا سکے ہیں؟" فریحہ نے ہنستے ہوئے موضوع بدلا۔ دانیال کی نفسیات دیکھ کر اسے وہ آسان کام بہت مشکل لگنے لگا تھا۔

دانیال نے پوچھا۔ "آپ بتائیں کیا پسند کریں گی؟"

"مہمان تم ہو؟"

"نہیں......یہ آپ کا گھر نہیں ہوٹل ہے اور ہوٹل کا بل مرد کے ذمہ ہوتا ہے۔"

"کچھ بھی کہو......بلایا تو میں نے تھا؟" فریحہ اڑ گئی۔

"بھائی!......چائے اور کچھ کھانے کو لے آؤ" دانیال نے قریب سے گزرتے بیرے کو آرڈر پاس کر دیا۔

”دانی!......میں اتنی غریب نہیں ہوں جتنا تم نے سمجھ لیا ہے؟“

”اچھا چھوڑو اس لایعنی بحث کو؟ میری ایک بات مانو گی؟“

”سن کر ہی کچھ بتا سکوں گی؟“ فریحہ نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

”نقاب اوڑھا کرو۔“

”کیا؟“ وہ متعجب انداز میں ہنسی۔ ”بھلا یہ کیا بات ہوئی؟“

”میڈم!......ذرا دائیں بائیں کی ٹیبلز پر نظر دوڑاؤ؟“

”ہاں تو کیا ہے؟“ اس نے چاروں طرف سرسری نظر ڈالی زیادہ تر مرد اسی کی جانب متوجہ تھے اور اس قسم کی بھوکی نظروں کی وہ عادی ہو چکی تھی۔

”حرام خور گدھ بھی انھی نظروں سے اپنے شکار کو گھورتے ہیں؟“

وہ بے پرواہی سے بولی۔ ”تو گھورتے رہیں مجھے کیا؟“

”شاید تمھارے شوہر کو یہ پسند نہ آئے۔ یقین کرو میں بڑی مشکل سے برداشت کیے بیٹھا ہوں۔ اگر آپ کی غلطی نہ ہوتی تو اب تک جانے کتنوں کا گریبان تھام چکا ہوتا؟“

”مگر کیوں؟“ اس کی حیرانی دو چند ہو گئی۔

”میڈم!......اگر آپ میری ہوتیں تو میں کیسے برداشت کرتا، کہ کوئی اور آپ کو دیکھے۔“

”ہا......ہا......ہا......گویا تم مجھ پر کسی کی نظر بھی نہ پڑنے دیتے؟“

”ہاں......کسی بھی غیر مرد کی نظر نہ پڑنے دیتا۔ آپ ذرا دائیں طرف پانچویں میز پر بیٹھی لڑکی کو دیکھیں؟“

مطلوبہ جانب فریحہ کو ایک نقاب پوش لڑکی اپنے ساتھی کے ساتھ بیٹھی نظر آئی۔

”میڈم!......پتا نہیں وہ خوب صورت ہے یا بدصورت۔ لیکن اس کے سامنے موجود مرد جو یقیناً اس کا شوہر ہوگا اسے معلوم ہے وہ کیسی ہے۔ باقی مردوں کی گندی نظروں سے وہ بچی ہوئی ہے۔ اگر شوہر کو وہ پسند ہے تو اسے کسی دوسرے کی پسندیدگی کی کیا ضرورت؟ اور اگر شوہر کو ناپسند ہے تو کسی دوسرے کی پسندیدگی سے اسے کیا حاصل؟......میں نے ایک جگہ پڑھا تھا کہ ایک مرتبہ دلہن کو سجایا جا رہا تھا، جو عورت آتی اس کے حسن کی تعریف

کرتی مگر وہ دلہن ان ساری تعریفوں سے بے نیاز کسی گہری سوچ میں تھی۔ایک قریبی سہیلی نے اس سے پوچھا کہ

”سب عورتیں تمھاری تعریف کر رہی ہیں تمھیں اس بات پر خوشی نہیں ہو رہی؟“

اس دلہن نے بڑا پیارا جواب دیا کہنے لگی۔”خوشی تو تب ہوگی؟ کہ جس کے لیے مجھے سجایا جا رہا ہے اسے بھی اتنی خوب صورت اور پیاری لگوں......ان سب عورتوں کی تعریف یا تنقید سے مجھے کیا حاصل؟“

دانیال کی بات نے اسے سوچ میں ڈال دیا تھا۔ایک دم اسے چبھتی نظروں کا احساس ہوا اور وہ کسمسا کر رہ گئی۔اسی وقت بیرے نے بھی آ کر ان کے سامنے چائے اور کھانے کے لوازمات رکھ دیے۔

”میڈم میری بات بری تو نہیں لگی؟“

”نہیں۔“ اس نے گلے میں جھولتا مختصر سا دوپٹا سر پر جمانے کی کوشش کی مگر وہ فیشن ایبل دوپٹا عورت کی تکریم کے تقاضے کہاں پورے کر سکتا تھا۔

”میں جانتا ہوں آپ شاید میرا دل رکھنے کے لیے ایسا کہہ رہی ہیں، مگر فری، یقین کرو یہ عورت کی توہین ہے۔بہت سوں کو کہتے سنا ہے کہ پردہ آنکھ کا ہوتا ہے۔اگر یوں ہے پھر تو سارے کپڑے اتار دینے چاہییں۔ کیونکہ حیا والا بغیر کپڑوں کی عورت کو بھی نہیں دیکھے گا اور بے حیا کے تصور میں تو کپڑوں والی بھی برہنہ ہے۔“ وہ میڈم سے براہ راست فری کہنے پر اتر آیا۔

”بہت سخت بات کہہ دی ہے تم نے؟“ فریحہ سنجیدہ ہوگئی تھی۔

ہاں!......مگر حقیقت ہے۔آپ نے یہ بھی سنا ہوگا کہ مغرب زدہ، بیمار ذہنیت کی عورتیں، آزادی نسواں کے خوش کن نعرے، مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کے دعوے اور مرد عورت ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں، جیسی کہاوتیں سنا کر شور مچاتی رہتی ہیں۔کوئی ان سے پوچھے، کیا آزادی کا مطلب لباس کی قید سے آزاد ہونا ہے؟......مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کا مطلب، مردوں کی مشکلات میں ان کا ہاتھ بٹانا ہے یا کہ غیر مردوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اپنی عزت کا جنازہ نکالنا ہے اور جہاں تک ایک گاڑی کے دو پہیوں کا تعلق ہے تو گاڑی تب ہی چلتی ہے جب دونوں پہیے اپنی اپنی جگہ گھومتے ہیں۔اگر دونوں پہیے ایک سائیڈ پر لگا دیں تو گاڑی نے گرنا ہی ہے۔مرد کی ذمہ داریاں گھر سے باہر کی اور عورت کی گھر کی حدود میں۔ کتنی پیاری اور مناسب تقسیم ہے۔ایک عورت کو شوہر

، بھائی اور باپ کو کھانا پیش کرنا برا لگے اور غیر مردوں کے سامنے ویٹرس کی ڈیوٹی کرتے ہوئے وہ خود کو آزاد محسوس کرے کیا اندھی منطق ہے؟''

فریحہ متاثر کن لہجے میں بولی۔''دانی!......تمھاری تعلیم مڈل ہے اور باتیں پروفیسروں کی طرح کر رہے ہو؟''

''آپ نے میری بات ماننا ہے کہ نہیں؟''

''دانی!...... مجھے عجیب سا لگے گا۔'' وہ سچ مچ روہانسی ہونے لگی۔

''نہیں لگے گا۔آپ اٹھیں چلیں میرے ساتھ۔'' وہ کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

''مگر کہاں؟''

''چلنا ہے کہ نہیں؟'' وہ مصر ہوا۔

''اچھا چلتی ہوں۔'' وہ کھڑی ہو گئی۔دانیال نے کاؤنٹر پر جا کر بل ادا کیا۔فریحہ جانے کیا سوچ کر خاموش رہی تھی۔تھوڑی دیر بعد وہ ٹیکسی میں بیٹھے مارکیٹ کا رخ کر رہے تھے۔ایک کپڑے کی دکان سے دانیال نے کالے رنگ کی خوب صورت سی چادر خریدی اور فریحہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''لو یہ اوڑھو۔''

''پاگل!......'' اس نے ہولے سے مسکرا کر کہا اور چادر لے کر اوڑھ لی۔یوں کہ اس کی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔

''حیا عورت کا زیور ہے فری؟'' دانیال چاہت سے بولا۔''اور آؤ اب تمھیں گھر چھوڑ دوں۔''

''دانی!......کل ملنے آؤ گے؟''

''نہیں۔'' دانیال نے نفی میں سر ہلایا۔''کل سے میں مزدوری کے لیے جاؤں گا۔''

''کیا؟اب بھی اپنی بات پر قائم ہو۔مسکان سے سودا نہیں کرنا؟''

''کیسا سودا؟''

''طلاق کے بدلے،کار،دکان اور مکان لینے کا سودا۔''

''نہیں۔ وہ کیا کہتے ہیں......''

دل میں ہوتا تو کسی طور نکل بھی جاتا

اب تو وہ شخص بہت دور تلک ہے مجھ میں

''اگر میں کہوں پھر بھی نہیں؟'' فریحہ نے بڑے مان سے کہا۔

''فری!......تم بہت اچھی ہو۔ میں جانتا ہوں مجھے موت کے حوالے کرنے پر تم قطعی تیار نہیں ہوگی؟''

اس مرتبہ فریحہ خاموش ہو گئی تھی۔ اسے محسوس ہوا وہ کالا اسے بہت اچھا لگ رہا ہے، اپنا اپنا، بہت قریبی ،کوئی ایسا جسے وہ برسوں سے جانتی ہے،کوئی ایسا جس سے وہ ہر بات منوا سکتی ہے،کوئی ایسا جو اس کی بہت عزت اور خیال رکھنے والا ہے اور کوئی ایسا جس کی جان اسے عزیز ہے؟''

''خفا ہو؟'' اسے خاموش پا کر دانیال نے پوچھا۔

''نہیں۔''

''چپ کیوں ہو گئیں؟''

''یونھی......کہنے کو کچھ رہا ہی نہیں ہے۔ کیا کہوں؟''

دانیال پھیکی مسکراہٹ سے بولا۔ ''میں تمھیں بہت بدصورت لگتا ہوں...... ہے نا؟''

فریحہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا، اور پھر اس کا کھردرا ہاتھ اپنے ملائم ہاتھوں میں تھامتے ہوئے بولی ۔''اگر گھنٹا بھر پہلے مجھ سے یہ پوچھا جاتا اور میں سچ بولنے پر مجبور ہوتی تو، میرا جواب اثبات میں ہوتا۔''

''اور اب؟''

وہ چند لمحے اس کے چہرے کو گھورتی رہی اور پھر بے ساختہ جھک کر اس نے دانیال کی ہتھیلی پر یاقوتی لب رکھ دیے۔

دانیال کی آنکھوں میں نمی ظاہر ہوئی۔ ''فری!......کاش تم مجھے مشی سے پہلے ملی ہوتیں؟'' یہ کہہ کر اس نے ڈرائیور سے ٹیکسی روکنے کو کہا۔

اس نے سائیڈ پر کرتے ہوئے ٹیکسی روک دی۔

”کیا ہوا؟“ فریحہ نے پوچھا۔

”فری!......اپنا بہت خیال رکھنا، بہت زیادہ۔ آئندہ مجھے کال کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں تمھاری چاہت کے قابل نہیں ہوں۔ ایک تہی دست اور مفلس شخص ہوں۔ ایک دل تھا میرے پاس جو، اب کسی اور کے قبضے میں ہے۔“

”دانی!......میں تمھیں کچھ بتانا چاہتی ہوں؟“

”کوئی ضرورت نہیں، میں تمھارے بارے اچھی سوچ رکھتا ہوں، سچ کی ملاوٹ سے اسے تلخ نہیں کرنا چاہتا۔“ یہ کہہ کر اس نے جیب سے اپنی آخری پونجی نکالی اور ٹیکسی ڈرائیور کو کرائے کی مد میں دے دی۔ وہاں سے اسے پیدل ہی گھر تک جانا تھا۔ فریحہ اداسی سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔ اس کے دل میں اس مخلص، سادے اور محروم شخص کے بارے بہت زیادہ ہمدردی جمع ہوگئی تھی۔

”باجی!......چلیں؟“ ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا۔

اس نے چہرے سے لپٹی چادر درست کرتے ہوئے کہا۔ ”ہاں چلو۔“

اور ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

☆......☆......☆

”آئی ایم ویری سوری حماد!...... مجھے افسوس ہے لیکن میں ناکام ہوگئی ہوں۔“

فریحہ کی بات سن کر حماد ششدر رہ گیا تھا۔

”پہلے ہی دن ناکامی کا اعتراف کر رہی ہو؟“

”ہاں!......کیونکہ وہ جان تو دے سکتا ہے، مسکان کو طلاق نہیں دے سکتا۔“

”مطلب اسے زندگی عزیز نہیں ہے؟“ حماد کے لہجے میں درندگی جھلکی۔

”حماد!......تم ایسا کچھ نہیں کرنے والے؟“ فریحہ کے لہجے میں چھپی گھبراہٹ اسے حیران کر گئی۔

”فری!......کیا ہوا ہے تمھیں؟“

”مم......مجھے کچھ نہیں ہوا؟“ اس نے گڑبڑاتے ہوئے وضاحت کی۔ ”لیکن میں تمھیں قاتل نہیں دیکھنا

چاہتی؟“

”شٹ آپ یار!“ حماد نے اسے جھڑکا۔”میرے سارے منصوبے کی راہ میں ایک احمق روڑے اٹکا رہا ہے اور تم اس کی طرف داری کر رہی ہو؟“

”یو شٹ آپ!......“ فریحہ تپ کر بولی۔”وہ میرا یار ہے نا کہ تم اس طرح بکواس کر رہے ہو؟ تم اچھی طرح جانتے ہو اس کے بارے میرے دل میں کیا ہے؟ پھر ایسی بکواس کا مطلب؟“

”فری!......کامیابی چند قدم کے فاصلے پر رہ گئی ہے؟ اور ایک گدھا فضول ضد میں اڑ گیا ہے۔ پتا ہے نا ......؟ جب گھی سیدھی انگلیوں سے نہ نکلے تو کیا کیا جاتا ہے؟“

”ہاں...... پتا ہے؟ گھی گرم کر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ ٹیڑھی انگلی ڈبے میں پھنس کر زخمی بھی ہو سکتی ہے؟“

”فری!......میں مذاق نہیں کر رہا؟“

”میں بھی مذاق نہیں کر رہی۔ تم دانیال کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤ گے۔ وہ ایک مظلوم اور بے ضرر شخص ہے۔“

”تو کیا کروں؟“

فریحہ نے کہا۔”ایک بات پوچھوں؟“

وہ بے زاری سے بولا۔”پوچھو؟“

”دولت عزیز ہے یا فری؟“

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟“

”وضاحت کرو؟“

”فری عزیز ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ لعنت بھیجو اس دولت پر مجھے نہیں چاہیے یہ عیش۔ بہت ہو گیا تم میرے پاس آ جاؤ؟“

”فری!...... ہر وقت فضول کی نہ ہانکتی رہا کرو؟“

وہ جذباتی ہو گئی۔”بس!......یہی محبت تھی۔ اس احمق، گنوار اور گدھے نے تو اپنی مسکان کے لیے ہر قسم کی آسائش کو ٹھوکر مار دی۔ ویسے صحیح کہتے ہو کہ وہ احمق ہے، کوئی احمق ہی ایسا کر سکتا ہے۔ ورنہ عقل و شعور رکھنے والا

ایک لڑکی کے لیے بھلا اتنی قربانی دے سکتا ہے؟...... یوں بھی دولت ہو تو کئی لڑکیاں مل سکتی ہیں۔ پیسے کی جھلک دکھاؤ، کئی فریحائیں دوڑ کر گلے سے لگ جائیں گی۔ اور دولت نہ ہو تو کوئی خانہ بدوش بھی نہیں ملتی؟''

حماد نے زہر خند لہجے میں پوچھا۔''اس ساری بکواس کا مطلب؟''

وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولی۔''تم دانیال کو کچھ نہیں کہو گے؟''

حماد اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔''وہ کل کا سورج نہیں دیکھ سکے گا۔'' یہ کہہ کر وہ جانے کے ارادے سے مڑا۔ مگر بہ مشکل دو تین قدم لے پایا ہوگا کہ اسے فریحہ کی آواز سنائی دی۔

''حماد!...... یہ میرا وعدہ ہے تمھارے ساتھ، اگر دانیال مرا تو فریحہ بھی تمھیں زندہ نہیں ملے گی؟''

☆......☆......☆

حماد کے قدم رک گئے تھے۔ وہ تعجب سے فریحہ کی طرف مڑا۔

''تمھاری اس بکواس کا مطلب کیا ہے؟''

وہ اطمینان سے بولی۔''وہی جو تم نے سمجھا۔''

''میرا خیال ہے وہ کالا تمھیں کچھ زیادہ ہی عزیز ہو گیا ہے۔''

''اگر تم دیکھنے والی نظر رکھتے تو یقیناً اس بات میں تمھیں میری وہ محبت نظر آجاتی جو تم پر کوئی آنچ آتے نہیں دیکھ سکتی۔''

''وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کے منہ سے نکلا۔

''فری!......تم کیا چاہتی ہو؟''

وہ حتمی لہجے میں بولی۔''تمھیں قتل کی اجازت نہیں دوں گی...... اینڈ ڈیٹس آل۔''

اس نے جھلا کر پوچھا۔''تو پھر یہ بیل کیسے منڈھے چڑھے گی؟''

''میں نہیں جانتی۔''

''میں جانتا ہوں......لیکن تمھارا رویہ میرے لیے حیران کن ہی نہیں پریشانی کا باعث بھی بن رہا ہے۔ یہ سارا پلان پہلے سے طے تھا۔''

”نہیں......صرف مسکان کی موت پہلے طے ہوئی تھی۔اوراب میراجی اس سے بھی کھٹا ہوگیا ہے۔“

”یہ بکواس اپنے پاس رکھو۔فی الحال میں اس حبشی سے نبٹنے کا کوئی پلان سوچ لوں، پھر دیکھوں گا تم کیسے روکتی ہو مجھے؟“ یہ کہہ کروہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا باہر چل دیا۔اس مرتبہ فریحہ نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی ۔اس کے جاتے ہی وہ بیڈ پر لیٹ کراس گورکھ دھندے پر غور کرنے لگی۔اس کی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس کا کیا بنے گا؟......حماد کی محبت جس پر اسے کبھی ناز ہوا کرتا تھا،آج دانیال کی محبت کے سامنے ہیچ نظر آرہی تھی۔وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ مسکان اتنی خوش قسمت ہوسکتی ہے۔دانیال کی بے لوث چاہت نے اس کی سوچ میں بھی انقلاب پیدا کردیا تھا۔وہ کالا کلوٹا جسے وہ شرم سار کرنے گئی تھی،وہ بدصورت جسے اس نے نیچا دکھانا تھا،وہ کنگلا جس نے اس کے انتقام کا نشانہ بننا تھا،اسے پتا ہی نہ چلا وہ اسے کیسے اتنا اچھا لگنے لگا اوراسے بے حد ہمدردی محسوس ہونے لگی۔اس ہمدردی کے پس پردہ کیا جذبہ کار فرما تھا یہ وہ نہ جان سکی۔

☆......☆......☆

مسکان کے لیے یقین کرنا مشکل ہورہا تھا کہ دانیال فریحہ جیسی لڑکی کو دھتکار دے گا۔مگر حماد کے چہرے پر چھائے ناکامی کے واضح تاثرات اس ان ہونی کی تائید کررہے تھے۔

”اب کیا ہوگا؟“اس نے سرسراتے لہجے میں پوچھا۔

”اب؟......اب تم دیکھنا میں کیا کرتا ہوں؟“حماد کی آنکھیں شعلے برسانے لگیں۔اس کے ساتھ وہ دل ہی دل میں اس دن کو کوس رہا تھا جب اس نے ایسے خبطی کو استعمال کرنے کے بارے سوچا تھا۔

”حماد!......پلیز کوئی غلط حرکت نہ کرنا۔“

”تم فکر نہ کرو،کوئی ایسا کام نہیں کروں گا جس سے میں قانون کی گرفت میں آسکوں؟“

”پھر بھی؟بتاؤ تو سہی؟مجھے پریشانی ہورہی ہے؟“

”ساری پریشانیاں اور تفکرات بھلا کرآرام کرو۔ان سب پریشانیوں کے لیے میں ہوں نا؟“یہ کہہ کروہ اپنی خواب گاہ میں گھس گیا۔ایک مبہم سا منصوبہ اس کے ذہن میں تھا۔اوروہ اکیلے میں غور کرکے اسے حتمی شکل دینا چاہتا تھا۔

اس کے جانے کے بعد مسکان نے سالن کا ڈونگا اپنی جانب کھسکایا اور پلیٹ میں سالن نکال کر کھانے لگی۔اس کے دل و دماغ میں ایک جنگ جاری تھی۔دانیال نے اپنے ہر دعوے کو سچ کر دکھایا تھا۔اس کی مسکان سے محبت میں کوئی کھوٹ بھی نہیں مل پایا تھا۔

کھانا کر وہ تھوڑی دیر کوٹھی میں لگی نرم گھاس پر ننگے پاؤں ٹہلتی رہی اور پھر اپنے کمرے میں آ گئی۔ بیڈ پر لیٹ کر وہ اس گتھی کو سلجھانے لگی کہ آخر اس پریشانی کی خبر میں خوشی کا کون سا پہلو پنہاں ہے کہ اس کا دل باغ باغ ہو رہا ہے۔اسے اپنے ان احساسات پر ندامت ہوئی۔اگر حماد اُس کی یہ کیفیت جان لیتا تو وہ اسے منہ دکھانے کے بھی قابل نہ رہتی۔اس کے دماغ میں رہ رہ کر حماد کا وہ فقرہ گونجنے لگتا کہ جو اس نے اسے ایبٹ آباد سے واپس بلانے کے لیے کہا تھا۔

”یہ تو ایک بدصورت مرد کے ساتھ تمھارا برتاؤ ہے،اگر کوئی خوب صورت مرد ہوتا تو شاید تم ہر حد عبور کر لیتیں، ہے نا......؟“

”وہ حماد کی محبت میں سرخ رو رہنا چاہتی تھی۔اس نے دانیال کی سوچوں کو دماغ سے جھٹکا اور حماد کے ساتھ بِتائے سہانے پل یاد کرنے لگی۔شروع شروع میں وہ کیسے اس کی گاڑی کے رستے میں کھڑا چشم بہ راہ رہتا۔وہ کلاس کی طرف جاتی تو اس کے پیچھے پیچھے چلتا۔لائبریری میں مطالعہ کرنے جاتی تو اس کے قریب کسی کرسی پر ڈیرہ جما کر کتاب پڑھنے کے بہانے اسے تکتا رہتا۔یہاں تک کہ اس نے مسکان کو اپنی جانب مائل کر لیا تھا۔اور محبت کے لفظ سے بیزاری محسوس کرنے والی اس راہ پر سرپٹ دوڑنے لگی تھی۔یہاں تک کہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے ایک غیر مرد کے ساتھ تنہائی میں کئی ملاقاتیں بھی کر ڈالیں تھیں۔یہ علیحدہ بات کے اس نے حماد کو ہاتھوں کے علاوہ بدن کا کوئی حصہ چھونے کی اجازت نہیں دی تھی۔

حماد کی ابتدائی محبت کی تندی و تیزی کو یاد کرتے ہوئے اچانک اسے محسوس ہوا،کہ حماد سے محبت کے عہد و پیمان ہونے کے بعد اس کی وارفتگی میں بتدریج کمی آتی گئی،یہاں تک کہ شادی کے بعد وہ محبت جانے کہاں غائب ہو گئی تھی۔مسکان نے کبھی اپنی محبت میں کمی نہیں دیکھی،مگر حماد کی توجہ میں بہت فرق آ گیا تھا۔وہ اس بات کو سمجھ نہیں پائی تھی۔اس کے خیال کے مطابق یہی محبت کا منطقی انجام تھا۔مگر دانیال کی محبت پا کر اسے پتا چلا تھا

کہ حقیقی محبت کیا ہوتی ہے۔اس کی ہر بات، ہر ادا اور ہر عمل سے مسکان کی محبت یوں ٹپکتی تھی جیسے سوراخ زدہ چھتے سے شہد ٹپکتا ہے۔یا کسی کٹی ہوئی شریان سے خون ابلتا ہے۔مسکان کے نفرت بھرے رویے کے باوجود اس کی محبت میں کمی نہیں آئی تھی۔

ایک دم اسے خیال آیا کہ وہ حماد کو یاد کرتے کرتے پھر دانیال کو سوچنے لگی ہے۔

''اف یہ کالا جادوگر؟'' وہ غصے سے بڑبڑائی اور کروٹ بدل کر تمام خیال سے ذہن سے نکال کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

''مشی ؟'' اس کے ذہن میں دانیال کی سرگوشی گونجی۔

''کیا ہے؟ سونے دو نا؟'' دوسری سرگوشی اس کی اپنی تھی۔

وہ کہتا۔''اگر چاند کا دیدار نصیب نہیں ہوگا تو نیند کیسے آئے گی؟''

وہ شرارت سے کہتی۔''سمجھو آج چاند رات کو دیر سے نکلے گا؟''

اور وہ اٹھ کر بیٹھ جاتا۔''ٹھیک ہے جی!......آپ سوئیں میں تو چاند کے نکلنے کا انتظار کروں گا۔''

''اف!'' کہہ کر وہ اس کی جانب کروٹ بدل لیتی۔

وہ اس کی ناک کی پھننگ پکڑ کر کہتا۔''نخرے دیکھو مشی صاحبہ کے۔گویا احسان کر رہی ہے مجھ پر؟''

''ٹھیک ہے، نہیں کرتی احسان۔جا رہی ہوں امی جان کے ساتھ سونے۔'' وہ اٹھنے کی کوشش کرتی مگر وہ جھپٹ کر اسے پکڑ لیتا اور اگلا پورا گھنٹا اس کی منت سماجت کرتا رہتا۔مسکان کی آنکھوں سے نیند غائب ہو جاتی۔پتا نہیں کیوں اس کا منتیں کرنا اسے اچھا لگتا۔حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی ہوتی، کہ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جس کی بدولت منت کی ضرورت پڑے، مگر پھر بھی وہ اس کے منانے سے محظوظ ہوتی۔وہ منانے کے لیے صرف الفاظ استعمال نہیں کرتا تھا۔کبھی کبھی یہ منانا پوری رات جاری رہتا۔اور صبح کی اذان کے ساتھ مسکان کو غصہ آتا کہ رات اتنی مختصر کیوں تھی۔

وہ اسے نہ سوچنے کا تہیہ کر کے بھی اسے سوچتی رہی۔اور پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

''مجھے صرف مشی چاہیے۔اگر جنت سے حور بھی لا کر دو تو قبول نہیں ہے......نہیں ہے......نہیں ہے۔''

''کیا کرے مشی؟'' اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ ''بے وقوف، احمق، جاہل، گنوار تمھیں مسکان ہی ملی تھی محبت کرنے کے لیے۔ وہ جو خود کسی کی محبت میں گرفتار ہے۔''

مگر دانیال مسکراتا رہا۔ ''پگلی!...... یہ کوئی اپنے بس میں تھوڑی ہوتا ہے؟...... اور آج تم نے فریحہ کو بھیجا تھا، مجھے ورغلانے کے لیے، ہے نا؟ بھول گئیں تھیں میں نے کیا کہا تھا؟''

''نہیں یاد تھا...... بس آزمانا چاہتی تمھیں؟''

''ہا...... ہا...... ہا مشی!...... کب میری محبت پر یقین آئے گا تمھیں؟...... اچھا ایک بات بتاؤ، لیکن تمھیں اللہ پاک کی قسم سچ بتانا؟''

''پوچھو۔''

''کیا؟ سچ مچ طلاق چاہیے تمھیں؟''

وہ سوچنے لگی...... کافی دیر گزر گئی۔

اس نے ایک مرتبہ پھر پوچھا۔ ''بتاؤ نا؟......''

وہ سسکی۔ ''ہاں۔''

دانیال کے مسکراتے چہرے پر کرب آمیز تاثرات ہویدا ہوئے اور وہ ہولے سے بولا۔

''مشی!...... آج تک میں یہی سمجھتا رہا، کہ تم اوپری دل سے طلاق مانگ رہی ہو۔ معاف کرنا مجھے پتا نہیں تھا تم سنجیدہ ہو؟...... اب میں تمھیں مایوس نہیں کروں گا...... زیادہ سے زیادہ مر ہی جاؤں گا نا؟'' یہ کہہ کر دانیال کا چہرہ اس کی نظروں کے سامنے سے معدوم ہونے لگا۔

اس نے ہچکچاتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔ ''بات سنو؟'' مگر وہ غائب ہو گیا تھا۔ اور اس کے ساتھ اس کی آنکھ کھل گئی۔

☆......☆......☆

دانیال اس دن سویرے ہی گھر سے نکل گیا تھا۔ سٹیل مل کے ساتھیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ وہ ایک جفا کش اور محنتی شخص تھا۔ ایسے مزدوروں کو ہر کوئی پسند کرتا ہے۔ وہ کافی دنوں کے بعد کام پر لوٹا تھا۔ مسلسل آرام

انسان کو کتنا ناکارہ کر دیتا ہے اس کا اندازہ اسے دو تین گھنٹوں کے بعد ہی ہو گیا جب وہ اچھی خاصی تھکن محسوس کرنے لگا۔اس کی جفاکشی کی وجہ سے سارے ساتھی اسے ''ربوٹ'' کہتے تھے۔جیسے ہی تھکن کے آثار اس کے چہرے سے ہویدا ہوئے اس کے دوست انور نے پوچھا۔

''لگتا ہے آج ربورٹ میں کوئی ٹیکنکل خرابی آئی ہوئی ہے؟''

وہ ہنسا۔''نہیں یار!......ٹیکنکل خرابی نہیں ہے، پرزوں کو ہلکا زنگ لگ گیا ہے، دو ماہ آرام جو کر لیا ہے؟''

''تمھاری ہمت ہے یار!......دو ماہ کے بعد کام کو ہاتھ لگایا ہے اور دو تین گھنٹے سے مسلسل شروع ہو؟''

''نہیں اب تھوڑا آرام کروں گا۔'' وہ سائیڈ پر ہو کر بیٹھ گیا۔انور نے بھی اس کا ساتھ دیا اور کنٹین والے کو چائے کا بتا کر اس کے ساتھ آبیٹھا۔

''اچھا تم نے بتایا نہیں ہے کہ اتنا عرصہ کہاں غائب رہے ہو؟''

''کہیں نہیں یار!......ایک دکان پر کام کرنے کا موقع ملا تھا، بعد میں مالک سے ان بن ہو گئی اور میں لوٹ آیا۔''

''مگر دکانوں والے تو بہت کم تنخواہ دیتے ہیں، اور پابندی بھی بہت زیادہ ہوتی ہے؟''

دانیال نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔''ہاں یہ تو ہے......آٹھ نو ہزار سے بھلا کہاں گزارا ہوتا ہے ؟......البتہ کام آسان ہوتا ہے۔''

''آٹھ نو ہزار بھی نہیں دیتے ہیں۔'' انور نے منہ بنایا۔''ویسے حیرانی کی بات یہ ہے کہ روبوٹ کب سے آرام پسند ہو گیا؟''

''نہیں!......آرام پسند تو خیر نہیں ہوا، بس بڑھاپے کا خیال آ گیا تھا، کہ کب تک یہ جفاکشی کی زندگی گزاریں گے۔کوئی ایسا کام ہونا چاہیے جس میں بڑھتی عمر رکاوٹ نہ بن سکے۔''

''بڑھتی عمر کیا یار؟ چند سال کے اندر بچے جوان ہو جائیں گے۔پھر وہ جانیں اور ان کا کام۔جوانی ان پر لٹا دی، بڑھاپے میں وہ سنبھالیں گے۔''

دانیال ٹھنڈا سانس لے کر خاموش ہو گیا۔اسی وقت انور کو یاد آیا کہ اس نے تو شادی ہی نہیں کی تھی۔اس نے

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے پوچھا۔ ''ویسے تعجب ہوتا ہے کہ آپ جیسا جوان ابھی تک شادی کرنے میں ناکام رہا ہے؟''

شادی کے ذکر پر دانیال کی آنکھوں کے سامنے اپنی مشی کا کومل چہرہ لہرانے لگا۔

''چھوڑو یار!......اس موضوع کو۔'' وہ پلیٹ سے سموسا اٹھا کر کھانے لگا جو کنٹین والا لڑکا ان کے سامنے رکھ گیا تھا۔

چائے پی کر وہ دوبارہ کام کرنے لگے۔ وہاں انھیں دیہاڑی کے بجائے کام کی مقدار پر اجرت ملتی تھی۔ اس لیے جو مزدور جتنا آرام کرنا چاہتا اسے ٹوکا نہیں جاتا تھا۔

ظہر کی اذان کے وقت اس کا موبائل بجنے لگا۔ فریحہ کی کال تھی۔

''جی فری!......'' اس نے کال اٹینڈ کی۔

''دانی!......کہاں ہو؟''

''وسٹیل مل میں۔''

''کس وقت چھٹی کرو گے؟''

''قریباً شام کی اذان کے وقت۔''

''ابھی نہیں کر سکتے؟''

''کیوں؟''

''تم سے ملنا ہے؟......ایک ضروری بات کرنی ہے۔''

''مگر میں نہیں سننا چاہتا۔'' اس نے سختی سے انکار کر دیا۔

وہ حکمیہ لہجے میں بولی۔ ''ٹھیک آدھے گھنٹے بعد تم اسی ہوٹل میں ہو گے، جہاں کل ملاقات ہوئی تھی۔''

''اگر نہ آیا تو؟''

''دانی!......آدھے گھنٹے سے زیادہ نہیں لگنا چاہیے۔'' اس کے لہجے میں عجیب اعتماد تھا۔

''اگر میرے پاس اپنی گاڑی ہو تب بھی وہاں تک گھنٹے سے زیادہ وقت خرچ ہو گا؟''

”اچھا تم کس سٹیل مل میں کام کرتے ہو؟“

جواباً اس نے سٹیل مل کا نام بتا دیا۔

”اوکے!...... میں شالیمار ریسٹورینٹ میں آ رہی ہوں۔ سٹیل مل سے یہاں تک دس منٹ کا راستہ ہو گا؟“ فریحہ نے اسے نئی جگہ بتائی۔

”تم اس وقت کہاں ہو؟“

”میں ٹیکسی میں ہوں۔ پہلے پرنس ہوٹل جا رہی تھی، لیکن اب ڈرائیور کو شالیمار کا بتا دیا ہے۔ مجھے وہاں پہنچنے میں آدھ گھنٹے سے زیادہ نہیں لگے گا؟“

”کیا ملنا بہت ضروری ہے؟“

وہ غصے سے بولی۔ ”نہیں...... لیکن تمھیں آنا پڑے گا اور کچھ......؟“

دانیال نے کہا۔ ”اچھا ٹھیک ہے محترمہ!“ اور فریحہ نے ہنستے ہوئے رابطہ منقطع کر دیا۔

دانیال نے اس دن کے ساتھ اگلے پورے ہفتے کی دیہاڑی ایڈوانس وصول کر لی کہ اس کے پاس خرچا بالکل ختم تھا اور سٹیل مل سے باہر نکل آیا۔ مذکورہ ہوٹل وہاں سے تھوڑے فاصلے پر تھا۔ ویگن میں بیٹھ کر وہ چند منٹ میں وہاں پہنچ گیا۔

فریحہ ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔ وہ اس کا انتظار کرنے لگا۔ اسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا، جلد ہی اسے ہوٹل کے داخلی دروازے سے کالی چادر اوڑھے ایک لڑکی اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔ اس کی قامت سے دانیال نے اسے آسانی سے پہچان لیا تھا۔ ایک لحہ رک کر اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور پھر سبک سری سے چلتی اس کے سامنے آئی اور بیٹھتے ہی پوچھا۔

”میں لیٹ تو نہیں ہو گئی؟“

”نہیں!...... میں ابھی پہنچا ہوں۔“

”کھانا کھایا ہوا ہے؟“

”ہاں۔“ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

”میں بھی کھا کے گھر سے نکلی ہوں، بس چائے کا بتا دو؟“

اور دانیال بیرے کو چائے کا بتا کر اس کی جانب متوجہ ہوا۔

وہ کہنے لگی۔”دانی!...... تمھیں زحمت تو ہوئی ہو گی اور......؟“

دانیال نے ہنستے ہوئے قطع کلامی کی۔”کوئی زحمت نہیں ہوئی میڈم...... تم جیسی لڑکی صدر مملکت کو بھی پکارے تو وہ سر کے بل دوڑا چلا آئے گا۔ایک مزدور کی کیا مجال کہ اسے یہ زحمت لگے۔اس کے لیے تو یہ خوش قسمتی کی بات ہے؟“

”یہ لڑکی تو تمھیں اپنانے کے لیے تیار ہے بس، اتنی چاہت دے دینا جتنی مسکان پر نچھاور کرتے ہو؟“

مسکان کے ذکر نے اسے اداس کر دیا تھا۔”پگلی دل پر اختیار تھوڑی ہوتا ہے۔اور باقی یہ حقیقت ہے کہ میں تمھارا ملازم بننے کے لائق بھی نہیں ہوں؟“

فریحہ منہ بناتے ہوئے بولی۔”آپ میں کس چیز کی کمی ہے؟“

”نہ دولت، نہ شہرت، نہ نسب اور نہ صورت کون سی چیز ہے میرے پاس۔وہ کیا کہتے ہیں؟ کم از کم اتنی شکل وصورت تو ہو شوہر کی کہ بیوی اسے آنکھ بھر کے دیکھ ہی سکے؟“

وہ ندامت سے بولی۔”دانی! یہ میرے کہے الفاظ ہیں۔اور آپ اچھی طرح جانتے ہو یہ الفاظ صرف غصے کے اظہار کے لیے میرے منہ سے نکلے تھے۔ورنہ آپ میں، کوئی ایسی کمی نہیں ہے جس پر اعتراض کیا جا سکے۔“

”فری!...... یقین کرو جب تم نے یہ الفاظ کہے تھے، اس وقت بھی مجھے یقین تھا کہ تم یہ سب غصے میں کہہ رہی ہو۔اور میں حیران بھی تھا کیونکہ بہت عام شکل وصورت کی لڑکیاں تو مجھے دل کی گہرائی سے ناپسند کریں اور تم ایسی حور شکل لڑکی میرے تعریف نہ کرنے کو توہین جانے؟“

”اچھا پتا ہے میں نے تمھیں کیوں بلایا ہے؟“

”نہیں۔“اس نے نفی میں سر ہلایا۔

”اگر میں کہوں تمھیں سچ مچ شادی کی آفر کرنے آئی ہوں تو تمھارا کیا ردعمل ہوگا؟“

”کل تم مجھے دھوکا دینے آئی تھیں...... لیکن آج تمھارے لہجے میں خلوص کی جھلک ہے، اس کے باوجود مجھے

یقین ہے کہ تمھیں مجھ سے محبت نہیں ہے اور نہ تم حماد ہی سے محبت کرتی ہو ورنہ کبھی مجھے شادی کی آفر نہ کرتیں۔ وہ اپنی شکل وصورت کی وجہ سے تمھیں پسند ہے اور مجھ سے تمھیں ہمدردی ہوگئی ہے۔ جبکہ محبت بالکل انوکھا جذبہ ہے محبت کرنے سے نہیں ہوتی۔ ورنہ جہاں تک شکل وصورت کا تعلق ہے، حقیقت تو یہ ہے، کہ اگر میں اس بھرے پرے ہوٹل میں اعلان کر دوں کہ اس لڑکی سے کس نے شادی کرنی ہے تو مجھے یقین ہے یہاں تمھیں پانے کے لیے قتل وغارت شروع ہو جائے گی۔ کیونکہ تم بغیر کسی شک وشبہ کے اس قابل ہو۔"

"ہاں!......محبت تو وہ ہوتی ہے، جو تمھیں مسکان سے ہے؟"

"پتا نہیں وہ کیا ہے؟"

"اچھا!......میں نے تمھیں محتاط رہنے کا مشورہ دینے کے لیے بلایا تھا۔ اگر ہو سکے تو چند دن کے لیے گھر چھوڑ کر کہیں دائیں بائیں ہو جاؤ۔ اور مسکان کی فکر نہ کرنا اگر خدا نے چاہا تو میں اسے تمھاری زندگی میں لے آؤں گی۔ اس وقت اس کی آنکھوں پر کسی کی جھوٹی محبت کی پٹی بندھی ہے۔ جب یہ پٹی اتر جائے گی تو اسے تمھاری طرف آنے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔"

"کک......کیا......سچ مچ......تم ایسا کرو گی؟" دانیال نے بے اختیار اس کا ملائم ہاتھ تھام لیا۔

فریحہ سنجیدہ لہجے میں بولی۔ "ہاں!......میری کوشش ہوگی کہ تمھیں تمھاری مسکان مل جائے اور مجھے میرا احماد"

"فری!......میں نے کہا نا؟......سچ تو یہ ہے کہ تمھیں حماد سے محبت نہیں ہے۔"

"وہ مجھے اچھا لگتا ہے، اور میں نے خود اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔"

"ہاں وہ بہت خوب صورت ہے۔" دانیال نے اثبات میں سر ہلایا۔

فریحہ نے اشتیاق سے پوچھا۔ "کیا......تمھیں میرا احماد سے ملنا پسند نہیں ہے؟"

"نہیں، بس یہ دعا کرتا ہوں کہ تمھیں کوئی ایسا ملے جو تمھیں بہت زیادہ محبت اور توجہ دے۔ تمھارا ہر طرح سے خیال رکھے۔"

فریحہ مسکرائی۔ "بڑی دعائیں دی جا رہی ہیں؟......مسکان سے ملنے کی امید دلائی ہے اس لیے؟"

"نہیں......تم نے مجھے بہت بڑا مان دیا ہے۔ تمھارے چہرے پر سجا نقاب دیکھ کر میرا سینا فخر سے چوڑا ہو گیا

ہے اور..........'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

''اور کیا؟'' وہ بے صبری سے مستفسر ہوئی۔

''فری!......کل تم نے میرے ہاتھ کو بوسا دیا تھا۔یاد رکھنا اس بوسے میں شامل خلوص نے مجھے ہمیشہ کے لیے تمھارا مقروض کر دیا ہے۔اگر مجھے مشی کی بیماری لاحق نہ ہوتی تو یقیناً میں ساری زندگی تمھارا غلام بن کر جینا بھی گوارا کر لیتا۔البتہ یہ وعدہ کرتا ہوں کہ، میری جان کے بدلے بھی تمھاری کوئی ضرورت پوری ہو سکے تو مجھے بے جھجک آواز دے دینا؟''

''پتا ہے؟ کل میں نے اپنی غربت اور مکان کی آفر کے بارے جو کچھ کہا تھا وہ جھوٹ تھا۔''

''ہاں جانتا ہوں فری!......تم نہ غریب ہو اور نہ امیر۔بس متوسط خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔اور جہاں تک میرا اندازہ ہے تمھیں اس کام کے لیے حماد نے بھیجا ہے۔اسے اپنی محبوبہ کو یوں کسی غیر مرد کے پاس نہیں بھیجنا چاہیے تھا؟''

فریحہ فخر سے بولی۔''اسے مجھ پر اعتماد ہے؟''

''نہیں!......اسے تم سے محبت نہیں ہے اس لیے؟''

''یہ بات تم اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہو؟''

''کیونکہ میں اپنی مشی کو کبھی کسی غیر مرد کے پاس نہ بھیجتا۔''

''تم محبت کی کسوٹی تو نہیں ہو؟...... تمھیں اپنی مشی پر اعتماد نہ سہی، اسے تو ہے۔''

چند لمحے سوچنے کے بعد وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔''شاید تم صحیح کہہ رہی ہو؟''

فریحہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھرے۔دانیال ایک مرتبہ پھر اسے پریشان کرنے میں کامیاب رہا تھا۔اس نے دانیال کی محبت پر جان بوجھ کر طعنہ زنی کی تھی۔تاکہ وہ یہ بات کہہ سکے کہ فریحہ حماد کے اعتماد پر پوری نہیں اتری اور اس سے محبت جتانے لگی، مگر اس کے بجائے اس نے شکست قبول کرنے میں عافیت جانی اور فریحہ کو شرمندہ کرنے کے بجائے اپنی تذلیل گوارا کر لی تھی۔

''میرا خیال ہے تمھارے دل میں کچھ اور ہے؟'' وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

”نہیں۔“ اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”تم بہت اچھی ہو فریحہ۔ مجھ سے ہمدردی کا مطلب یہ نہیں کہ تم نے حماد کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ یہ تو فقط تمہارے ہمدرد دل کی کارستانی ہے۔“

”میں تمہیں شادی کی آفر بھی کر چکی ہوں؟“ فریحہ اسے جھٹلانے پر تلی تھی۔

”اس میں حماد کے رویے کا گہرا عمل دخل ہے۔ یقیناً وہ تمہیں وہ اہمیت نہیں دے سکا جس کی تم حق دار ہو؟“

”اور تم نے مجھے وہ اہمیت دی ہے؟...... یہی کہنا چاہتے ہو نا؟“ فریحہ نے بہ ظاہر طنزیہ لہجے میں کہا۔

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”مشی کے علاوہ میں کسی کو اہمیت دے ہی نہیں سکتا۔“

”اس میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں؟“ فریحہ سچ مچ بھڑ گئی۔

دانیال نے مسکراتے ہوئے اس کا ملائم ہاتھ تھاما۔ ”فری! تم بہت اچھی ہو؟“

اور فریحہ بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔

وہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ ”فری میری ایک بات مانو گی؟“

”کہو؟“

”خدارا کسی سے محبت نہ کرنا؟...... کسی بھی شخص کو اپنے دل میں جگہ نہ دینا کہ اس کے نہ ہونے سے تمہیں موت و زندگی برابر لگے۔“

”ہمیں چلنا چاہیے؟“ فریحہ اس کالے جادوگر سے ڈر گئی تھی۔

”ہاں چلو۔“ وہ اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

فریحہ جانتی تھی کہ وہ غریب ہے مگر اس کے ساتھ اسے یہ بھی علم تھا کہ وہ کبھی بھی یہ گوارا نہیں کرے گا، کہ فریحہ بل ادا کرے۔ فریحہ اس کے بارے اتنا کچھ کیسے جان گئی تھی اس بارے وہ خود بھی حیران تھی۔ بہت سی باتیں جو وہ اس کے بارے سوچتی وہ ویسے ہی کرتا تھا۔ فریحہ کو یقین تھا کہ وہ اس سے ہر بات منوا سکتی ہے۔ اور پھر حیرانی کی بات یہ تھی کہ اس نے کبھی بھی اس کی آنکھوں میں کسی غلط جذبے کو ابھرتے نہیں دیکھا تھا۔ حالانکہ یہ جذبے وہ کئی مرتبہ حماد کی انکھوں میں بھی سرسراتے دیکھ چکی تھی۔ وہ واقعی ایک سچا اور کھرا شخص تھا۔ اور اس قابل تھا کہ اس سے محبت کی جا سکتی۔ فریحہ کو محسوس ہوا کہ اسے کسی ایسے شخص ہی کی تلاش تھی مگر مسکان بازی لے گئی تھی۔ اسے یاد آیا

پہلی مرتبہ جب دانیال نے اسے دیکھا تو کیسے گھبرا گیا تھا۔اس کے الفاظ آج بھی فریحہ کی یاداشت میں زندہ تھے ۔اس نے گڑبڑا کر کہا تھا......

"صاب!...... یہ تو بہت خوب صورت ہے؟...... یہ مجھے قبول کرلے گی؟"

"ہاں اس وقت اس کے دل میں مسکان کا قبضہ نہیں تھا۔اس وقت اگر میں اسے قبول کرلیتی تو یقیناً آج اس کی ملکہ ہوتی؟......مگر کیا یہ حماد سے اچھا ہے......میں ایسا کیوں سوچ رہی ہوں؟"

"چلیں؟" دانیال نے قریب آکر اسے خیالوں کی دنیا سے نکالا اور وہ سر ہلاتے ہوئے اس کے ہمراہ ہولی

☆......☆......☆

بس میں بیٹھے اس کا دماغ مختلف قسم کی سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔وہ اپنی بدصورتی سے اچھی طرح واقف تھا۔اس لیے فریحہ کا رویہ اس کے لیے بہت تعجب انگیز اور حیران کن تھا۔پہلی ملاقات کے برعکس وہ بہت بدلی بدلی لگ رہی تھی۔ایک ایسی لڑکی جس پر بغیر کسی اندیشے کے اعتماد کیا جا سکے، جسے اپنا سمجھا جا سکے، جو بہت مخلص ہو، جس سے ہر بات منوائی جا سکے۔

جب وہ اپنی شکل وصورت اور غربت پر غور کرتا تو اسے یہ سب ایک سہانے خواب سے بڑھ کر نہ لگتا۔مسکان سے شادی سے پہلے وہ کسی عام شکل وصورت کی لڑکی سے بھی شادی کرنے کے لیے تیار تھا لیکن اب اس کے دل و دماغ میں ایسی تبدیلی آئی تھی کہ مسکان کے علاوہ کوئی سوجھتا ہی نہیں تھا۔ورنہ فریحہ جیسی لڑکی کی آفر کو ٹھکرانا کفران نعمت ہی تو تھا۔

اس نے سوچا۔"اگر میں فریحہ سے شادی کرلوں تو شاید اس کی سحر انگیز قربت مسکان کی یادوں سے پیچھا چھڑانے میں مددگار ثابت ہو؟" اس سوچ کے ساتھ اس کی بائیں جانب کی پسلیوں کے نیچے ایک ٹیس سی اٹھی۔ اسے اپنی مشی کی ہلکی سی سرگوشی سنائی دی۔

"دانی!......میں ابھی تک یہیں موجود ہوں۔اور یاد رکھنا یہیں رہوں گی؟ پگلے یہ تو آزمائش ہے، چاہنے والوں کو آزمایا نہیں جاتا کیا؟......کیا تم اپنی مشی کو مایوس کرو گے؟......یاد کرو جب کوئی بھی لڑکی تمھیں منہ لگانے کے لیے تیار نہیں تھی اس وقت میں نے اپنا سب کچھ تمھیں سونپ دیا تھا۔آج تم ایک خوب صورت لڑکی کو اپنی

مشی کی جگہ دے دو گے۔ بھول گئے کیا کہا تھا، کہ تمھیں مشی کے بدلے کوئی حور بھی نہیں چاہیے؟...... وقت آنے پر ایک ہی لڑکی کو نہیں ٹھکرا سکے؟“

”نہیں مشی یہ جھوٹ ہے، مجھے کسی کی ضرورت نہیں...... کسی کی بھی...... کسی کی بھی؟“ اس کی واضح بڑبڑاہٹ سن کر اس کے ساتھ بیٹھے ادھیڑ عمر کے آدمی نے پوچھا۔

”بیٹا!...... مجھے کچھ کہا ہے؟“

”نن...... نہیں چچا۔“ وہ گڑبڑا گیا۔ اور وہ آدمی اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے چپ ہو گیا۔

اپنے سٹاپ پر اتر کر وہ گھر کی جانب بڑھ گیا۔ اسے اچھی خاصی تھکن محسوس ہو رہی تھی۔ دو ماہ کا آرام اسے راس نہیں آیا تھا۔ سٹاپ سے اس کے گھر تک کا فاصلہ بھی دو تین فرلانگ سے زیادہ بن جاتا تھا۔

وہ جیسے ہی اپنی گلی میں مڑا، تین آدمی اسے اپنے گھر کے سامنے کھڑے دکھائی دیے۔ وہ یوں دروازے کے سامنے کھڑے تھے جیسے کسی کا انتظار کر رہے ہوں۔ اسے قریب آتا دیکھ کر وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ ان سے وہاں کھڑا ہونے کی بابت استفسار کرتا، ان میں سے ایک آدمی نے پوچھا۔

”تمھارا نام دانیال ہے؟“

”جی جناب۔“ دانیال نے مصافحے کے لیے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

وہ اس کے مصافحے کے لیے بڑھائے گئے ہاتھ کو نظر انداز کرتا ہوا نخوت سے بولا۔

”تو مسٹر حبشی!...... سنا ہے کہ تم، عشق معشوقی کے چکروں میں پڑے ہو؟“

اس کے بدتمیزانہ انداز پر ایک لمحے کے لیے دانیال کا دماغ گھوما، مگر پھر اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے تحمل سے جواب دیا۔

”شاید!...... تمھیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے؟“

”یہ طلاق نامہ سائن کر کے تم ہماری غلط فہمی دور کر سکتے ہو؟“ اس نے جیب سے ایک فارم نکال کر دانیال کی جانب بڑھایا۔

”طلاق نامہ؟“ اس کی حیرانی دو چند ہو گئی تھی۔

”ہاں طلاق نامہ۔تم مسکان بی بی کو بہ قائم ہوش و حواس طلاق دے رہے ہو۔ورنہ دوسری صورت میں تمھارے ہوش وحواس جگہ پرنہیں رہیں گے؟“

ایک لمحے میں اس پر ساری حقیقت واضح ہوگئی۔مسکان طلاق لینے کے لیےاوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئی تھی ۔اور ضرور اس بات کی سن گن فریحہ کو بھی مل گئی تھی ،اسی وجہ سے وہ مخلص لڑکی اسے پہلے سے خبردار کرنے آئی تھی ۔مگر شاید اسے دیر ہوگئی تھی۔

”میرا خیال ہے اپنی زندگی کے بارے فیصلہ کرنے کا حق مجھے حاصل ہے اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اپنی بیوی کو طلاق دینی چاہیے یا نہیں۔“

”اور میرا یہ ایمان ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے؟“اس نے دانیال کا گریبان تھاما۔اور اس کے ساتھ موجود دونوں آدمی ایک دم دانیال سے لپٹ گئے۔وہ سخت جان ہونے کے باوجود اکیلا تھا ایک مارتا اور تین اسے کھانی پڑتیں۔

شور کی آواز سن کر عائشہ باہر نکلی۔

”نامرادو!......کیوں میرے معصوم بیٹے کو مار رہے ہو؟“وہ دانیال سے لپٹے ہوئے غنڈوں میں سے ایک کا بازو پکڑ کر چلائی۔مگر اس کے ہاتھ جھٹکنے پر لہراتے ہوئے دور جا گری تھی۔ماں کو گرتے دیکھ کر دانیال ہوش حواس کھو بیٹھا تھا۔اس نے ایک زوردار ٹکر سامنے والے کی ناک پر رسید کی اور وہ ”ہائے“ کے ساتھ نیچے بیٹھ گیا اس کی ناک سے خون کا فوارا چھوٹ پڑا تھا۔باقی دونوں نے گتھم گتھا ہو کر اسے نیچے گرایا اور اسے ٹھڈے مارنے لگے۔

اسی وقت پولیس کی جیپ وہاں آ کر رکی۔انسپکٹر نے نیچے اتر کر دبنگ لہجے میں پوچھا۔

”کیا ہو رہا ہے یہاں؟“

وہ دانیال کو چھوڑ کر جلدی سے پیچھے ہوئے اور ان کا سرغنہ جلدی سے بولا۔

”تھانیدار صاحب!......یہ غنڈہ ہمیں زدوکوب کر رہا تھا۔“

”کیوں بے!......تو بڑا بدمعاش آیا ہے اس محلے میں،کہ کمزوروں پر ہاتھ اٹھاتا ہے؟“انسپکٹر کا مخاطب دانیال تھا۔

''جناب!......میں تو انھیں جانتا ہی نہیں۔ابھی کام سے لوٹا ہوں،یہ پہلے سے میرے گھر کے سامنے کھڑے تھے۔اور میرے یہاں آتے ہی جھگڑنے لگے۔'' دانیال نے اصل صورت حال تفصیل سے بتلائی۔

''جھوٹ کہتا ہے سر؟......دیکھیں اس نے میرے ساتھی کی ناک توڑ دی اور اب مظلوم بن رہا ہے۔'' سرغنہ نے ایک مرتبہ پھر واویلا کیا۔

''چلو اس بات کا فیصلہ تھانے میں ہوگا، انسپکٹر نے سپاہیوں کو اشارہ کیا، کہ وہ دانیال کو گرفتار کرلیں۔

''تھانیدار صاحب!......میں بے گناہ ہوں۔'' دانیال تھانے کا نام سن کر گھبرا گیا تھا۔''مار کٹائی تو انھوں نے شروع کی تھی، میں نے تو فقط اپنے دفاع میں ہاتھ اٹھایا ہے؟''

اسی وقت عائشہ نے آگے بڑھ کر انسپکٹر سے کہا۔''تھانیدار بیٹا!......میرا پتر بے گناہ ہے۔یہ تینوں مسٹنڈے اسے مار رہے تھے۔آپ انھیں گرفتار کریں۔''

''تم فکر نہ کرو مائی!......اگر یہ بے گناہ ہوا تو اسے چھوڑ دیا جائے گا؟'' یہ کہہ کر وہ جیب میں بیٹھ گیا۔دانیال کو سپاہی پہلے سے جیپ میں بٹھا چکے تھے۔

جبکہ تینوں غنڈے اپنی مرضی سے جیپ میں گھس کر بیٹھ گئے تھے۔جیپ کے جانے تک عائشہ انسپکٹر کی منتیں کرتی رہی۔مگر اس کا دل نہ پسیجا۔دانیال پولیس کی مستعدی پر حیران تھا۔پولیس تو جرم ہونے کے دوسرے دن بھی جائے وقوعہ پر نہیں پہنچ پاتی تھی آج جانے چند لمحوں میں کیسے پہنچ گئی تھی۔اور پھر غنڈوں کے بجائے پولیس نے اسے کیوں گرفتار کرلیا تھا۔

☆......☆......☆

عائشہ کو لگ رہا تھا کہ جیسے ساری دنیا اندھیر ہوگئی ہو۔دانیال اس کا اکلوتا بیٹا، اس کی آنکھوں کا تارا اور جینے کا سہارا تھا۔پولیس اسٹیشن کا نام ہی غریب کو لرزا دیتا ہے۔اس کے تو سامنے اس کے اکلوتے بیٹے کو پولیس پکڑ کر لے گئی تھی۔اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا دل بند ہی ہو جائے گا۔

پانی کے دو تین گلاس پی کر اس نے خود کو سنبھالا دیا۔اور پھر اس مصیبت کو ٹالنے کے بارے ذہن کے گھوڑے دوڑانے لگی۔

محلے میں کوئی ایسا متمول شخص موجود نہیں تھا جو دانیال کو تھانے سے رہائی دلا سکتا۔ ایک دفعہ اس کے جی میں آیا کہ وہ تھانے جا کر بڑے صاحب کی منت سماجت کرے شاید وہ اس پر ترس کھا لے، مگر اس کے ساتھ اسے یہ خیال آیا، کہ اسے تو پتا ہی نہیں وہ دانیال کو کس تھانے میں لے کر گئے ہیں۔ وہ کس کس تھانے میں جا کر دہائی دیتی ۔کراچی کے تھانوں کی خاک چھانتے تو شاید اس کی عمر بیت جاتی۔

آخر کار اس کی سوچ مسکان کی ذات پر ٹھہر گئی۔ وہی اس کے بیٹے کو تھانے سے واپس لا سکتی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ ایک متمول گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ گو انھیں چھوڑتے وقت اس نے جس بے رخی سے عائشہ کو مخاطب کیا تھا وہ اسے اب تک نہیں بھولا تھا۔ لیکن یہ بھی حقیقت تھی، کہ وہ آج بھی اسے پہلے دن کی طرح عزیز اور پیاری تھی۔ اگر وہ ان کے ساتھ رابطہ نہیں رکھنا چاہتی تھی، تو یہ اس کی اپنی مرضی تھی، ماں بیٹے کے دل کے دروازے تو اس کے لیے کھلے تھے۔ مسکان دانیال کی محبت تھی تو اسے بھی سگی بیٹی کی طرح پیاری تھی۔ انھیں چھوڑ جانے کے بعد بھی وہ اس کی دعاؤں میں پہلے کی طرح موجود تھی۔

مسکان کا موبائل فون نمبر اس کے اپنے موبائل فون میں درج تھا۔ موبائل فون اٹھا کر وہ دھڑکتے دل سے مسکان کا نمبر ملانے لگی۔

☆......☆......☆

مسکان نے عصر کی نماز پڑھ کر جائے نماز ہی پر بیٹھی تھی کہ اس کے سیل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ بے دلی سے فون کی طرف بڑھ گئی۔ موبائل سکرین پر دانیال کی ماں کا نام چمکتا دیکھ کر اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔

”آنٹی!......آپ چھوڑیں یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے؟“ اس کے ذہن میں اپنی آواز گونجی۔

اس نے کال ریسیو نہ کرنا مناسب سمجھا مگر پھر اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے وہ کسی مشکل میں ہو۔

”جی......؟“ اٹینڈنگ بٹن پر پریس کرتے ہوئے اس کے منہ سے بے وقت تمام نکلا۔ وہ امی جان کہتے کہتے رک گئی تھی۔

”بیگم صاحبہ!......میرے بیٹے کو پولیس پکڑ کر لے گئی ہے۔ خدارا اسے بچا لیں۔ وہ بالکل بے قصور ہے۔“

عائشہ کے منہ سے بیگم صاحبہ کا لفظ اس پر گھڑوں پانی ڈال گیا تھا، مگر اس وقت کمزوری دکھانا اسے مناسب نہ

لگا۔اس نے حتی الوسع نارمل انداز میں پوچھا۔"پولیس انھیں کس وقت اور کیوں پکڑ کرلے گئی ہے؟"

عائشہ گلوگیر لہجے میں بولی۔"ابھی تھوڑی دیر ہی پہلے پکڑ کر تھانے لے گئی ہے۔وہ بالکل بے قصور ہے۔تین غنڈے اسے مار رہے تھے۔پولیس نے آکر غنڈوں کے بجائے میرے بیٹے کو گرفتار کرلیا۔"

"جھگڑا کس بات پر ہوا۔اور پولیس کو کس نے بلایا تھا؟"

"پولیس کو کسی نے بھی نہیں بلایا،خود بہ خود یہاں پہنچ گئی تھی۔اور آتے ہی دانیال کو پکڑ لیا۔حالانکہ وہ تینوں غنڈے اسے مار رہے تھے۔انھیں پولیس نے کچھ بھی نہیں کہا۔"

"کچھ معلوم ہے کہ انھیں کس تھانے میں لے کے گئے ہیں؟"مسکان کے منہ سے لاشعوری طور پر دانیال کے لیے"اس"کے بجائے"ان"نکل رہا تھا۔

"نہیں بیگم صاحبہ!"

"اچھا ٹھیک ہے،میں معلوم کرلیتی ہوں۔آپ فکر نہ کریں،انھیں کچھ بھی نہیں ہوگا۔"

"اللہ آپ کو اجر دے بیگم صاحبہ!"عائشہ نے دل کی گہرائیوں سے دعا دی۔مسکان نے رابطہ منقطع کردیا۔عائشہ کی باتوں پر اس کی آنکھیں نم ہوگئیں تھیں۔اسے بیٹی کہنے والی آج بیگم صاحبہ کے لقب سے نواز رہی تھی اور اس میں سارا قصور اس کا اپنا تھا۔ان تلخ سوچوں کو دماغ سے نکال کر وہ حماد کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔اسے شک تھا کہ اس کارروائی میں حماد کا ہاتھ ہوسکتا تھا۔

"یس؟"پہلی بیل پر کال اٹینڈ کرلی گئی تھی۔

"کہاں ہو؟......اب تک گھر نہیں آئے؟"

"ذرا مصروف ہوں،ڈنر پر ملاقات ہوگی؟"

"اچھا!......ایک بات پوچھنا ہے آپ سے؟"

"جی؟"

"دانیال کو آپ کی ایما پر پولیس گرفتار کرکے لے گئی ہے؟"

"ہاں......ایسے لوگ ڈنڈے ہی کو پیر مانتے ہیں۔اب دیکھنا کیسے طلاق دیتا ہے؟"اچانک وہ چونکتے

ہوئے بولا۔ ”مگر تمھیں کس نے خبر دی؟“

”اس کی ماں نے کال کی تھی سخت پریشان تھی۔ حماد!...... یہ ٹھیک نہیں ہے۔“

”تو کیا کروں؟...... ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤں۔ وہ حبشی کسی طریقے سے نہیں مان رہا۔“

”کوئی اور طریقہ نہیں ہے کیا؟“

”ہے!...... عدم آباد کی ٹکٹ کٹوا دیتا ہوں سالے کی۔“ حماد زہر خند لہجے میں بولا۔

”اچھا کس وقت رہائی ملے گی اسے؟“ مسکان کو بے چینی محسوس ہو رہی تھی۔

”صبح تک چھوڑ دیں گے۔“

”کس تھانے میں بند ہے؟“

جواباً حماد نے اسے تھانے کے متعلق بتایا اور کال منقطع کر دی۔

وہ عائشہ کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔

”جی بیگم صاحبہ؟“ اس نے کال ریسیو کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

”میں نے بات کر لی ہے۔ انشاء اللہ صبح تک وہ واپس آ جائیں گے۔ آپ نے گھبرانا نہیں ہے۔“

”اللہ پاک تمھیں خوش رکھے، خوشیاں دے، نیک اولاد......؟“ ایک دم عائشہ خاموش ہو گئی۔ مسکان کو بھی عجیب سا محسوس ہوا تھا اور اس نے رابطہ منقطع کرنے میں عافیت سمجھی۔ دل میں چھپا چور اسے عائشہ کا سامنا نہیں کرنے دے رہا تھا۔

وہ بے چین ہو کر ٹہلنے لگی۔ اسے خود بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اسے ایک دم کون سی پریشانی لاحق ہو گئی ہے۔

”شاید دانیال کا بے گناہ تھانے میں قید ہونا میرے ضمیر کو جھنجوڑ رہا ہے؟“ اس نے خود کلامی کی۔ ”ہاں ضرور یہی بات ہے۔“

”کیا پولیس اسے ڈرا دھمکا کے طلاق لے لے گی؟...... مگر یوں تو اس نے طلاق نہیں دینا...... شاید زدو کوب کر کے زبردستی اس بات پر مجبور کریں؟“

”کیا زبردستی طلاق ہو جائے گی؟“ ایک نئی سوچ اس کے دماغ میں ابھری اور وہ یہ جاننے کے لیے مفتی

صاحب کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔

''اسلام علیکم!'' مفتی صاحب نے کال اٹینڈ کی۔

''مفتی صاحب!......ایک مسئلہ دریافت کرنا تھا؟''

''جی پوچھیں؟''

''اگر پولیس والے کسی آدمی کو مار پیٹ کر یا ڈرا دھمکا کر مجبور کریں کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو کیا اس طرح طلاق ہو جائے گی؟''

ہاں!......اگر اس آدمی نے طلاق دے دی تو، ہو جائے گی؟''

''چاہے وہ طلاق نہ دینا چاہتا ہو؟''

''ہاں!......چاہے وہ نہ چاہتا ہو۔ اگر کسی دباؤ میں آ کر یا جان کے خوف سے وہ اپنی بیوی کو طلاق دے گا تو۔ طلاق واقع ہو جائے گی۔''

''یہ تو ایک غریب کے ساتھ زیادتی ہے؟'' جانے کیوں مسکان دکھی ہو گئی تھی۔

''ہاں بیٹی!......زیادتی تو ہے۔ اور ایسا کرنے والوں پر اللہ پاک کا عذاب ضرور نازل ہوگا۔''

''مگر وہ غریب تو اپنی بیوی سے محروم ہو گیا نا؟'' مسکان کا دل رونے کو کرنے لگا تھا۔

''لوگ بے گناہ ہو کر بھی جان سے محروم ہو جاتے ہیں؟ آپ بیوی کی بات کر رہی ہیں۔ جیسے مقتول مرنا نہیں چاہتا مگر ظالم کا ظلم اسے مرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اسی پر مذکورہ مسئلے کو قیاس کر لو۔''

مسکان نے دعائیہ کلمات کہتے ہوئے موبائل فون بند کر دیا۔ رات کو دیکھے خواب کے مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے۔ دانیال کے کہے الفاظ اسے نہیں بھولے تھے۔

''وحشی!......آج تک میں یہی سمجھتا رہا، کہ تم اوپری دل سے طلاق مانگ رہی ہو۔ معاف کرنا مجھے پتا نہیں تھا تم سنجیدہ ہو؟......اب میں تمھیں مایوس نہیں کروں گا......زیادہ سے زیادہ مر ہی جاؤں گا نا؟''

صوفے پر ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ اسے طلاق مل جائے گی۔ دانیال کی غم زدہ صورت اس کے تصور میں لہرائی۔

”دانی!...... میں شرمندہ ہوں۔ میں نے تمھیں صرف دکھ دیے ہیں۔ مگر کیا کروں میں مجبور ہوں، میں بھی کسی کے وعدوں کے جال میں جکڑی ہوئی ہوں، میرا بھی کوئی محبوب ہے۔ میں جانتی ہوں تم مجھے بہت چاہتے ہو اور یقین کرو تمھاری یہ چاہت ہمیشہ میرے دل میں سنہری یادوں کی صورت زندہ رہے گی۔ بے شک تم مجھے برا سمجھنا، بے وفا کہنا مجھ سے نفرت کرنا یہ تمھارا حق ہے، لیکن خدارا مجھے بددعا نہ دینا۔ میں تمھارے ساتھ زیادتی کی مرتکب ہوئی ہوں، ازالے کے طور پر میں نے تمھیں دنیاوی آسائشیں دینے کی کوشش کی مگر وہ بھی تم نے میرے منہ پر طمانچے کی طرح مار کر میرے احساس گناہ کو بڑھا دیا ہے۔ دانی!...... تم بہت اچھے ہو، بہت زیادہ۔ میں مسکان ہوں، میں تمھاری منشی بننے کے قابل نہیں ہوں۔ مجھے معاف کر دینا۔“

آنکھوں سے بہتے نمکین پانی نے اس کے ہونٹوں سے لگ کر اپنی موجودی کا احساس دلایا۔ تپائی پر رکھا پرس کھولنے پر اسے دانیال کا دیا رومال نظر آیا۔ اس کی سماعتوں میں دانیال کے چاہت بھرے الفاظ گونجے۔

”پتا ہے نا یہ کن کن مواقع پر استعمال ہوتا ہے؟...... آنسو پونچھنے لیے۔ اور میں بھی آپ کو یہی باور کرانا چاہتا ہوں، کہ زندگی کے کسی بھی موقع پر اللہ نہ کرے اگر آپ کی آنکھ سے آنسو کا قطرہ نکلا تو میں اس رومال کی جگہ لے لوں گا۔“ اشکوں کی روانی میں اضافہ ہوا اور دانیال رومال کی شکل میں اپنا وعدہ نبھانے لگا۔

☆......☆......☆

حماد سے اس کی ملاقات کھانے کی میز پر ہو سکی تھی۔ وہ کافی مطمئن اور خوش دکھائی دے رہا تھا۔

”بیگم صاحبہ!...... آج بجھی بجھی نظر آ رہی ہو؟“ اس نے دیکھتے ہی مسکان کی پریشانی بھانپ لی تھی۔

”ہاں حماد!...... جانے انجانے میں ہم سے بہت بڑا گناہ ہو گیا ہے۔ اولاد کے حصول کی خواہش میں اندھے ہو کر ہم نے ایک غریب کی زندگی میں زہر گھول دیا ہے۔ اور آج وہ نا کردہ جرم کی سزا پانے تھانے میں بند ہے۔ اس کی ماں گھر میں تڑپ رہی ہے۔ کیا بگاڑا تھا ان غریبوں نے ہمارا؟“ مسکان آنکھیں نم ہو گئیں تھیں

”مسکان!...... پاگل مت بنو۔“ حماد نے اسے جھڑکا۔ ”اسے تھانے میں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ بس تھوڑا بہت ڈرا دھمکا کر طلاق نامے پر سائن لیے جائیں گے اور پھر اسے رہا کر دیں گے۔ باقی ان غریبوں کو ہم نے غربت کی زندگی سے نکالنا چاہا تھا اگر وہ خود ہی اپنے حال میں مست رہنا چاہیں تو اس میں ہمارا کیا قصور؟“

''حماد!......ہمیں شادی سے پہلے ساری صورت حال اس کے سامنے رکھ دینا چاہیے تھی۔''

''دیکھو مسکان!......دل پر مت لو، یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے۔اور ہمارے اس ردعمل کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ اگر وہ آسانی سے طلاق دے دیتا تو کیا ہم اسے تنگ کرتے؟ تم نے بھی اس کی کتنی منتیں کی تھیں۔ جب ایک عورت اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی تو اسے کیوں طلاق نہیں دے رہا تھا۔کیا عورت کو حق نہیں ہے اپنی مرضی کی زندگی گزارنے کا۔اور پھر تم نے اس پر نوازشوں کی بارش کر دی اس کے باوجود وہ اسی ہٹ دھرمی پر قائم رہا۔ حالانکہ کار، مکان، کاروبار یہ ایسی آسائشیں ہیں جن کے خواب تو نچلے طبقے کے لوگ دیکھتے ہیں تعبیر کبھی نہیں پا سکتے۔'' حماد کی چرب زبانی سے اس کی پراگندہ سوچوں کو تھوڑا سا آرام ملا تھا، مگر اس کے باوجود وہ ٹھیک طرح سے کھانا نہیں کھا سکی تھی۔

''اور ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو، اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ وہ حبشی تمہاری چاہت میں ڈوب کر ایسا کر رہا ہے تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔اس خبیث کو کہیں سے سن گن مل گئی ہے کہ تم ایک سیٹھ زادی ہو اور اب وہ چھوٹے فائدے کے بجائے بڑا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔''

مسکان کا جی چاہا کہ وہ حماد کی بات کو سختی سے جھٹلا دے، مگر پھر اسے حیا آڑے آ گئی۔ وہ حماد کو کیسے یقین دلا سکتی تھی کہ دانیال کی محبت میں کوئی کھوٹ نہیں تھا۔وہ بلاشبہ اپنی مشی کے لیے ہفت اقلیم کی دولت کو بھی ٹھکرا سکتا تھا ۔ورنہ دیکھا جاتا تو جتنا کچھ مسکان نے اسے دیا تھا اسے ٹھکرانا کسی غریب کے بس کی بات نہیں تھی۔اگر وہ زیادہ کا لالچ رکھتا تو اپنا مطالبہ ضرور پیش کرتا۔اس کے علاوہ یہ بات بھی کسی وضاحت کی محتاج نہیں تھی کہ مسکان کی دولت مندی کے بارے معلوم ہونے کے بعد وہ کیسے اس دولت پر قبضہ جمانے کا منصوبہ بنا سکتا تھا، جبکہ مسکان عدالت سے خلع لینے کا اختیار رکھتی تھی۔اگر وہ عدالت میں چلی جاتی تو اس صورت میں اس کے پاس کیا بچتا۔گو وہ خلع کے لیے کبھی بھی عدالت کا دروازہ نہ کھٹکھٹاتی، مگر اس بارے دانیال تو لاعلم تھا نا؟۔اسے یہ کہاں معلوم تھا کہ مسکان اس ضمن میں عدالت نہیں جا سکتی ہے؟ مگر مسکان یہ سب نہ کہہ سکی اور بات بناتے ہوئے بولی۔

''حماد!......میں نے کب کہا ہے کہ وہ مجھے چاہتا ہے۔یا یہ کہ مجھے اس کی چاہت کی ضرورت ہے۔ میں تو بس اس بات پر دکھی ہوں کہ میں نے اسے دھوکا دیا ہے۔کاش میں نے یہ نہ کیا ہوتا؟''

''میں نے بھی یہ بات نہیں کہی ہے میری جان۔'' حماد نے چاپلوسی سے اس کی تائید کی۔

''اچھا میرا سر درد کر رہا ہے اور میں سونے جا رہی ہوں۔'' وہ کھڑی ہوگئی۔

''کوئی ٹیبلٹ لے لینا تھی؟'' حماد کے لہجے میں ہمدردی تھی۔ مگر وہ پھیکی ہمدردی مسکان کو بہت بری لگی۔ اس کی بات کا جواب دیے بغیر وہ اپنی خواب گاہ میں گھس آئی۔

دانیال کو بھی اس نے ایک دفعہ کہا تھا کہ میرا سر درد کر رہا ہے۔ وہ دیوانہ اتنا پریشان ہوگیا تھا کہ مسکان کا دل اس غلط بیانی پر ندامت سے بھر گیا تھا۔ اس کی ہر ادا سے مسکان کے لیے یونہی خلوص اور چاہت جھلکتی تھی۔

''جانے کیوں اس کی ادائیں نہیں بھولتیں؟'' وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑائی۔ ''کیا اس کالے جادوگر کے سحر کا کوئی توڑ نہیں ہے۔ اس نے تو مجھے اپنے حماد سے بھی دلی طور پر دور کر دیا ہے۔''

بیڈ پر لیٹ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس کی طلاق لینے کی کوششوں پر دانیال کا ہر بار انکار کرنا اس کے دل کو تقویت دیتا تھا۔ عین الیقین کو حق الیقین بناتا تھا کہ اس کا مجنوں خالی دعووں والا نہیں جان دینے والا ہے۔ مگر اب اخیر ہوگئی تھی، وہ کبھی بھی پولیس کے تشدد کا سامنا نہ کر سکتا اور اسے اپنی پیاری مشی کو طلاق دینی پڑ جاتی۔

اس کے دماغ میں سوچ ابھری۔ ''جب میں خود طلاق لینا چاہتی ہوں تو پھر پریشانی کیسی؟''

''پریشان تو نہیں ہوں...... یہ تو...... یہ تو؟...... ضمیر کی سرزنش ہے کہ میں نے ایک سیدھے سادھے بندے کو دھوکا دیا۔ اس کے عشق میں تھوڑی مبتلا ہوں کہ مجھے پریشانی ہوگی؟'' اس نے خود کو دلاسا دیا۔ ''اور پھر ایک محبت سے اس کی محبت دور کرنے کی مجرم بھی تو ہوں؟''

''اچھا طلاق لینے کے بعد اس کی ماں کو اس بات پر راضی کروں گی کہ وہ میری معاشی مدد قبول کر لیں؟''

اس امید افزء سوچ نے اس کے دکھ کو کسی حد کم کر دیا تھا۔ وہ اپنے گناہ کے کفارہ کے بارے سوچ کے گھوڑے دوڑانے لگی۔ کافی دیر تک وہ جاگتی رہی۔ جب پھر بھی نیند کی دیوی مہربان نہ ہوئی تو اسے بلانے کے لیے نیند کی گولیوں کی رشوت دینا پڑ گئی۔

☆......☆......☆

مسکان کے وہاں سے جاتے ہی حماد نے بھی اپنے بیڈروم کا رخ کیا۔ دانیال کو پولیس کے ہاتھوں اسی نے گرفتار کرایا تھا۔ تینوں غنڈوں اور پولیس نے ایک طے شدہ منصوبے کے مطابق دانیال کو گھیرا اور ان کی ملی بھگت سے وہ اس وقت حوالات کے اندر بند تھا۔ تھانیدار نے ایک لاکھ کی رقم وصول کرتے ہوئے اسے صبح تک طلاق نامہ سائن ہوجانے کی خوش خبری سنانے کا وعدہ کیا تھا۔ غنڈوں کو تو اس نے یہ اختیار بھی دیا تھا کہ اگر وہ رقم لے کر مان جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ اور رقم کی مقدار اس نے لاکھوں میں بتائی تھی تا کہ کسی طرح وہ حبشی مان لے۔ یوں بھی مطلوبہ رقم وہ دانیال کو دیے گئے مکان، کار اور دکان کو بیچ کر حاصل کر لیتا۔ اور اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ مسکان کے سامنے وہ دانیال کا گھٹیا پن ظاہر کر دیتا۔ ورنہ اتنا بے وقوف وہ بھی نہیں تھا کہ مسکان کے دل میں اس کے لیے چھپی ہمدردی نہ پہچان پاتا۔

اور آج اس کے تھانے میں جانے کی خبر پر جس طرح اس نے پریشانی کا اظہار کیا تھا اس نے اس کے دل میں انجانے اندیشے بھر دیے تھے۔ ایسے اندیشے جن کی توجیہ سے وہ قاصر تھا۔ دانیال کا ٹنٹنا جتنی جلدی ختم ہوجاتا اتنا بہتر تھا۔ موبائل نکال کر اس نے فریحہ کا نمبر ملایا تا کہ اسے تازہ صورت حال سے آگاہ کر سکے۔

''جی جناب؟'' اس کے کانوں میں فریحہ کی شیریں آواز نے رس انڈیلا۔

''Congratulation (مبارک ہو) فری!......''

''کس چیز کی مبارک باد جی؟'' اس نے حیرانی سے پوچھا۔

''کل تک سیٹھ زادی بیوہ...... اوہ سوری مطلقہ ہو جائے گی۔''

''مگر کیسے؟'' فریحہ نے بے صبری سے پوچھا۔

وہ جوش وخروش سے اسے تفصیل بتانے لگا۔ ساری کہانی سن کر فریحہ نے کسی قسم کے تبصرے سے گریز کیا تھا

''تمھیں خوشی نہیں ہوئی؟''

''خوشی اس دن ہو گی جب تم کہو گے کہ آج سے تم فقط میرے ہو؟''

''اس میں شک ہی کیا ہے۔ میں تو ہمیشہ سے تمھارا ہوں۔''

''پھر مسکان کے پاس کیا کر رہے ہو؟...... میرے پاس آؤ نا، دیکھو کہ میری راتیں تم بن کتنی سونی اور ویران

ہیں؟''

''فری میری جان!......کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے؟'' وہ اسے سمجھانے لگا۔

''مجھے کچھ نہیں چاہیے......میں تھوکتی ہوں اس دولت پر۔ حماد یقین کرو دولت سے خوشی نہیں ملتی، اگر دولت خوشی دے سکتی تو وہ کالا کبھی دولت کو ٹھوکر نہ مارتا۔ اسے اپنی مسکان سے محبت ہے اور اس محبت کی خاطر اس نے تھانے جانا بھی قبول کر لیا ہے۔ اور یاد رکھنا پولیس تشدد کے ذریعے بھی اسے مجبور نہیں کر سکے گی؟ مجھے بھی تم سے ایسی ہی محبت درکار ہے۔ پہلے میں وقتی طور پر بہک گئی تھی۔ اب دو تین دنوں سے میں اسی کشمکش میں ہوں کہ مجھے کیا چاہیے؟......بہت سوچا، بہت دماغی ورزش کی، اپنے دل کو ٹٹولا اور اس نتیجے پر پہنچی۔ ایک چھوٹا سا گھر، چاہنے والا شوہر اور کھانے کو جو بھی روکھی سوکھی مل جائے۔''

''فری!......تم مجھے کھسکی ہوئی لگتی ہو؟......یہ سب کچھ ہم نے مل کر طے کیا تھا، اسی وجہ سے میں نے شادی کی، اسی وجہ سے تم سے دوری برداشت کی اور آج جب میری بوئی فصل پک کر کٹنے کے لیے تیار ہو گئی ہے تو تم مشورہ دے رہی ہو سب کچھ چھوڑ دوں؟''

''ہاں......ہاں......ہاں......میں کہہ رہی ہوں۔ مجھے کسی کے مقبرے پر محل کھڑا نہیں کرنا......میں بے وقوف تھی، نہیں جانتی تھی کہ محبت کیا ہوتی ہے؟......نہیں ضرورت مجھے کسی دولت کی۔ کوٹھی، بنگلہ، گاڑی، کاروبار یہ سیٹھوں ہی کو مبارک ہوں۔ اگر ہماری قسمت میں یہ دولت ہوئی تو مل جائے گی نہیں تو کیا ہم پاک پروردگار کی لکھی ہوئی تقدیر سے جنگ کر سکتے ہیں۔''

''یہ محبت کا بھوت تم پر اس کلوٹے سے ملاقات کے بعد سوار ہوا ہے۔ ہے نا؟''

''ہاں!......اس میں شک ہی کیا ہے۔ وہ چاہتا ہے مسکان کو۔ اس کی محبت اس کے حوالے کر دو۔ دل کی گہرائیوں سے دعائیں دے گا؟......جس لڑکی کی تمہارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں اس کے لیے وہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہے۔ وہ اس کے لیے دولت اور پر آسائش زندگی ہی نہیں، فریحہ جیسی لڑکی کو بھی ٹھکرا سکتا ہے۔ حادی!......یقین کرو اس کی محبت میں کوئی کھوٹ نہیں۔ ایک بار بھی تو نظر بھر کر اس نے میرے چہرے کو نہیں دیکھا۔ میں نے ایسی ادائیں دکھائیں کہ زاہد صد سالہ بھی مجھ پر فریفتہ ہو جاتا مگر اسے اثر ہی نہیں ہوا، جانتے ہو کیوں

؟...... کیونکہ وہ اپنی مشی کا دیوانہ ہے۔حادی!......اسے اپنی مشی لوٹا دو اور مجھے میرا حادی دے دو پلیز۔"

"شٹ اپ۔" حماد تپ کر بولا۔اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ فریحہ اتنی احمق نکلے گی۔

"حماد!......آج فیصلہ ہو جانا چاہیے۔تمھیں فری یا دولت سے ایک کا انتخاب کرنا ہو گا؟" فریحہ اس ڈرامے کے ڈراپ سین کے لیے تیار ہو گئی تھی۔مسکان کو قریب سے دیکھنے پر اسے محسوس ہوا تھا، کہ اس جیسی نیک خصلت لڑکی کو قتل کر کے وہ دونوں کبھی بھی چین کی زندگی بسر نہیں کر سکیں گے۔

"فری!......کیا ہو گیا ہے تمھیں۔پتا ہے آج کل عام انسان کی زندگی کتنی مشکل اور دشوار گزار ہے۔نہ تو ان کے بچے اچھی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں اور نہ وہ انھیں زندگی کی بنیادی ضروریات ہی فراہم کر سکتے ہیں۔یہ ترسے شب وروز اور پوری نہ ہونے والی خواہشیں، ایسی حسرت بن کر دل میں پیوست ہو جاتی ہیں، کہ جو جرم کی راہ کو کشادہ کر دیتی ہیں۔اگر کل ہم نے اپنی اولاد کو مجرم بنانا ہے تو اس سے بہتر نہیں کہ آج ہلکا پھلکا جرم کر کے ان کی زندگی آسان بنا دیں۔"

"واہ!......عجیب منطق ہے، بچوں کو جرم سے بچانے کے لیے خود مجرم بن جاؤ؟......اور بائی دا وے تم!......کن بچوں کی بات کر رہے ہو؟ ہم دو میاں بیوی ہوں گے، جب تم بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہی سے محروم ہو تو بچے کہاں سے آئیں گے؟" فریحہ آج اس کی چکنی چپڑی باتوں میں نہیں آ رہی تھی۔

"فری!......کیا اپنے حماد کا ساتھ چھوڑ دو گی؟" وہ جذباتی بلیک میلنگ پر اتر آیا تھا۔

"نہیں حماد!......یہ سوال تو میرا ہے؟......کیا تم اپنی فری کو چھوڑ دو گے؟ چند ٹکوں کی خاطر؟ مجھے جواب چاہیے؟ اگر تمھیں دولت، کوٹھی، کار اور ہائی سوسائٹی عزیز ہے تو فری تمھارے رستے سے ہٹ جائے گی۔اگر فری چاہیے تو پھر ان سب کو چھوڑنا ہو گا۔ہم دونوں الحمدللہ تعلیم یافتہ ہیں جاب کر لیں گے بلکہ یقین کرو مسکان ہمیں ضرور اچھی جاب ڈھونڈ کر دے دے گی۔وہ بہت اچھی لڑکی ہے......؟"

"تمھاری یہ بکواس بند ہو سکتی ہے؟" وہ قطع کلامی کرتے ہوئے دھاڑا۔

"حماد!......پلیز مجھے مایوس نہ کرو، میں نے تہیہ کر لیا ہے؟ تمھیں دولت یا فریحہ سے ایک کا انتخاب کرنا ہو گا؟ اور یہ فیصلہ ابھی اور اسی وقت کرنا ہو گا۔"

"تم اس وقت دماغی طور پر اپ سیٹ ہو۔ میں بعد میں بات کروں گا؟" حماد نے جان چھڑانا چاہی۔

"اگر تم نے کوئی جواب دیے بغیر رابطہ منقطع کر دیا تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ تمھیں دولت چاہیے۔ اور یاد رکھنا اس کے بعد فری تمھارے لیے مر جائے گی۔" فریحہ آج اسے آزمانے پہ تل گئی تھی۔

"فری پلیز!...... بڑی مشکل سے مجھے اپنے خوابوں کی تعبیر پوری ہوتی نظر آئی ہے۔ تم اس میں روڑے اٹکانے کی کوشش نہ کرو۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا میں تمھارا خواب نہیں ہوں؟"

"کیوں نہیں ہو؟...... مگر زندگی خالی محبت کے سہارے ہی تو نہیں گزاری جا سکتی نا؟"

"مطلب تم باز نہیں آنے والے؟" فریحہ کا لہجہ دکھ سے پر تھا۔

وہ جھلا کر چلایا۔ "تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کر رہی ہو؟"

"سمجھاؤ نا؟......" اس کا لہجہ بھی بلند ہو گیا تھا۔

"مجھے تم سے اس بے وقوفی کی توقع نہیں تھی۔ دیکھو فری!......" وہ اسے نرمی سے سمجھانے لگا۔ "یہ غریبوں کا خون چوسنے والے سیٹھ کسی ہمدردی کے مستحق نہیں۔ یہ وہ آدم خور درندے ہیں جو دن رات ہم غریبوں کا شکار کر کے اپنے بڑے پیٹ بھرنے میں جتے رہتے ہیں۔ ان کے کبھی نہ بھرنے والے شکم تمھیں تجوری اور بینک بیلنس کی صورت میں نظر آئیں گے۔ اگر ہم ان میں سے کسی خون آشام درندے کو ہلاک کر دیں تو وہ جرم کیسے ہو گیا؟...... میری نظر میں یہ نیکی ہے۔"

"مجھے فلسفہ نہیں، فیصلہ سناؤ؟...... فری چاہیے یا دولت؟"

"فری پلیز...... پلیز...... اپنی سوچ میں وسعت پیدا کرو؟"

"واہ!...... اسے کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ وسعت میں پیدا کروں ہاں؟...... غلط کام تم کر رہے ہو اور قصوروار میں ہوں کہ اس جرم پر آمادہ نہیں ہو رہی۔"

"غاصبوں سے چھیننا کوئی جرم نہیں ہے؟"

"کون غاصب؟...... اور مسکان یا اس کے خاندان نے تمھارا کیا غصب کیا ہے؟...... حماد!...... ان کے

لیے ظالم تم ہو۔کیا کچھ قربانی نہیں دی اس لڑکی نے تمھارے لیے؟ یہاں تک کہ ایک ایسے بندے کی بیوی بننے کے لیے بھی تیار ہوگئی جو تمھاری نظر میں کراہیت آمیز اور بدصورت ترین شخص تھا۔ صلے میں اسے کیا ملے گا ؟......دردناک موت،اس کا بچہ یتیم ہوگا اور دولت پر عیش کرے گا اس کا قاتل۔واہ جی واہ!......اس کے باوجود وہ غاصب اور ہم ہیں مظلوم، ان کے مظالم کا شکار۔یہی سمجھانا چاہتے ہیں مجھے آپ؟''

''سچ بتاؤ تمھارے کان کس نے بھرے ہیں؟''

وہ اطمینان سے بولی۔''میرے ضمیر نے۔''

''اچھا کل اس موضوع پر تفصیل سے بات کریں گے؟''اس نے وقتی طور پر جان چھڑانا چاہی۔

''گو محبت کرنے والے سودوزیاں کا نہیں سوچا کرتے اور اس کی مثال پیش کرنے کے لیے میرے ذہن میں پھر اسی احمق کا نام آتا ہے جسے تم حبشی کہتے ہو۔لیکن پھر بھی ڈھیٹ بن کر میں اگلا ایک گھنٹا تمھارے فیصلے کا انتظار کروں گی۔جواب نہ آنے کی صورت بھی میں یہی سمجھوں گی کہ تو نے اپنی فری پر دولت کو ترجیح دی ہے۔''

یہ کہتے ہی اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔

حماد سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔وہ فری کو بہت چاہتا تھا مگر دولت کو چھوڑنا بھی ممکن نہیں تھا۔اس نے دولت کے حصول کا بے داغ منصوبہ بنایا تھا جب اس کے پورا ہونے کا وقت قریب آیا اور ساری رکاوٹیں دور ہوئیں تو فریحہ کی صورت میں نئی رکاوٹ سامنے آگئی۔چاہت اپنی جگہ مگر اس کے لیے وہ اپنا مستقبل داؤ پر نہیں لگا سکتا تھا،اپنی تمناؤں کا خون نہیں کر سکتا تھا،اپنی حسرتوں کو برباد ہوتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔یوں بھی اسے امید تھی کہ فریحہ کی ناراضی مستقل بنیادوں پر قائم نہیں رہ سکتی تھی۔زیادہ سے زیادہ وہ چند ہی ماہ خفا رہتی،دولت کی ریل پیل اور پرآسائش زندگی کی چکا چوند اسے ضرور حماد کے پاس واپس لے آتی۔اس سوچ نے اس کے اندیشوں کو اطمینان میں بدل دیا تھا۔موبائل آف کر کے وہ آرام کرنے لیٹ گیا۔سب سے پہلے اسے اپنے خوابوں کو حقیقت میں ڈھالنا تھا اس کے بعد وہ اپنی محبت کو بھی راضی کر لیتا۔

☆......☆......☆

رابطہ منقطع کر کے فریحہ مضطرب انداز میں ٹہلنے لگی۔اسے امید تھی کہ حماد اسے دوبارہ منانے کی کوشش ضرور

کرے گا، مگراس نے بھی تہیہ کرلیا تھا کہ آج وہ اپنی چاہت کا امتحان لے کے رہے گی، چاہے اس کے لیے اسے محبت سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ کیوں نہ دھونے پڑتے۔اس نے دس بجے حماد کو ایک گھنٹے کا الٹی میٹم دیا تھا مگر ساڑھے گیارہ بجے تک بھی جب اس کی کال نہ آئی تو اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

''گویا حماد کو دولت عزیز ہے؟'' وہ خود کلامی کرتے ہوئے حماد کا نمبر ڈائل کرنے لگی تا کہ اس بات کی تصدیق اس کی منہ زبانی سن لے۔ مگر نمبر بند ہونے کا مژدہ سن کر اسے چکر آنے لگے حماد نے نمبر آف کر کے اس کے منہ پر تھپڑ رسید کیا تھا۔ یقیناً فیصلہ کن مرحلہ آ گیا تھا۔حماد کو اس کی ضرورت نہیں تھی۔اسے یاد آیا غلطی حماد کی نہیں اس کی اپنی تھی۔حماد نے تو پہلے دن ہی سے اس پر واضح کر دیا تھا کہ اس کی پہلی ترجیح کیا ہے۔اقرار محبت کے ساتھ ہی اس نے اپنا مستقبل بہتر بنانے کے منصوبے اس کے سامنے دہرانے شروع کر دیے تھے۔وہ خود ہی بے وقوف تھی کہ اس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنی رہی، یا پھر اسے بھی ہائی سوسائٹی عزیز تھی۔

بہ قول دانیال اسے حماد سے محبت نہیں تھی۔اپنا دل و دماغ کھنگالنے پر اسے یہ بات سچ نظر آئی۔وہ حماد کی صورت پر فریفتہ اور اس کی خوب صورتی پر نثار تھی۔اسی طرح حماد بھی اس کی شکل وصورت کا دیوانہ تھا اس کی شخصیت کا نہیں۔اگر خدانخواستہ اس کا چہرہ کسی وجہ سے بگڑ جاتا تو شاید وہ اسے گھاس ڈالنا بھی پسند نہ کرتا۔جبکہ دانیال کے بارے اسے سو فیصد یقین تھا کہ اگر مسکان کے چہرے پر کوئی تیزاب بھی پھینک دیتا تب بھی وہ اسے یونھی چاہتا۔

وہ ماضی کی کھوج میں اپنے منتشر خیالات کو مجتمع کرنے لگی۔

وہ خوب صورت تھی اور یہ بات اچھی طرح جانتی تھی۔بچپن ہی سے اسے خصوصی توجہ ملتی رہی تھی۔وہ جب بھی کسی محفل میں شریک ہوتی، محفل میں موجود تمام مردوں کی نظروں کا مرکز بن جاتی۔ہائی اسکول اور پھر کالج یونیورسٹی میں بھی لڑکے جس طرح اس کے آگے پیچھے گھومتے وہ سب اس سے مخفی نہ تھا۔وہ بھی گوشت پوست کی بنی ہوئی تھی۔ایسی باتوں سے خوش ہوتی لیکن اس کے ساتھ اسے ایک ایسے مرد کی ضرورت بھی محسوس ہوتی جو اس کے خوابوں کا شہزادہ بننے کے قابل ہوتا، اس کے سینے میں بھی دل نام کا ایک لوتھڑا دھڑکتا تھا۔کسی کو چاہنا اور اس کی تمناؤں کا مرکز بننا اس کی بھی دلی خواہش تھی۔اور پھر اسے حماد مل گیا......وہ حماد!......جس کو اس نے پہلی ہی

نظر میں دیکھ کر پسند کیا تھا۔ پھر اسے مسکان کے ساتھ مشغول دیکھ کر وہ اپنا سامنہ لے کر رہ گئی تھی۔ بعد میں ایک اتفاقی ملاقات کے بعد وہ اس سرعت سے قریب آئے تھے کہ خود ان کی بھی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ وہ اگر حسن کا شاہ کار تھی تو حماد بھی مجسمہ حسن کہلانے کا حق دار تھا۔ اور یہی صورتوں کی مماثلت انھیں قریب کرنے کا باعث بنی تھی۔ وہ حماد کی چکنی چپڑی باتوں کو محبت کی معراج سمجھتی رہی۔ مسکان کی دی گئی بخشش سے وہ اسے شاپنگ کرا دیتا اور اس کی محبت پر مہر تصدیق ثبت ہو جاتی۔ مگر دانیال سے ملنے اور اس کے خیالات جاننے کے بعد اسے پتا چلا کہ محبت کیا ہوتی ہے۔ اس نے جانا کہ محبت تو ہر فائدے نقصان سے ماورا ایک ایسا جذبہ ہے جس میں محبّ کی ساری تمناؤں کا محور محبوب کی ذات ہوتی ہے۔ اس کے لیے دنیاوی عیش و آرام کو ٹھکرانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ محبوب کی صورت کے علاوہ کوئی صورت اس کی آنکھوں میں نہیں جچتی۔ اور یہ سب کرنے کے بعد بھی وہ کسی صلے کا طلب گار نہیں ہوتا۔

جبکہ حماد کی چاہت بھی فقط اس کی خوب صورت شکل و صورت تک محدود تھی۔ اس قسم کے چاہنے والے اسے ہزاروں لاکھوں مل جاتے۔ مگر ان کی محبت تب تک ہوتی جب تک وہ اسے حاصل نہ کر لیتے، اسے تو کوئی دانیال جیسا چاہیے تھا۔ کیسی شکل ہی کا کیوں نہ ہوتا، بس اس سے محبت کرتا، ایسی محبت جیسے دانیال، مسکان سے کرتا تھا۔ اسے مسکان کے نصیب پر رشک آیا۔ دولت، شکل و صورت اور پھر دانیال کی طرح کا بے لوث چاہنے والا۔ اسے رب نے ہر طرح سے نوازا تھا۔ مگر حماد کو اختیار کر کے وہ ایک بہت بڑی غلطی کرنے والی تھی۔

فریحہ کو ایک دم اس سادہ لڑکی پر پیار آیا۔ وہی مسکان جسے وہ کبھی مرکز نفرت و حقارت سمجھتی تھی، اب اسے بہت اچھی لگنے لگی تھی۔ وہ دانیال کا اور اس کا ملاپ کرا کر بہت بڑی نیکی کما سکتی تھی۔ یوں بھی اس نے دانیال سے یہ وعدہ بھی کیا تھا۔ اور اس طرح شاید حماد بھی اس کی طرف لوٹ آتا۔

"جب مسکان اسے دھتکارے گی؟...... تو کیا مجھے دوبارہ حماد کو قبول کر لینا چاہیے؟"

"نہیں...... کبھی نہیں؟ جو شخص آج میری چاہت پر دولت کو ترجیح دے رہا ہے وہ کل کو میرا ساتھ کیا نبھائے گا؟ اس سے بہتر ہے والدین کی مرضی کے مطابق شادی کر لوں۔ کم از کم ضمیر تو مطمئن رہے گا؟"

پھر اسے خیال آیا۔ "اس طرح تو کسی کے ساتھ بھی شادی ہو گی تو وہ مجھے ایسی محبت نہیں دے سکے گا جس کی

میں خواہش مند ہوں؟......حماد کم از کم خوب صورت تو ہے، پھر مسکان کے بعد وہ شرمندہ ہو کر میری طرف لوٹے گا، معافی بھی مانگے گا۔‘‘ سب سے بڑھ کر اس کے اپنے دل میں حماد کے لیے پسندیدگی کے جذبات پنہاں تھے جنھیں وہ آج تک محبت ہی سمجھتی رہی تھی۔

کوئی واضح فیصلہ اس سے نہیں ہو پا رہا تھا۔ نہ وہ سمجھ پا رہی تھی کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ دانیال سے کیا ہوا وعدہ نبھانا چاہتی ہے، حماد کو صرف اپنا دیکھنا چاہتی ہے، مسکان کا بھلا چاہتی ہے کہ وہ حماد سے جان چھڑا لے اور اپنی زندگی بچا لے یا کوئی دوسرا خوف اس کے دل میں پنہاں ہے۔

کافی دیر کی ذہنی ورزش کے بعد آخر وہ اس بات پر تیار ہو گئی کہ مسکان سے بات کر کے اسے سمجھانے کی کوشش کرے، کیا پتا وہ اس کی بات مان لے۔ مسکان کا نمبر اس کے پاس موجود تھا۔ وہ اس کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔ بیل جانے کے باوجود وہ کال اٹینڈ نہیں کر رہی تھی۔

’’کہیں حماد کی آغوش میں نہ لیٹی ہو؟‘‘ غصہ بھڑکانے والی سوچ اس کے دماغ میں ابھری مگر اس کے ساتھ اسے حماد کی بات یاد آئی کہ......

’’وہ ایک مذہبی لڑکی ہے اور بغیر نکاح کے اسے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتی۔‘‘

دو تین کوششوں کے بعد بھی مسکان نے کال اٹینڈ نہ کی۔ اور اسے یہ کام صبح پر ٹالنا پڑا۔

اسے یقین تھا کہ وہ مسکان کو قائل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ بہت قریب سے اس کا جائزہ لینے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ وہ اچھے کی اخلاق کی مالک باکردار لڑکی ہے۔ اور مسکان ہی کو قائل کر کے وہ دانیال کو حوالات کی اذیت سے چھٹکارا دلا سکتی تھی۔

☆......☆......☆

جیپ تھانے کے سامنے جا کر رک گئی۔ سپاہیوں نے بدتمیزی سے دانیال کو گریبان سے پکڑ کر نیچے اتارا اور کھینچتے ہوئے اندر لے گئے، جبکہ تینوں غنڈے بڑے اطمینان سے اتر کر اندر کی جانب چل دیئے تھے۔

اندر جا کر تینوں نے بغیر کسی دعوت کے کرسیاں سنبھال لی تھیں۔ انسپکٹر نے اپنی نشست سنبھالی اور شاہانہ انداز میں غنڈوں کے سرغنہ سے مستفسر ہوا۔

”ہاں جی!......اب بتاؤ کیا معاملہ ہے؟“

سرغنہ نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور پھر تفصیلاً دانیال کے جرم پر روشنی ڈالنے لگا۔

”سر!......میری ایک قریبی عزیزہ کا مسئلہ ہے۔اس کی اپنے شوہر سے کسی گھریلو مسئلہ پر ان بن ہوئی اور غصے میں آکر شوہر نے اسے طلاق دے دی۔غصہ اترا، دونوں پشیمان ہوئے اور اس مسئلے کا ایک ہی حل، شرعی حلالہ انھیں سوجھا۔اس ضمن میں وہ غریب اس بدبخت کے چنگل میں پھنس گئے۔یہ ایک اوباش اور بدکردار شخص ہے۔لڑکی نے اپنے شوہر کو پانے کے لیے عارضی طور پر اس خبیث سے شادی کی اور جب طلاق کا مطالبہ کیا تو اس نے انکار کر دیا۔اب دو ماہ ہو گئے ہیں وہ لڑکی اس سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے اور یہ اسے عشق و محبت کی کہانیاں سنا رہا ہے۔شریف بچی ہے، اگر اس بات کا ڈھنڈورا پیٹے تو بدنام ہو جائے گی۔تنگ آکر اس نے مجھے درخواست کی کہ اس سے بات چیت کروں، اسی مقصد کے لیے میں اس کے گھر گیا تھا۔اس نے بات تو کیا سننا تھی ذلیل کر کے گھر سے نکال دیا۔میرے ساتھی کی ناک بھی ٹکر مار کے توڑ دی۔یہ تو شکر ہے کہ آپ آگئے ورنہ شاید یہ ہمیں جان سے مار دیتا؟“

”ہاں بھئی!......اس کے جواب میں تمھارا کیا موقف ہے؟“انسپکٹر نے تیکھے لہجے میں دانیال سے پوچھا۔

دانیال نے کہا۔”تھانیدار صاحب!......میں بالکل بے قصور ہوں، یہ شخص سراسر جھوٹ کہہ رہا ہے۔میں ابھی کام سے لوٹا ہوں یہ میرے گھر کے سامنے پہلے سے موجود تھے۔مجھے دیکھتے ہی انھوں نے میرا نام پوچھا اور پھر بڑی بدتمیزی سے کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں، میرے انکار پر یہ مجھے مارنے لگے۔میری ماں نے مجھے چھڑانا چاہا تو اس پر بھی انھوں نے ہاتھ اٹھایا، میں آخر انسان ہی ہوں، مجھے بھی غصہ آگیا اور جوابی کارروائی کرنا پڑی۔“

انسپکٹر نے کہا۔”چلو!جو ہوا سو ہوا، اب تم طلاق نامے پر دستخط کر دو تاکہ مجھے یقین آجائے کہ تم بے گناہ ہو؟“

انسپکٹر کی بات سن کر سرغنہ نے جیب سے طلاق نامہ نکال کر ٹیبل پر رکھ دیا۔

”تھانیدار صاحب!......یہ میرا گھریلو معاملہ ہے؟“دانیال میں جانے کہاں سے اتنی جرأت آگئی تھی۔

''معاملے کے بچے۔'' ساتھ کھڑے سپاہی نے اس کے منہ پر تھپڑ جڑتے ہوئے کہا۔'' سائن کرتے ہو کہ آپریشن تھیٹر کی سیر کراؤں؟''

اس مرتبہ کچھ کہے بغیر دانیال نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے تھے۔

''میرا خیال ہے تمھیں عزت راس نہیں آئی؟'' انسپکٹر نے زہر خند لہجے میں پوچھا۔

اسی وقت سرغنہ نے لقمہ دیا۔''تھانے دار صاحب!...... اگر طلاق دینے کے لیے کوئی رقم وغیرہ درکار ہے تو مطالبہ کرے، جتنی رقم چاہیے ہوگی ہم ادا کرنے کے لیے تیار ہیں؟''

''میرا خیال ہے اب تو تمھیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے؟'' انسپکٹر نے خوشی سے دانت نکالے۔''بتا کتنی رقم چاہیے؟...... دس ہزار، بیس ہزار تیس ہزار؟''

''تھانیدار صاحب!...... یہ لاکھوں کا مطالبہ کرے اسے اگلے ایک گھنٹے کے اندر ادا کر دیے جائیں گے؟''

''لل...... لاکھوں؟'' انسپکٹر کی زبان لڑکھڑا گئی تھی۔

''ہاں سر!...... لاکھوں ...... جتنے ہزار کی آپ نے بات کی ہے اتنے لاکھ پر سودا کر لے؟'' سرغنہ بڑے سٹائل سے بولا۔

''میرا خیال ہے کیس حل ہو گیا؟...... چل جوان!...... سائن کر یار!...... تو تو بیٹھے بٹھائے لکھ پتی بن گیا ہے؟ ہمیں بھی کچھ بخشش دے دینا؟ ایسے مواقع بار بار نہیں ملا کرتے'' انسپکٹر کے لہجے میں عجیب سی حسرت تھی۔

''مجھے پیسے کی کوئی ضرورت نہیں، اور نہ میں اپنی بیوی کو طلاق ہی دوں گا؟'' دانیال پر عزم تھا۔

'اسے دیکھو؟...... بے وقوف!...... رقم لے کر اپنی جان بچا لو، نہیں تو، تم نے منتیں کرنی ہیں کہ میں طلاق دیتا ہوں اور ہم نے نہیں ماننا، کہ بچو!...... ٹھہرو ابھی محبت کی کہانی کا اختتام کر لیں؟''

''تھانیدار صاحب!...... آپ زیادتی کر رہے ہیں؟ یہ عدالت کا کیس ہے۔ اس بات کا فیصلہ جج کرے گا''

''بلے بھئی بلے!......'' انسپکٹر مزاحیہ لہجے میں بولا۔''دلدار!...... سن رہے ہو جناب کی باتیں، قسم سے یہ تو پورا وکیل ہے، اور اسے تو قانون کی ساری شقوں کا پتا ہے، یوں کرو، جناب کو لے جاؤ اور جتنی قانونی شقیں اسے معلوم ہیں اپنے پاس درج کر لو، کام آئیں گی۔ ایسے عاشق روزانہ تو ہاتھ نہیں آتے؟''

''جی سر!......'' دلدار نامی سپاہی زہریلے لہجے میں بولا۔اور دانیال کو دروازے کی طرف دھکا دیتے ہوئے بولا۔''چل بے!......تیری تو لاٹری نکل آئی ہے۔''

دانیال خاموشی سے اس کی بتائی سمت چل پڑا تھا۔دوسرے دو سپاہی بھی ان کے ہمراہ چل دیے۔بے گناہ ،غریبوں کو اذیتیں دے کر ان کی چیخیں اور کراہیں سننا ان کا دل پسند مشغلہ تھا۔مظلوموں پر ظلم و ستم ڈھاتے ان کے ضمیر مردہ ہو چکے تھے۔

وہ اسے دھکے دیتے ایک اندرونی کمرے میں لے گئے تھے۔سہ پہر کو بھی وہاں ملگجا اندھیرا چھایا تھا۔کمرے کے وسط میں ایک لکڑی کا تختہ پڑا تھا جس کے ساتھ کنڈے لگے تھے۔ان کنڈوں کے ساتھ چمڑے کے مضبوط تسمے بھی بندھے ہوئے تھے۔

''چل بے مجنوں!......کپڑے اتار؟'' دلدار قہر آلود لہجے میں بولا۔

وہ گڑبڑا کر بولا۔''کک......کپڑے مگر کیوں؟''

اس کیوں کا جواب اسے تھپڑوں اور لاتوں کی صورت میں ملا۔ان کی تندی دیکھ کر دانیال کے دل میں خوف کی لہر پیدا ہوئی،مگر پھر راحت جاں کا چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے آیا اور اس کا سارا ڈر اور خوف ہوا بن کر اڑ گیا

''دمشی!......میں ہر آزمائش میں پورا اتر کر دکھاؤں گا۔دیکھ لینا تمھارا دیوانہ اتنا بھی کمزور نہیں کہ دو ٹھڈے کھا کر تمھیں خود سے علاحدہ کر لے۔یہ افتخار چھیننے کی اجازت میں کسی کو نہیں دوں گا؟''

سپاہی اس کے بدن سے لباس نوچ رہے تھے اور وہ اپنی دمشی سے مکالمے میں مشغول تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ اسے لباس سے بے نیاز کر کے لکڑی کے تختے پر الٹا لٹا کر باندھ چکے تھے۔اگلا مرحلہ کافی مشکل اور دشوار گزار تھا۔چمڑے کا مضبوط چابک ایک تواتر سے اس کی پیٹھ اور کولہوں پر برسنے لگا۔دانیال نے چیخیں روکنے کے لیے اپنے دانت سختی سے بھینچ لیے تھے،مگر کب تک؟ وہ ایسا تشدد نہیں تھا جس کے سامنے کوئی انسان ٹھہر سکتا۔لتر پریڈ کے بعد اسے پانی کے ٹب میں غوطے دیے جانے لگے،پھر بجلی کا کرنٹ،مرچوں کی دھونی،الٹا لٹکا کر بازوؤں سے وزن باندھنا۔سر پر شاپر چڑھا کر سانس روکنا......ان کے پاس تو اذیت رسانی کے نت نئے طریقے تھے۔گویا اس فن میں وہ ڈگری ہولڈر تھے۔دورانِ تفتیش دانیال کئی بار بے ہوش ہوا۔چیخیں

مار مار کر اس کا حلق بند ہو گیا تھا مگر وہ بڑی دلچسپی اور دل جمی سے اپنے کام میں مشغول رہے۔ مگر یہ اذیت، تکلیف اور درد دانیال کے دل سے اس کی مشی کی یاد کو نہیں نکال سکا تھا۔ کافی دیر بعد جب وہ بازوؤں کے بل لٹکا تھا اور اس کے پاؤں سے وزن بندھا ہوا تھا۔ تھانیدار اندر داخل ہوا۔

''ہاں پتر!...... کیا خیال ہے؟...... طلاق دینا ہے کہ نہیں؟'' اس کا لہجہ تاؤ دلانے والا تھا۔ اسے یقین تھا کہ دانیال کے سارے کس بل نکل چکے ہوں گے اور اس کے استفسار پر وہ منتوں زاریوں پر اتر آئے گا۔ مگر اس کے برعکس دانیال کے ہونٹوں پر زخمی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

''تھانیدار صاحب!...... جب مرد فوت ہو جاتا ہے تو اس کی بیوہ کو طلاق کی ضرورت نہیں پڑتی۔''

''یہ پاگل تو نہیں ہو گیا؟'' انسپکٹر سپاہیوں سے مخاطب ہوا۔

ولدار نے جلدی سے جواب دیا۔ ''نہیں جناب مکر کر رہا؟'' اور پھر دانیال کو جھانپڑ رسید کرتا ہوا بولا۔

''ابے!...... صاحب کی بات کا جواب دو۔''

دانیال پھیکی مسکراہٹ سے بولا۔ ''دے تو دیا ہے؟''

''صاحب نے پوچھا ہے، طلاق دینا ہے کہ نہیں؟'' ولدار نے انسپکٹر کی بات دہرائی۔

''تو بتا دیا ہے نا جناب!...... مجھے قتل کر دو اسے خود بہ خود طلاق ہو جائے گی، کیوں کہ میرے لیے تو طلاق دینا ناممکن ہے۔''

''ولدار!...... تمھارے لیے شرم کا مقام ہے۔ ایک ملزم آپریشن روم میں کھڑا ہو کر انسپکٹر شہباز خان سے فلمی ہیروز کی طرح مکالمہ بازی کر رہا ہے؟''

''معافی چاہتا ہوں جناب......'' ولدار نے دانت پیستے۔ ''میں نے سوچا شاید ٹریلر سے یہ کہانی سمجھ جائے گا، مگر لگتا ہے اسے پوری فلم دکھانی پڑے گی؟''

''او کے!...... تمھاری سزا ہے کہ یہ جب تک مانتا نہیں تم آرام نہیں کر سکتے۔'' انسپکٹر حکم جاری کرتا ہوا باہر نکل گیا۔ جب کہ دانیال کی آزمائش کا نیا مرحلہ شروع ہو گیا۔

☆......☆......☆

مسکان کی آنکھ دن چڑھے ہی کھل سکی تھی اس نے پہلی بار نیند کی گولیاں لی تھیں اور صبح کی نماز بھی قضا کر بیٹھی تھی۔بیل دے کر اس نے ملازما کو بلایا اور اسے ناشتا لگانے کا کہہ کر باتھ روم میں گھس گئی ابھی تک اسے غنودگی محسوس ہو رہی تھی اور سر بھی بھاری بھاری ہو رہا تھا۔

نہانے سے اس کی کسل مندی دور ہو گئی۔کپڑے تبدیل کر کے اس نے ڈائننگ روم کا رخ کیا۔ملازما اس کے سامنے ناشتا چن کر باہر نکل گئی۔ایک بھرپور نیند لینے کے بعد اسے تھوڑی بہت بھوک محسوس ہو رہی تھی۔توس پر شہد لگا کر اس نے دانتوں سے کاٹا اور چائے کا سپ لینے لگی۔گھڑی گیارہ بجنے کا اعلان کر رہی تھی۔اسے یقین تھا کہ حماد فیکٹری جا چکا ہو گا۔اذیت ناک سوچوں سے چھٹکارے کے لیے وہ اپنے کاروبار کے بارے سوچنے لگی۔اس کی فیکٹری اور ٹرانسپورٹ سروس بہت اچھی طرح چل رہی تھی۔انکل مجیب ایک اچھے منتظم تھے۔انھی سوچوں کے دوران اسے خیال آیا کہ وہ کافی دنوں سے بھائیوں کو بھی ملنے نہیں جا سکی ہے۔اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ آج وہاں ضرور جائے گی۔چائے کا ایک کپ پی کر وہ دوسرا کپ بھرنے لگی۔

کپ اٹھا کر اس نے ہونٹوں سے لگایا ہی تھا، کہ حماد مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔اس نے ہاتھ میں ایک سادہ سی فائل پکڑی تھی۔مسکان کا دل کسی انجانے اندیشے سے دھڑکنے لگا۔وہ قریب آ کر خوشی سے چہکا۔

"Congratulation میری جان!...... یہ لو سائن شدہ Divorce Paper (طلاق نامہ)"

چائے کا کپ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر میز کی سخت سطح سے ٹکرایا۔نازک کپ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، گرم چائے کے چھینٹے اس کے ملائم ہاتھ اور کپڑوں پر گرے، مگر کپ کی طرح کرچی کرچی ہوتے احساسات نے اسے سن کر دیا تھا۔اس کا دھواں دھواں ہوتا چہرہ دیکھ کر حماد نے گھبرا کر پوچھا۔

"مسکان خیر تو ہے؟"

مگر وہ اس کی بات کا جواب دیے بغیر اٹھی اور لڑکھڑاتے ہوئے اپنی خواب گاہ کی طرف بڑھ گئی۔

"مسکان...... مسکان؟" حماد نے اسے آواز دی، اور پھر اسے رکتے نہ دیکھ کر وہ اسے روکنے کے لیے اس کی جانب بڑھا مگر اس نے اپنی خواب گاہ میں گھس کر دروازہ کنڈی کر دیا تھا۔

☆......☆......☆

حماد نے ایک دو بار دروازہ کھٹکھٹایا اور پھر اس کے دروازہ نہ کھولنے پر یہ کوشش ترک کر دی۔ یقیناً وہ اسے سنبھلنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔

مسکان گرنے کے انداز میں بیڈ پر لیٹ گئی تھی۔ اسے سمجھ نہ آئی کہ اس کی آنکھوں کے سوتے کیوں پھوٹ پڑے ہیں۔ جس بات کے لیے وہ اتنی بے چین تھی اس کے پورا ہونے پر غم کیسا، دکھ کا احساس کیوں، یہ رونا دھونا کوئی اور کہانی سنا رہا تھا۔

''میں رو کیوں رہی ہوں؟'' اس نے خود سے سوال کیا۔ ''یہی تو میں چاہتی تھی، آخر کب تک برداشت کرتا، پولیس کا غیر انسانی تشدد بڑوں بڑوں کے گھٹنے لگوا دیتا ہے وہ غریب تو ایک مزدور ہے۔''

''پتا نہیں مار سہتے ہوئے اس نے مجھے کتنی بد دعائیں دی ہوں گی؟...... دانی!...... مجھے معاف کر دینا یہ میری منشا نہیں تھی۔ میں تمہاری گرفتاری پر رضامند نہیں تھی۔ یقین کرو میرا...... میں ایک بے بس تو ازادی ہوں۔ جسے بس وفا نبھانا آتا ہے، کسی کے ساتھ کیے وعدے نبھانا میری مجبوری تھی۔ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حماد کی نفرت کیسے برداشت کرتی؟...... اللہ پاک کی قسم اگر تم مجھے حماد سے پہلے ملے ہوتے تو، تمہارے پاؤں دھو دھو کر پیتی ،مگر میں عورت ذات ہوں، تم سے پہلے کسی کے ساتھ مرنے جینے کے عہد و پیمان باندھ چکی ہوں، اسے زبان دے چکی ہوں، اپنا آپ اس کے حوالے کر چکی ہوں، تمہارے ساتھ شادی بھی اس کی خواہش کی تکمیل کے لیے تھی۔ گو اس شادی نے مجھے دو حصوں میں تقسیم کر دیا لیکن سالوں کی رفاقت اور چند ہفتوں کے عارضی ساتھ کا بھلا کیا مقابلہ۔ پھر یہ بھی دیکھو دانی!...... حماد بانجھ ہے اور اس کے عیب سے میں واقف ہوں، اگر میں اس کا ساتھ چھوڑ دیتی تو یقیناً وہ یہی سوچتا کہ میں نے اس کے بانجھ پن کی وجہ سے کنارہ کر لیا۔ اور دانی ...... پتا ہے نا؟ خاندانی عورت یوں نہیں کیا کرتی۔ وہ اپنے شوہر کو کسی دکھ، بیماری اور عیب کی وجہ سے چھوڑ نہیں دیا کرتی۔ مرتے دم تک ساتھ نبھایا کرتی ہے۔ میں بھی خاندانی عورت ہوں۔ میری سرشت میں وفا شامل ہے۔ دانی!...... تمہاری چاہت کی کوئی حد نہیں۔ تم نے مجھ پر جو پیار محبت، نچھاور کی وہ میرے لیے کسی انمول خزانے سے کم نہیں تھی۔ ہر لڑکی ایسی چاہت اور ایسے چاہنے والے کے خواب دیکھا کرتی ہے، مگر تعبیر خال ہی کسی کا مقدر بنتی ہے۔ میں نے بھی ایسے سپنے دیکھے تھے اور ان کی تعبیر تمہاری صورت میں میرے سامنے آئی، لیکن تم نے بہت دیر کر دی، جب

میں پرائی ہوئی تو تم آگئے۔اب کیا ہو سکتا تھا، بکی ہوئی چیز کا مالک تو دکاندار نہیں ہوا کرتا،اس پر تو خریدنے والے گاہک کا حق ہوتا ہے نا؟میں بھی تو کسی اور کی ملکیت ہوں......

اک بڑی بھول ہوگئی تم سے

اس کو مانگا کہ جو پرایا ہے

جو کسی اور تن کا سایا ہے

آنسوایک تسلسل سے اس کی آنکھوں سے رواں رہے۔

''دانی!......تم آکر دیکھو تو سہی تمہاری آنکھوں میں آنسو لانے والی خود کتنا رو رہی ہے۔اتنے آنسو کہ تمہارا رومال بھی نہ پونچھ سکے۔الوداع دانی!......الوداع۔''دانیال سے معافی مانگتے اور خود کو دلاسا دیتے جانے کتنی دیر گزر گئی پھر آہستہ آہستہ حواس اس کا ساتھ چھوڑنے لگے نیند کی مہربان دیوی نے اسے اپنی آغوش میں لیا اور وہ ہر غم سے بے نیاز ہوگئی۔

مگر کبھی کبھی غم اتنے شدید ہوتے ہیں کہ شعور کی منزل پھلانگ کر لاشعور کے تہہ خانے میں گھس جاتے ہیں ۔اسی طرح لاشعور میں چھپے گلے شکوے بھی نیند کی حالت میں ابھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

اسے زخموں سے چور دانیال دکھائی دیا جو لنگڑاتا ہوا اس کی جانب آرہا تھا۔

''مشی!......مجھے معاف کردو، میں تمہارے معیار پر پورا نہ اتر سکا؟''

وہ غصے سے چلائی۔''دانی!......میں نے سوچا بھی نہیں تھا، کہ تم اتنے بودے نکلو گے؟......پولیس کے ذرا سے دھمکانے پر اپنی مشی کو خود سے جدا کردیا؟......نفرت ہے مجھے تم سے، تمہاری محبت سے، تمہارے بلندو بانگ دعووں سے۔جھوٹے!......اتنا دم نہیں تھا تو پہلے ہی شکست تسلیم کرلیتے۔میرے کہنے پر طلاق دے دیتے، نہ شکل اچھی ہے اور نہ کردار ہی کسی قابل اور اپنانے چلے ہو سیٹھ داؤد کی بیٹی کو ہونہہ!......تف ہے تمہاری جوانی پر تمہارے اس مضبوط بدن پر جو میری نظر میں ناقابل شکست تھا؟......کاش تم نے ایک دن برداشت کرلیا ہوتا۔جان سے تو نہیں مار سکتے تھے ناتمھیں، میں آج رہا کرالیتی۔مگر تو نے میرا نہیں، محبت کا ایمان کیا ہے، میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گی......کبھی نہیں؟''

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

”مشی !...... تمھاری قسم میں مجبور تھا۔ میں............“

”شٹ آپ !......“ وہ دھاڑی۔ ”مت کہو اپنی گندی زبان سے مجھے مشی۔“

”بیگم صاحبہ !...... میں معافی کا طلب گار ہوں۔ اور چاہتا ہوں تم صرف ایک دفعہ کہہ دو، بس ایک بار، کہ تم بھی مجھے چاہتی ہو؟ اس کے بعد میں اپنی منحوس صورت لے کر کہیں دور چلا جاؤں گا۔...... صرف ایک دفعہ بیگم صاحبہ!...... دیکھو میں نے ہر نعمت، ہر آسائش، ہر خوشی تمھارے لیے ٹھکرا دی، اب تو میں مجبور کر دیا گیا تھا، ورنہ ہار تو میں نے اب بھی نہیں مانی تھی۔ گو جانتا ہوں میں تمھارے قابل نہیں ہوں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں تم سے نسبت کا افتخار کھونا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن مجبور کر دیا گیا، بے بس کر کے مجھ سے میرا مان چھین لیا گیا۔ اب بس یہی حسرت ہے کہ تم ایک بار میری محبت کا اقرار کر لو تاکہ میں یہاں سے کہیں دور چلا جاؤں؟“

”ہاں !...... یہ سچ ہے۔ لیکن اب کیا فائدہ اس اقرار کا؟“ وہ رو دی۔

دانیال کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے اور اس نے جھپٹ کر اسے سینے سے لگا لیا۔ اس کے فراخ اور مضبوط سینے کا لمس مسکان کی روح تک کو سرشار کر گیا۔ اسے لگا جانے وہ کب سے اس چھاتی سے لپٹنے کو بے تاب پھر رہی تھی۔ وہ شاید صدیوں اس سے چمٹی رہتی اور پھر بھی سیراب نہ ہوتی مگر ایک دم اسے یاد آیا کہ وہ اب اس کے نکاح میں نہیں رہی تھی۔ اس نے کسمساتے ہوئے اس کی بانہوں کے گھیرے سے نکلنا چاہا۔

”دانی !...... پلیز مجھے چھوڑو، اب میں تمھاری نہیں رہی؟...... تم مجھے طلاق دے چکے ہو؟“

”ہا...... ہا...... ہا“ دانیال کے ہونٹوں سے بلند بانگ قہقہہ برآمد ہوا۔ ”مشی !...... میری جان وہ جھوٹ تھا میں نے تمھیں طلاق نہیں دی، یقین کرو میں مر سکتا ہوں تمھیں طلاق نہیں دے سکتا، یہ تو بس تم سے اقرارِ محبت کرانے کا ایک بہانہ تھا۔“

”چل فراڈیے کہیں کے؟“ وہ اس کی فراخ چھاتی پر مکے برسانے لگی اور بے تحاشا ہنسنے لگا...... اچانک اس کا ہنستا چہرہ معدوم ہونے لگا اور اس کی ہنسی جیسے کراہوں میں بدلی اور بتدریج اس کی آواز موبائل فون کی ٹون میں بدل گئی۔ اس نے آنکھیں کھولیں، خواب کے منظر کی جگہ اسے اپنی خواب گاہ کی منقش دیواریں دکھائی دیں۔ جب تک وہ خواب کی کیفیت سے باہر آتی موبائل فون کی ٹون بند ہو چکی تھی۔

اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا کسی انجان نمبر سے بیس سے زیادہ کالیں آئی ہوئی تھیں۔کال ہسٹری چیک کرنے پر اسے پتا چلا کہ رات کو بھی اس نمبر سے اسے مس کالیں موصول ہو چکی تھیں۔اس کا دل عجیب قسم کے اندیشوں سے بھر گیا۔یقیناً یہ کالیں رات اس کے نیند کی گولیاں کھانے کے بعد آئی تھیں۔صبح وہ لیٹ جاگی تھی اور موبائل فون چیک نہیں کر سکتی اور پھر اس کے دوبارہ سونے کے بعد کالیں آئی تھیں۔وہ دھڑکتے دل کے ساتھ کال بیک کرنے لگی۔

☆......☆......☆

فریحہ نے موبائل بیڈ پر پٹخا اور سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔مسکان اس کی کال اٹینڈ نہیں کر رہی تھی۔رات کو اگر وہ سوئی تھی پورا دن تو سوئی نہیں رہ سکتی تھی۔صبح ناشتے سے فارغ ہو کر، یونیورسٹی جاتے ہوئے اور پھر وہاں سے واپسی کے وقت وہ مسلسل اسے رنگ کرتی رہی تھی۔

"یقیناً وہ انجان نمبر کو نظر انداز کر رہی ہے؟" ایک ممکنہ سوچ اس کے دماغ میں ابھری۔

"مطلب اب مجھے رسک لیتے ہوئے اس کا پاس جانا پڑے گا؟" وہ سوچنے لگی، کہ کس طرح حماد کی غیر موجودی میں اس کے پاس جا سکے گی۔اس سے پہلے کہ سوالیہ سوچیں کسی نتیجے پر پہنچتیں اس کا موبائل فون بجنے لگا۔سکرین پر مسکان کا نام چمکتا دیکھ کر اس نے جھٹ کال ریسیو کی۔

"اسلام علیکم!"

"وعلیکم السلام!"

مسکان کے لہجے سے اسے اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ وہ اسے پہچان نہیں سکی تھی۔

"باجی!......میں فریحہ بول رہی ہوں۔"

"اوہ فریحہ!......" مسکان کے منہ سے اطمینان بھری سانس خارج ہوئی۔"کیسی ہو؟"

"ٹھیک ٹھاک باجی!......میں کل رات سے آپ کا نمبر ملا رہی ہوں۔"

"سوری!......رات جب آپ نے کال کی میں میڈیسن لے کے سوئی تھی۔طبیعت کچھ ناساز تھی، صبح دیر سے جاگی، موبائل چیک نہ کر سکی اور ناشتا کر کے دوبارہ سو گئی، اور ابھی آپ کی کال کی وجہ ہی سے جاگی ہوں۔"

”خیر تو ہے؟ کیا ہوا طبیعت کو؟“

”ہاں خیر ہے، بس سر درد تھا، احتیاطاً میڈیسن لی تھی۔ اور آپ سنائیں کیسے یاد کیا؟ وہ بھی اس شدت سے کہ درجنوں کالز کر ڈالیں؟“

”باجی!......ایک ضروری کام کے سلسلے میں آپ سے ملاقات کرنا تھی؟“

”آ جائیں۔“

”نہیں وہاں نہیں، کسی ایسی جگہ جہاں کوئی اور نہ ہو؟“

”تو میں اکیلی ہوں نا؟“

”میں نہیں چاہتی کہ اس ملاقات کی خبر حماد کو ہو۔“

مسکان نے حیرانی سے کہا۔ ”میں سمجھی نہیں؟“

”اس میں سمجھنے کی کیا بات ہے؟ میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں اس طرح کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو، خصوصاً حماد کو تو بالکل پتا نہ چلے۔“

مسکان راضی ہوتے ہوئے بولی۔ ”ٹھیک ہے میں تمھارے پاس آ جاتی ہوں۔“

”یہ ٹھیک رہے گا۔ آپ مجھے گھر سے پک کرلیں پھر کہیں اطمینان سے بیٹھ جائیں گے؟“

مسکان نے پوچھا۔ ”اپنا ایڈریس بتاؤ؟“

جواباً وہ ایک مشہور شاپنگ پلازہ کا نام لیتے ہوئے بولی۔ ”میں وہاں آپ کی منتظر ہوں گی۔“

مسکان نے او کے کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔

☆......☆......☆

دانیال نے بہ مشکل آنکھیں کھولیں۔ تھانیدار کے اشارے پر سپاہی نے ایک اور پانی کا گلاس اس کے چہرے پر پھینکا۔ آنکھیں کھلنے کے باوجود اس کا دماغ گھوم رہا تھا۔

”اٹھ جا پتر!......تمھاری ضمانت ہوگئی ہے۔“ اس کی سماعتوں میں تھانیدار کی زہریلی آواز گونجی۔

یہ خوش خبری بھی اس کے جسم میں اٹھنے والی درد کی لہروں کی شدت کو کم نہیں کر سکی تھی۔

”یہ لو اپنے ضمانت نامے پر دستخط کرو۔“ تھانیدار نے انگریزی میں چھپا ایک کاغذ اس کی جانب بڑھا کر ایک خانے میں انگلی رکھ دی۔

کانپتے ہاتھ سے پین پکڑ کر اس نے ٹوٹے پھوٹے دستخط کیے۔ حفظ ماتقدم کے طور پر تھانیدار نے اس کا انگوٹھا بھی کاغذ پر لگوایا اور سپاہی سے بولا۔

”اسے واپسی کا کرایہ دے کر رخصت کردو۔“

سپاہی اسے ہاتھ سے پکڑ کر تھانے سے باہر لایا اور اس کے ہاتھ پر سو روپے کا نوٹ رکھ کر وہ واپس مڑ گیا۔

اس کی جیب میں موجود نقدی پر پولیس والے پہلے سے ہاتھ صاف کر چکے تھے۔ غنیمت تھا کہ اس کا موبائل انھوں نے واپس کر دیا تھا۔

ایک رکشا روک کر وہ اس میں بیٹھ گیا۔ گھر کے سامنے اتر کر اس نے قدموں کی لرزش پر قابو پایا کہ اس کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر اس کی ماں کو دکھ ہوتا۔ مگر اس کی یہ کوشش بامِ عروج تک نہ پہنچ سکی۔ اسے گھر میں داخل ہوتا دیکھتے ہی ماں تڑپ کر آگے بڑھی اور اسے اپنی شفیق آغوش میں لے لیا۔

”اللہ پاک ان ظالموں کو برباد کرے کیا حال کر دیا میرے لال کا۔“ عائشہ خاتون رونے لگی۔

”میں ٹھیک ہوں ماں۔“ دانیال نے ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ مگر وہ ماں ہی کیا جو اولاد کی تکلیف محسوس نہ کر سکے۔ اسے چارپائی پر لٹانے تک وہ پولیس والوں کو کوستی رہی اور پھر کچن میں جا کر اس کے لیے دودھ گرم کرنے لگی۔ ہلدی ملا گرم دودھ پی کر دانیال کو تھوڑا سا سکون محسوس ہوا۔ ماں سرہانے بیٹھ کر اس کا سر دبانے لگی۔

”بیٹا!......کون تھے یہ موئے غنڈے اور کیوں جھگڑ رہے تھے تم سے؟“

”پتا نہیں ماں جی!......کون تھے۔“ دانیال نے اصل بات سے پردہ اٹھانا مناسب نہ سمجھا۔ یوں بھی مسکان کا گلہ اس کی زبان پر نہیں آسکتا تھا۔

”پولیس والے کیا تفتیش کرتے رہے؟“

”پولیس بھی تو غنڈوں کا ساتھ دیتی ہے ناماں!......؟“

''اچھا پتا ہے دانی!......انھوں نے تمھیں اتنی جلدی کیوں رہا کر دیا؟''

''نہیں ماں!......بس ابھی تھوڑی دیر پہلے تھانیدار نے کہا کہ میری ضمانت ہو چکی ہے اور میں جا سکتا ہوں ۔اس نے ضمانت کرنے والے کا نام نہیں بتایا اور نہ میں پوچھ سکا۔''

''مسکان بیٹی نے تمھاری ضمانت کرائی ہے۔'' عائشہ پیٹھ پیچھے اسے بیٹی کہنے سے باز نہ آسکی۔

''مم......مگر ماں......'' وہ حقیقت اگلنے لگا تھا کہ ایک دم اس نے بات بدل دی۔''اسے کیسے پتا کہ میں تھانے میں ہوں؟''

وہ اطمینان سے بولی۔''میں نے بتایا تھا۔''

''ماں جی!......کسی بیگانے کو تکلیف دینا اچھی بات تو نہیں ہے نا؟''

''وہ بیگانی نہیں ہے بیٹا!......''

وہ ماں سے بحث نہ کر سکا اور خاموش رہا۔اس کا دماغ اس الجھن میں پھنس گیا تھا کہ آخر اسے قید کرانے والی نے اپنا مقصد حاصل کیے بغیر اس کی ضمانت کیوں کرا دی۔

''ممکن ہے اس کی گرفتاری میں حماد کا ہاتھ ہو۔یوں بھی اسے فریحہ خبردار کر چکی تھی۔'' ایک خوش کن سوچ اس کے دماغ میں گونجی اور اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''اللہ پاک کرے میرا بیٹا ہمیشہ مسکراتا رہے۔'' اس کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ دیکھ کر بے ساختہ عائشہ کے دل سے دعا نکلی۔

☆......☆......☆

مسکان گاؤن پہن کر گھر سے باہر نکل آئی۔حماد کی کار گیراج میں موجود نہیں تھی۔جانے وہ کہاں گھومتا پھر رہا تھا۔اس کی آنکھوں کے سامنے حماد کا مسکراتا چہرہ لہرانے لگا۔طلاق نامہ سائن کرا کے وہ کتنا خوش نظر آ رہا تھا۔اس کی خوشی سے مسکان کو اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بھی اسے کتنا چاہتا ہے۔

''دانیال سے بھی زیادہ چاہتا ہے؟'' ایک باغیانہ سوچ اس کے دماغ میں ابھری۔اس کے ساتھ اسے یاد آیا کہ طلاق کی خبر سن کر اس نے جو ردعمل ظاہر کیا تھا لازماً وہ حماد کے لیے بہت تکلیف دہ ثابت ہوا ہوگا۔یوں اس

کی کسی بات کا جواب دیے بغیر اپنی خواب گاہ میں گھس جانا، دروازہ بھی اندر سے کنڈی کر دینا۔ آخر کیا سوچا ہوگا اس نے کہ میں دانیال کے طلاق دینے کی خبر برداشت نہ کر پائی اور یہ سن کر حواس باختہ ہوگئی؟...... اسے سخت ندامت محسوس ہوئی۔

"یقیناً اس وقت میں ہوش میں نہیں تھی ورنہ کبھی یوں نہ کرتی۔" اس نے خود کو تسلی دینا چاہی۔ مگر اس کے ساتھ یہ روح فرسا خیال اس کے دل میں ابھرا کہ یہ بات تو اور زیادہ معیوب تھی کہ وہ اس خبر پر اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھی تھی۔

"میں کہہ دوں گی کہ مجھے اس بات پر افسوس ہوا کہ دانیال نے میرے بارے کیا سوچا ہوگا؟ میں اتنا گر گئی کہ اسے گرفتار کرا دیا۔" مگر یہ بہانہ بھی اسے ہضم نہ ہوا۔

"نہیں میں اس کی ماں کا نام لوں گی، کہ مجھے دانیال کی ماں کو پہنچنے والی اذیت کا دکھ تھا۔ اس بوڑھی عورت پر کیا بیتی ہوگی جس کا جوان بیٹا، بے گناہ پولیس کسٹڈی میں موجود ہو؟...... مگر وہ پولیس کسٹڈی میں تو گزشتہ رات تھا۔ اب تو حماد فقط طلاق کی خوش خبری لایا تھا اور اس کے ساتھ دانیال کی رہائی بھی مشروط تھی۔"

"نہیں میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ صاف صاف بتا دوں گی کہ مجھے معلوم نہیں کس وجہ سے میرا یہ حال ہوا۔ اگر اس کے بعد حماد نے طعنہ بازی کی کوشش کی تو میں اس سے علیحدگی اختیار کرلوں گی۔ شک کی دیمک رشتوں کو چاٹ جایا کرتی ہے۔ اگر اس کے ذہن میں کسی ایسی ویسی بات نے جنم لے لیا، تو ہمارا علاحدہ ہو جانا ہی بہتر رہے گا۔"

"اگر علیحدہ ہی ہونا تھا تو دانیال سے دامن کیوں چھڑایا؟" اس کی پراگندہ سوچوں کو کوئی مرکز نہیں مل رہا تھا۔ اپنا ہر فعل اس کی نظر میں الجھا ہوا تھا۔ دھیان بٹانے کے لیے اس نے سوچوں کا رخ فریحہ کی جانب موڑا۔

جانے وہ کیوں اس سے علیحدگی میں ملنا چاہتی ہے؟...... حماد کو بے خبر رکھنے کی بات تو اس کے لیے اور زیادہ حیران کن تھی۔

وہ بتائے ہوئے سٹاپ پر جا کر رک گئی۔ ابھی وہ دائیں بائیں ہی دیکھ رہی تھی کہ ایک نقاب پوش لڑکی فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر بے تکلفی سے اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''ارے آپ!......اور یہ نقاب؟'' اسے وقتی حیرانی ہوئی مگر پھر اسے یاد آیا کہ وہ اس ملاقات کو پوشیدہ رکھنے کی متمنی تھی۔ ''اچھا چھپنے کی غرض سے نقاب اوڑھا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے کار آگے بڑھا دی تھی۔

''نہیں......آج کل باقاعدگی سے نقاب اوڑھنا شروع کر دیا ہے۔''

''اچھی خبر ہے۔مبارک ہو۔'' مسکان نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

''دانیال کے بعد دوسری شخصیت آپ ہیں جس نے میرے اس عمل کو سراہا ہے۔ورنہ تو تنقید ہی سننے کو ملی ہے۔''

''دانیال!......؟'' مسکان کو اس کے ذکر پر حیرانی ہوئی تھی۔''اس سے تعلقات کب اس نہج پر پہنچے کہ وہ آپ کی ذاتیات کے بارے رائے دینے لگا؟''

''جس دن آپ کو طلاق دلانے کے سلسلے میں اس سے ملی تھی۔''

''مم......مجھے طلاق دلانے......؟'' وہ گڑبڑا گئی۔

''ہاں، آپ کو......اور باجی!......مجھ سے کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں مجھے ساری کہانی معلوم ہے۔''

''حماد نے بتایا ہوگا؟'' مسکان گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

''تو اور کون ہو سکتا ہے؟'' فریحہ اطمینان سے بولی۔

''اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا؟......جبکہ ہمارے درمیان ہوا طے ہوا تھا، کہ کسی تیسرے کو یہ معلوم نہیں ہوگا؟''

''شاید میں دوسری ہوں۔'' فریحہ کا انکشاف ایسا نہیں تھا کہ مسکان کو اچنبھا نہ ہوتا۔اس نے کار ایک ہوٹل کی پارکنگ میں موڑتے ہوئے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

''فریحہ صاحبہ!......میں سمجھ نہیں پائی۔''

''حالانکہ میں بہت واضح انداز میں کہہ چکی ہوں کہ میں دوسری ہوں......مطلب تیسری آپ ہیں، حماد اور میرے درمیان آنے والا ایک عارضی رشتہ۔'' فریحہ کے نارمل لہجے میں کہی گئی بات بھی مسکان کو برچھے کی طرح لگی۔

”میرا خیال ہے آپ!......حواسوں میں نہیں ہیں۔“ مسکان کے لہجے میں اعتماد کا فقدان تھا۔

”اندر آرام سے بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔“ فریحہ نیچے اتر گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک فیملی کیبن میں آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔

”جی اب بولیں؟“ مسکان اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

”باجی!......بات کچھ طویل ہے، میں کوشش کرتی ہوں کہ مختصراً ساری صورت حال آپ کے گوش گزار کر سکوں۔ جیسا کہ آپ جانتی ہیں، یونیورسٹی آمد کے ساتھ میں کئی دل پھینک لڑکوں کی منظور نظر بن گئی تھی مگر میں نے کسی کو لفٹ نہیں کرائی کیوں کہ یونیورسٹی بھر میں مجھے صرف ایک ہی صورت پسند آئی تھی اور وہ صورت حماد کی تھی۔“

”ایک منٹ۔“ مسکان نے قطع کلامی کی۔ ”حماد تو تمھارا......کزن ہے نا؟“

”نہیں یہ جھوٹ ہے۔ اسے میں نے پہلی بار یونیورسٹی میں دیکھا۔ پھر پتا چلا کہ وہ آپ کو چاہتا ہے، میں نے اپنے جذبات دل میں چھپا لیے اور شاید یہ محبت بھرے احساسات ہمیشہ میرے دل کے نہاں خانوں میں چھپے رہتے مگر ایک دن حماد نے پہل کر ڈالی اور اپنا دل کھول کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میری طرح وہ بھی مجھے چاہتا تھا............“

”پھر تو آپ لوگوں کو شادی کر لینا چاہیے تھی؟“ مسکان نے ایک مرتبہ پھر قطع کلامی کی۔

”یہی تو بدقسمتی تھی، کہ حماد، جہاں میری محبت میں گرفتار تھا وہیں اسے اپنے مستقبل کی بھی فکر تھی، ہمارا پروگرام تھا کہ جب وہ آپ کے ذریعے کوئی مقام حاصل کر لے گا تو پھر ہم شادی کر لیں گے۔“ فریحہ نے ساری حقیقت سے پردہ اٹھانا مناسب خیال نہ کیا۔

”اب یہ ساری بات مجھے کیوں بتا رہی ہو؟“

”باجی!......دانیال آپ کو بہت زیادہ چاہتا ہے۔ اور میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ اس کی محبت اسے واپس لوٹاؤں گی۔“

”شاید تم میری ذاتیات میں دخیل ہو رہی ہو؟“ مسکان کے لہجے میں تلخی در آئی۔

”نہیں! بہنوں کے مسائل اور مشکلات ایک ہوتی ہیں۔“ فریحہ کے لہجے میں چھپا خلوص محسوس کرنے کے لیے عقل کل ہونا ضروری نہیں تھا۔ ایک حساس دل آسانی سے اس کے احساسات کی سچائی جان سکتا تھا۔ مسکان نے دلی طور پر مطمئن ہونے کے باوجود کہا۔

”اس رشتے کی آڑ میں دیا جانے والا دھوکا بعض اوقات جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔“

فریحہ نے اعتبار دلاتے ہوئے کہا۔ ”دھوکا دوں تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھوں۔“

”نہیں......“ مسکان نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ”اتنی بڑی قسم کی ضرورت نہیں تھی۔“

”اب تو یقین کرو گی نا؟“

مسکان کے لہجے میں اداسی در آئی۔ ”کچھ حقائق ایسے ہوتے ہیں کہ جان بوجھ کر آنکھیں بند کرنے کو دل چاہتا ہے۔“

”صحیح کہا!......“ فریحہ نے اس کی تائید میں سر ہلایا۔ ”اور انھی میں ایک حقیقت یہ ہے کہ دانیال تمھیں روح کی گہرائیوں سے چاہتا ہے، اتنا کہ جس کا خواب ہر لڑکی جوان ہوتے دیکھنا شروع کر دیتی ہے مگر تعبیر کا پھل کسی خوش قسمت کے حصے ہی میں آتا ہے۔ اور آپ بھی انھی گنی چنی خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں۔“

”دانیال میری منزل نہیں رستے میں آنے والا عارضی پڑاؤ تھا۔ اور عارضی ٹھکانہ جتنا بھی دل فریب اور آرام دہ ہو، منزل نہیں ہو سکتا؟“

”کبھی کبھی انسان، منزل کو سنگ راہ سمجھ کر آگے نکل جاتا ہے، اتنا آگے کہ واپس پلٹنے پر منزل سچ مچ سنگ راہ بنی ہوتی ہے۔ اور پھر پچھتاوے کے الاؤ میں جل کر بھسم ہونا ہی مقدر ٹھہرتا ہے۔“ فریحہ دکھی ہوگئی تھی۔ اسے وہ وقت یاد آیا جب دانیال نے اسے دیکھ کر کہا تھا۔

”صاحب یہ تو بہت خوب صورت ہے کیا یہ مان جائے گی؟“ اس وقت اگر وہ سچ مچ مان جاتی تو آج کسی چاہنے والے کے پیار کے سائے میں آرام سے زندگی گزار رہی ہوتی، لیکن اس وقت تو اس کی آنکھوں پر بھی لالچ کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔

”تو سمجھو میں بھی آگے جا چکی ہوں......شاید آپ کے علم میں نہ ہو دانیال مجھے طلاق دے چکا ہے۔“

''کیا؟'' اب حیران ہونے کی باری فریحہ کی تھی۔

''سچ کہہ رہی ہوں۔حماد کی ایما پر پولیس اسے تھانے لے گئی تھی،اور یہ تو آپ جانتی ہیں وطنِ عزیز کی پولیس کسی غریب آدمی سے کوئی بات منوانے کی کتنی ماہر ہے۔''

''مجھے یقین کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہے......دانیال ایسا نہیں کر سکتا۔''

''وہ کر چکا ہے۔پولیس کا تشدد عشق و محبت بھلا دیتا ہے۔'' مسکان کے لہجے میں نہ چاہتے ہوئے بھی تلخی در آئی۔

''مگر زبردستی کی طلاق..........؟''

''ہو جاتی ہے۔'' مسکان نے قطع کلامی کی۔

''باجی!......دیکھ لینا یہ جھوٹ ہوگا......ویسے یہ بات آپ کو بتائی کس نے ہے؟''

''حماد نے،وہ طلاق نامہ سائن کرا کر لایا تھا۔''

فریحہ نے کہا۔''اس کی بات قابلِ اعتبار نہیں ہے۔''

''وہ میرا شریکِ حیات ہے۔'' مسکان کو اس کی بات بری لگی تھی۔

فریحہ اطمینان سے بولی۔''تھا......''

''ہم دوبارہ نکاح کر لیں گے۔''

''باجی!......اگر وہ آپ کے ساتھ مخلص ہوتا تو خدا قسم میں کبھی آپ کے رستے میں نہ آتی۔''

''آپ!......کب سے میری اتنی غم خوار بن گئیں۔صاف کہو نا؟ آپ کا اصل مقصد حماد کا حصول ہے۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی مسکان کو کہنا پڑا۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ میں آپ کی بہتری کی خواہاں ہوں۔ابھی تھوڑی دیر پہلے میں اتنی بڑی قسم کھا چکی ہوں۔''

''فریحہ!......تم نے مجھے الجھا دیا۔'' مسکان آپ سے تم پر آ گئی تھی۔

''نہیں باجی!......الجھن میں آپ پہلے تھیں۔حماد آپ کے ساتھ مخلص نہیں ہے،مجھے وہ چاہتا ہے،لیکن یہ

بھی حقیقت ہے کہ دولت کو بھی نہیں چھوڑ سکتا اور آپ اتنی پڑھی لکھی ہیں کیا آپ کو حماد اور دانیال کی چاہت میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا؟ عورت تو مرد کی نظریں دیکھ کر سمجھ جاتی ہے، آپ تو دونوں کو بہت قریب سے دیکھ چکی ہیں۔ پھر بھی سمجھ نہیں پائیں کہ کون آپ کے ساتھ مخلص ہے؟“

مسکان سر پکڑ کر بیٹھ گئی، چند لمحوں بعد کراہنے کے انداز میں بولی۔ ”سب سمجھتی ہوں، کون مجھے کتنا چاہتا ہے؟ لیکن حماد سے کیے گئے وعدوں، ساتھ نبھانے کی قسموں نے مجھے نادیدہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ میں وہ سب کچھ کیسے بھلا سکتی ہوں؟“

”جھوٹی قسمیں اور وعدے بھلانا کون سا مشکل ہے؟“

”مجھ پر اس کا، کوئی جھوٹ نہیں کھلا۔ فقط ایک غیر عورت کے کہنے پر میں اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا سکتی ہوں؟“

”اس نے میرا تعارف اپنی چچا زاد کے طور پر کرایا، حالانکہ وہ میرا چچا زاد تو کیا دور پار کا رشتہ دار بھی نہیں ہے۔ میرا رشتہ ایک فرضی شخص سے جوڑا، آپ دونوں کے بیچ ہونے والی ایک ایک بات مجھے بتا دی اور جھوٹ کسے کہتے ہیں؟“

”اس جھوٹ میں تم بھی شامل تھیں۔ دو جھوٹوں کے درمیان پھنسی ہوں۔ کیا پتا تم اب بھی جھوٹ بول رہی ہو؟“

”باجی!...... آپ بار بار مجھ پر بے اعتباری کا اظہار کر رہی ہیں۔ میں صاف بتا چکی ہوں کہ حماد مجھے چاہتا ہے، لیکن مجھ سے بھی زیادہ اسے دولت عزیز ہے۔ جبکہ دانیال کو دولت کی نہیں آپ کی ضرورت ہے۔ اس کا باطن اتنا اجلا ہے کہ اس کے لیے حماد جیسی کئی صورتیں قربان کی جا سکتی ہیں۔“

”اب وہ میرا نہیں رہا۔“ مسکان کی آنکھوں میں نمی ظاہر ہوئی۔ ”اور تم چاہتی ہو جس کے لیے اس سے طلاق لی اسے بھی چھوڑ دوں۔“

”باجی!...... فی الحال سوچو، میں بھی دانیال سے مل کر طلاق کی بابت پوچھتی ہوں۔ رات کو فون پر بات ہوگی۔ اور خدارا حماد کو اس ملاقات کا پتا نہیں چلنا چاہیے۔“

”اوکے۔“ مسکان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”میرا خیال ہے اب چائے پی لینا چاہیے؟“ فریحہ نے مسکرا کر کہا اور مسکان کے ہونٹ بھی ہنسی کے انداز میں کھنچ گئے۔

☆......☆......☆

حماد کے لیے مسکان کا ردعمل حیران کن ہی نہیں پریشان کن بھی تھا۔ طلاق کی خبر پر اس طرح حماد کو نظر انداز کر دینا عجیب کہانی سنا رہا تھا۔ اس کے دماغ میں الٹے سیدھے اندیشے کلبلانے لگے۔ اس نے خود سے سوال کیا۔

”کہیں میں دیر نہ کر دوں؟...... کہ پورا پانے کے لالچ میں آدھے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھوں۔“

”نہیں ......نہیں یہ ایک وقتی شاک ہے۔“ وہ بڑبڑایا۔ مذہبی خیالات کی حامل لڑکی کو طلاق کی خبر سن کر جذباتی ہونا ہی تھا۔

آدھے گھنٹے کے قریب وہ ڈرائینگ روم میں ٹہلتا رہا کہ شاید مسکان باہر نکل آئے مگر وہ یقیناً مکمل سوگ منانے کے موڈ میں تھی۔ اس نے فریحہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا مگر پھر اسے یاد آیا کہ فریحہ تو اس سے سخت خفا ہے۔ اس وقت اس کی اپنی ذہنی حالت اس قابل نہیں تھی کہ فریحہ کو منانے کا متحمل ہو سکتا۔

وہ گھر سے باہر نکل آیا اس کا رخ تھانے کی طرف تھا۔ مسکان کا ردعمل دیکھ کر اس کے دل میں جو اندیشے پیدا ہوئے تھے ان میں ایک طلاق کی تصدیق کا بھی تھا۔ جس وقت تھانیدار نے اس کے حوالے یہ فائل کی تھی وہ صرف دستخط دیکھ کر مسکان کو یہ خوشخبری سنانے دوڑ پڑا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ تھانیدار کے سامنے موجود تھا۔

”اسی کے دستخط ہیں جناب!......“ تھانیدار خوشامدانہ انداز میں بولا۔ ”بلکہ میں نے تو حفظ ماتقدم کے طور پر انگوٹھا بھی لگوا لیا تھا کہ کہیں غلط دستخط کر کے، بعد میں مکر نہ جائے۔“

”سائن کرتے وقت اسے یہ علم تو تھا نا؟ کہ وہ طلاق نامہ سائن کر رہا ہے؟“

تھانیدار نے منہ بنایا۔ ”تو اور اسے یہاں میں نے اپنی، سالانہ کارکردگی رپورٹ سائن کرانے کے لیے بلایا تھا؟“

''اس کے منہ سے بھی طلاق کہلوائی تھی نا؟'' حماد نے پوچھا اسے تھانیدار کا انداز اعتماد سے خالی نظر آ رہا تھا۔

''محترم!......آپ کو ثبوت چاہیے، اور ثبوت کاغذ ہوا کرتا ہے۔''

حماد کی تسلی نہیں ہوئی تھی مگر اس نے تھانے دار سے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا اور وہاں سے نکل آیا، کہ یہ بعد کا مسئلہ تھا۔ یوں بھی مسکان نے چند گھنٹے سوگ منا کر نارمل ہو جانا تھا اور اس کے بعد وہ شرمندگی کے باعث کبھی دانیال کے گھر کا رخ نہ کرتی۔

اچانک ایک نیا خیال اس کے دماغ میں ابھرا، اس نے سوچا کہ دانیال کو ٹٹولنا چاہیے آخر اس کے ارادے اب کیا ہیں۔ اس کی کار کا رخ دانیال کے گھر کی طرف ہو گیا۔ دروازہ عائشہ نے کھولا تھا۔ اسے پہچانتے ہی اس نے پر خلوص مسکراہٹ سے اس کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

''حماد بیٹا!......کیسے بھول پڑے؟'' یہ کہتے ہی اس نے ایک طرف ہو کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔

''آنٹی!......کیا بتاؤں کن بکھیڑوں میں پڑا ہوں۔'' حماد رسمی جواب دیتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔

''ہاں بیٹا!......سب کے اپنے غم اور اپنے مسائل ہیں۔'' دروازہ بند کر کے وہ بھی اس کے پیچھے ہولی۔

حماد پہلی مرتبہ اس گھر میں آیا تھا۔ در و دیوار سے لپٹی غربت اسے حیران کر گئی۔ اس مفلسی میں بھی دانیال نے ان لوگوں کی آفر ٹھکرا کر غیر معمولی غیرت کا ثبوت دیا تھا، ایسی غیرت جو حماد کی نظر میں حماقت تھی۔

حماد کو دیکھ دانیال کر ششدر رہ گیا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمودار ہوئے۔

''لیٹے رہو، لیٹے رہو۔'' حماد جلدی سے بولا۔ کسی ظاہری زخم کے باوجود اس کی حالت نازک تھی۔ پولیس کا غیر انسانی تشدد جانور بھی برداشت نہیں کر سکتے وہ تو پھر انسان تھا۔ حماد اس کے ساتھ ہی چارپائی پر بیٹھ گیا۔

''کیا ہوا تھا؟'' دانیال سے مصافحہ کرتے ہوئے اس نے ایسے انداز میں پوچھا جیسے وہ اس معاملے سے بے خبر ہو۔

''پولیس پکڑ کر لے گئی تھی بیٹا!'' دانیال کے بجائے عائشہ جواب دینے لگی۔ ''تین غنڈوں نے دانی سے جھگڑا کیا اور پولیس نے ان مسٹنڈوں کے بجائے میرے بیٹے ہی کو پکڑ کر لے گئی۔''

”ماں جی!...... آپ چائے لے آئیں نا؟“ دانیال نے ماں کے سامنے اصل بات سے پردہ اٹھانا مناسب نہ سمجھا۔

”لائی بیٹا!......“ عائشہ خاتون باہر نکل گئی۔

دانیال تیکھے لہجے میں مستفسر ہوا۔ ”حماد صاحب!...... آپ کو علم نہیں ہے، کیا ہوا تھا؟“

”علم تو خیر ہے۔ اسی وجہ سے تو تمھاری خیریت معلوم کرنے آ گیا۔“

”تو پھر؟“

”بس آنٹی کے سامنے مناسب نہیں تھا کہ میں اصل بات اگلتا، تم نے بتا تو نہیں دیا آنٹی کو؟“

”کیا؟“ دانیال انجان بن گیا۔

”یہی کہ اس ساری کارروائی میں مسکان کا ہاتھ ہے۔ جس وقت آنٹی نے اسے فون کیا میں وہیں بیٹھا تھا۔ آنٹی کی سادگی پر وہ دیر تک ہنستی رہی۔“

دانیال کو لگا کوئی چیز اس کے اندر چھن سے ٹوٹ گئی ہے۔ اذیت کے آثار اس کے چہرے پر ظاہر ہوئے۔ حماد کی بات کا جواب دیے بغیر اس نے آنکھیں بند کر کے اپنا سر تکیے پر دھر دیا۔

”مسٹر دانیال!...... حقائق کا سامنا کرنے کی کوشش کرو۔ یاد ہے نا میں نے اس دن کیا کہا تھا؟“

”حماد صاحب!...... اگر انسان کو پہلے سے آنے والی تکلیف کا پتا چل جائے تب بھی تکلیف کی اذیت میں کمی نہیں ہوتی۔ جیسے موت کی آمد سے سب واقف ہیں تو کیا اس واقفیت کی وجہ سے وقتِ نزع کی سختی میں کمی واقع ہو سکتی ہے؟“

”ویسے اگر آپ پہلے طلاق دے دیتے تو میرا خیال ہے فائدے میں رہ جاتے، دیکھو طلاق تو اس نے اب بھی لے لی ہے؟“ حماد مطلب کی بات پر آ گیا۔

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ”میں نے کب طلاق دی ہے؟“

”تھانے میں...... یہ دیکھو! سیٹھ زادی صاحبہ نے مجھے یہ طلاق نامہ دیا ہے کہ باقاعدہ رجسٹرڈ کرا دوں۔“

دانیال نے اس کے ہاتھ سے فائل لے کر کھولی اس میں پڑا فارم انگریزی میں تحریر تھا البتہ اپنے دستخط

پہچاننے میں اسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

''یے...... یہ تو ضمانت نامہ ہے۔ جو صبح تھانیدار نے مجھ سے دستخط کرایا تھا؟''

''جھوٹ بولا تھا اس نے، یہ طلاق نامہ ہے اور اب مسکان تمھاری بیوی نہیں رہی۔''

''جب مجھے علم ہی نہیں تھا کہ یہ طلاق نامہ ہے تو طلاق کیسے ہو جائے گی؟''

حماد نے اطمینان سے کہا۔''طلاق زبردستی بھی ہو جاتی ہے میاں، اور یوں بھی سیٹھ زادی صاحبہ کو ثبوت چاہیے تھا جو اسے مل گیا ہے۔''

اسی وقت عائشہ چائے کے برتنوں کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ چائے پیالیوں میں ڈال کر اس نے حماد اور دانیال کو پکڑائیں اور باہر نکل گئی۔ جہاں دیدہ عورت نے ماحول پہ چھائی گمبھرتا محسوس کر لی تھی۔

دانیال نے اچانک پوچھا۔''آپ مشی کے پہلے شوہر ہیں نا؟''

ایک لمحے کو تو حماد گڑبڑا گیا تھا مگر پھر سنبھلتے ہوئے اعتماد سے بولا۔

''ہاں۔''

''فریحہ بی بی کا کیا ہوگا؟''

وہ دل پر جبر کر کے بولا۔''اس سے تم شادی کر لو۔''

دانیال بے ساختہ بولا۔''میں اس کے قابل نہیں ہوں؟''

''تو کیا مسکان کے قابل ہو؟'' حماد نے اس کے کانوں میں زہر انڈیلا۔ جب بلی تھیلے سے باہر آ گئی تھی تو اس نے کوئی لگی لپٹی نہ رکھی۔

''نہیں...... لیکن اس بن رہ نہیں سکتا۔''

''تو اب کیا کرو گے؟''

''صبر۔''

''پہلے کر لیتے؟''

''بغیر کوشش کے صبر کرنا حسرت کا باعث بن جاتا ہے۔ ہمیشہ یہ سوچ بے چین رکھتی کہ اگر میں تھوڑی کوشش

کر لیتا تو مشی کو پالیتا۔ اب میں اپنی تمام صلاحیتوں، کوششوں اور دعاؤں کو بروئے کار لا کر بھی اسے نہ پا سکا تو خود کو تو دوش نہیں دوں گا نا؟''

''عجیب منطق ہے؟'' حماد نے منہ بنایا۔

دانیال نے اپنا دفاع کیا۔ ''میری جگہ اگر تم ہوتے تو شاید ایسا ہی کرتے۔''

''میں تمھیں احمق نظر آتا ہوں، کہ اپنا مستقبل ایک لڑکی کی خاطر برباد کر دیتا؟''

''محبت، سود و زیاں نہیں دیکھتی۔''

''ہونہہ!...... محبت ...... یہ قصے کہانیوں میں ہی اچھی لگتی ہے۔ حقیقی زندگی میں ایسے جذبات کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ خود اندازہ لگاؤ اگر تم مسکان کی آفر قبول کر لیتے تو کتنے فائدے میں رہتے۔ بعینہٖ اسی طرح مجھے بھی مسکان نے آفر کی کہ فریحہ کو چھوڑ کر اس سے شادی کر لوں اور میں نے اس کی یہ آفر قبول کر لی حالانکہ فریحہ مسکان سے خوب صورت بھی ہے اور میری محبت بھی ہے۔''

''یہ تو خیر غلط ہے کہ تمھیں فریحہ بی بی سے محبت ہے۔ بلکہ پہلے فریحہ بی بی بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا تھی کہ وہ تمھیں چاہتی ہے۔''

''اور تم نے اس کی یہ غلط فہمی دور کر دی؟'' حماد نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''میں نے نہیں، آپ کے رویے نے جناب!......''

''بہر حال اس موضوع کو چھوڑو، میری آمد کا مقصد یہ ہے، کہ تمھیں اپنے بارے صفائی پیش کر سکوں۔ میں اس حد تک جانے پر تیار نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ صلح صفائی سے یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ لیکن تمھاری مشی صاحبہ سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔ بہ قول اس کے وہ میرے بغیر ایک منٹ نہیں رہ سکتی۔''

''ہاں!...... آپ واقعی اس قابل ہیں کہ کوئی لڑکی آپ کو ٹوٹ کر چاہ سکے۔ اور مشی کے ساتھ تو آپ کی جوڑی خوب سجتی ہے۔'' دانیال وسیع قلبی سے بولا۔ اس کی بات نے حماد کو ششدر کر دیا تھا۔ جب وہ بولا تو یہ حیرانی اس کے ایک ایک لفظ سے ٹپک رہی تھی۔

''پاگل!...... اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہو اور اسے طلاق دینے پر بھی راضی نہیں تھے؟''

''حماد صاحب!...... بتایا ہے نا مجھے مسکان کی خوشی عزیز ہے۔ باقی جہاں تک طلاق دینے کا تعلق ہے وہ تو میں نے اب بھی نہیں دی۔ یہ فخر قیامت تک میرے پاس رہے گا کہ مشی میری بیوی ہے۔ اور یہ جو کاغذ کا ٹکڑا آپ لیے پھر رہے ہیں، اس کی اہمیت میری نظر میں ردی کے کاغذ جتنی ہے۔ اگر وہ اس ٹکڑے پر مطمئن ہو کر آپ کے نکاح میں واپس جا رہی ہے تو بسر و چشم جائے میں کون سا اس پر کوئی مقدمہ کر رہا ہوں یا حق جتا رہا ہوں؟''

''یہ بات تمھیں کس نے بتائی کہ مسکان میری بیوی تھی؟''

''فریحہ بی بی نے۔''

''بہت عقیدت سے نام لے رہے ہو اس کا، یاد ہے نا......؟ پہلی ملاقات میں کن الفاظ سے تمھارا استقبال کیا تھا؟'' حماد کو فریحہ کے بارے اس کا انداز پسند نہیں آیا تھا۔ وہ فریحہ کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھتا تھا۔

دانیال اطمینان سے بولا۔ ''اس کا وہ رویہ مصنوعی تھا۔

''اب بھی شاید وہ کسی مقصد کے حصول کے لیے شیریں زبان ہوئی ہو؟''

''جانتا ہوں، لیکن جب میں نے انکار کر دیا پھر اخلاق برتنے کا کوئی مقصد باقی نہیں رہا نا؟...... وہ تو اب بھی مجھ سے رابطے میں ہے اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ............؟'' دانیال مسکان سے ملاپ کی بات پھوٹنے والا تھا، کہ ایک دم اسے یاد آیا مسکان تو طلاق لینے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ ''خیر وہ بہت اچھی ہے، بہت زیادہ۔''

''گویا!...... جناب کو اب فریحہ سے محبت ہو گئی ہے؟'' حماد حقارت سے ہنسا۔

''حماد صاحب!...... محبت لباس نہیں کہ جس وقت دل چاہا تبدیل کر لیا یا پہلے سے اچھا یا نیا لباس خریدا تو پرانا اتار کر پھینک دیا۔ مشی کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ اور فریحہ بی بی مجھے اس وجہ سے اچھی نہیں لگی کہ وہ خوب صورت ہے، بلکہ وہ اس لیے اچھی لگی کہ وہ اچھی ہے۔''

''مجھے چلنا چاہیے؟'' حماد جانے کے ارادے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''حماد صاحب!...... برا نہ مانو تو ایک بات کہوں؟''

وہ اشتیاق سے بولا۔ ''جی ضرور؟''

"قریبہ بی بی بہت اچھی ہے۔ اور آپ دونوں کی جوڑی بہت اچھی ہے۔"

حماد نخوت سے ہنسا۔ "ٹھیک کہا۔۔۔ مگر اس صورت میں بھی مسکان تمہیں نہیں ملنے والی۔"

دانیال نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ "مجھے ڈر تھا کہ تم کچھ ایسا ہی کہو گے؟"

حماد طنزیہ انداز میں ہنسا۔ "تو اور کیا کہوں؟ یہی حقیقت ہے۔"

"میں مسکان کو حاصل کر چکا ہوں وہ میری ہے۔ بے شک اسے مجھ سے نفرت ہو وہ کتنا ہی دور بھاگے، کتنی ہی ناراضی برتے، پولیس کے ذریعے زبردستی طلاق حاصل کرتی پھرے۔ مجھ پر جتنے ظلم ڈھا لے، اسے میں اپنے دل سے نہیں نکال سکتا اور اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپ کی منت کرنے سے میں اسے پا لوں گا تو مجھے منت کرنے میں کوئی شرم مانع نہیں تھی۔ مگر میں جانتا ہوں یہ بات آپ کے بس سے باہر ہے۔ یوں بھی وہ آپ کے مستقبل سدھارنے کی چابی ہے۔ اور آپ احمق تو نہیں ہیں نا؟۔۔۔ جس دولت کی خاطر اپنی محبت کو ٹھکرا دیا وہ کسی کو بھیک میں تھوڑی دے دو گے؟"

"کہتے ہیں چھوٹے دماغ والے باتیں بہت بڑی کرتے ہیں؟" دانیال کی باتوں نے اس کے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔

"صاحب جی!۔۔۔ چھوٹے لوگ باتیں ہی کر سکتے ہیں۔ کچھ اور کر سکتے تو باتیں نہ کرتے۔" دانیال نے اس کی بات کا برا نہیں مانا تھا۔

"اب مسکان میری عزت ہے اور میں تمہیں منع کرتا ہوں اگر اس کا راستہ کاٹنے کی کوشش کی یا اس کے پیچھے کوئی دوسری چال چلنے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

"مجھ سے لڑنے کے لیے تمہیں اپنے مقام سے نیچے آنا پڑے گا حماد۔ اور یقیناً اپنے مقام سے نیچے آنا کوئی گوارا نہیں کرتا؟"

"ضروری ہوگا کہ تم مجھے اپنے مقام پر رہنے دو۔ ورنہ میں نیچے آیا تو تمہیں مزید نیچے جانا پڑے گا۔ اور اتنا تو تم جانتے ہو کہ تمہارے نیچے پاتال ہی ہے؟"

"تم بھی کوشش کرو کہ اپنے قدموں تلے زمین کو رہنے دو۔ ورنہ پتہ ہے نا؟ جب زمین نیچے سے نکل جاتی

ہے تو کیا ہوتا ہے؟"

"بہت بولنا آگیا ہے؟" حماد کا لہجہ غصے سے پر تھا۔

دانیال بے پرواہی سے بولا۔"غالباً آپ جارہے تھے؟"

حماد اسے گھورتا ہوا باہر نکل گیا۔ان کی ملاقات کا اختتام اچھا نہیں رہا تھا۔

☆......☆......☆

مسکان واپس گھر میں آگئی۔فریحہ کی باتیں رہ رہ کر اسے جھنجوڑ رہی تھیں۔اچانک اسے یاد آیا کہ حماد نے جب فریحہ کے منگیتر کا ذکر کیا تھا تو اسے بتایا تھا کہ وہ انجینئر ہے۔اور بعد میں فریحہ نے کہا وہ ڈاکٹر ہے۔اس نے اس وقت بھی پوچھا تھا مگر وہ یہ کہہ کر ٹال گیا تھا کہ مجھے کیا پتا محترمہ کا منگیتر کیا ہے۔لیکن چند منٹ بعد جب فریحہ نے فون پر بات کی تھی تو اس نے منگیتر کو یہ کہا تھا کہ وہ اور حماد اسے لینے ائیر پورٹ آئیں گے،گویا حماد اس کے منگیتر سے واقف ہوا۔اس صورت میں ڈاکٹر کو انجینئر کہنا......واقعی فریحہ اور حماد نے اسے بے وقوف بنایا تھا۔بعد میں یہ بات اس کے دل میں کھٹکتی رہی تھی مگر اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیا بات اس کے دل میں کھٹک رہی ہے۔

وہ آنکھیں بند کر کے حماد کے گزشتہ رویے پر غور کرنے لگی۔کس قدر کمی تھی اس میں خلوص کی، کتنی محبت تھی اسے دولت سے، قیمتی تحائف پا کر وہ شادی سے پہلے بھی کتنا خوش ہوتا تھا۔مسکان کی قربت اس کے نزدیک کسی اہمیت کی حامل نہیں تھی۔اس کے برعکس دانیال غریب ہونے کے باوجود دولت کو کتنی حقارت سے دیکھتا تھا۔کار، مکان، دکان پا کر وہ اتنا خوش نہیں ہوا تھا جتنا مسکان کی محبت بھری پیش قدمی سے ہوتا تھا۔اسے لگا وہ ہیرے کو ٹھوکر مار کر چمکتے ہوئے شیشے کے ٹکڑے کو سنبھالتی رہی۔

کتنی غیرت تھی دانیال میں، سہاگ رات کو اس نے ایک حقیر رومال سہی مگر اپنی دلہن کو منہ دکھائی ضرور دی تھی۔اور حماد نے تو اس کے بھائی کا دیا تحفہ ہی اس کے منہ پر مارا تھا۔مہر کی رقم اس کے بھائی نے بیس لاکھ لکھوائی تھی مگر اتنا تو وہ بھی جانتی تھی کہ یہ رقم بس دنیا والوں کو دکھانے کی خاطر ہی لکھوائی گئی ہے ورنہ حماد تو شاید بیس ہزار بھی نہ دے پاتا۔وہ مسکان سے دولت لینے آیا تھا دینے نہیں۔

اسے یہ بھی یاد آیا کہ وہ کورٹ میرج کا کتنی شدت سے مخالف تھا۔اور اس کی وجہ یقیناً یہ تھی کہ اسے مسکان نہیں، اس کی دولت چاہیے تھی۔

''بات اب بھی نہیں بگڑی، میں نے کون سا دوبارہ حماد سے شادی کر لی ہے؟''

''مگر دانیال نے تو طلاق دے دی ہے؟ اب اسے پانے کے لیے کسی اور سے شادی کرنا پڑے گی اور جب وہ طلاق دے گا تو پھر دانیال کے پاس جا سکوں گی۔اور اگر وہ چمٹ گیا تو......؟ نہیں نہیں میں دوبارہ اس جہنم میں نہیں اتروں گی۔شادی ہی نہیں کروں گی، ہونے والے بچے کے ساتھ ہی بقیہ زندگی گزار لوں گی بس بہت ہو گیا ،اب میں کسی کا کھلونا نہیں بنوں گی؟''

''کاش!......میں نے دانیال سے طلاق لینے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا؟'' اسے اپنے فعل پر پچھتاوا محسوس ہوا۔اسے شدت سے دانیال کی یاد آئی۔اس نے دانیال کو دیئے ہوئے گھر کی چابی اٹھائی اور ایک مرتبہ پھر گھر سے نکل آئی۔اس کا رخ اس گھر کی طرف تھا جہاں اس نے اپنی زندگی کے چند بہترین دن گزارے تھے۔ وہ گھر جو حقیقی معنوں میں جنت تھا اور اب اپنے مکینوں کی راہ تک رہا تھا۔کار گلی میں کھڑی کر کے وہ اندر گھس گئی۔ ایک مانوس سی بو اس کی ناک سے ٹکرائی، ایک لمبا سانس لے کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔تھوڑی دیر وہ اسی طرح کھڑی ماضی میں گم رہی اور پھر اپنا بیڈ روم ان لاک کر کے اندر گھس گئی۔

''مشی!......کیا ہے یار کبھی دن کو بھی لیٹ جایا کرو۔تھوڑا آرام کر لیا کرو؟ اکیلا پڑا تمھیں آوازیں دیتا رہتا ہوں۔'' دانیال کی شوخ آواز اس کی سماعتوں میں گونجی۔

''اس آرام سے بے آرامی بھلی۔'' اپنے کہے الفاظ اسے بھولے نہیں تھے۔

''اف!......اتنی میٹھی چائے توبہ توبہ۔''

''جھوٹا......'' کہتے ہوئے جانے کیوں اس کی آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہو جاتا تھا، چہرہ گلاب کے پھول کی مانند کھل جاتا اور اس کا جی چاہتا وہ ایسے جھوٹ بولتا رہے اور وہ سنتی رہے۔

بیڈ پر دانیال کا لباس پڑا تھا۔وہ مسکان کی طرف سے دیے گئے لباس یہیں چھوڑ گیا تھا۔کپڑوں کو ہینگر میں ڈال کر اس نے الماری میں لٹکایا اور بیڈ پر لیٹ گئی۔گزشتہ رات خواب آور ٹیبلٹس سے وہ گہری نیند سوئی تھی، پھر

دن کو بھی کافی دیر سوئی رہی تھی لیکن اس بیڈ میں جانے کون سا سکون مقید تھا، کہ وہاں لیٹتے ہی اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔

''بس لیٹتے ہی سو گئی مشی صاحبہ!''

''آپ سارا دن سوئے رہتے ہیں اور مجھے رات ہی کو موقع ملتا ہے؟''

''تو سو جایا کرو دن کو کسی نے منع کیا ہے کیا؟''

وہ شرارت سے کہتی۔''جب آپ دکان پر جایا کریں گے نا؟...... پھر سویا کروں گی۔''

''اب کیا ہے؟'' وہ پوچھنے پہ بہ ضد ہوتا۔

وہ مسکرا کے کہتی۔''اب پتا نہیں کیا ہے۔ لیکن بہر حال سو نہیں سکتی۔''

شام کی اذان اس کے کانوں میں پڑی اور وہ اٹھ گئی۔ وضو کر کے اس نے نماز پڑھی اور پھر وہاں سے نکل آئی۔

حماد بڑی شدت سے اس کا منتظر تھا۔

''کہاں رہ گئیں تھیں تم؟'' وہ بے تابی سے مستفسر ہوا۔

''تھا ایک ضروری کام۔'' وہ اس کے پاس رکنے کے بجائے اپنے بیڈ روم میں گھس گئی۔ وہ اس کے پیچھے چلا آیا۔

''مسکان!...... کیا بات ہے تم کچھ کھنچی کھنچی لگ رہی ہو؟''

''نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں۔''

''مسکان!...... میں تمھارے احساسات سے واقف ہوں، مگر جان!...... یہ ہماری مجبوری تھی۔'' حماد نے اسے کندھوں سے تھامنے کی کوشش کی۔

مسکان پیچھے ہوتے ہوئے بولی۔''پلیز!...... مجھے چھوا مت کریں۔ میں آپ کی بیوی نہیں ہوں۔''

وہ کرسی سنبھالتے ہوئے ڈھٹائی سے بولا۔''تو بن جاؤ گی؟، طلاق ہو گئی ہے شادی بھی ہو جائے گی۔''

''یہ بعد کا مسئلہ ہے۔''

”آج تمھارا موڈ کچھ زیادہ ہی خراب ہے؟“ حماد نے حسب سابق اسے اپنے غصے سے ڈرانا چاہا۔

”پلیز، مجھے اکیلا چھوڑ سکتے ہو؟“ وہ اس کے غصے کو خاطر میں لائے بغیر بولی۔

حماد کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ وہ ہرگز پہلے والی مسکان نہیں لگ رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کے بیڈ روم سے نکل آیا۔ مسکان کے تیور بتا رہے تھے کہ کوئی ان ہونی ہوگئی ہے۔ مگر وہ اتنی جلدی شکست تسلیم نہیں کرسکتا تھا۔

☆......☆......☆

مسکان اسے گھر ڈراپ کر کے چلی گئی تھی۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئی تو عصر کی اذان ہو رہی تھی۔ اپنے کمرے میں گھس کر اس نے دانیال کا نمبر ڈائل کیا۔

”جی فری بی بی!“

”دانی!......کہاں ہو اس وقت؟“

”گھر میں ہوں۔“

”تھانے سے کس وقت لوٹے؟“

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ”تمھیں کیسے پتا کہ میں حوالات میں بند تھا؟“

”حماد نے بتایا تھا۔ اور میں نے تمھیں خبردار کر تو دیا تھا؟“

”مطلب، میری گرفتاری میں حماد کا ہاتھ تھا۔“

”ہاں، سو فیصد۔“

”وہ آج اپنی صفائی دینے آیا تھا۔“

”کون......؟ حماد......؟“ فریحہ نے حیرانی سے پوچھا۔

”ہاں...... کہہ رہا تھا۔ میری گرفتاری میں مسکان کا ہاتھ تھا۔“

”غلط کہہ رہا تھا، اس بے چاری کو اس بات کا علم تمھاری ماں کی کال ملنے پر ہوا۔“

دانیال کے دل میں لڈو پھوٹنے لگے۔ ”فری!......سچ کہہ رہی ہو؟“

”ہاں، مجھے کیا ضرورت ہے جھوٹ بولنے کی۔ اور یہ بتاؤ تم نے طلاق کیوں دے دی؟“

وہ حیرانی سے بولا۔" طلاق تو نہیں دی۔ تھانیدار نے کہا کہ تمھاری ضمانت ہوگئی ہے اس لیے ضمانت نامہ دستخط کردو۔ میں نے دستخط کردیے بعد میں حماد وہی کاغذ لے کے پہنچ گیا کہ یہ طلاق نامہ تھا اور طلاق ہوگئی ہے۔"

فریحہ جوش سے بولی۔" میرا خیال ہے اس طرح طلاق نہیں ہوتی۔ اور یہی بات میں نے مسکان کو بھی کہی تھی کہ دانیال کبھی طلاق نہیں دے گا؟"

"اس سے کب ملاقات ہوئی؟" مسکان کے ذکر نے دانیال کے دل کی دھڑکن تیز کردی تھی۔

فریحہ رسان سے بولی۔" ابھی تھوڑی دیر پہلے۔"

"فری!...... سچ بتاؤ، وہ ٹھیک تو تھی نا؟...... پریشان تو نہیں تھی؟"

"دانی!...... بس چند دن انتظار کرو، ان شاءاللہ تمھیں ضرور کوئی خوش خبری سناؤں گی۔"

"فری بی بی!...... اب ساری امیدیں خاک میں مل گئی ہیں۔ وہ کیا کہتے ہیں......؟

ع　　　　کہ خوشی سے مرنہ جاتے اگر اعتبار ہوتا۔"

"فری!...... پر سے بھی اعتبار اٹھ گیا ہے؟" فریحہ عجیب سے مان سے بولی۔

"نہیں!...... اس اندھیرے میں ایک تم ہی تو امید کی کرن ہو۔"

"اچھا یہ بتاؤ پولیس والوں نے تم پر تشدد تو نہیں کیا تھا؟"

دانیال خاموش ہوگیا۔

"دانی!...... بتاؤ نا پلیز؟" فریحہ ملتجی ہوئی۔

"کہتے ہیں اپنوں کے ساتھ درد بانٹنے سے درد کی شدت میں کمی آتی ہے، مگر جو تکلیف گزر چکی اسے زیر بحث لانا پیاروں کو گراں گزرے گا؟"

"جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔"

"ہاں!...... یہ پاکستانی پولیس تھی، ۔ اور میں ایک غریب مزدور، کئی دفعہ بے ہوش ہوا۔ مگر طلاق نہیں دی میں نے۔ آخر ضمانت کے کاغذ کہہ کر طلاق نامہ دستخط کرایا گیا۔ وہ بھی میں بغیر پڑھے دستخط نہ کرتا، مگر مجھے انگلش پڑھنا نہیں آتا۔ اور وہ انگلش میں لکھا تھا۔"

فریحہ حسرت سے بولی۔ "واقعی مسکان کی خوش قسمتی میں کلام نہیں۔ بہرحال تم غم نہ کرو اس طرح طلاق نہیں ہوتی۔ آج مسکان سے میری بات ہوئی ہے، تمھارے لیے اس کے دل میں نرم گوشہ موجود ہے۔ اصل میں وہ بہت اچھی اور مخلص لڑکی ہے اور اس نے کسی کو زبان دی ہوئی ہے بس یہ بات اسے کھائے جا رہی ہے۔"

"کس کو زبان دی ہوئی ہے؟"

"حماد کے علاوہ کون ہو سکتا ہے؟" فریحہ نے کہا۔ "اچھا فی الحال تم آرام کرو میں کوشش میں لگی ہوں، جیسے ہی کوئی اچھی خبر ملی میں تمھیں آگاہ کر دوں گی۔"

"فری!......شاید میں تمھارے احسانوں کا بدلہ نہ چکا سکوں۔"

"دوبارہ احسان کا نام نہ لینا اور اب آرام کرو، خدا حافظ۔" کہہ کر اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔

☆......☆......☆

حماد کو لگا وہ بازی ہار رہا ہے۔ یقیناً اس کے اور مسکان کے بیچ کوئی تیسرا دخل انداز ہو رہا تھا۔ اور وہ تیسرا کون ہو سکتا تھا؟......دو جمع دو چار کی طرح اس کا جواب واضح تھا۔ تیسری شخصیت فریحہ کی تھی۔ لیکن فریحہ اور اس کے خلاف کوئی حرکت کرے یہ ناممکنات میں سے تھا۔ مگر اس کے علاوہ کوئی اور موجود ہی نہیں تھا جو اس ساری کہانی سے واقف ہوتا۔

"شاید کسی تیسرے کے بغیر ہی مسکان بدل گئی ہو؟" ایک امکانی سوچ اس کے دماغ میں ابھری۔

"یوں بھی عورت ذات ہے جس کی سوچ پنڈلی میں ہوتی ہے۔ اور عورت ذات کے لیے تر سے اس کالے کلوٹے کی باتوں کو بھلانے میں شاید دشواری پیش آ رہی ہو۔ امید ہے زیادہ دن اپنے حماد سے دور نہیں رہ پائے گی۔ مابدولت کو ٹھکرانا اتنا بھی تو آسان نہیں۔" اس نے اپنی شکل وصورت کو سراہا۔ اس وقت وہ یہ بھول گیا تھا کہ احساسات کا دارومدار شکل وصورت پر نہیں، توجہ پر ہوتا ہے۔ وہ توجہ ہی ہوتی ہے کہ ایک بے شعور اور معصوم بچے کو ماں کی گود کے علاوہ کہیں چین نہیں آتا، ایک بے زبان اور عقل وشعور سے تہی دامن جانور اپنے مالک کے پاس بھاگا چلا جاتا ہے۔

"اگر فریحہ سے بات کر لوں۔" اس نے موبائل فون نکالا مگر پھر ایک دوسری سوچ نے اس کا ارادہ ملتوی کر

دیا۔" وہ الو کی پٹھی پیچھے پڑ جائے گی کہ میں سب کچھ چھوڑ کر اس کی طرف لوٹ جاؤں۔"

"تو پھر کیا کروں؟؟؟"

"چند دن انتظار کر کے دیکھ لیتا ہوں، اگر سیٹھ زادی صاحبہ کے سر سے پیار محبت کا بھوت اتر گیا تو ٹھیک ہے ورنہ زیادہ کا لالچ چھوڑ کر آدھے ہی پر گزارا کرنا ہوگا۔ یوں بھی کون جانتا ہے کہ ہماری طلاق ہوگئی تھی۔ یا دانیال سے اس کی شادی ہوئی تھی۔ اگر دانیال نے گڑبڑ کی کوشش کی تو اسے بھی مروا دوں گا۔"

تسلی بخش تجویز نے اسے سوچوں کے گرداب سے نکالا اور وہ ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

☆............☆

کھانا اس نے بیڈروم ہی میں منگوالیا تھا۔ اور پھر کھانے کے دوران ہی فریحہ کی کال آگئی۔

"باجی!......کیا ہو رہا ہے؟"

"کھانا کھا رہی ہوں۔"

"اچھا یہ بتائیں؟ اگر کسی کو کہا جائے کہ اس کاغذ پر سائن کرو یہ تمھارا ضمانت نامہ ہے۔ وہ سائن کر دے بعد میں اسے پتا چلے کہ وہ طلاق نامہ تھا، کیا اس طرح طلاق ہو جائے گی؟"

"مولانا صاحب کہہ رہے تھے زبردستی بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ اس طرح تو اس نے مرضی سے سائن کیے ہیں، وہ پہلے پڑھ لیتا نا؟"

"اگر مندرجات انگلش میں ہوں اور وہ انگلش پڑھ نہ سکتا ہو پھر؟"

"مجھے مفتی صاحب سے رجوع کرنا پڑے گا، تم ایک منٹ انتظار کرو میں ابھی پوچھ لیتی ہوں۔" مسکان نے رابطہ منقطع کر کے مفتی صاحب کا نمبر ڈائل کیا۔

"اسلام علیکم!......" کال اٹینڈ ہوتے ہی مفتی صاحب کی بھاری آواز اس کی سماعتوں میں گونجی۔

"وعلیکم اسلام!...... مفتی صاحب ایک مسئلہ دریافت طلب ہے؟"

"جی بیٹی!......پوچھو؟"

"مفتی صاحب!......اگر پولیس والے کسی ملزم کو کہیں کہ یہاں دستخط کرو یہ تمھارے ضمانت کے کاغذات

ہیں اور اصل میں وہ طلاق نامہ ہو تو کیا اس طرح طلاق ہو جائے گی؟...... یہ بات بھی مدنظر رہے کہ ان کاغذات کے مندرجات انگریزی زبان میں ہیں اور مذکورہ آدمی انگلش نہیں پڑھ سکتا۔"

"جس طرح آپ بتا رہی ہیں بیٹی!...... ایسے طلاق نہیں ہوتی۔"

"مگر آپ نے تو بتایا تھا زبردستی بھی ہو جاتی ہے۔"

"ہاں، مگر اس صورت میں طلاق دینے والے کو پتا ہوتا ہے کہ وہ طلاق دے رہا ہے۔ اور مسئولہ صورت میں وہ آدمی لاعلم ہے۔ جیسے روزہ دار اگر غلطی سے کھا پی لے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، مگر بھولے سے یا لاعلمی کھا پی لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔"

"غلطی اور بھول میں کیا فرق ہے مفتی صاحب؟"

"وضو کرتے ہوئے کلی کی، روزہ یاد تھا مگر پانی غلطی سے نگل لیا۔ اسے غلطی کہتے ہیں۔ جبکہ روزہ یاد نہیں تھا اور پیاس لگی پیٹ بھر کر پانی پی لیا روزہ نہیں ٹوٹتا۔"

"مفتی صاحب!...... اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دے۔" سلام کہتے ہوئے اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔ اگلے لمحے وہ فریحہ سے بات کر رہی تھی۔

"فری!...... تمھیں یقین ہے نا بات اسی طرح ہوئی تھی؟"

"ہاں باجی!...... دانیال نے اسی طرح بتایا ہے، مزید تصدیق کے لیے آپ تھانے دار صاحب سے رابطہ کر سکتی ہیں۔" فریحہ نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے کل اکٹھے چلیں گی، مجھے پتا ہے وہ جس تھانے میں بند تھا۔"

"باجی!...... پرس میں کچھ پیسے بھی رکھ لینا، یہ پولیس والے بڑے حرام خور ہوتے ہیں۔"

"جانتی ہوں، تم فکر نہ کرو۔"

"مفتی صاحب! نے کیا بتایا ہے؟" فریحہ نے اشتیاق سے پوچھا۔

"ان کے مطابق، اس طرح طلاق نہیں ہوتی۔"

"باجی!...... یاد ہے میں نے کیا کہا تھا۔ دانیال آپ کو کسی صورت طلاق نہیں دے گا۔ چاہے اس کی گردن

اڑادی جائے۔‘‘

’’اس یقین کی وجہ؟‘‘

’’آپ کے ناروا سلوک کے بعد بھی وہ آپ کے بارے کوئی ایسی ویسی بات سننا پسند نہیں کرتا۔ یقین کرو باجی، میں نے بعد میں اسے سچے دل سے شادی کی پیش کش کی تھی، مگر وہ خوب صورتی سے ٹال گیا۔ تمھارے علاوہ اسے کوئی لڑکی بھی قبول نہیں۔ باجی!...... یقین کرو اس نے کبھی مجھ پر غلط نگاہ بھی نہیں ڈالی، کہتا ہے ان آنکھوں کو بس اپنی مشی کے دیدار کی خواہش ہے۔ اتنی محبت کرنے والا تھوڑی سی پٹائی کے بدلے ہار نہیں مان سکتا۔ اور پتا ہے پولیس والوں کی مار سے وہ کئی مرتبہ بے ہوش ہوا مگر طلاق دینے پر آمادہ نہ ہوا۔‘‘

’’بے وقوف!......‘‘ مسکان آنکھوں میں نمی نمودار ہوئی مگر اس کے ہونٹ مسکرانے کے انداز میں کھل گئے تھے۔

’’ہاں!...... بے وقوف تو وہ ہے۔ محبت کرنے والے سارے بے وقوف ہی تو ہوتے ہیں، ہمیشہ خسارے کی تجارت کرتے ہیں۔ منافع چھوڑ دیتے ہیں اور نقصان رکھ لیتے ہیں۔ اس پاگل نے بھی کسی سے محبت کی ہے اور ٹوٹ کر کی ہے۔ اب کہاں پیچھے ہٹ سکتا ہے۔‘‘

’’بڑی طرف داری ہو رہی ہے؟‘‘ مسکان ہنسی۔

’’باجی!...... وہ ایک کھرا انسان ہے۔ کسی کا چہرہ اجلا ہوتا ہے، اس کا دل اجلا ہے۔‘‘

’’فری!...... کل اکٹھے بیٹھ کر سارا لائحہ عمل طے کریں گے۔ تھانے سے اصل حقیقت پوچھ کر سوچیں گے کہ حماد کو کیسے جواب دیا جائے۔‘‘

’’ہاں باجی!...... اور اپنا خیال رکھنا اور محتاط رہنا، کسی پر بھی اعتبار نہ کرنا۔‘‘

’’میں سمجھی نہیں، تم کیا کہنا چاہتی ہو؟‘‘

’’باجی!...... میں کہہ رہی ہوں اپنا خیال رکھنا۔ اور خیال رکھنے کا مطلب خیال رکھنا ہی ہوتا ہے۔‘‘

’’او کے جناب!...... اب اجازت؟‘‘

’’خدا حافظ باجی!‘‘ فریحہ نے رابطہ منقطع کر دیا۔

بستر پر لیٹتے ہی مسکان کی آنکھوں میں ہنستے مسکراتے دانیال کا چہرہ ابھرا اور اس نے سکون بھرے انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔

”بس چند دن میری جان، تمہاری مشی تمہارے پاس ہو گی، تمہارے سارے دکھ، سارے زخم، سارے غم سمیٹ لے گی۔ بس جتنی آزمائشیں آنی تھیں وہ بیت گئیں۔ میں ہار گئی تمہاری محبت جیت گئی۔“

☆......☆......☆

انسپکٹر شہباز خان اپنے دفتر میں دو نقاب پوش خواتین کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

”اسلام علیکم تھانے دار صاحب!......“ ان میں سے ایک شیریں زبان میں بولی۔

”وعلیکم اسلام!...... بیٹھیں جی!......“ اس نے کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

وہ دونوں بیٹھ گئیں۔

”جی کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی؟“ لڑکیوں کو دیکھ کر اس کے کرخت لہجے میں مٹھاس در آئی تھی۔

”تھوڑی سی معلومات لینا تھی انسپکٹر صاحب؟“ اس مرتبہ دوسری لڑکی نے اس کے کانوں میں رس انڈیلا۔

وہ دونوں لامحالہ فریحہ اور مسکان تھی۔

”جی!...... پوچھیں؟“

مسکان بولی۔ ”تھانیدار صاحب!...... پرسوں آپ کے تھانے میں ایک ملزم لایا گیا تھا جس سے طلاق لینا تھی۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس نے طلاق دے دی تھی؟“

تھانے دار کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھا تھا ایک دم سیدھا ہوا اور کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے بولا۔

”اس سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟“

فریحہ نے کہا۔ ”رشتے کو چھوڑیں انسپکٹر صاحب!...... جو سوال پوچھا ہے اس کا جواب دیں۔“

”میرا خیال ہے میں سرکار کا ملازم ہوں؟“ تھانے دار نخوت سے بولا۔ یوں بھی جب تک اسے ان لڑکیوں کی اصلیت معلوم نہ ہو جاتی وہ اصل بات نہیں پھوٹ سکتا تھا۔

”دیکھیں سر!...... آپ ہمیں اصل بات سے آگاہ کریں اور اس کے بدلے غالباً یہ ہدیہ کافی رہے گا؟“

مسکان نے بڑے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔

تھانیدار نے للچائی ہوئی نظروں سے نوٹوں کو دیکھا۔اور ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا۔

''بی بی کچھ پتا تو چلے نا؟......اس کا طلاق دینا آپ کو مطلوب ہے یا طلاق نہ دینا؟''

''ہمیں حقیقت معلوم کرنا ہے، سچ بتانا جھوٹ نہیں۔ ہر دو صورت یہ رقم آپ کی ہوگی۔''

چند لمحے سوچنے کے بعد وہ بولا۔''بی بی ہم نے اس سے طلاق نامہ دستخط کرا لیا تھا،لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ طلاق نامے پر دستخط کر رہا ہے۔باقی زبانی طور پر ہم نے بڑی کوشش کی مگر وہ طلاق دینے پر راضی نہ ہوا۔اتنی مار تو عادی مجرم بھی برداشت نہیں کرتے۔''

''آپ سچ کہہ رہے ہیں؟'' مسکان سے اپنی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔

تھانیدار صاف گوئی سے بولا۔''ہاں بی بی!......بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔اگر مجھے پتا ہوتا کہ کون سی بات آپ کے فائدے کی ہے،تو میں ضرور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا۔مگر اب تو میں نہیں جانتا، کہ آپ کا مطمع نظر کیا ہے؟''

''شکریہ انسپکٹر صاحب!......'' کہہ کر وہ دونوں کھڑی ہو گئیں۔

''مبارک ہو باجی!'' کار میں بیٹھتے ہوئے فریحہ بولی۔

''بہت بہت شکریہ۔'' مسکان نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اسے ساتھ لپٹا لیا۔

''باجی!......خوش تو ہو نا؟''

''تمھیں کیا لگتا ہے؟'' مسکان چہکی۔

''اللہ کرے ہمیشہ خوش رہو۔'' فریحہ نے سچے دل سے اسے دعا دی۔

''تم بہت اچھی ہو۔''

''باجی!......آپ نہیں جانتیں مجھے۔'' فریحہ دکھی ہو گئی۔

مسکان سنجیدگی سے بولی۔''واقفیت کے لیے کسی لمبی رفاقت کا ہونا ضروری نہیں ہوتا۔''

”اچھا!......اب کہاں چلنا ہے؟“ فریحہ نے موضوع بدلا۔

”اب، تمھیں گھر لے چلتی ہوں۔“

”نہیں، وہاں نہیں جانا۔ یہ نہ ہو؟......حماد ہمیں اکھٹا دیکھ لے۔“

”میں دوسرے گھر کی بات کر رہی ہوں۔“

”دوسرا گھر کون سا؟“ فریحہ نے حیرانی سے پوچھا۔

”جہاں میں اور دانی رہتے تھے۔“ مسکان نے حسرت سے کہا۔

”پھر ٹھیک ہے باجی!......“

تھوڑی دیر بعد وہ وہاں موجود تھیں۔ اندر داخل ہوتے ہی فریحہ بولی۔

”کتنا پیارا گھر ہے اور کتنا ویران لگ رہا ہے؟“

”ہاں فری!......رونقیں تو مکینوں کے ساتھ ہی ہوتی ہیں۔“

”ان شاء اللہ یہ پھر آباد ہوگا؟“

”نہیں اب تو دانی بنگلے ہی پر رہے گا میرے ساتھ؟“

”مطلب یہ غیر آباد ہی رہے گا؟“

مسکان ہنسی۔ ”نہیں!...... ہر ویک اینڈ پر ہم یہاں ماضی کھنگالنے آئیں گے۔ یقین کرو فری میں کل بھی آئی تھی، اتنا سکون ملتا ہے یہاں، اس قدر آرام اور خوشی کہ بیان سے باہر ہے۔“

”باجی!...... یہ دانیال کی وہ محبت ہے جو تمھارے دل کے نہاں خانوں میں چھپی ہوئی ہے۔“

”نہیں، چھپی نہیں، بالکل ظاہر تھی، بس میں نے زبردستی اسے چھپایا ہوا تھا۔ میں حماد سے کیے وعدے نہیں توڑنا چاہتی تھی؟“

”ہونہہ!......وعدے؟“ فریحہ طنزیہ لہجے میں بولی۔ ”اسے کسی سے بھی محبت نہیں، بس اپنا مستقبل عزیز ہے۔ وہ دولت مند بننا چاہتا ہے، کسی بھی طرح، کسی بھی صورت میں۔“

مسکان نے پوچھا۔ ”تو جب تک وہ دولت مند نہ بن جاتا، تم اس کا انتظار کرتی رہتیں؟“

”ہاں، میں بھی آپ کی طرح اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آئی ہوئی تھی۔“

”حقیقت تو یہ ہے کہ اس نے دولت مند بننے کی کوشش ہی نہیں کی۔ بس فیکٹری میں جا کر تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس آجاتا۔ اس کے بجائے وہ مجھ سے کچھ سرمایہ لے کر اپنا کاروبار شروع کر دیتا تو شاید اب تک ترقی کی طرف اس نے کافی کچھ سفر کر لیا ہوتا۔“

فریحہ کا دل چاہا کہ اس کی سادگی پر قہقہہ لگائے۔ اس بے چاری کو معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ کتنے بڑے خطرے سے نکل گئی تھی۔ مگر وہ حماد کا یہ راز ظاہر نہیں کر سکتی تھی۔ وہ جیسا بھی تھا فریحہ کم از کم اسے جیل کی سلاخوں کے پیچھے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اسے سوچ میں گم دیکھ کر مسکان بولی۔

”میرا خیال ہے چائے پی جائے؟“

”ضرور، مگر چائے آئے گی کہاں سے؟“

”یہ میرا گھر ہے جناب۔“ مسکان نے مسکراہٹ بکھیری۔

وہ دونوں اٹھ کر کچن میں آگئیں۔ چائے بناتے ہوئے مسکان کے دماغ میں دانیال کی شبیہ لہرائی اسے لگا وہ اس کے پیچھے کھڑا ہے۔

”دانی!...... ہر وقت مذاق اچھا نہیں ہوتا۔ امی جان نے دیکھ لیا تو کیا کہیں گی؟“

”یہ مذاق نہیں ہے مشی جی!......“ وہ سنجیدگی سے کہتا اور مسکان کے چہرے پر حیا آلود مسکراہٹ بکھر جاتی۔ اسے لگتا وہ اس کے چھپے ہوئے احساسات اور پوشیدہ جذبوں سے اچھی طرح آگاہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس ناں کا مطلب ہاں ہے اور کس ہاں کو نفی سمجھا جائے۔

”باجی!...... کن خیالوں میں کھو گئی ہو؟“ فریحہ کی آواز نے اسے خیالوں کی دنیا سے باہر کھینچا۔

”آں...... ہاں...... کچھ نہیں۔“ وہ گڑبڑا گئی تھی۔

فریحہ نے ہنس کر کہا۔ ”شاید دانیال کی یاد آ گئی؟“

”ہاں!“ مسکان نے شرمیلے لہجے میں اعتراف کیا۔ ”وہ اسی طرح یاد آتا رہتا ہے۔ اور فری!...... تم یقین کرو وہ میری ہر بات جانتا تھا۔ ہر احساس سے واقف تھا، میرا کوئی جذبہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں تھا۔ مجھے وہ سچ

مچ جادوگر لگتا تھا، اور پتا ہے؟ میں دل ہی دل میں اسے کالا جادوگر کہتی ہوں۔ اور جانتی ہو اس نے مجھے طلاق کیوں نہیں دی؟...... یہ ممکن ہی نہیں کہ میں اس سے کچھ مانگوں اور وہ انکار کردے۔ اصل بات یہ تھی کہ میں دل سے طلاق لینا ہی نہیں چاہتی تھی۔ اور دیکھ لو حماد کی ساری کوششوں کا کیا نتیجہ نکلا؟"

"باجی!...... آپ سچ مچ بہت خوش قسمت ہیں۔ دانیال واقعی بہت مخلص اور محبت کرنے والا انسان ہے۔ اور آپ کے بارے تو اس کے دل میں جو کچھ ہے اس کے لیے تو کوئی لڑکی خواب ہی دیکھ سکتی ہے۔ وہ سچ مچ اس دور کا مجنوں ہے۔"

چائے کے کپ پکڑ کر وہ بیڈ روم میں آگئیں۔ مسکان نے کہا۔

"اب بتاؤ کیا کیا جائے؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں باجی!...... آپ کی زندگی ہے اور آپ نے گزارنی ہے۔ بس اتنا مشورہ دوں گی، کہ دانیال تمھیں چاہتا ہے اور حماد کو صرف دولت چاہیے۔"

"پاگل!...... یہ تو طے ہو گیا نا، کہ میں اب دانی سے طلاق نہیں لینے والی۔ میں حماد کے بارے پوچھ رہی ہوں کہ اسے کیا اور کیسے جواب دیا جائے؟"

"یہ کون سا مشکل ہے؟...... ہر کسی نے اپنی زندگی گزارنی ہوتی ہے۔ اس نے خود تمھیں طلاق دی تھی، اب اعتراض کیسے کرے گا؟"

"بھائیوں کو کیا جواب دوں؟ وہ میری دانیال سے شادی کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ اس طرح ایک دم سب کچھ ہو جانا......" مسکان سچ مچ الجھ گئی تھی۔

"ہاں، یہ پرابلم تو ہے۔ ایسا ہے کہ پہلے حماد سے باقاعدہ طلاق نامہ سائن کراؤ، اس کے بعد عدت گزار کر دانیال سے شادی کرلو، مطلب لوگوں کے سامنے بہ ظاہر دوبارہ نکاح پڑھا لینا۔"

"اور ہونے والے بچے کا کیا کروں گی؟ اس کا کیا جواز پیش کروں گی؟

"اوہ!...... یہ پرابلم بھی تو ہے۔" فریحہ بھی گہری سوچ میں کھو گئی۔ پھر چند لمحوں بعد بولی۔

"ویسے حماد چاہے تو اس پرابلم کا حل نکل سکتا ہے۔"

"وہ بھلا کیوں چاہے گا۔ میرے اس فیصلے کے بعد وہ ہمارا لیے کیسے کچھ اچھا سوچ سکتا ہے؟"

"میرا خیال ہے دولت کی آفر اسے اس کام پر مجبور کر دے گی۔ بلکہ ایسا ہے میں بھی اس سے بات کرتی ہوں، شاید میری محبت کا بھرم رکھ لے۔ پہلے تو نہیں رکھا تھا لیکن آپ کی طرف سے صاف انکار اسے میری محبت کی طرف مائل کر دے گا۔"

"تو پھر واپس چلتے ہیں۔ میں شام تک اس سے بات کر لوں گی، شام کے بعد تم اس سے بات کر لینا۔"

"ٹھیک ہے باجی!...... یہی بہتر فیصلہ ہے۔" فریحہ نے کہا اور وہ وہاں سے نکل آئیں۔

☆......☆......☆

"آج تو ڈائننگ ٹیبل پر رونق چھائی ہے؟" مسکان کو کھانے پر اپنا منتظر پا کر حماد چہکا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس کی جانب لوٹ آئی ہے۔

"مسٹر حماد!...... پلیز بیٹھیں۔ آپ سے ضروری بات کرنی ہے؟"

"خیر تو ہے؟...... یہ کس لہجے میں مجھے مخاطب کیا جا رہا ہے؟...... میں تمھارا حادی ہوں مسکان!......"

"ماضی کو چھوڑو حماد صاحب!...... میں نے تھانے دار سے معلوم کر لیا ہے۔ طلاق نہیں ہوئی، اور اب میں طلاق لینا بھی نہیں چاہتی۔"

"کیا...... کیا...... کیا؟...... تمھارا دماغ تو جگہ پر ہے نا؟" پریشانی کے عالم میں اس سے اور کچھ نہ کہا گیا۔

"ہاں...... دماغ ابھی جگہ پر آیا ہے۔ انجانے میں مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ ہونے جا رہا تھا۔ یوں بھی ہمارا تعلق بہت واجبی سا تھا۔ ایسے تعلق کا ختم ہونا ہی ہم دونوں کے لیے مفید ہوگا؟ وہ کیا کہتے ہیں......

تعارف بوجھ بن جائے تو اس کا بھولنا بہتر

تعلق روگ بن جائے تو اس کا توڑنا اچھا

وہ افسانہ جسے تکمیل دے دینا ہو ناممکن

اسے اک خوب صورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا

"مسکان!...... میں تمھیں چاہتا ہوں؟" حماد اتنی جلدی ہار ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔

مسکان رسان سے بولی۔ ایک ایسا مرد جو اپنی بیوی کو غیر کی جھولی میں پھینک دے اس کے منہ میں پیار و محبت جیسے الفاظ نہیں جچتے۔"

"کیا چاہتی ہو؟" اس مرتبہ حماد کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔

"دانیال سے شادی کرنا چاہتی ہوں، بلکہ سوری، شادی تو ہماری ہو چکی ہے بس دنیا کے سامنے اس شادی کا اعلان کرنا چاہتی ہوں۔"

"میرا خیال ہے یہ اتنا آسان نہیں ہوگا؟" حماد کے لہجے میں شامل سختی مسکان کے لیے حیران کن تھی۔ یہ تو وہ جانتی تھی کہ حماد احتجاج کرے گا مگر یوں بیگانے دشمن کا سا لہجہ اس کے گمان میں بھی نہیں تھا۔

"کون روکے گا مجھے؟" وہ بھی ترش ہو گئی۔

"میں...... تمہارا شوہر حماد روکے گا تمھیں!...... اس بے حیائی سے۔ پہلے مجھ سے طلاق تو لے لو؟"

"تم مجھے طلاق دے چکے ہو؟" مسکان چلائی۔

"کب؟...... کوئی گواہ، دستاویزی ثبوت۔"

"میرے پیٹ میں جو بچہ ہے ڈی این اے ٹیسٹ سے پتا لگانا مشکل نہیں کہ وہ کس کا ہے؟"

حماد زہر خند لہجے میں بولا۔ "اس سے یہ کب ثابت ہوگا کہ بچے کا باپ تمہارا شوہر بھی ہے۔ اس سے تو فقط تمہاری بدکاری ظاہر ہوتی ہے۔ میری آنکھوں میں دھول جھونک کر تم جانے کس یار کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی رہی ہو؟"

"شٹ اپ!......" مسکان چلائی۔

"یو شٹ اپ!...... مس سیٹھ زادی، یہ اتنا بھی آسان نہیں ہے۔ اگر تم نے عدالت سے رجوع کر کے خلع لینے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میں تمہارے مرے باپ کی عزت کا سرِ عام جنازہ نکال دوں گا۔ آج کا میڈیا بہت تیز ہے۔ تمہارے پاس نہ تو طلاق کے گواہ موجود ہیں نہ دوسری شادی کا کوئی ثبوت ہے۔ کسی غیر سے پہلے اپنے بھائی تمہاری گردن کاٹنا پسند کریں گے۔ میں فقط اپنے بانجھ پن کا سرٹیفکیٹ پیش کروں گا؟ آگے تم خود جانتی ہو کیا ہوگا؟"

مسکان کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔اسے لگا جس کام کو وہ آسان سمجھ رہی تھی وہ بہت مشکل ثابت ہونے والا ہے۔وہ گہری سوچ میں گم ہو گئی۔چند لمحے بعد بولی۔

''حماد!...... تمھیں کیا قیمت درکار ہے؟''

''کوئی قیمت نہیں ......تم دانیال سے طلاق لے کر دوبارہ مجھ سے شادی کرو اور بس اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا۔مسکان بھی اپنی خواب گاہ میں آ گئی۔مسئلہ بہت گھمبیر ہو گیا تھا۔سب سے بڑھ کر حمل کا مسئلہ تھا۔حماد اسے آسانی سے بدکار ثابت کر سکتا تھا۔اس مسئلے کا ایک ہی حل تھا اور وہ تھا، ابارشن۔اس کے علاوہ وہ حماد سے چھٹکارا نہیں پا سکتی تھی۔فریحہ کا نمبر ڈائل کر کے وہ اسے صورت حال سے آگاہ کرنے لگی۔

☆......☆......☆

حماد کے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں۔وہ جیتی ہوئی بازی ہار رہا تھا۔اپنے تئیں اس نے مسکان کو دھمکی دے دی تھی مگر وہ اپنے بھائیوں کو اعتماد میں لے کر ساری صورت حال سے آگاہ کر دیتی تو اس کے لیے بہت بڑی مشکل کھڑی ہو جاتی۔سیٹھ فہیم اور وسیم سے ٹکر لینا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

وہ اسی سوچ میں گم تھا کہ فریحہ کی کال آنے لگی۔اس سارے بکھیڑے میں اسے فریحہ کا ہاتھ بھی نظر آ رہا تھا۔اس نے کال اٹینڈ کیے بغیر کاٹ دی۔فریحہ نے چند بار ٹرائی کی اور پھر خاموش ہو رہی۔

وہ رات حماد نے کانٹوں پر لوٹتے گزاری۔ساری رات وہ اس مسئلے کا حل تلاش کرتا رہا۔صبح وہ ناشتا کیے بغیر گھر سے نکل آیا۔اسے کامران کی تلاش تھی جو میٹرک تک اس کا کلاس فیلو رہا تھا اور اس کے بعد غربت نے اسے پڑھنے کا موقع نہیں دیا تھا اس کا والد ایک مزدور تھا لیکن اس نے مزدوری کے بجائے دوسرا راستہ اختیار کیا تھا۔اور وہ تھا جرم کا راستہ۔کامران کے ایک مخصوص دوست کے بارے وہ جانتا تھا۔اس کی کار کا رخ اسی ہوٹل کی طرف ہو گیا جہاں اسے کامران کا ایڈریس مل سکتا تھا۔

حماد تھرڈ ائیر میں تھا جب ایک دن کامران اسے قیمتی کار ڈرائیو کرتا ہوا ملا،اس وقت وہ کامران کے بجائے ''کامی خنجر'' تھا۔حماد اس دن یونیورسٹی بس کے چھوٹ جانے پر پیدل گھر جا رہا تھا۔اچانک ایک قیمتی کار اس کے

قریب آن رکی تھی اور پھر کامران کو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔

"ارے کامران تم!......اور یہ کار کس کی ہے؟"

"میری ہی ہے یار!......" اس کے بیٹھتے ہی کامران نے کار آگے بڑھادی تھی۔

"مگر......؟"

"مگر یہ کہ اس کے لیے مجھے اپنے نام کی قربانی دینی پڑی۔ آج کل میں کامی خنجر ہوں، ایک نامی گرامی مجرم، پولیس کو کئی کیسز میں مطلوب ہوں۔ مگر تمھیں حیرانی ہوگی کہ ابھی میں ایک تھانیدار کے ساتھ لنچ کر کے آرہا ہوں۔"

"یار بڑی ترقی کرلی ہے؟" حماد کے لہجے میں ستائش تھی۔

"ہاں......اور تم بھی مجھے جوائن کر سکتے ہو۔" اس نے فوراً آفر کردی۔

"نہیں یار!......بڑی مہربانی، میں یوں ہی ٹھیک ہوں۔"

وہ ہنسا۔"ڈر گئے۔"

"نہیں!......لیکن میں اس فیلڈ چل نہیں سکتا۔"

"ہاں جانتا ہوں......یوں ہی مذاق کر رہا تھا۔"

اسے گھر کے سامنے ڈراپ کر کے اس نے کہا تھا۔"اگر کبھی میری ضرورت پڑے تو ضرور آواز دینا۔"

حماد نے کہا۔"اپنا سیل فون نمبر تو دے دو؟"

"نہیں میرا سیل فون نمبر اور ایڈریس بدلتا رہتا ہے۔ اگر کبھی میری ضرورت پڑے تو محلہ لنگی شاہ میں تھری ٹو ون ہوٹل کے منیجر سے میرا ایڈریس پوچھ لینا وہ میرا دوست ہے۔"

اپنی کار تھری ٹو ون ہوٹل کی پارکنگ میں روکتے ہوئے حماد استقبالیہ کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں ایک خوب صورت عورت براجمان تھی۔ اس سے رہنمائی لے کر وہ تھوڑی دیر بعد منیجر کے کمرے میں تھا۔

"جی سر!......آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟" ادھیڑ عمر منیجر شائستگی سے مستفسر ہوا۔

وہ بغیر کسی تمہید کے بولا۔"مجھے کامران بھائی کا سیل فون نمبر یا ایڈریس مل جائے گا؟"

”کامران......؟“

”جی، کامران...... جو آپ کے لیے غالباً کامی خنجر ہے۔“

”آپ کا تعارف؟“ مینجر کے لہجے میں شکوک کی پرچھائیاں لرزیں۔

”حماد...... وہ کلاس فیلو ہے میرا۔“ اس نے اپنا نام بتا کر کامی سے اپنے تعلق کی وجہ بھی بتا دی۔

”پلیز آپ تشریف رکھیں۔“ اسے بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ اندرونی کمرے کی طرف چل پڑا اس کی واپسی چند منٹ بعد ہوئی۔

”حماد صاحب!...... وہ تھرڈ فلور کمرہ نمبر فورٹی فائیو میں موجود ہے۔ آپ انھیں وہیں مل لیں۔“

”تھینکس۔“ کہہ کر وہ باہر نکل آیا۔ مطلوبہ کمرے میں کامی اسے منتظر ملا۔

”سنا بھئی پڑھاکو شاہ!...... کیسے یاد کیا ہم مجرموں کو؟“ پرتپاک انداز میں اسے گلے سے لگاتے ہوئے کامی نے پوچھا۔

”کامران بھائی!...... ایک کام آن پڑا تھا۔“

وہ ہنسا۔ ”کوئی مرڈر وغیرہ کرانا ہے کیا؟“

”ہاں۔“ وہ سنجیدگی سے بولا۔

”ارے واہ!...... میں نے تو مذاق کیا تھا۔ خیر بتاؤ کون ہے وہ؟“

حماد نے جیب سے مسکان کی تصویر نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔

”ارے ظالم!...... ایسی لڑکی بھی بھلا قتل کی جاتی ہے۔ کیا چکر ہے؟ کوئی محبت وغیرہ......؟ دھوکا دہی کی کارروائی؟ آخر کیوں پھول ایسی لڑکی کے پیچھے پڑ گئے ہو؟“

”اسے اغواء کرنا ہے۔ اور اس کے بھائیوں سے تاوان مانگنا ہے۔ تاوان ملے یا نہ ملے آپ نے اسے قتل کر دینا ہے۔ لیکن کوشش کرنا ہے کہ اس کے بھائیوں کی کسی غلطی کو آڑ بنا کر یہ کام کیا جائے، میرا مطلب اس کے قتل سے ہے۔“

”تاوان کے بغیر قتل کر دیا تو مجھے کیا حاصل ہوگا؟“ اس بار کامی کا لہجہ سراسر کاروباری تھا۔

”دس لاکھ۔ پانچ کام سے پہلے۔“ حماد نے جیب سے بڑے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔ ”پانچ کام کے بعد۔“

”کوئی اتا پتا؟“

”یہ مرحوم سیٹھ داود کی بیٹی اور سیٹھ فہیم اور سیٹھ وسیم کی بہن ہے۔ شاید نام سنا ہو گا آپ نے؟“

اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ بولا۔ ”ایک غیر متعلقہ بات، صرف اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ آپ میرے کلاس فیلو رہے ہیں۔ قتل کرانے کی وجہ جان سکتا ہوں؟“

چند لمحے سوچنے کے بعد حماد بولا۔ ”یہ میری بیوی ہے۔ اور میں اس کی جائیداد کا وارث ہوں۔“

”ہا...... ہا...... ہا۔“ کامی نے بلند بانگ قہقہہ لگایا۔ ”واہ رے پڑھاکو شاہ!...... تو ہم سے بھی تیز نکلا؟“

”تو کب تک کام ہو جائے گا؟“ حماد نے شرمندہ ہوئے بغیر پوچھا۔

”کل تک یہ بلبل ہمارے ہاتھ میں ہو گی۔ اور ہاں، اگر ہم کوئی شغل میلہ کرنا چاہیں؟...... تمھیں کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟“

”نہیں۔“ وہ گھٹیا پن سے بولا۔ ”میری طرف سے کھلی چھوٹ ہے۔ بس مجھے چند دن کے اندر اس کی لاش چاہیے ہو گی۔ لاش کے وصول ہوتے ہی آپ کے بقایا پانچ لاکھ مل جائیں گے۔ اگر تاوان کی کوئی رقم لے سکو تو وہ آپ کا بونس ہو گیا۔“ یہ کہتے ہی وہ جانے کے ارادے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”بیٹھو نا؟...... کوئی ٹھنڈا گرم تو پوچھا ہی نہیں آپ سے۔“ کامی نے اسے روکنے کی کوشش کی۔

”نہیں پھر کبھی سہی۔“ اس نے الوداعی مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اور پھر جیسے اچانک اسے یاد آیا اور وہ بولا۔ ”یاد آیا...... سیٹھ زادی نقاب بھی اوڑھتی ہے۔“

”آپ جائیں جناب!...... اب یہ ہمارا کام ہے۔“ کامی نے کہا۔ اور حماد سر ہلاتا ہوا وہاں سے نکل آیا۔

☆......☆......☆

”باجی!...... وہ میری کال اٹینڈ ہی نہیں کر رہا؟“ مسکان کو فریحہ کی پریشان کن آواز سنائی دی۔

”پر کیوں؟“ مسکان کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا تھا۔

”کیا کہہ سکتی ہوں ؟...... ہوسکتا ہے اسے اس سارے معاملے میں میرا ہاتھ نظر آ رہا ہو؟...... بلکہ دیکھا جائے تو واقعی میں اس کی ذمہ دار ہوں۔“

”اس کی محبت کہاں غائب ہوگئی؟“

”آپ کو بتایا تو تھا۔ پہلے وہ اپنے مستقبل کا سوچتا ہے پھر محبت کی باری آتی ہے۔ وہ ہمیشہ دماغ کی سنتا ہے۔“ فریحہ کی آواز میں شرمندگی تھی۔

”فری!...... میں اس کا مطالبہ پورا نہیں کرسکتی۔ اب اس کے ساتھ ایک پل بتانا بھی کار دار ہے۔ یقین کرو، رات اس کے لہجے میں ایسی اجنبیت اور روکھا پن تھا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتی۔“

”خیر!...... یہی دعوا، وہ آپ کے متعلق بھی کر رہا ہوگا۔ آخر آپ نے بھی تو اسے ہری جھنڈی دکھا دی ہے؟“

”میں نے فقط حقیقت حال بیان کی تھی، جب ہم ایک نہیں ہوسکتے اور میں کسی دوسرے کی بیوی ہوں تو اس بات پر چراغ پا ہونے کی کیا تک ہے؟“

”باجی!...... کسی دوسرے کی بیوی تو آپ ایک منصوبے کے تحت بنی تھیں۔“

”فری!...... تم مجھے غلط ثابت کرنے پر تلی ہو؟“

”نہیں، صرف حقیقت سے پردہ اٹھا رہی ہوں۔ ایک ایسا آدمی جسے کامیابی چند قدم پر نظر آ رہی ہو اور اچانک اسے پتا چلے کہ جسے وہ منزل سمجھ رہا تھا وہ راستہ کھو جانے کا نشان ہے۔ آپ خود سوچیں اس پر کیا گزرے گی۔ میں صبح آؤں گی آپ کی طرف۔ شاید اس سے بالمشافہ ملاقات کرنے پر کوئی بہتری کی صورت نکل آئے؟“

مسکان نے کہا۔ ”نہیں پھر ایسا ہے کہ کل ڈنر ہمارے ساتھ کرو۔“

”ٹھیک ہے باجی!“ کہہ کر فریحہ نے رابطہ منقطع کردیا۔

☆......☆......☆

”بیٹا!...... طبیعت کیسی ہے اب؟“ عائشہ نے دانیال کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

”ٹھیک ہوں ماں جی!“ دانیال نے ماں کو تسلی دی۔ گو اس کے جسم کا جوڑ جوڑ درد کر رہا تھا مگر یہ بات ماں کو بتانا اسے تکلیف دینا ہی تھا۔

’’بیٹا!......اگر ہو سکے تو فیکٹری سے کچھ رقم ایڈوانس لے آؤ۔ گھر میں کھانے کو کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ بعد میں آہستہ آہستہ واپس کر دینا۔‘‘

’’مگر میں اس دن......ایڈوانس لے تو آیا............‘‘ اچانک اسے یاد آیا کہ وہ رقم تو پولیس کے قبضے میں تھی۔ دانیال نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔ ’’ٹھیک ہے ماں جی میں لے آتا ہوں۔‘‘

’’بیٹا!......بات کیوں بدل دی۔ تم پہلے کچھ اور کہہ رہے تھے؟‘‘

’’ہاں ماں جی!......جس دن جھگڑا ہوا تھا اس دن بھی میں کچھ ایڈوانس رقم لا رہا تھا مگر وہ پولیس والوں نے رکھ لی، مال غنیمت سمجھ کر۔‘‘

’’ان سے تو اللہ پوچھے گا............‘‘ عائشہ خاتون پولیس والوں کو کوسنے لگی۔

دانیال ہمت کر کے اٹھ گیا۔ دوپہر کے دس بج رہے تھے۔ گھر سے نکل کر وہ سوچ کے گھوڑے دوڑانے لگا۔ کون سا ایسا دوست تھا جس سے وہ کچھ قرض مانگ سکتا۔ ایک مرتبہ تو اس نے سوچا کہ وہ فریحہ سے مانگ لے مگر پھر اسے شرم آڑے آ گئی۔ ایک لڑکی سے وہ کیوں کر ادھار طلب کرتا، جبکہ وہ بے روزگار بھی تھی۔

آخر کار اس نے اپنے دوست انور سے مدد طلب کرنے ارادہ کیا اور سٹیل مل کی جانب بڑھ گیا۔ اس وقت اس نے وہیں ہونا تھا۔ کرایے کے نام پر اس کی جیب میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی۔ اسے پیدل ہی وہاں تک جانا تھا۔ اللہ پاک کا مبارک نام لے کر وہ چل پڑا۔ سٹیل مل تک پیدل چلنا اس کے لیے مسئلہ نہیں تھا مگر پولیس والوں کے وحشیانہ تشدد کے بعد یہ آسان کام بھی اس کے لیے مشکل ترین بن گیا تھا۔ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق وہ آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ رستے میں کبھی کبھی وہ ایک دو منٹ کے لیے رک کر آرام بھی کر لیتا تھا۔ اس نے آدھے سے زیادہ سفر طے کر لیا تھا جب اس کا موبائل بجنے لگا۔ موبائل سکرین پر مشی کا نام دیکھ کر اس کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا تھا۔

☆......☆......☆

رات کو وہ ڈنر نہیں کر سکی تھی مگر اس کے باوجود صبح اس نے چائے کے ساتھ کچھ لینا پسند نہ کیا۔ اس کی بھوک ہی مر گئی تھی۔ چائے پی کر وہ کچھ دیر باغ میں ٹہلتی رہی۔ جب زیادہ جی گھبرایا تو گھر سے باہر نکل آئی اس کا رخ

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ان باکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

اسی جنت کی طرف جہاں اسے دلی سکون ملتا تھا۔ وہ چھوٹا سا گھر گویا چین و آرام کا مرقع تھا۔

وہ گھر سے تھوڑی ہی دور آئی تھی کہ، اسے فٹ پاتھ پر دانیال نظر آیا۔ وہ سر جھکائے جانے کہاں جا رہا تھا۔ اس کے سستی سے اٹھنے والے قدم اس کی جسمانی حالت کا پتا دے رہے تھے۔ اس نے بے ساختہ انڈیکیٹر دے کر کار سائیڈ پر لے جا کر روک دی۔ اگلے لمحے وہ موبائل نکال کر اسے کال ملانے لگی۔

وہ ٹھٹھک کر رکا اور اگلے لمحے اس کی رندھی ہوئی آواز ریسیور سے برآمد ہوئی۔

''جی......؟''

اس ''جی'' میں جانے کتنی سسکیاں، آہیں، گلے، شکوے، التجائیں، امیدیں اور حسرتیں مقید تھیں۔

''دانی!...... پیچھے مڑ کر دیکھو، میں چند قدم کے فاصلے پر کار میں بیٹھی ہوں، میرے پاس آ جاؤ۔''

دانیال سرعت سے مڑا۔ مسکان کی کار پہچاننے میں اسے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ یہ وہی کار تھی جس پر وہ اپنی جانِ حیات کے ساتھ ہنی مون منانے گیا تھا۔ وہ نپے تلے قدم رکھتا قریب پہنچا۔ اس کے ذہن میں ایک ہی سوچ سرگرداں تھی۔ کہ...... ''جانے اس نے کس لیے یوں سرِ راہ آواز دی ہے۔''

''بیٹھو۔'' اس کے قریب پہنچتے ہی مسکان نارمل لہجے میں بولی۔

دانیال خاموشی سے بیٹھ گیا۔ مسکان نے کار آگے بڑھا دی۔ کار کے ائرکنڈیشنڈ ماحول میں اسے ٹھنڈک کا احساس ہوا مگر یہ اس ٹھنڈک سے بہت کم تھی جو مسکان کے پکارنے پر اس کے دل کو پہنچی تھی۔

''کہاں جا رہے تھے؟'' مسکان کی شیریں آواز نے اس کے کانوں میں رس انڈیلا۔

''سٹیل مل۔''

''کیوں...... میرا خیال ہے تمھاری جسمانی حالت اس قابل نہیں کہ مزدوری کر سکو۔'' مسکان نے سرسری انداز میں بات آگے بڑھائی۔ وہ اندازہ لگانا چاہتی تھی کہ آیا وہ اس سے کتنا خفا تھا۔ چند دنوں میں ہی ان کے درمیان بہت بڑی خلیج حائل ہو گئی تھی۔ کیونکہ بہ ظاہر جدائی کی گھڑیاں چند دنوں پر مشتمل تھیں مگر مسکان کو یہ عرصہ صدیوں پر محیط لگ رہا تھا۔

دانیال آہستہ سے بولا۔ ''دوست کو ملنے جا رہا تھا۔''

''تو ٹیکسی، رکشا کرا لیتے؟''

''خیال ہی نہیں آیا۔'' دانیال کرایہ نہ ہونے کی بات گول کر گیا۔

''خیال نہیں آیا...... یا پیسے نہیں تھے؟'' مسکان نے مزاحیہ لہجے میں پوچھا۔

''پیسے نہیں تھے۔'' وہ صاف گوئی سے بولا۔ جواباً وہ خاموش رہی۔ دانیال بھی گومگو کی کیفیت میں بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ وہ گھر کے سامنے پہنچ گئی۔ وہ نیچے اتری، دانیال بھی اس کی تقلید میں نیچے اترا۔

کار لاک کر کے وہ گھر کا دروازہ کھولنے لگی۔

''آئیں۔'' اندر داخل ہوتے ہوئے اس نے کار کے ساتھ کھڑے دانیال کو پکارا۔

وہ اس پیچھے اندر داخل ہو گیا۔ اس بہشت سے بے دخل ہوئے اسے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے، لیکن اس کے باوجود یہ عرصہ اسے بہت طویل لگ رہا تھا۔ خواب گاہ کا دروازہ کھول کر وہ اندر گھس گئی وہ بھی سحر زدہ سا اس کے پیچھے چلا آیا۔

وہ پیچھے مڑی۔ اور پوچھا۔

''دانی خفا ہو؟'' گو وہ دانیال کا جواب جانتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ دیوانہ اس سے خفا ہی نہیں ہو سکتا تھا، اس کے باوجود وہ پوچھنے سے باز نہ آسکی۔

دانیال نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔ مسکان نے گاؤن اتار دیا۔ دانیال ایک ٹک اسے گھورے جا رہا تھا۔ مسکان نے ایک بار نظر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا مگر ان آنکھوں سے پھوٹتی بے پایاں چاہت کا سامنا نہ کر سکی اور شرما کر سر جھکا لیا۔

''ہاں اسے محبت کہتے ہیں۔'' اس کے اندر سے آواز آئی۔ ''یہ ہوتی ہے چاہت، کہ زبان کا کام بھی آنکھیں سنبھال لیتی ہیں۔''

''آؤ بیٹھو۔'' مسکان نے اس کا کھردرا ہاتھ تھاما۔ اور اس کے ساتھ اس کے دل میں جانے پہچانے جذبے ہلکورے لے کر بیدار ہو گئے۔ کھلی آنکھوں میں اس خواب گاہ کے اندر گزرے دن فلم کی طرح چلنے لگے۔

دانیال نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر آنکھوں سے لگایا اور پھر ہتھیلی کی پشت چومتا ہوا بولا۔

”مشی!......میری جان، میرا خیال ہے میں خواب دیکھ رہا ہوں؟“

مسکان نے کہا۔”نہیں، یہ تعبیر ہے۔“ وہ بیڈ پر بیٹھ گئے۔

”مشی!......ایک بات پوچھوں؟“

”پوچھو؟“

”تم اب بھی میری بیوی ہو نا؟......میری شریک حیات ہو نا؟۔انجانے میں طلاق نامہ دستخط کرنے سے طلاق تو نہیں ہوتی نا؟“ اس کے لہجے میں ہزاروں اندیشے پنہاں تھے۔

”ہاں میں تمھاری بیوی ہوں، تمھاری شریک حیات تھی اور ہوں۔اور اس طرح طلاق نہیں ہوتی۔اگر طلاق ہوئی ہوتی تو مسکان تمھیں یہاں نظر نہ آتی؟“ مسکان کے لہجے میں امڈتی چاہت دانیال کو حیران کر گئی تھی۔

”مشی!......“ وہ چیختے ہوئے بے قابو ہو گیا تھا۔پھر الفاظ نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔محبت کی انتہا میں عموماً زبانیں گنگ ہو جایا کرتی ہیں۔اس نے مسکان کو اپنی جانب کھینچا۔وہ مقناطیس کی طرح اس کے ساتھ چمٹ گئی تھی۔جانے کب سے وہ ان لمحات کے سپنے دیکھ رہی تھی۔پھر بہت ساری دیر گزر گئی۔وہ یقیناً اذان کی آواز تھی۔دانیال اس کے بازو پر سر رکھ کر سو گیا تھا۔وہ خود بھی غنودگی کے عالم میں تھی۔اذان کی آواز سن کر وہ کسمسائی۔

”دانی!......اٹھو نماز نہیں پڑھنی؟“ اس نے دانیال کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

”امی جان!......امی جان!......دیکھو نا؟ مشی ادھر ہی ہے۔“ وہ ہڑبڑا کر اٹھا اور چلانے لگا۔

”اے دانی!......ہوش میں آؤ۔“ مسکان کے جھنجوڑنے پر وہ چونک گیا۔چند لمحے اس کی طرف حیران نظروں سے گھورنے کے بعد اس کے چہرے پر چھائی وحشت کم ہوئی اگلے لمحے وہ اس سے لپٹ گیا۔

”مشی......مشی!......تم یہیں ہو نا؟......ہاں تم یہیں ہو، تم تو ہمیشہ سے میرے پاس ہی ہوتی ہو، بس کبھی کبھی مجھے تنگ کرنے کے لیے لحظہ بھر کے لیے اوجھل ہوتی ہو، ورنہ تم مجھ سے کب دور ہوئی ہو؟“

اس نے چاہت سے پوچھا۔”دانی!......کیوں بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔“

”پتا ہے مشی!......ہمیشہ اذان کے وقت تم مجھے جگانے آتی تھیں۔تمھارا گیلا ہاتھ میں اپنے ماتھے پر محسوس کرتا اور پھر تم چھپ جاتیں، میں آوازیں دیتا مگر تم جواب نہ دیتیں، امی جان مجھے سمجھاتی تھیں کہ تمھاری مشی

نہیں آئی۔مگر جانتا تھا امی کو پتا نہیں ہے۔تم آیا کرتی تھیں نا؟'' اس نے بچوں کی سی معصومیت سے پوچھا۔

مسکان کی آنکھوں میں نمی ابھری اور وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

''ہاں، میں ہمیشہ سے تمھارے پاس ہی تو تھی۔''

''پاس ہی رہنا جانِ حیات!...... پاس ہی رہنا۔نہیں تو میں نہیں رہوں گا۔''

''چپ!...... ایسی باتیں نہیں کرتے۔'' مسکان نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

''یہ سچ ہے مشی!......''

''اچھا!...... یہ گپ شپ بعد میں ہوگی، پہلے نماز پڑھو۔'' اور وہ سر ہلاتا ہوا باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔نماز پڑھ کر مسکان کو سخت بھوک کا احساس ہوا۔

''دانی!...... مجھے تو بھوک لگی ہے۔''

دانیال نے جواب دیا۔'' مجھے بھی۔''

مسکان نے مشورہ دیا۔'' تو چلیں!...... کسی ہوٹل میں کھا لیتے ہیں۔''

اس نے مسکان کے کومل ہاتھ تھام کر کہا۔'' نہیں!...... تم خود بناؤ...... کتنی صدیوں سے ان ہاتھوں کی پکی روٹی نہیں کھائی۔''

''کیا...... کیا...... کیا؟ یہ صدیوں کہاں سے آ گئیں محترم!......؟'' مسکان نے آنکھیں نکالیں۔

وہ اطمینان سے بولا۔'' تم سے دور ہونے پر ایک منٹ ایک سال کے برابر لگتا ہے۔باقی کا حساب خود لگا لو، میری تعلیم یوں بھی نہ ہونے کے برابر ہے؟''

''اچھا ایسا ہے، میں روٹیاں بناتی ہوں۔آپ سالن لے آئیں ڈراما باز کہیں کے۔'' مسکان نے کہا۔آج وہ تن من دھن سے خود کو دانیال کا محسوس کر رہی تھی۔اس کا محبت بھرا انداز دانیال کی روح تک کو سرشار کر رہا تھا۔

''اچھا ٹھیک ہے جاتا ہوں۔لیکن تھوڑی دیر ہو جائے تو گھبرانا نہیں۔''

''دیر کیسی!......؟''

دانیال نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔'' وہ دراصل ہوٹل والے پیسے لے کر سالن دیتے ہیں۔تو پہلے تو

بھیک مانگ کر اتنی رقم اکٹھی کرنے پڑے گی تا کہ، دو آدمیوں کا سالن خرید سکوں۔"

"بے شرم۔" وہ ہنسنے لگی۔

"بے شرمی کا ہے کی؟...... بھیک مانگ رہا ہوں ڈاکا تو نہیں ڈال رہا؟"

"اچھا بکواس نہ کرو، یہ لو پیسے۔" اس نے پرس سے نوٹوں کی گڈی نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔

"میں ہوٹل خریدنے نہیں جا رہا؟"

"ہاں...... ہاں جانتی ہوں۔ باقی کے پیسے اپنے پاس رکھ لینا بعد میں حساب لے لوں گی۔ اب ڈرامے چھوڑ و اور جلدی جاؤ بھوک سے برا حال ہے۔" دانیال سر ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔ جبکہ وہ کچن میں گھس کر آٹا گوندنے لگی۔ اس کے انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ دانیال کی پرجوش اور بے پایاں محبت نے اسے نہال کر دیا تھا۔ وہ بھی کتنی بے وقوف تھی کہ اس مسرت بھری زندگی کو ٹھوکر مار کر چل دی تھی۔

وہ دل ہی دل میں فریحہ کی شکر گزار ہوئی جس کی رہنمائی کی بدولت وہ دوبارہ اپنی جنت میں لوٹ آئی تھی۔ اسے امید تھی کہ وہ دونوں مل کر آج رات حماد کو بھی کسی نہ کسی طرح راضی کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی۔ حماد کو راضی کرنے کے لیے وہ ہر قیمت دینے کو تیار تھی۔ دانیال کے لوٹنے تک وہ دو تین روٹیاں پکا چکی تھی۔ وہ کچن میں بیٹھ کر اسے روٹیاں پکاتے دیکھتا رہا۔ روٹیاں بنا کر وہ خواب گاہ میں آ گئے۔ وہی جگہ تھی جہاں دانیال اس کے ناز نخرے برداشت کرتا، اسے ہاتھوں سے روٹی کھلاتا، اس کا جھوٹا پی کر تعریفوں کے ڈونگرے برساتا۔ آج بھی دانیال کے رویے میں سرِ مو فرق نہیں آیا تھا۔ وہ اسی طرح اپنی مشی کی ایک ایک بات پر قربان جا رہا تھا۔ فرق آیا تھا تو مسکان کے رویے میں۔ جو پہلے اس سے دور بھاگنے کی کوشش کرتی اور آج اسے چمٹی جا رہی تھی۔

"مشی! ایک بات پوچھوں؟" وہ زیادہ دیر چپ نہیں رہ سکا تھا۔

"منع کس نے کیا ہے؟"

"آج تم بہت بدلی بدلی لگ رہی ہو؟"

وہ ہنسی۔ "کیوں یہ تبدیلی بری لگ رہی ہے کیا؟"

"نہیں...... یہ تو ایسی تعبیر ہے کہ جس کا میں سپنا بھی نہیں دیکھ سکا تھا۔ مگر ڈر لگتا ہے کہیں یہ کسی آزمائش کا

آغاز نہ ہو؟‘‘

’’پگلا نہ ہو تو؟‘‘ وہ چاہت بھرے لہجے میں بولی۔’’اب کیسی آزائش؟...... آپ ہر امتحان میں سرخ رو ہو چکے ہیں۔‘‘

’’مشی!...... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔اتنی زیادہ مسرت کا تو میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔اگر یہ سپنا ہوا تو میں بے موت مارا جاؤں گا۔‘‘

مسکان نے اسے ڈانٹا۔’’چپ!...... ایسی باتیں نہیں کرتے۔‘‘اس کے ساتھ اس نے کھانے کے برتن ایک طرف رکھے اور اس کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔دانیال اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔

’’دانی!...... فریحہ بہت پیاری،اچھی اور مخلص لڑکی ہے۔‘‘

’’ہاں!...... بالکل،اسی کی بہ دولت تو مجھے اپنی مشی واپس ملی۔‘‘

’’دانی!...... وہ تو مجھ سے کئی گنا زیادہ خوب صورت ہے،کنواری بھی ہے۔اور اس نے آپ کو شادی کی پیش کش بھی کی تھی پھر اس کی آفر قبول نہ کرنے کی وجہ؟‘‘

’’یہ کس نے کہا کہ وہ تم سے خوب صورت ہے؟‘‘

’’اس میں شک ہی کیا ہے؟‘‘ مسکان ناز سے اٹھلائی۔

’’مشی صاحب!...... یہ میرے دل سے پوچھنا؟ کہ کون خوب صورت ہے میری مشی سے۔‘‘

’’اچھا پتا ہے میری مجبوری کیا تھی؟اور میں کس وجہ سے آپ سے دور ہوئی؟‘‘

’’نہیں،نہ جاننا ہی چاہتا ہوں اور نہ تم اپنے بیتے دنوں کی کوئی بات مجھے صفائی پیش کرنے کی نیت سے سنانا۔‘‘

’’دانی!...... ایک بات یاد رکھنا،الحمد اللہ مجھے اپنی عزت وحرمت ہمیشہ سے عزیز رہی ہے۔آج تک مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد نہیں ہوا،کہ مجھے نظریں جھکانے کی ضرورت پڑے۔میں مطلقہ ہوں،جب تک پہلے شوہر کے عقد میں تھی وہی میرے جسم وجاں کا مالک تھا۔اب آپ کی منکوحہ ہوں تو بس مجھے آپ ہی مجھے چھو سکتے ہیں۔‘‘

’’اگر اس کے برعکس ہوتا تو کیا دانیال کے دل سے اس کی مشی کی چاہت کم ہو سکتی تھی؟‘‘

وہ شرارت سے مسکرائی۔ ”کیا پتا؟......منہ ہی نہ لگاتے؟“

”منہ ہی نہ لگاتے۔“ دانیال نے اس کی ناک کی پھننگ کو پکڑ کر مروڑا۔

”اچھا!......آپ نے پھر وہی مزدوری شروع کر دی تھی؟“

”تو اور کیا کرتا؟......“

”دکان جو تمھارے حوالے کر کے گئی تھی؟“

”تمھارے بدلے وہ حقیر سی دکان قبول کر لیتا۔“

”تو اور کیا چاہیے؟“

”مشی کے بدلے تو تخت و تاج بھی ٹھکرا دیتا۔“ دانیال نے اس کی ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔

”بے وقوف!......“ وہ ہنسی، اور پھر کہنے لگی۔ ”وہ دکان تمھارے نام کر دی تھی میں نے۔ اور اس پر تمھارا قبضہ ہے۔ میں چاہوں بھی تو تم سے واپس نہیں لے سکتی۔“

”تم میری جان بھی لے سکتی ہو، دکان تو بہت معمولی چیز ہے۔“

”جانتے ہو؟......تمھارا اکرم خان میرا بھائی بن گیا ہے؟“ مسکان نے موضوع بدلا۔

”ہاں......بہت اچھا انسان ہے۔“ دانیال نے اثبات میں سر ہلایا۔

”اچھا ٹھہرو اس سے بات کرتے ہیں۔“ مسکان موبائل فون نکال کر مکرم خان کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔

”اسلام علیکم باجی!......“ مکرم خان کی بھاری آواز ریسیور سے برآمد ہوئی۔ مسکان نے سپیکر آن کر دیا تھا۔

”خان بھائی کیسے ہو؟“

”باجی!......ام بلکل ٹیک اے۔“

”کوئی مددگار ساتھ رکھا ہے یا اکیلے ہی جتے رہتے ہو؟“

”ابی تک تو کسی کو نہیں رکھا۔“

”اچھا تمھارے دانیال صاحب سے صلح ہو گئی ہے۔ اور یہ دکان میں نے اسے بیچ دی ہے۔“

”پھر تو ام خوش ہے باجی!......دانیال صاحب تو بہت اچا آدمی ہے۔“

"بس اب سارا حساب کتاب اس کے حوالے کر دینا۔" مسکان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باجی۔" مکرم خان نے کہا اور مسکان کال ختم کرتے ہوئے بولی۔

"کیسا ہے دانی صاحب!......؟"

"مشی!......نہ تو مجھے دکان چھننے کا کوئی دکھ تھا۔اور نہ واپس ملنے کی کوئی خوشی ہوئی؟"

"نظر تو خوش آ رہے ہو؟"

"تم!......اچھی طرح جانتی ہو، یہ کس بات کی خوشی ہے؟" دانیال نے اس کی خوب صورت آنکھوں میں جھانکا۔

"اچھا یہ اپنی کار کی چابی بھی لے لو؟" اس نے پرس سے کار کی چابی نکال کر اس کی جانب بڑھائی۔

"شکریہ!" اس مرتبہ دانیال منہ بناتے ہوئے بولا۔اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"چلیں امی جان کو لے کے آتے ہیں۔" مسکان اٹھ بیٹھی۔

"چلو" دانیال بھی اٹھ گیا تھوڑی دیر بعد وہ دانیال کے گھر کی طرف جا رہے تھے۔ڈرائیونگ کی ذمہ داری دانیال نے سنبھالی ہوئی تھی۔گھر کے سامنے کار روکتے ہوئے وہ بولا۔

"خبردار مشی!......معافی وغیرہ کے چکروں میں نہ پڑنا۔امی جان تم سے بالکل ناراض نہیں ہیں۔"

"جی محترم!......میں اپنی امی کو آپ سے زیادہ جانتی ہوں۔" کہتے ہوئے وہ نیچے اتر گئی۔

عائشہ خاتون صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھی تھی۔دانیال کے ساتھ نقاب پوش لڑکی کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی اس کا دل خوشگوار انداز میں دھڑکنے لگا۔بیٹیوں کی سی بہو کو وہ بڑی آسانی سے پہچان گئی تھی۔اسی وقت مسکان نے نقاب الٹ دیا رہا سہا شک بھی دور ہو گیا۔وہ بے صبری سے اٹھی۔مسکان بھی بھاگ کر اس سے لپٹ گئی۔

"میری بچی۔" عائشہ اس کی آنکھوں اور ماتھے پر بوسے دیتے ہوئے اس کی بلائیں لینے لگی۔نہ کوئی شکوہ ہوا ،نہ گلہ اور نہ شکایت۔نہ یہ ہی پوچھا کہ کیوں لوٹی ہو۔بیٹیوں کے لیے تو یوں بھی ماں کی آغوش وا رہتی ہے۔

جذبات کا طوفان تھما تو مسکان بولی۔

"امی جان!......میں آپ کو لینے آئی ہوں......چلیں اپنے گھر۔"

”چلو بیٹی!......“ عائشہ فوراً تیار ہوگئی۔ مسکان کو ناراض کرنے کا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

مسکان کو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ اس آسانی سے ہو جائے گا۔ اتنے غیرت مند لوگ کہ ہر چیز کو ٹھوکر مار کر چلے جائیں۔ مگر اس کے ذرا سے بلانے پر بغیر کسی حجت کے یوں جھٹ سے تیار ہو جانا؟...... یقیناً وہ اسے اپنا سمجھتے تھے۔ ایسا اپنا جو کبھی پرایا نہ ہو سکے۔

دانیال نے اس گھر سے صرف مسکان کا شب عروسی کا لباس لیا تھا۔

مسکان نے دھیمی آواز میں پوچھا۔ ”اب تو کپڑوں والی آگئی ہے۔ اب بھی یہ جوڑا سنبھالتے پھرو گے؟“

”تمھیں کیا پتا کہ میں یہ لباس کس مقصد سے لایا تھا؟“

”محبت اور خوشبو چھپائی نہیں جا سکتیں دانی!“

اس نے کہا۔ ”مشی!...... میں جانتا تھا ایک دن دوبارہ تمھیں پالوں گا۔“

مسکان خاموشی سے کار کا دروازہ کھول کر عائشہ کے ساتھ بیٹھ گئی۔ وہ دانیال کی وارفتگی سے واقف تھی۔ بعید نہیں تھا کہ وہ ماں کے سامنے اس سے لپٹ جاتا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گھر پہنچ گئے تھے۔ مسکان نے واپسی کی اجازت چاہی۔

”کیا مطلب؟...... تم کہاں جاؤ گی؟“ دانیال نے حیرانی سے پوچھا۔

وہ بے بسی سے بولی۔ ”دانی!...... دو تین دن تک تمھیں میرے بغیر رہنا ہوگا ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے، وہ جیسے ہی حل ہوتا ہے میں ہمیشہ کے لیے یہیں آجاؤں گی یا تمھیں اپنے پاس بلا لوں گی۔“

”کیسا مسئلہ؟“ اس کی حیرانی دور نہیں ہوئی تھی۔

”حماد!...... تھوڑی پریشانی پیدا کر رہا ہے، بعد میں تفصیل بتاؤں گی۔ بس ایک دو دن صبر کرو میں تمھاری ہوں اور تمھاری رہوں گی ان شاء اللہ۔“

دانیال نے بے بسی سے سر ہلا دیا۔ ”میں ہمیشہ تمھارا منتظر رہوں گا جان!......“

مسکان نے عائشہ خاتون کے پاس جا کر اس سے اجازت لی اور واپسی کا قصد کیا۔

☆......☆......☆

ڈائننگ ٹیبل پر فریحہ کو دیکھ کر حماد حیران رہ گیا تھا۔اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اتنی جری ہو جائے گی۔مگراب اسے مسکان کے بارے میں اطمینان تھا اور اس کا موڈ خوشگوار تھا۔

''بڑی بات ہے جی، آج تو ہمارے گھر میں اجالا ہو رہا ہے؟''اس کا لہجہ خوش گوار سہی،مگرانداز طنزیہ تھا۔

فریحہ نے پھیکی مسکراہٹ سے پوچھا۔''کیسے ہو؟''

''زندہ ہوں۔''

وہ شاکی لہجے میں بولی۔''گو خفا ہونا میرا حق تھا اس کے باوجود میں منانے چلی آئی۔عورت ہوں نا، جھکنا میری فطرت ہے۔''

''جھکنے آئی ہو، یا جھکانے؟''حماد کے لیے اس کی آمد کے مقصد کے بارے اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔

''حماد تمھیں سمجھوتا کرنا پڑے گا۔میری خاطر۔''فریحہ کی آنکھوں میں نمی نمودار ہوئی۔مسکان اس دوران خاموش بیٹھی رہی۔

''اوکے!......کیا چاہتی ہو؟''

''باجی!......کی بات مان لو۔''

''ہاں، میں کل سے اسی متعلق سوچ رہا تھا۔اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہمارا علیحدہ ہو جانا ہی بہتر رہے گا۔''

''حادی!......''فریحہ فرطِ جذبات سے چیخ اٹھی۔''مجھے یقین تھا تم مجھے مایوس نہیں کرو گے؟''

وہ مسکرایا۔''تم سے تو میں بعد میں نبٹوں گا پہلے سیٹھ زادی سے نبٹ لوں۔''وہ مسکان کی طرف متوجہ ہوا۔''تو محترمہ!......طلاق وغیرہ کا ڈراما کس طرح سٹیج کریں گے؟''

''اس بارے تو ہم نے کوئی منصوبہ ہی نہیں بنایا۔''

''ٹھیک ہے تم سوچو، دو دن کے اندر کوئی فیصلہ کر لو۔پرسوں تک میں یہیں رہوں گا کوٹھی میں۔اور اس کے بعد چلا جاؤں گا۔لیکن ہماری طلاق کی خبر فی الحال راز رہے گی اور ہم لوگوں کی نظر میں اسی طرح میاں بیوی بنے رہیں گے، کیونکہ ہم جو کچھ کر چکے ہیں اس کی خبر اگر سیٹھ فہیم صاحب کو ہو گئی تو شاید وہ ہمیں کبھی معاف نہ کرے۔''

مسکان نے کہا۔''تھینکس حماد صاحب!......مجھے امید تھی کہ آپ اسی طرح بڑے پن کا مظاہرہ کریں گے

۔اور جہاں تک بھیا کا تعلق ہے تو اسے میں خود بے خبر رکھنا چاہتی ہوں؟‘‘

’’میرا خیال ہے ڈنر شروع کریں۔ یوں بھی آپ دونوں کوئی تجویز سوچو گی تو پھر ہی بات ہو سکے گی؟‘‘

وہ اطمینان بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ دونوں کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ حماد اتنی آسانی سے مان جائے گا۔ مسکان دل ہی دل میں اپنے رب کا شکر ادا کر رہی تھی اور فریحہ خوش تھی کہ اس کا حماد لوٹ آیا تھا۔ گو اسے دولت بہت عزیز تھی مگر اسے بھی تو چاہتا تھا۔ وہ جیسا بھی تھا اسے قبول تھا۔

ڈنر انھوں نے خاموشی سے کیا۔ حماد کسی گہری سوچ میں کھویا ہوا تھا۔ ڈنر کر کے وہ ان سے اجازت لے کے اٹھ گیا۔ اس کی اس حرکت کو فریحہ نے خفت پر محمول کیا، کہ بہ ظاہر نظر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا تھا اور اس نے مسکان کے قتل کا منصوبہ بھی بنایا ہوا تھا۔

’’شاید اسے گمان ہو کہ میں نے مسکان کو سب کچھ بتا دیا ہے؟‘‘ فریحہ نے سوچا اور مسکرا دی۔ اس نے سوچا کہ اسی وقت اٹھ کر حماد کو ساری بات بتا دے مگر پھر وقت دیکھ کر نہ جا سکی۔

’’باجی!......اب مجھے ڈراپ کر دیں، ہمارا آج کا مشن تو پورا ہو گیا، باقی منصوبہ کل سوچیں گے۔‘‘

’’تھوڑی دیر رک جاتیں؟‘‘

’’نہیں۔‘‘ اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ’’اتنی رات تک گھر سے باہر رہنا ٹھیک نہیں، گو پاپا نے مجھے بہت آزادی دے رکھی ہے، مگر مجھے بھی تو کچھ سوچنا چاہیے۔‘‘

’’صحیح کہا۔‘‘ مسکان اٹھ کھڑی ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار فریحہ کے گھر کی طرف رواں دواں تھی۔ وہ ایک بار فریحہ کی ماں سے بھی مل چکی تھی۔ آج ڈنر کے لیے بھی وہ خود اسے پک کرنے گئی تھی۔

☆......☆......☆

صبح ناشتے کے بعد مسکان گھر سے نکل آئی۔ دانی کی یاد ساری رات اس کے دل میں کروٹیں لیتی رہی تھی۔ اب جبکہ سارا مسئلہ حل ہو گیا تھا تو اس کا دل اس سے ملنے کے لیے مچلنے لگا۔ پہلے اس کا ارادہ ہوا کہ کال کر کے بتا دے کہ میں آ رہی ہوں مگر پھر اس نے دانیال کو سرپرائز دینے کا سوچا اور اطلاع دیے بغیر چل پڑی۔

وہ اس وقت ایک ایسی سڑک سے گزر رہی تھی جس پر رش نہ ہونے کے برابر تھا۔ اچانک اس کی کار کا پچھلا

ٹائر دھماکے سے پھٹ گیا۔اس نے بڑی مشکل سے تیز رفتار کار کو سنبھالا۔اگر رش ہوتا تو وہ لازماً ایکسڈنٹ کر بیٹھی ہوتی۔کار سڑک کے کنارے لگا کر وہ نیچے اتر آئی۔فالتو ٹائر ڈگی میں موجود تھا لیکن ٹائر بدلنا اس کے بس سے باہر تھا۔وہ اسی سوچ میں تھی کہ اس کا کیا حل کرے۔اچانک ایک سوزکی کار والا اس کے قریب آ کر رکا۔اور مہذب لہجے میں پوچھا۔

''بہن!......خیر تو ہے، کیا ہوا؟''

''بھائی!......ٹائر برسٹ ہو گیا ہے۔''وہ پریشان کن لہجے میں بولی۔

''کیا فالتو ٹائر نہیں ہے؟''وہ کار سے نیچے اتر آیا۔اس کے ہمراہ ایک دوسرا آدمی بھی بیٹھا تھا وہ بھی نیچے اتر آیا تھا۔

''بھائی!......ٹائر تو ہے؟''

''چابی ادھر دو۔''اس نے مسکان کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس نے بے جھجک اسے چابی تھما دی۔

''زاہد!......میری مدد کرو۔''ڈگی کھول کر وہ اپنے ساتھی کو بولا۔اور اس کا ساتھی اس کے ساتھ ہو لیا۔دس پندرہ منٹ کے اندر انھوں نے ٹائر تبدیل کر لیا تھا۔

''یہ لیں بہن۔''پرانا ٹائر ڈگی میں رکھ کر اس نے چابی مسکان کی طرف بڑھا۔

''بھائی!......بہت بہت مہربانی، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دے۔''مسکان ان کا شکریہ ادا کر کے کار میں آ بیٹھی ،ابھی اس نے سلف لگایا ہی تھا کہ زاہد نامی آدمی نے مخالف سمت میں آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔دروازہ ان لاک کر کے وہ مستفسر ہوئی۔

''جی بھائی؟''مگر اس وقت اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں جب زاہد دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں خوفناک شکل کا پسٹل نظر آنے لگا۔

''میرا خیال ہے مس! یہ بتانے کی ضرورت تو نہیں ہوگی کہ کوئی بھی غلط حرکت تمھاری جان لے سکتی ہے۔''

''کک......کون ہیں آپ، اور یہ کیا مذاق ہے؟''مسکان کا دم گھٹنے لگا تھا۔

اسی وقت دوسرا مرد مسکان والی سائیڈ سے آ کر کھڑکی پر جھکا اور اگلے لمحے اس نے جیب سے رومال نکال کر

مسکان کی ناک پر رکھ لیا۔ گو مسکان نے نقاب اوڑھی تھی مگر وہ ناگوار بو کا بھبکا ایک باریک کپڑا نہیں روک سکا تھا ۔ چند سیکنڈ میں اس کا دماغ اندھیروں میں گم ہوگیا، اور وہ ایک سائیڈ پر لڑھک گئی۔

''باس اسے سنبھالو میں اپنی کار میں گیا۔'' زاہد نامی آدمی بولا۔ اور دوسرے آدمی نے جو لازماً کامی نختجر تھا۔ سر ہلاتا ہوا مسکان کو دوسری سیٹ پر دھکیل کر ڈرائیونگ سنبھال لی۔ مسکان کو اس نے اس انداز میں ایڈجسٹ کر لیا جیسے وہ سو رہی ہو۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں کاریں ایک مخصوص سمت میں روانہ ہوگئی تھیں۔ مسکان کے اغوا میں انھیں کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ کار کا ٹائر ان کے ایک موٹر سائیکل سوار ساتھی نے سائیلنسر لگے پسٹل سے برسٹ کیا تھا اور وہاں رکنے کے بجائے آگے نکل گیا تھا۔ باقی کا کام توقع سے بھی آسان ثابت ہوا تھا۔

☆......☆......☆

مسکان کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک کمرے میں پایا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ کمرے میں ایک پرانا کارپٹ بچھا تھا اور وہ اسی پر لیٹی تھی۔ کمرے کے بڑے دروازے کے ساتھ ایک چھوٹا دروازہ نظر آیا جو لازماً واش روم کا تھا۔ اس کے ذہن میں مختلف سوالات گردش کر رہے تھے مگر جواب ندارد تھے۔ کمرے میں ٹیوب لائیٹ جل رہی تھی۔ اس نے کلائی پر بندھی سنہری ریسٹ واچ پر نگاہ دوڑائی۔ دس بجنے والے تھے۔ اسے اندازہ لگانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی کہ وہ کئی گھنٹے تک بیہوش رہی تھی۔ اور اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔

اتنا تو وہ جانتی تھی کہ وہ اغوا ہو چکی ہے مگر، کیوں؟...... یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

''شاید تاوان طلب کرنے کے لیے ایسا کیا گیا ہو؟'' ایک امکانی سوچ اس کے دماغ میں ابھری۔

''مگر ان لوگوں کو میری امارت کے بارے کیا معلوم؟'' ایک دوسری سوچ نے پہلی سوچ کو جھٹلانا چاہا۔

''یقیناً کار دیکھ کر انھوں نے اندازہ لگا لیا ہوگی کہ موٹی آسامی ہے۔'' وہ انھی سوچوں میں کھوئی لیٹی رہی ۔ جب کافی دیر تک کوئی اندر نہ آیا تو اس نے اٹھ کر دروازہ کھولنے کی کوشش کی، مگر حسب توقع دروازہ بند تھا۔ وہ پریشانی سے کمرے میں ٹہلنے لگی۔ اس کے جسم سے گاؤن اتار لیا گیا تھا۔ دوپٹا بھی غائب تھا۔ یوں ننگے سر اجنبی جگہ میں اسے بے چینی ہو رہی تھا، لیکن اس کا کوئی حل نہیں تھا۔ اچانک کمرے کے باہر کسی کے پاؤں کی چاپ ابھری اور وہ چونک کر دروازے کی سمت متوجہ ہوگئی۔ بولٹ کھول کر ایک مرد اندر داخل ہوا۔ وہ اسے دیکھتے ہی

پہچان گئی تھی۔ یہ وہی تھا جس نے چابی مانگ کر ڈگی کھولی تھی۔ اجنبی مرد کے سامنے خود کو ننگے سر پا کر وہ عجیب سا محسوس کرنے لگی۔

''مس!...... میرا نام۔'' وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ ''میرا خیال ہے تمھارے لیے جاننا ضروری نہیں ہے البتہ کام ہے قتل و غارت، ڈاکے، اغوا برائے تاوان اور......'' وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ ''خیر وہ بھی جلد پتا چل جائے گا۔ فی الحال تو اپنے پیارے بھیا سیٹھ فہیم صاحب کا سیل فون نمبر عنایت فرما دو۔''

وہ آہستہ سے بولی۔ ''مجھے زبانی یاد نہیں ہے۔ البتہ میرے سیل فون میں درج ہے۔''

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر اس موبائل فون نکالا۔ موبائل فون آف تھا۔ اسے آن کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''کس نام سے درج ہے؟''

''بھائی فہیم کے نام سے۔''

اس نے اسی کے موبائل سے نمبر ڈائل کیا۔ پہلی گھنٹی پر ہی کال اٹینڈ کر لی گئی تھی۔

''مسکان!...... کہاں ہو تم؟'' اس کے لہجے سے مترشح پریشانی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ مسکان کی گمشدگی سے واقف ہے۔

''سیٹھ صاحب!...... یہ میں ہوں۔ اور تمھاری پیاری، خوب صورت بہن اس وقت میرے سامنے بیٹھی ہے ،قسم سے اتنی پیاری لڑکی آج تک نظر سے نہیں گزری۔ دوپٹا بھی سر پر نہیں اوڑھا۔ رات اتنی تاریک نہیں جتنا ان زلفوں نے اندھیرا کر دیا ہے؟'' اس کی زبان اس کی شکل سے بھی زیادہ گھٹیا تھی۔ مسکان حیا سے سمٹ گئی تھی۔

سیٹھ فہیم حلق کے بل دھاڑا۔ ''کون ہو تم بدبخت، شاید تمھیں زندگی عزیز نہیں ہے؟''

''دھیرج سیٹھ صاحب!...... دھیرج۔ شاید تمھیں کسی نے بتایا نہیں کہ بہنوں کے بھائی کسی کو دھمکیاں نہیں دیتے، خاص کر اس آدمی کو جس کے قبضے میں ان کی بہن ہو...... بے وقوف کچھ بھی ہو سکتا ہے؟''

''کیا چاہتے ہو؟'' سیٹھ فہیم نے مشکل سے خود پر قابو پایا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ فی الحال وہ غصہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔

''اب کی ہے نا عقل مند بھائیوں والی بات۔ مجھے پانچ کروڑ روپیا چاہیے۔کل شام تک۔''

''مل جائے گا۔'' سیٹھ فہیم بلا تامل بولا۔ ''میری بہن کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔''

''ہاں زندہ واپس ملے گی بھئی۔'' اس نے مزاحیہ انداز میں جواب دیا۔

''میں نے کہا اسے ہاتھ بھی نہ لگانا۔'' سیٹھ فہیم کا پارہ ایک مرتبہ پھر بلند ہونے لگا۔

''پھر دس کروڑ لگیں گے۔'' اس نے مطالبہ بڑھانے میں دیر نہیں کی تھی۔

سیٹھ فہیم نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''تمھارے منہ میں مرد کی زبان نہیں لگتی؟...... پہلے پانچ کروڑ اور ابھی دس ہو گیا،تھوڑی دیر بعد پندرہ ہو جائے گا؟''

''گو مجھے اپنی مردانگی کا اظہار کرنے کے کئی طریقے آتے ہیں اور تجھے یقین بھی بہت اچھی طرح سے آجائے گا۔لیکن تیری پہلی اور آخری غلطی سمجھ کے معاف کر دیتا ہوں۔ باقی بات سمجھنے کی کوشش کرو جناب سیٹھ صاحب!...... پانچ کروڑ تمھاری بہن کو زندہ چھوڑ دینے کے تھے،اب تو نے کہا بالکل ہاتھ نہیں لگانا تو میں نے پانچ مزید بڑھا دیے۔''

''تمھیں وعدہ کرنا ہوگا کہ اس کے بعد میری بہن کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤ گے؟''

''پکا وعدہ۔'' وہ خباثت سے ہنسا۔

''ٹھیک ہے پیسے مل جائیں گے،تم میری بہن سے بات کراؤ۔''

''یہ لو کرو بات۔'' اس نے مسکان کی طرف موبائل فون بڑھایا۔

''بھیا!......'' کہہ کر وہ سسکیاں بھرنے لگی۔

''گھبرانا نہیں گڑیا۔'' سیٹھ فہیم نے اسے تسلی دی۔ میں کل شام تک تمھیں رہا کرا لوں گا۔

''جی بھیا!......'' وہ آنسو روکتے ہوئے آہستہ سے بولی۔ اسی وقت اس نے فون اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا

''یقین آگیا نا مسٹر سیٹھ؟''

''پیسے کیسے اور کہاں پہنچاؤں؟'' سیٹھ فہیم نے جلدی سے پوچھا۔ مسکان کا رونا اس کے دل پر چھریاں چلا رہا تھا۔

''یہ کل بتا دیا جائے گا۔اور میرا خیال ہے یہ بتانے کی ضرورت تو نہیں کہ پولیس کو اس بات کی خبر نہیں ہونی چاہیے۔''

''نہیں ہو گی۔''سیٹھ فہیم نے اسے اطمینان دلایا۔

رابطہ منقطع کر کے اس نے موبائل فون آف کر دیا۔

''تو مس مسکان!......مجھے کامی خنجر کہتے ہیں۔اور پوچھنا یہ تھا کہ تم اتنی خوب صورت کیوں ہو؟ بالکل بھولی بھالی۔اگر مجھ سے شادی کرنا چاہو تو میں دس کروڑ معاف کر سکتا ہوں۔''

مسکان نے بے بسی سے سر جھکا لیا وہ اس کی خبیث نظروں اور گندی باتوں پر وہ تلملانے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

''اوہ!......یاد آیا،تم تو شادی شدہ ہو نا؟......تو کیا ہے یار!......طلاق لے لینا۔تمھارا حماد مجھ سے خوب صورت تو ہو گا مگر میرے جتنی مردانگی نہیں ہے اس میں۔''

مسکان کو حیرت کا جھٹکا لگا۔وہ کیسے حماد سے واقف تھا۔

''شاید یہ لوگ پہلے سے میری نگرانی کراتے رہے ہوں؟''ایک امکانی سوچ اس کے دماغ میں ابھری۔

''مگر اس طرح تو انھیں دانیال کے بارے بھی خبر ہونی چاہیے۔''

''تو کیا سوچا ہے؟''اس کے قریب ہو کر کامی نے اس کی ٹھوڑی اوپر اٹھائی۔

''پ......پلیز۔''وہ پیچھے ہوتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں بولی۔

''نہیں بی بی!......یہاں کوئی پلیز وغیرہ کام نہیں آتی۔''اس مرتبہ کامی نے بے باکی سے اس کا ہاتھ پکڑا،مسکان نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی مگر نہ چھڑا سکی۔

''پلیز......دیکھو بھیا تمھیں منہ مانگی رقم ادا کرنے پر راضی ہو گئے ہیں۔''

''او کم آن یار!......کچھ نہیں ہوتا۔تم تو ایسے ڈر رہی ہو جیسے پہلی مرتبہ کسی نے ہاتھ پکڑا ہے۔شادی شدہ لڑکی تو ان لمحات کو انجوائے کرتی ہے۔''

''چھوڑو مجھے کمینے۔''مسکان زیادہ دیر اس کی دست درازی برداشت نہ کر سکی۔ایک جھٹکے سے ہاتھ

چھڑاتے ہوئے اس نے اس کے منہ پر تھپڑ جڑ دیا۔

''تمھاری یہ جرأت۔'' کامی غرایا اور اگلے لمحے ہر اندیشہ بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ اس پر جھپٹا، مسکان کی ہر مزاحمت بے کار گئی تھی۔ اچانک کمرے کا دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا۔

''باس!...... جیرا واپس آ گیا ہے۔'' یہ منظر شاید اس کے لیے نیا نہیں تھا اس لیے بغیر جھجکے اس سے مخاطب ہوا تھا۔ کامی، مسکان سے علیحدہ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''ٹھیک ہے تم چلو میں آتا ہوں۔''

''نہیں باس!...... میرا خیال ہے آپ کے جانے کے بعد یہاں میری ضرورت پیش آئے گی؟'' اس نے مسکان کی طرف دیکھتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

''اسے میرے علاوہ کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔'' کونے میں سمٹی مسکان کو دیکھتے ہوئے اس نے زہر خند لہجے میں کہا۔

''باس!...... یہ تو زیادتی ہے۔''

''شٹ اپ!'' کہہ کر اس نے نو وارد کو دفع ہونے کا اشارہ کیا۔ اور خود بھی اس کے پیچھے کمرے سے باہر نکل گیا۔ دروازہ لاک کرنا وہ نہیں بھولا تھا۔ مسکان گھٹنوں میں سر دیے بے آواز روتی رہی۔ اس کے دماغ میں گزشتہ روز دانیال سے کی گئی گفتگو گونجی......

''آج تک مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد نہیں ہوا جس سے مجھے نظریں جھکانے کی ضرورت پڑے؟''

''کیا یہ بڑا بول تھا اور اب میرے پاس عزت و حرمت کا فخر باقی نہیں رہے گا؟'' ایک لرزہ خیز سوچ اس کے دماغ میں ابھری۔ کامی کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اس کے بھائی سے کیا گیا وعدہ نبھانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ یوں بھی ایسے لوگوں کا کوئی دین ایمان نہیں ہوتا۔

''اب اس سے جان بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میں خودکشی کر لوں؟...... مگر کیا اس طرح میری بخشش ہو جائے گی؟...... حرام موت مرنا کب جائز ہے؟...... شاید عزت بچانے کے لیے جائز ہو؟'' اس کا دل مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا رہا مگر وہ کوشش کے باوجود خودکشی کی کوشش نہ کر سکی۔ اور اپنی عزت کی سلامتی کے

لیے اپنے اللہ سے دعا کرتی رہی۔

☆......☆......☆

مسکان صبح سے غائب تھی۔اور جب وہ ڈنر کے وقت تک بھی نہ پہنچی تو حماد کو یقین ہو گیا کہ کامی خنجر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے۔اس کے پاس کامی کا حالیہ نمبر موجود تھا۔بلا دھڑک وہ اسے کال کرنے لگا۔

وہ کال اٹینڈ کرتے ہوئے بولا۔''ہاں مسٹر پڑھا کو!......تمھارا کام ہو گیا ہے۔دو تین دن تک تمھیں اس کی لاش وصول ہو جائے گی۔''

''تھینکس۔''کہہ کر اس نے کال منقطع کر دی۔اگلے لمحے وہ سیٹھ فہیم کا نمبر ڈائل کر رہا تھا۔

''جی حماد!......''سیٹھ فہیم اس سے عمر میں بڑا تھا اور ہمیشہ اسے نام لے کر مخاطب کرتا تھا۔

''بھیا!......مسکان صبح سے غائب ہے۔اپنی سہیلی کو ملنے کا بتا کر گئی تھی۔میں خود فیکٹری چلا گیا تھا اور وہاں سے امی جان کو ملنے چلا گیا۔ابھی گھر لوٹا ہوں۔اس کے نمبر پر کال کرتا رہا ہوں مگر نمبر بند ہے۔اس کی سہیلی سے پتا کیا؟......اس نے بتایا!......مسکان اس کے یہاں گئی ہی نہیں تھی۔''

''کبھی پہلے وہ اتنی دیر غائب رہی ہے؟''سیٹھ فہیم گھبرا گیا تھا۔

''نہیں بھیا!......آپ تو جانتے ہیں اس کی فطرت؟......زیادہ سے زیادہ،دو تین گھنٹوں کے لیے کسی سہیلی کے گھر چلی جاتی ہے اور وہ بھی مہینوں بعد،ورنہ گھر ہی پر رہتی ہے؟''

''کسی تھانے میں اطلاع دی ہے یا ڈائریکٹ مجھے ہی کال کر رہے ہو؟''

''آپ کی اجازت کے بغیر میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ تھانے وغیرہ میں اطلاع دوں۔''

''اچھا کیا،میں سنبھال لیتا ہوں۔اگر کوئی اطلاع ملتی ہے تو فی الفور مجھے بتانا۔''

''ٹھیک ہے بھیا!''سیٹھ فہیم نے کال منقطع کر دی۔اس نے اسی وقت فریحہ کا نمبر ڈائل کر دیا۔

''یس۔''دوسری بیل پر کال ریسیو کر لی گئی۔

''فری!......آج مسکان تمھارے پاس آئی تھی؟''

''نہیں......اور میں کافی دیر سے اس کا نمبر ٹرائی کر رہی ہوں مگر نہیں مل رہا۔کہیں دانیال کے پاس تو نہیں ہے؟''

”اوہ!......اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ٹھہرو میں اس سے پتا کرلوں۔“ رابطہ منقطع کر کے وہ دانیال کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”جی حماد صاحب!“ دانیال نے کال اٹینڈ کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

”آج مسکان یہاں آئی تھی؟“

”نہیں۔“ دانیال رسان سے بولا۔

”اوکے۔“ کہہ کر اس نے کال منقطع کرنی چاہی مگر دانیال جلدی سے مستفسر ہوا۔

”بات سنو؟“

”جی؟“

دانیال نے کہا۔”فری، کی طرف نہ چلی گئی ہو؟“

حماد کو اس کا فریحہ کو اس بے تکلفی سے پکارنا بہت کھلا مگر وہ اپنے غصے پر قابو پاتا ہوا بولا۔”نہیں، تم سے پہلے اس سے پوچھ چکا ہوں، وہاں بھی نہیں ہے۔“

”تو پھر کہاں جاسکتی ہے؟“ دانیال نے گویا خود کلامی کی۔

”اگر پتا ہوتا تو مجھے تم سے پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔“ کہتے ہوئے حماد نے کال منقطع کی اور دوبارہ فریحہ کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”پتا چلا؟“ فریحہ نے بے صبری سے دریافت کیا۔

”نہیں، وہاں بھی نہیں ہے۔“

”بھائیوں کے ہاں نہ چلی گئی ہو؟“

”پتا کرا چکا ہوں......سیٹھ فہیم خود بھی اس کی تلاش میں سرگرداں ہے۔“

”صبح کس وقت گھر سے نکلی تھی؟“

”میں جب اٹھا تو وہ گھر پر نہیں تھی، ملازما بتارہی تھی ناشتا کرتے ہی نکل گئی تھی۔“

”تم نے فون کر کے معلوم کرلینا تھا؟“ فریحہ کے لہجے میں شامل پریشانی اسے حیران کررہی تھی۔وہ مسکان

جس سے وہ حد درجہ نفرت کرتی تھی آج اسے اتنی عزیز ہوگئی تھی۔ حماد نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا کہ اس نے اسے اصل بات کی ہوا نہیں لگنے دی تھی۔

''آج پہلی دفعہ تو گھر سے نہیں نکلی تھی کہ میں تحقیقات کرتا پھرتا۔'' حماد کے لہجے میں نہ چاہتے ہوئے بھی تلخی جھلکنے لگی۔

''حادی!......خفا ہونے کی ضرورت نہیں، مجھے پریشانی ہورہی ہے؟''

''اور میں خوش ہوں؟''

وہ اس کے طنز کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے مستفسر ہوئی۔

''آپ!......اس کی کسی ایسی سہیلی سے واقف نہیں ہیں جہاں وہ اتنی دیر گزار سکے؟''

''نہیں......اور اب تم آرام کرو جونہی کوئی پتا چلا تمھیں اطلاع کردوں گا۔'' رابطہ منقطع کر کے وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے سیٹی پر ایک خوش کن دھن بجانے لگا۔ مسکان کی موت اس کے سپنوں کی تکمیل تھی۔ اس وقت اسے احساس ہوا کہ وہ بے جا اتنے لمبے کھٹ راگ میں پڑ گیا تھا۔ اسے بہت پہلے یہ کر لینا چاہیے تھا۔ سیٹھ فہیم کے لیے مسکان کا ترکہ کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ اگر وہ اس کے سامنے اپنی بے گناہی ثابت کردیتا تو وہ یقیناً مسکان کا سارا ترکہ اس کے حوالے کرنے میں تامل نہ کرتا۔ اس کے برعکس اگر وہ آدھا مانگ بھی لیتا۔ تب بھی آدھا ترکہ ہی اس کے لیے کافی تھا۔ زیادہ کے لالچ میں وہ آدھے سے بھی ہاتھ دھونے جارہا تھا۔

قریباً سوا گیارہ بجے کا وقت تھا جب اسے سیٹھ فہیم کی کال ریسیو ہوئی۔

''کچھ پتا چلا بھیا؟'' اس نے اپنے لہجے میں بے صبری سمونے کی کامیاب کوشش کی۔

سیٹھ فہیم نے کہا۔''ہاں، اسے اغوا کیا گیا ہے؟''

''ک......کس نے؟'' حماد نے پریشانی ظاہر کی۔

''اگر یہ پتا چل جاتا تو میں اسے زندہ زمین میں نہ گاڑ دیتا۔''

''میں اسے چھوڑوں گا تو نہیں؟'' حماد نے دانت پیسے۔

''وہ بعد کا مسئلہ ہے، ابھی اس نے دس کروڑ تاوان طلب کیا ہے؟''

”بھیا!......ہم دس کروڑ دیں گے، یہ رقم مسکان سے بڑھ کر نہیں ہے۔“

”جانتا ہوں، مگر پرابلم یہ ہے کہ اس کے بعد بھی اگر اس نے مسکان کو رہا نہ کیا اور اس کا کوئی دوسرا مطالبہ سامنے آ گیا پھر؟“

”بھیا!......ابھی گینداس کے کورٹ میں ہے، ہم مجبور ہیں۔“

”مجبور ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔ خفیہ پولیس کے دو انسپکٹر میرے گہرے دوست ہیں میرا ارادہ ہے میں یہ معاملہ ان کے سپرد کر دوں۔“

”بھیا!......میں اس کے حق میں نہیں ہوں؟......آپ بے شک مسکان کی فیکٹری کے شیئر بیچ لیں یا ٹرانسپورٹ کے کاروبار کا سودا کر لیں، لیکن یہ رقم اس کتے کے منہ پر ماریں۔ میں مسکان کو ادنیٰ سا نقصان پہنچتے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ وہ جتنی رقم مانگتا ہے دے دیں، میں اور مسکان روکھی سوکھی کھا لیں گے، فٹ پاتھ پر رہ لیں گے، مگر اسے کچھ ہو گیا تو شاید میں بھی نہ بچ پاؤں۔“

”بے وقوفوں کی سی بات مت کرو حماد!“ سیٹھ فہیم نے اسے شفقت سے ڈانٹا۔ ”تمھارا کیا خیال ہے مجھے مسکان کم عزیز ہے۔ لیکن یاد رکھنا اگر ہم اس کے ہاتھ ایسے ہی بلیک میل ہوتے رہے تو ہمارے کنگال ہونے تک وہ مسکان کو اپنے قبضے میں رکھے گا۔“

”بھیا!......اس کا پہلا مطالبہ تو پورا کر دیتے ہیں نا؟......اگر اس کے بعد اس کا کوئی مطالبہ سامنے آیا تو پھر کچھ سوچیں گے۔“

”حماد وہ دونوں انسپکٹر بہت قابل اور اس کام کے ماہر ہیں۔ اور اس انداز میں کام کرتے ہیں کہ اغوا کار مکمل اندھیرے میں رہتا ہے، تم بے فکر رہو۔“

سیٹھ فہیم نے اسے تسلی دے کر کال منقطع کر لی۔ حماد کی بلا سے وہ جو بھی کرتا تھا، اسے تو فقط مسکان سے اپنی بے پایاں محبت ظاہر کرنی تھی، جو وہ بڑی کامیابی سے کر چکا تھا۔

سیٹھ فہیم کی کال ختم ہوتے ہی اس نے فریحہ کو اسی وقت اس اغوا کی خبر سنائی۔ وہ اس کے سامنے بھی خود کو بے گناہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔

پھر فریحہ کے لیے جھٹکا شاک کا باعث بنی تھی اور مختلف قسم کے تشویش ناک اندیشے اس کی سوچ میں گردش کرنے لگے۔

☆---☆---☆

"قری!.... کیا کہہ رہی ہو؟" دانیال ہکلایا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے جیسے اندھیرا چھا گیا تھا۔

"دانی!.... یہی سچ ہے۔ اسے کل صبح کسی نے اس وقت اغوا کیا جب وہ ناشتا کرنے کے بعد گھر سے نکلی تھی۔ شاید تمھاری طرف آ رہی تھی یا میری طرف۔"

"مم.... مگر اسے کوئی کیوں اغوا کرے گا؟.... وہ تو اتنی اچھی اور نیک ہے؟"

"پاگل!.... اغوا کاروں نے تاوان وصول کرنا ہوتا ہے۔ کل رات ہی انھوں نے سیٹھ نعیم یعنی پاری کے بھائی سے دس کروڑ کا مطالبہ کر دیا ہے۔"

"د.... دس کروڑ؟.... اتنی رقم کہاں سے آئے گی؟"

"سیٹھوں کے لیے یہ اتنی بڑی رقم نہیں ہے۔ میں تو یہ سوچ رہی ہوں جانے وہ پاری کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہوں گے؟"

دانیال اس کی بات کا جواب دیے بغیر سر جھکا کر رہ گیا۔

"دانی! ایک بات پوچھوں؟"

"آں.... ہاں۔" وہ بے دھیانی سے بولا۔ "پوچھو۔"

"اگر پاری کے ساتھ کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو کیا تم اسے قبول کر لو گے؟"

"اونچ نیچ....؟" دانیال کے لہجے میں حیرت تھی۔

فریحہ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں!.... تم جانتے ہو وہ لڑکی ہے اور حد سے زیادہ خوب صورت ہے۔ یہ بھی تمھیں پتا ہے ایسی لڑکی اگر چند وحشی درندوں کے ہاتھ پھنس جائے تو وہ کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔"

دانیال کے چہرے پر پھیکی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "قری!.... اس کا جواب تمھیں تو معلوم ہے حالانکہ اسے میں نے بتایا نہیں۔"

"مجھے تو نہیں نا معلوم؟" وہ پوچھنے پر مصر ہوئی۔

"فری بی بی!...... یہ تمھیں کس نے کہا کہ کسی غلیظ اور گندے مرد کی دست درازی سے کوئی معصوم لڑکی آلودہ ہو سکتی ہے۔ پاگل یہ آلودگی صرف احساسات میں ہوتی ہے۔ پہلے شوہر سے بھی تو اس کا جسمانی تعلق رہا ہے کیا اس وجہ سے میں نے اسے کوئی ہلکا سا بھی طعنہ دیا۔ حالانکہ اس میں تو مشی کی اپنی مرضی بھی شامل تھی، یہاں تو وہ بالکل بے قصور ہے۔ باقی یہ تو چند درندے ہیں، اگر کراچی شہر کے سارے بدکار بھی زبردستی اسے روندتے رہیں اور کئی سال تک یہ سلسلہ چلتا رہے، اس کے بعد بھی وہ مجھے اتنی ہی عزیز ہوگی جتنی پہلے تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ۔"

فریحہ بے ساختہ بولی۔ "دانی!...... آئی لو یو۔" اور پھر جب اسے احساس ہوا کہ وہ کچھ عجیب کہہ بیٹھی ہے تو فوراً وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "میرا مطلب ہے مجھے تمھارے خیالات بہت پیارے لگے، ایک عورت کو ایسے ہی ہمدرد شوہر کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"ہاں فری!...... میں جانتا ہوں تم بہت اچھی لڑکی ہو۔

"اچھا میں حماد کی طرف جا رہی ہوں، کوئی نئی بات معلوم ہوئی تو تمھیں ضرور مطلع کروں گی۔"

دانیال نے کہا۔ "میں منتظر رہوں گا۔"

"خدا حافظ۔" کہتے ہوئے اس نے کال ختم کر دی۔

گھر سے نکل کر اس نے ٹیکسی پکڑی اور سید حامسکان کی کوٹھی پر گئی، مگر وہاں جا کر اسے معلوم ہوا کہ حماد سیٹھ فہیم کے ہاں گیا ہوا ہے۔ وہ اسے موبائل فون پر اپنی آمد کا بتانے لگی۔

"فری!...... فی الحال تم واپس جاؤ، میں سیل فون پر تمھیں تازہ صورت حال سے باخبر رکھوں گا۔ فی الحال ہم اغواکار کی کال کا انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ خاموشی سے واپس آ گئی۔ دانیال کو بھی دوبارہ فون کر کے اس نے تازہ صورت حال بتا دی تھی۔

☆......☆......☆

کامی کو دیکھتے ہی جیرا کھڑا ہو گیا۔

"ہاں تیمور!۔۔۔ کیا خبر لائے ہو؟"

"ہاں!۔۔۔ بیس لاکھ میں سودا طے ہو گیا ہے۔ پرسوں ہونے والے جلسے کو کامیاب نہیں ہونے دینا، جلسہ شروع ہوتے ہی دھماکا کرنا ہے تاکہ تمام لوگ منتشر ہو جائیں۔"

"مطلب صرف ایک دھماکا؟"

"جی ہاں!۔۔۔ آج کل حالات ہی ایسے ہیں، ایک دھماکے کے بعد کسی نے بھی وہاں نہیں رکنا۔"

اس نے پوچھا۔ "رقم؟"

"لے آیا ہوں۔" تیمور نے ایک چھوٹا سا بیگ اس کے سامنے رکھ دیا۔

"اوکے!۔۔۔ اب یوں کرو، یہ جدید بی ایم ڈبلیو کار آئی ہے MS-2020۔ اس میں مکمل بارود فٹ کر دو۔"

"ہاں!۔۔۔ کیوں نہ اس کو ریموٹ کنٹرول کرتے ہوئے کام آ جائے گی، یہ باقی تھوڑی کھڑی ہیں۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی باڈی کو فل کرنے کے پارٹس کی ادائیگی وصول ہو چکے ہیں۔ پھر یہ بھی تو دیکھو اتنی قیمتی کار پر کس کا شک جائے گا، جب اندر ایک خوب صورت لڑکی بھی بیٹھی ہو۔ چاہے وہ سیٹ سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھی ہو۔۔۔ دیکھنے والے تو اسے ایک اعزازی سمجھیں گے۔ پولیس والے بھی ایسے سین سے جلد متاثر ہوتے ہیں اور چیکنگ کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔"

اسی وقت ایک اور آدمی اندر داخل ہوا۔ "سلام باس!" کہہ کر وہ بغیر اجازت کے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ [illegible] کاشی نے سر کے اشارے سے اس کے سلام کا جواب دیا۔

تیمور نے پوچھا۔ "میں اب جا سکتا ہوں؟"

"ہاں ٹھیک ہے تم جاؤ۔" وہ دوسرے آدمی کی طرف متوجہ ہوا۔ "تو تم!۔۔۔ سناؤ کیا رہا؟"

"باس! [illegible] صاحب کے والد نے تاوان کی رقم دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کا مطالبہ ہے کہ پہلے ہم اس کی بیٹی کو رہا کریں پھر وہ ادائیگی کرے گا؟"

کاشی غصے سے بولا۔ "اس کی عقل گھاس چرنے تو نہیں گئی ہے۔"

”وہ کہہ رہا تھا کہ، اس کا کیا بھروسا، کہ ہم رقم لے کر اس کی بیٹی کو رہا کر دیں گے؟“

”اسے دھمکی نہیں دی کہ ہم اس کی بیٹی کے ساتھ کیا کچھ کر سکتے ہیں؟“

”میری دھمکی سے پہلے ہی اس نے وضاحت کر دی تھی۔ کہہ رہا تھا جو لڑکی تم جیسے غنڈوں کے قبضے میں آ جاتی ہے اس کا عزت کے ساتھ واپس آنا یوں بھی ناممکن ہے، اگر آ جائے تب بھی لوگ یقین نہیں کرتے۔“

کامی خنجر زہر خند لہجے میں مسکرایا۔ ”ویسے کہہ تو ٹھیک رہا تھا۔ تم سب پنکی بی بی سے مستفید ہو چکے ہو۔ اب تو وہ احتجاج کرنا بھی چھوڑ چکی ہے۔“

”باس!......سنا ہے ایک نیا پٹاخہ بھی آیا ہے؟“ نقوی نے ندیدے پن سے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

”ہاں!......لیکن وہ فی الحال میرے تصرف میں رہے گی۔“

”تو ہمیں کب بہرہ مند ہونے کا موقع ملے گا؟“

”شاید کبھی نہیں۔“ کامی خنجر نے نفی میں سر ہلایا۔ ”پرسوں وہ خودکش بمبار کا فریضہ ادا کرنے والی ہے۔“

”باس یہ تو زیادتی ہے۔ مرنا تو اس نے یوں بھی ہے۔“ نقوی نے احتجاج کیا۔

”اچھا میں دیکھتا ہوں، شاید میرا دل آج ہی اس سے سیر ہو جائے۔ اور کل تمھیں کچھ وقت بتانے کا موقع مل جائے۔“

”تو باس!......پنکی کا کیا کریں؟۔ ڈیڑھ ماہ سے مفت کھلا پلا رہے ہیں اور وہ حرام خور اپنے بینک اکاؤنٹ پر سانپ بن کر بیٹھا ہے۔ اتنا عرصہ تو ہم نے کبھی انتظار نہیں کیا؟“

کامی ہنسا۔ ”مفت کہاں کھا رہی ہے بے چاری؟“

”پھر بھی، اس کنجر کو کچھ تو حیا کرنی چاہیے، آخر بیٹی ہے اس کی۔ ایک ڈیڑھ لاکھ ہی دے دیتا تو کافی تھا۔ ہماری سبکی تو نہ ہوتی؟“

”ہم نے کون سا پنکی کو تاوان کے لیے اغوا کیا تھا۔ بس فیشن ایبل لباس پہنے بازار میں مٹکتے دیکھا، دل آ گیا اور اٹھا لائے۔“

”اب امید تو یہی ہے کہ برقع اوڑھ کر نکلا کرے گی۔“ نقوی نے قہقہہ لگایا۔

کامی نے کہا۔ ”ویسے اس کا تعاون دیکھ کر تو اسے رہا کرنے کو دل چاہتا ہے؟“

”باس!......ریکارڈ خراب ہو جائے گا؟“

”اچھا ٹھیک ہے، یہ بعد کا مسئلہ ہے۔ اب تم جاؤ آرام کرو۔ شاید مس پنکی بھی تنہائی محسوس کر رہی ہو؟“

”تم!...... نے اس وقت نئے پھول کا رس چوسنا ہوگا ہے نا؟“ نقوی حسد بھرے لہجے میں بولا۔ اور کامی قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ اسے واقعی مسکان کی یاد ستانے لگی تھی۔ اس جیسی لڑکی آج تک اس کی نظر سے نہیں گزری تھی۔ المادی سے وہسکی کی بوتل اور خالی گلاس نکال کر وہ اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں وہ قید تھی۔ اس کے پاس آج اور کل کا دن تھا۔ اس کے بعد اس بھولی بھالی، کومل اور موہنی صورت نے یوں بھی کسی کی لالچ کی بھینٹ چڑھ جانا تھا۔

☆......☆......☆

دانیال کے لیے آرام کرنا دشوار ہو گیا تھا۔ وہ دردِ قولنج کے مریض کی طرح تڑپتا رہا۔ اس کی جانِ حیات غائب تھی جانے وہ کہاں چلی گئی تھی۔ وہ زیادہ دیر چارپائی پر نہ لیٹ سکا اور اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ پھر اس کا کمرے میں دم گھٹنے لگا اور وہ صحن میں نکل آیا۔ اپنی ماں کو اس نے یہ روح فرسا خبر نہیں سنائی تھی۔

”کاش مجھے پتا چل جاتا کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔“ وہ بڑبڑانے کے انداز میں خود کلامی کرتا رہا۔ اور پھر اس نے پوری رات اسی طرح بتادی۔ صبح کی اذان کے ساتھ اس کے قدم مسجد کی طرف بڑھ گئے۔

جانے کتنی دیر وہ سجدے میں پڑا اپنی مشی کی سلامتی کی دعائیں مانگتا رہا۔ مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ جو چیز مقدر ہو جائے وہ دعا سے نہیں ٹلا کرتی۔

مسجد سے واپس آ کر وہ کمرے میں گھس کر لیٹ گیا۔ نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پھر فریحہ کی کال آ گئی۔ اور یہ جان کر تو سچ مچ اس کے قدموں سے زمین سرکنے لگی کہ اس کی مشی کسی کی قید میں ہے۔

اسے گھر میں آرام نہ آیا وہ باہر نکل آیا اور بغیر کچھ سمجھے بوجھے نامعلوم سمت میں اس کے قدم اٹھتے رہے۔ اسی دوران اسے ایک بار پھر فریحہ کی کال موصول ہوئی۔ وہ اپنے گھر واپس جانے کی بابت بتلا رہی تھی۔ اور یہ کہ اس وقت تک بلیک میلر سے رابطہ نہیں ہو سکا تھا۔ وہ بہت دیر تک چلتا رہا۔ خالی نظروں سے اردگرد کے مناظر

دیکھتا رہا۔اسی طرح چلتے چلتے اسے پتا ہی نہ چلا کس وقت اپنے گھر کے دروازے پر لوٹ آیا۔ عائشہ خاتون بیٹے کے چہرے پر چھائی وحشت دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

''دانی بیٹا!......کیا ہوا؟'' اس نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

اور دانیال بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔وصال کی گھڑیاں کتنی مختصر ثابت ہوئی تھیں اسے پتا ہوتا تو وہ کبھی مشی کو واپس نہ جانے دیتا۔

اسے آنسو بہاتے دیکھ کر عائشہ کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔وہ اس کا سر چھاتی سے لگا کر اسے تھپکنے لگی۔''آخر کچھ پتا تو چلے دانی!......ہوا کیا ہے؟......کیا مسکان بیٹی سے جھگڑا ہوا ہے؟''

اس مرتبہ دانیال نے نفی میں سر ہلایا اور بہ مشکل بولا۔

''امی جان!......میری مشی کو کسی نے اغوا کر لیا ہے۔''

''کیا؟......مگر کیسے؟''

''وہ کل صبح گھر سے نکلی......ضرور یہاں آ رہی ہو گی۔اور کسی نے اسے اغوا کر لیا۔اب اغوا کار دس کروڑ روپے مانگ رہا ہے۔''

''ہائے او میرے ربا......پتر!......اتنی رقم ہم کہاں سے لائیں گے؟''

''یہ مطالبہ انھوں نے مشی کے بھائی سیٹھ فہیم سے کیا ہے۔''

''تو مسکان بیٹی کا بھائی سیٹھ ہے؟''

''ہاں ماں جی!......مشی کا والد بہت امیر آدمی تھا۔''

''تو اس کے بھائی نے،ان بدبختوں کو کیا جواب دیا......پتا نہیں کیا حال ہو گا میری پھول سی بچی کا؟''

''وہ دس کروڑ دینے پر تیار ہو گیا ہے امی۔اور اب وہ ڈاکوؤں کے فون کا انتظار کر رہے ہیں کہ کس وقت وہ انھیں رقم لانے کا بتاتے ہیں۔''

''رقم کے بجائے جوتے پڑنے چاہییں ان بدبختوں کے سر پر۔'' عائشہ انھیں کوسنے لگی۔

''ماں جی!......اس طرح وہ مشی کو کوئی نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں؟''

''تو یہ موئی پولیس ایسے لوگوں کو کیوں نہیں پکڑتی؟''

''سامنے تھوڑی آتے ہیں یہ بدبخت۔ چھپے ہوتے ہیں۔ جو پکڑا جاتا ہے اپنے انجام کو پہنچتا ہے ماں جی!''

اور عائشہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلانے لگی۔

☆......☆......☆

''کامی صاحب!...... انسپکٹر اسلم اور عبداللہ دونوں خفیہ پولیس کے آدمی ہیں اور آپ تک وہی رقم پہنچائیں گے۔ اس کے علاوہ بھی ان کے کچھ بندے تم لوگوں پر نظر رکھے ہوئے ہوں گے۔'' حماد نے کال کر کے کامی خنجر کو تفصیلی آگاہی دی۔

''میں جانتا ہوں حماد!...... یہ سیٹھ اتنی آسانی سے رقم کی ادائی نہیں کرتے۔ بہرحال تم فکر نہ کرو کل تک تمھیں اپنی بیوی کی لاش مل جائے گی۔ گو ٹکڑوں میں بٹی ہو گی۔ مگر تم نے دفنانا ہی ہے نا؟''

''ٹھیک بقیہ رقم کے لیے کوئی آدمی بھیج دینا، یا میں خود پہنچا دوں گا۔''

''وہ رقم تھری ٹو ون ہوٹل کے منیجر کو دے دینا، سمجھو مجھے مل گئی۔''

''ٹھیک ہے جناب اور بہت بہت شکریہ۔'' حماد خوشی سے چہکا۔ دولت و عزت اس سے چند قدم ہی دور تھی

''نہیں شکریہ تو مجھے ادا کرنا چاہیے۔ یقین کرو اتنی بھرپور لڑکی زندگی میں نہیں ملی۔ دل ہی نہیں کر رہا اسے مارنے کو۔ اگر تمھارا معاملہ نہ ہوتا تو میں اسے مستقل پاس رکھ لیتا۔''

''اگر اس کی موت ضروری نہ ہوتی تو میری بلا سے وہ ساری زندگی تمھاری آغوش میں پڑی رہتی۔''

''اچھا کوئی بات نہیں یار!...... آج کا دن اور رات ہی کافی ہے میرے لیے۔''

''کیوں رات مہمان نوازی دی تھی؟'' حماد گھٹیا پن سے بولا۔

''نہیں یار!...... رات بھی اس کی معیت میں گزری ہے۔ بس اچھلتی کودتی زیادہ ہے۔ لیکن کوئی بات نہیں مرد کو تو اصل مزہ بھی اسی اچھل کود میں آتا ہے۔''

''اوکے!...... کوئی نئی بات ہوئی تو میں تمھیں میسج یا کال کر کے مطلع کر دوں گا۔''

''گڈ بائی۔'' کہہ کر کامی نے رابطہ منقطع کر دیا۔

حماد اس وقت سیٹھ فہیم کے گھر آیا ہوا تھا۔ یہ ساری تفصیل اس نے کوٹھی کے باغ میں جا کر کامی کو بتائی تھی۔ یہاں وہ ٹہلنے کے بہانے نکلا تھا۔ دونوں انسپکٹر، سیٹھ فہیم سے رقم کا بریف کیس لے کر چلے گئے تھے۔ ان کی تمام گفتگو کے دوران حماد ان کے پاس ہی بیٹھا رہا تھا۔ سیٹھ وسیم نے بھی اپنے دو تین دوستوں کو بلایا ہوا تھا۔ جب وہ دوبارہ اندر داخل ہوا تو سیٹھ وسیم کا ایک دوست وہاں پہنچا ہوا تھا۔

رسمی تعارف کے بعد حماد کو پتا چلا کہ اس کا تعلق کسی خفیہ ایجنسی سے ہے۔ اور اس کا نام احمد ہے۔ حماد کا دل بے طرح دھڑکنے لگا۔ ان ایجنسی والوں سے کوئی بعید نہیں تھا۔

''وہ کسی ایک نمبر سے کال کرتا ہے یا نمبر بدل بدل کر کال کرتا ہے؟'' احمد وسیم کی طرف متوجہ تھا۔

وسیم کے بجائے فہیم نے جواب دیا۔ ''وہ ہماری بہن کا سیل فون استعمال کر رہا ہے۔ دونوں مرتبہ اسی سے کال رسیو ہوئی ہے؟''

''مجھے نمبر لکھواؤ۔'' اس نے اپنا موبائل نکال کر پوچھا۔

''فہیم نے مسکان کا نمبر دہرا دیا۔

نمبر نوٹ کر کے احمد کسی کو کال کرنے لگا۔

''ایک نمبر بھیج رہا ہوں لوکیشن ٹریس کرو۔'' مختصر سا پیغام دے کر وہ دوبارہ فہیم کی طرف متوجہ ہو کر مختلف سوال پوچھنے لگا۔

حماد کے لیے وہاں بیٹھنا دوبھر ہو رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ واش روم جانے کے بہانے وہاں سے اٹھ گیا۔ واش روم میں گھستے ہی اس نے سرعت سے کامی خنجر کو میسج لکھا۔

''مسکان کا سیل فون استعمال نہ کرنا، نمبر کو ٹریس کیا جا رہا ہے۔ انھوں نے خفیہ ایجنسی کا ایک بندہ بلوالیا ہے، احتیاط کرو۔''

میسج بھیج کر اس نے میسج کو اپنے سیل فون کے سینٹ باکس سے مٹایا اور ہاتھ دھو کر واش روم سے باہر نکل آیا ملازم چائے کی ٹرالی دھکیل کر اندر لا رہا تھا۔ حماد کو کامی کی طرف سے ''اوکے تھینکس۔'' کا میسج موصول ہوا اور اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔

چائے پی کر احمد نے کچھ ضروری تفصیلات فہیم سے پوچھیں، چند سوالات حماد سے پوچھے اور اجازت لے کر چلا گیا۔ اغوا کار نے چار بجے کا وقت دیا تھا اور وہ خود بھی بہ نفس نفیس وہاں حاضر رہنا چاہتا تھا۔

اس کے جانے کے بعد بھی وہ تینوں پریشان صورتیں لیے وہیں بیٹھے رہے۔ خاص کر حماد نے تو بالکل رونے کی سی صورت بنائی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر کوئی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ اصل مجرم وہی ہے۔

سوا چار بجے انھیں انسپکٹر عبداللہ کی کال موصول ہوئی کہ ابھی تک اغوا کار نے ان سے بات نہیں کی تھی۔

ساڑھے چار بجے فہیم کو پی ٹی سی ایل نمبر سے کال آئی۔ اس نے بے صبری سے کال اٹینڈ کی۔

''سیٹھ صاحب!...... بتایا تھا نا؟...... چالاکی سے کام نہیں چلے گا۔ یہ خفیہ پولیس کا انسپکٹر تو نے بہن کی بارات میں شامل ہونے کے لیے بھیجا ہے؟''

فہیم نے بڑی مشکل سے غصہ کنٹرول کیا۔ ''وہ آدمی تم تک رقم پہنچانے کے لیے بھیجا ہے۔''

''خود آجاتے؟''

''تاکہ بہن کے ساتھ میں بھی تمھاری قید میں چلا جاتا۔''

''بہر حال تمھاری یہ غلطی ناقابلِ معافی ہے۔'' اس نے رابطہ منقطع کر دیا اور فہیم پریشانی کے عالم میں اسے آوازیں دیتا رہا گیا۔

''کیا ہوا بھیا؟'' حماد نے رو دینے والے لہجے میں پوچھا۔

''اسے پتا چل گیا ہے کہ ہم نے خفیہ پولیس کے انسپکٹر کو پیسے دے کر اس کے پاس بھیجا ہے۔'' سیٹھ فہیم کی آواز کسی گہرے کنویں سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ اغوا کار کے لہجے میں کوئی ایسی بات ضرور تھی جس نے سیٹھ فہیم جیسے آدمی کو بھی لرزا دیا تھا۔

''بھیا!...... میں نے کہا تھا نا ایسا نہ کریں؟'' حماد نے رومال نکال کر آنکھوں پر رکھ لیا۔ اب اس بات سے وہ واقف نہیں تھے کہ اس نے رومال پہلے سے گلسرین میں بھگویا ہوا ہے۔ اس کی آنکھوں سے بھل بھل آنسو بہنے لگے۔ وسیم اور فہیم کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں تھیں۔

☆......☆......☆

"بھائی صاحب!۔۔۔ آگے جلوس آ رہا ہے۔ اگر آپ واپس مڑ جائیں تو بہتر ہوگا۔" پولیس سپاہی نے بی
ایم ڈبلیو کے ڈرائیور کو بتایا۔ اسی لیے اس کی نظر پچھلی نشست پر پڑی۔ سیاہ گاؤن پہنے ایک لڑکی سیٹ سے ٹیک
لگائے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے سے نقاب ہٹا ہوا تھا۔ سوتے ہوئے وہ جنت کی حور دکھائی دے رہی تھی۔ سپاہی
بمشکل ہی اس کے ملیح چہرے سے نظریں ہٹا پایا تھا۔

"لیکن جناب!۔۔۔ میں نے اسی طرف سے جانا ہے۔ بے بی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اور اسے ہاسپٹل
لے کر جانا ہے اگر ذرا بھی دیر ہوگئی تو کمشنر صاحب میری چمڑی ادھیڑ دیں گے۔"

"کمشنر صاحب؟" پولیس سپاہی نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ "سر!۔۔۔ میں تو آپ کے فائدے کے لیے
کہہ رہا تھا۔ اگر آپ اسی طرف سے جانا چاہتے ہیں تو بصد شوق جا سکتے ہیں۔"

ڈرائیور سر کے اشارے سے اس کا شکریہ ادا کرتا ہوا آگے بڑھ گیا جبکہ پولیس سپاہی دوسری کار کو ہاتھ دے
کر روکنے لگا۔

اس ناکے سے آگے بڑھ جانے والی وہ واحد کار تھی۔ جب وہ کار جلوس کے قریب پہنچی اس وقت جلوس
ایک بڑے میدان میں داخل ہو رہا تھا۔ وہاں شامیانے اور قناتیں پہلے سے لگی ہوئی تھیں۔ ڈرائیور نے کار اس
رستے کے کنارے روک دی جہاں سے جلوس نے میدان میں داخل ہونا تھا۔ جب تک جلوس گزر نہ جاتا اس کا
آگے بڑھنا مشکل تھا۔ جلوس کے گزرنے کا انتظار کرنے کے لیے وہ کار سے باہر نکلا اور موبائل فون نکال کر کسی کو
کال کرنے لگا۔

"بس سر!۔۔۔ آدھے گھنٹے میں پہنچ جائیں گے۔۔۔۔۔ یہاں جلوس میں پھنس گئے ہیں۔" باتیں کرتا ہوا وہ
آہستہ آہستہ کار سے دور ہٹنے لگا۔ شرکائے جلوس اپنی نعرہ بازی میں مشغول تھے کسی نے اس پر دھیان نہیں
دیا۔ اور پھر کار سے تقریباً سو گز کی دوری پر آنے کے بعد اس نے۔

"او کے سیف۔" کہتے ہوئے رابطہ منقطع کر دیا اور جلوس کے ساتھ شامل ہو کر اس کا حصہ بن گیا۔ اس
کے بعد وہ مزید چند گز ہی چل سکا ہوگا کہ اچانک ایک زوردار دھماکا ہوا اور بھگدڑ مچ گئی۔ وہ اطمینان سے وہاں سے
دور ہٹنے لگا۔ کار ہزاروں ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر بکھر گئی تھی۔ اس کے قریب سے گزرنے والے کئی افراد واقعی اجل

بن گئے تھے۔زخمیوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔لوگ خوفزدہ ہو کر اس جگہ سے دور ہٹتے جا رہے تھے۔کچھ ہمدرد دل رکھنے والے زخمیوں کو سنبھالنے لگ گئے تھے۔وہ ان سب سے بے نیاز ایک مخصوص سمت میں چلتا رہا جلد ہی وہ اس علاقے سے نکل آیا تھا۔موبائل فون نکال کر وہ کامی خنجر کو کامیابی کی اطلاع دینے لگا۔

☆......☆......☆

سیٹھ فہیم اس وقت افسردہ سا اپنے بیڈروم میں لیٹا تھا۔اس کی بیوی فہمیدہ اس کا سر دبا رہی تھی۔اغوا کنندہ کی کال اس کے بعد نہیں آئی تھی۔اسے سخت پریشانی لاحق تھی۔مسکان اسے بہن کے بجائے بیٹی کی طرح عزیز تھی۔اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ بدبخت پولیس والوں کو اس آسانی سے پہچان جائے گا۔خود انسپکٹر عبداللہ اور اسلم بھی سخت حیران تھے کہ اس تک یہ بات کس نے پہنچائی ہے۔

وہ انھی سوچوں میں سرگرداں تھا کہ اچانک موبائل فون کی گھنٹی نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔نامعلوم نمبر سے کال آ رہی تھی۔

"سیٹھ صاحب!......اگر ٹی وی نزدیک ہے تو کھول کر بریکنگ نیوز سن لو، بڑی دلچسپ خبر آ رہی ہے؟"اس نے اغوا کنندہ کی مکروہ آواز بڑی آسانی سے پہچان لی تھی۔

"کک......کیسی خبر؟"سیٹھ فہیم حواس باختہ ہونے لگا تھا۔

"کسی جلوس میں دھماکا ہوا ہے۔دھماکا خیز مواد ایک نئی بی ایم ڈبلیو میں فٹ کیا گیا تھا۔کار کا نمبر MS-2020 ہے۔اور ہاں کالے گاؤن میں ملبوس ایک جوان لڑکی کی لاش کی کے ٹکڑے بھی ملے ہیں۔جس نے کانوں میں ہیرے کے ٹاپس اور گلے میں سونے کا لاکٹ پہنا تھا۔بے چاری کو اجتماعی زیادتی کا شکار بھی بنایا گیا تھا۔ویسے آپ تو سوچیں گے نا؟ سیٹھ صاحب!......کہ اتنے قیمتی ٹاپس اور لاکٹ اس کے پاس چھوڑنا میری بے وقوفی تھی۔ دھماکے میں یہ چیزیں خراب ہو گئی ہوں گی۔بہ خدا میں نے بھی یہی سوچ کر اتار لی تھیں۔اگر آپ کو چاہیے ہوں تو مل سکتی ہیں۔آخر بہن کی نشانی تو پاس ہونی چاہیے نا......بس اس کے بدلے ایک کروڑ کی ادائی کر دیجیے گا؟"

"کتے!......میں......میں تمھیں زندہ دفنا دوں گا، میں......میں............"مگر اس کی بات پوری ہونے سے

پہلے اس نے قہقہہ لگا کے کال منقطع کر دی۔ سیٹھ فہیم نے موبائل فون دیوار پر کھینچ مارا۔ فہمیدہ بھی پریشان ہو کر رونے لگی تھی۔

سیٹھ فہیم متوحش سا اٹھ کر ننگے پاؤں بھاگتا ہوا ٹی وی کی طرف بڑھا۔ ٹی وی پر بڑے زور و شور سے دھماکے کی بریکنگ نیوز چل رہی تھی۔ مرنے والوں کی تعداد پچیس تیس تک پہنچ گئی تھی جبکہ زخمیوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی۔ نیوز کاسٹر بتا رہی تھی کہ دھماکا ایک کریم کلر کی نئی بی ایم ڈبلیو میں ہوا تھا۔ عینی شاہدین کا یہ بھی کہنا تھا کہ کار کی عقبی نشست پر ایک لڑکی کالے گاؤن میں ملبوس موجود تھی۔ نیوز کاسٹر جانے اور بھی کیا کیا بتاتی رہی مگر سیٹھ فہیم ٹی وی کے سامنے سے ہٹ گیا۔ فہمیدہ وسیم کو بلا لائی تھی۔ حماد بھی ابھی تک وہیں موجود تھا وہ بھی وسیم کے ساتھ بھاگا چلا آیا تھا۔

''بھائی کیا ہوا؟...... بھابی بتا رہی ہیں کوئی بری خبر ہے۔''

''وسیم!...... مسکان............'' یہ کہتے ہی سیٹھ فہیم رو دیا۔

''بھیا!...... میں سمجھا نہیں؟'' وسیم کا دل بھی بے طرح دھڑکنے لگا تھا۔

فہیم نے ٹی وی سکرین کی طرف اشارہ کیا۔

''ہاں تو کیا ہوا؟...... دھماکے کی بریکنگ نیوز چل رہی ہے نا؟ یہ کوئی نئی بات تو نہیں؟''

''یہ دھماکا مسکان کی کار میں ہوا ہے۔'' فہیم نے نم آنکھوں سے فقرہ پورا کیا۔

''نہیں۔'' حماد زور سے چیخ مارتے ہوئے دھڑام سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

وسیم جلدی سے بیٹھ کر اسے سنبھالنے لگا فہمیدہ بھی اس کے بوٹ کھول کر پاؤں کی مالش کرنے لگی تھی۔ فہیم اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا فون کا ریسیور اٹھا کر فیملی ڈاکٹر کو فون کرنے لگا۔

اس کے بعد اس نے پولیس ایس پی کو فون کر کے دھماکے میں استعمال ہونے والی بہن کی کار کے بارے مختصر سا بریف کیا اور فون بند کر دیا۔ وہ خود کو اس حادثے کا ذمہ دار سمجھ رہا تھا۔ خاص کر اسے حماد کا سامنا کرنے کے خیال سے پریشانی ہو رہی تھی جو آخر تک یہی پیٹتا رہا تھا کہ انھیں تاوان کی رقم ادا کر دینا چاہیے۔

☆......☆......☆

دھماکے کی خبر فریحہ نے ٹی وی پر سنی تھی۔ اور یہ کوئی ایسی انوکھی خبر نہیں تھی کہ اس پر غور کیا جاتا۔ وطن عزیز میں تو آئے روز یہ تماشا لگا رہتا ہے۔ وہ چینل بدلنے ہی لگی تھی کہ اچانک نیوز کاسٹر اس خبر پر تفصیل سے روشنی ڈالنے لگی۔ کریم کلر کی بی ایم ڈبلیو MS-2020 اس کے دماغ میں بے چینی کی لہر اٹھی۔

''MS-2020۔'' وہ بڑبڑائی۔ ''یہ نمبر تو...... نہیں۔'' اچانک ایک جھماکے کی طرح اس کے دماغ میں آیا۔ ''یہ تو باجی کی کار کا نمبر ہے۔'' چینل بدلی کرنے کا ارادہ موئخر کرتے ہوئے وہ غور سے خبر سننے لگی۔ کالے گاؤن میں ملبوس لڑکی کی تباہ ہونے والی کار میں موجودی کی خبر نے اس کے دل کی دھڑکن تیز کر دی تھی۔

موبائل فون نکال کر وہ حماد کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔ بیل جانے کے باوجود کوئی کال اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔

اس نے لائن فون پر کال کی جو ملازمہ نے ریسیو کی اور بتایا کہ حماد سیٹھ فہیم کے ہاں ہی موجود تھا۔

وہ گھر سے باہر نکلی اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھی سیٹھ فہیم کے گھر کی طرف جا رہی تھی۔

وہاں جا کر مسکان کی موت کی خبر کی تصدیق ہوئی اور اس کے دل کو کچھ ہونے لگا۔ اس کی مخلص باجی اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ گھر میں قریبی رشتہ داروں کی آمد جاری تھی۔ سیٹھ فہیم مسکان کی لاش لینے گیا ہوا تھا۔ لاش کیا؟ جسم کے چند ٹکڑے اور لباس کی کچھ دھجیاں ہی تھیں۔ مگر اپنی محبت اور عقیدت کو مرکز دینے کے لیے انھوں نے قبر تو بنانی تھی۔

حماد کے بارے یہ جان کر کہ وہ مسکان کی موت کی خبر سن کر بے ہوش ہو گیا تھا۔ فریحہ حیران رہ گئی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی اسے شک ہوا کہ اس کارروائی میں کہیں حماد کا ہاتھ نہ ہو وہ جتنا سوچتی گئی اس کا یقین پختہ ہوتا گیا آخر کار اس نے حماد کو جانچنے کا فیصلہ کر لیا اور مسکان کی بھابی فہمیدہ کی معیت میں اس کمرے کی طرف بڑھ گئی گھر کی عورتیں اسے مسکان کی قریبی سہیلی سمجھ رہی تھیں۔

''آپ اور حماد ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتے تھے؟'' حماد کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے فہمیدہ نے اس سے تصدیق چاہی۔

''ہاں۔'' وہ مختصراً بولی۔

کمرے کے دروازے پر رک کر فہمیدہ بولی۔ ''اسے جگانا مت؟...... اگر خود سے جاگ جائے تو ٹھیک ہے

ورنہ وہیں ڈرائینگ روم میں آجانا۔'' وہ واپس مڑگئی۔

فریحہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ حماد بیڈ پر سیدھا لیٹا ہوا تھا۔ وہ سبک قدموں سے چلتی اس کے قریب پہنچی۔

''Congratulation (مبارک باد) حماد!'' وہ دھیرے سے بولی۔ مگر حماد اسی طرح لیٹا رہا۔

''حماد!......بس کرو یہ ڈراما بازی، میں جانتی ہوں تمھیں باجی کی موت کا اتنا غم نہیں ہوسکتا؟......اتنا غم تو شاید تمھیں میری موت کا بھی نہ ہو؟''

حماد کی پلکیں وا ہوئیں اور وہ مسکراتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔

''فری!......میں یہی چاہتا تھا مگر میں نے ایسا کیا نہیں ہے......قدرت میری مدد کر رہی ہے؟''

''مجھے یقین نہیں آتا؟......''

''کیوں......مجھ سے اعتبار اٹھ گیا ہے؟''

''میں بھی کہوں، تم کیسے اتنی جلدی باجی کی جان چھوڑنے پر آمادہ ہوگئے تھے؟''

''فری!......جو ہوا اسے بھول جاؤ۔ اب خوابوں کی تعبیر پوری ہوگئی ہے۔ سیٹھ فہیم کی نظروں میں میری وقعت بہت بڑھ گئی ہے۔ اور اب مسکان کی موت کے بعد اس کا وارث میں ہوں۔''

''تم کیسے اس کے وارث ہوسکتے ہو؟ جبکہ وہ دانیال کی بیوی تھی؟''

''ہونہہ!......دانیال؟......اس کے ساتھ میں اتنی بھلائی کرسکتا ہوں کہ وہ دکان اور مکان اس سے واپس نہ لوں۔''

''حماد صاحب!......تو نے بہت برا کیا؟......بہت زیادہ۔ کاش سیٹھ فہیم میری بات پر یقین کر لیتا تو میں اسے ساری کہانی بتا دیتی، مگر وہ یقین نہیں کرے گا۔ مگر یاد رکھنا میں تم سے باجی کا موت کا ایسا بدلہ لوں گی کہ تمھاری ساری خوشی خاک میں مل جائے گی۔'' فریحہ یہ کہتے ہوئے واپس مڑگئی۔

''فری......فری......'' حماد اسے آوازیں دیتا رہ گیا۔

☆......☆......☆

دانیال نے آنسو بہاتی فریحہ کی ساری بات سنی مگر جواباً کچھ نہیں کہا تھا۔فریحہ سیٹھ فہیم کے گھر سے سیدھا اسی کے پاس پہنچی تھی۔

''دانی!......تم ٹھیک تو ہو؟'' اسے خاموش بیٹھے دیکھ کر وہ پریشانی سے مستفسر ہوئی۔

اس نے سر اٹھا کر فریحہ کی آنکھوں میں جھانکا۔

''پتا نہیں؟......شاید یہ سننے سے پہلے مجھے مر جانا چاہیے تھا...... ہے نا؟''

وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔''دانی!......تم ایک باہمت مرد ہو،اس سے پہلے تم نے باجی کی جدائی کو بڑی ہمت اور حوصلے سے برداشت کیا تھا۔سمجھو وہ اب تک تم سے دور ہے۔''

''فری!......اس نے مجھے دھوکا دیا۔'' دانیال کی آنکھوں میں اتری نمی گالوں پر بہنے لگی۔فریحہ نے سکھ کا سانس لیا۔اسے امید تھی کہ رونے سے دانیال کا دکھ ہلکا ہو جائے گا۔

''دانی!......موت کے سامنے تو کسی کی نہیں چلتی نا؟......ورنہ وہ تو تمھاری جانب لوٹ آئی تھی؟''

وہ گلوگیر لہجے میں بولا۔''لوٹی نہیں تھی......مرنے سے پہلے اپنی صفائی پیش کرنے آئی تھی۔''

''ایسا نہیں کہتے پگلے!......موت کے وقت کا کس کو معلوم؟''

''پتا نہیں چلا...... یہ کس کا کام ہے؟''

''نہیں،اور اب میں چلتی ہوں۔جنازے کا وقت کنفرم کر کے تمھیں فون پر بتا دوں گی۔''

''کہاں جا رہی ہو؟''

''باجی کے گھر،اب تک شاید ان کی میت پہنچ گئی ہو۔میں رات وہیں گزاروں گی۔''

''کیا میں تمھارے ساتھ چل سکتا ہوں؟''

''نہیں،میں تمھیں اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔مجھے تم پر اعتبار نہیں۔باجی کی لاش دیکھ کر شاید تم حواس کھو بیٹھو۔''

''مم......میں کوشش............؟''

''نہیں دانی!......تم یہیں رہو گے۔اور پگلے کس رشتے سے وہاں جاؤ گے؟...... یہ نہ ہو تمھاری وجہ سے باجی

کی عزت پر کوئی حرف آ جائے؟......"

دانیال نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ وہ اسے دروازے تک چھوڑنے کے لیے نہیں اٹھا تھا۔ یوں بھی اس حالت میں ہر قسم کے اخلاق بھول جاتے ہیں۔ کمرے سے نکل کر فریحہ نے نقاب درست کیا، اسی وقت بیرونی دروازہ کھول کر عائشہ گھر میں داخل ہوئی۔ ایک نقاب پوش لڑکی کو دیکھ کر پہلے تو وہ خوشی سے کھل اٹھی کہ شاید مسکان ہے مگر پھر فریحہ کی چال ڈھال نے اس کی یہ غلط فہمی دور کر دی۔

"اسلام علیکم آنٹی!......میں مسکان کی سہیلی، بلکہ چھوٹی بہن فریحہ ہوں۔"

"وعلیکم السلام!......جیتی رہو بیٹی۔ آؤ بیٹھو نا......کہاں جا رہی ہو؟"

"آنٹی!......میرے پاس وقت نہیں ہے شکر ہے آپ مجھے یہیں مل گئیں۔ دانیال کا خیال رکھیے گا۔ باجی ہمیں چھوڑ کر چلی گئیں ہیں۔ یہ نہ ہو دانیال کچھ غلط کر بیٹھے؟"

"کک......کہاں؟"

فریحہ سسکی۔ "وہ نہیں رہیں آنٹی۔"

"ہائے او میرے ربا!......" عائشہ نے اپنی چھاتی میں دو ہتڑ مارے۔

"آنٹی!......اگر آپ اس طرح ہوش و خرد کا دامن چھوڑ دیں گی تو دانی کو کون سنبھالے گا؟"

اور اس مرتبہ عائشہ خاتون فریحہ کو الوداع کہے بنا دانیال کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا بیٹا مسکان کا کتنا دیوانہ ہے۔ وہ خود کو کوئی نقصان بھی پہنچا سکتا تھا۔

فریحہ بھی خاموشی سے وہاں سے نکل آئی۔ اسے علم تھا کہ ماں بیٹے کے لیے وہ بہت کڑا وقت ہے۔ خود اس کا سینہ بھی غم واندوہ سے پھٹ رہا تھا۔ مسکان کی شخصیت ہی ایسی سحر انگیز تھی۔ حماد بھی جانے کس مٹی کا بنا تھا کہ اس کی معیت میں اتنا عرصہ گزارنے کے باوجود اس سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ اور اتنی مخلص لڑکی کے خون سے ہاتھ رنگ بیٹھا تھا۔

☆......☆......☆

فریحہ کے جانے کے بعد حماد دوبارہ لیٹ کر سوچ کے گھوڑے دوڑانے لگا۔ گو وہ جانتا تھا کہ فریحہ اس حد تک

نہیں جا سکتی کہ حماد کو کوئی نقصان پہنچائے۔ اور اس وقت اس کا ردعمل بس جذباتی بیان بازی سے زیادہ اہمت نہیں رکھتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ چند ماہ سے زیادہ وہ مسکان کا سوگ نہیں منائے گی اور اس کے بعد وہ اسے منا لے گا۔

اس سب کے باوجود وہ ذہنی طور پر خود کو تیار کرنے لگا۔ فریحہ کے پاس حماد کو مجرم ثابت کرنے کے لیے کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں تھا۔ لے دے کے اس کی ذاتی گواہی تھی اور اس کے جواب میں حماد آسانی سے سیٹھ فہیم کو بتا سکتا تھا کہ وہ رقابت کے زیر اثر حماد پر الزام لگا رہی ہے۔ باقی دانیال سے مسکان کی شادی کا نہ تو دانیال کے پاس کوئی دستاویزی ثبوت موجود تھا اور نہ مسکان کے پاس۔ الٹا اگر وہ دانیال کے ساتھ مل کر کوئی ایسا دعوا کرتی تو منہ کی کھاتی اور دانیال اپنی رہائش گاہ اور دکان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا۔

اسے سخت بھوک کا احساس ہوا۔ اس نے رات سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ لیکن اس حالت میں کھانا پینا اسے مشکوک بنا سکتا تھا۔ وہ خاموشی سے لیٹا رہا۔ دولت حاصل کرنے کے لیے وہ کم از کم اتنی قربانی دے سکتا تھا۔

وسیم کمرے میں داخل ہوا۔ حماد چہرے پر وحشت بھرے تاثرات طاری کیے اٹھ بیٹھا۔

”کیسے ہو حماد؟“ وسیم اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

جواباً وہ کچھ کہے بنا آنسو بہانے لگا۔

”یار!...... مرد ہو کر روتے ہو؟“ وسیم نے اسے تسلی دی۔ ”وہ ہماری بھی تو بہن تھی۔ فہیم بھائی تو اسے بیٹیوں کی طرح چاہتے تھے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا تو کیا کیا جا سکتا ہے؟“

”میں اس خبیث کو زندہ نہیں چھوڑوں گا...... میں اپنا سب کچھ اسے تلاش کرنے میں جھونک دوں گا اور جس دن وہ مجھے مل گیا، میں اسے کتے کی موت ماروں گا۔“

”ہم بھی تمھارے ساتھ ہیں...... اب اٹھ جاؤ، کچھ کھا پی لو کل سے کچھ نہیں کھایا؟“

”مجھے بھوک نہیں ہے بھیا۔“

”دیکھو مرنے والوں کے ساتھ کوئی مر نہیں جایا کرتا۔ ابھی تک تم نے اس کی میت کو کندھا بھی دینا ہے، اگر خود حرکت کے قابل نہیں رہو گے تو اسے کیسے قبر میں اتارو گے............؟“ وسیم اسے سمجھا بجھا کر کمرے سے باہر لے آیا۔ کوٹھی میں خوب چہل پہل تھی۔ وسیم کے کہنے پر اس نے دکھاوے کے لیے ہلکی سی خوراک لی اور پھر

مہمانوں کے درمیان آ کر بیٹھ گیا۔اسی دوران سیٹھ فہیم ایک تابوت کے ساتھ آن پہنچا۔تابوت کو دیکھ کر عورتوں میں رونے دھونے کی آواز بلند ہوئی۔حماد وحشت زدہ سا اٹھ کر تابوت سے لپٹ گیا۔فریحہ وہیں موجود تھی،اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔حماد کی مکاری دیکھ کر اس کا دل پھٹنے لگا۔اس کا جی چاہا کہ وہ چیخ چیخ کر اس مکار دھوکے باز کی لٹیا بیچ چوراہے پھوڑ دے،مگر وہ بے بس تھی اور جانتی تھی کہ اس کی بات کا کسی نے یقین نہیں کرنا تھا الٹا ایک ماتم والے گھر میں بدمزگی پھیل جاتی۔وہ آنسو بہاتے ہوئے مسکان کے ایصال ثواب کے لیے زیرلب قرآنی آیات کا ورد کرنے لگی۔

سیٹھ فہیم نے بڑی مشکل سے حماد کو تابوت سے جدا کیا اور اسے اپنے کمرے میں لے گیا۔حماد نے با آواز بلند رونا شروع کر دیا تھا۔ان کا فیملی ڈاکٹر وہیں موجود تھا۔سیٹھ فہیم کے کہنے پر اس نے حماد کو سکون آور انجیکشن لگایا اور اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔اس کے واویلے کو دیکھ کر وہاں موجود لوگ اس کی مسکان سے محبت کے قائل ہو گئے تھے۔ایک فریحہ ایسی تھی جو اس فراڈیے کے مکروفریب سے واقف تھی مگر کسی دوسرے کو بتا نہیں سکتی تھی۔ زندگی میں پہلی بار اس کے دل میں حماد کی نفرت اس شدت سے اجاگر ہوئی کہ وہ اسے دنیا کا مبغوض ترین آدمی نظر آنے لگا۔یہ وہی حماد تھا جس کے لیے وہ اپنا سب کچھ لٹانے پر تیار تھی۔اس نے سوچا۔واقعی محاورہ بنانے والے برسوں کے تجربے کے بعد ہی کوئی بات کرتے ہیں کہ...... "ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی۔"

اس کی فرشتوں ایسی شکل کے پیچھے ابلیس سے بھی بری صورت چھپی تھی۔دوسری جانب دانیال تھا۔جو دیکھنے میں حبشی النسل لگتا۔سیاہ کالا کلوٹا،مگر بہت مخلص۔فریحہ کے دماغ میں اچانک غصے کی ایک لہر اٹھی اور وہ بے قابو ہو کر سیٹھ وسیم کی جانب بڑھی......

وسیم کے نین نقش بالکل مسکان سے ملتے جلتے تھے۔بلیک کلر کے تھری پیس سوٹ میں بال بکھیرے وہ کھویا کھویا نظر آ رہا تھا یقینی طور پر اسے اپنی بہن سے بہت محبت تھی۔اس کے قریب جا کر اچانک مسکان کی ہمت جواب دے گئی اور وہ واپس مڑ گئی۔ماتمی ماحول میں فساد کا بیج بونا اسے بہتر نہ لگا۔

وہ رات قریباً سب نے جاگ کر گزاری۔اور حماد مزے سے سوتا رہا۔اس کے باوجود اس کی محبت سب سے فائق تھی۔فریحہ جانتی تھی وہاں میت کے پاس جاگنے والوں کے علاوہ کوئی اور بھی جاگ رہا ہوگا۔جو اپنی مشی کا سچا

عاشق تھا، وہ جو اپنی مشی کے لیے سب کچھ قربان کر سکتا تھا۔ اگر اس کی جان کے بدلے مسکان کو زندگی مل سکتی تو اسے سو فیصد یقین تھا کہ وہ جان دینے سے دریغ نہ کرتا۔ مسکان کا اصل وارث بھی وہی تھا مگر یہ بات سوائے فریحہ کے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اور اس کا اتنا اثر و رسوخ نہیں تھا کہ کسی کو اپنی بات کا یقین دلا سکتی۔

☆......☆......☆

وہ رات اس کی زندگی کی سب سے تاریک رات تھی۔ وہ ایک پل کے لیے بھی نہیں سو سکا تھا۔ مشی چلی گئی تھی اسے چھوڑ کر اس بات پر اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ ''شاید یہ سچ نہ ہو؟ یقیناً وہ مر نہیں سکتی؟'' وہ خود کو بہلاتا رہا تسلیاں دیتا رہا۔ مگر یہ طفل تسلیاں تھیں۔ اور پھر رات بیت گئی۔

صبح کی اذان ہوئی اور وہ اسے جگانے آ گئی۔

''دانی!...... نماز نہیں پڑھو گے۔'' اسے اپنے ماتھے پر گیلا لمس محسوس ہوا۔ وہ مسکرایا۔

''پڑھتا ہوں نا مشی!...... اور یہ کیا ڈراما بنایا ہوا ہے؟ میڈم فری، کہہ رہی ہے تم دھماکے میں مر گئی ہو بے وقوف کہیں کی۔''

''ہا...... ہا۔'' اس کا سریلا قہقہہ گونجا۔ ''مگر میں تو تمھارے پاس ہوں دانی!...... انھیں بتانا مت۔''

''ہاں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ مگر تم مجھے نظر نہیں آ رہی ہو؟''

''آنکھیں بند کر کے دیکھو نا؟'' وہ ناز سے بولی۔

''اس طرح بھی نہیں آ رہی ہو؟'' وہ چیخا۔ مگر اسے جواب نہ ملا۔

''مشی ...... مشی ...... مشی!'' وہ اسے آوازیں دینے لگا۔ عائشہ خاتون بھاگ کر اس کے کمرے میں آ گئی تھی۔

''بیٹا!...... تمھاری مشی بہت دور چلی گئی۔'' وہ اس کا سر چھاتی سے لگائے رونے لگی۔

''امی جان!...... یہ جھوٹ ہے...... یہ جھوٹ ہے۔'' وہ چیخا اور ساتھ ہی آنسو بہانے لگا۔ عائشہ بھی روتی رہی۔ اسی وقت اس کے موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

''دیکھو امی جان!...... مشی کی کال آ گئی۔'' اس نے جلدی سے موبائل فون نکالا۔ اور اٹینڈنگ بٹن پر لیس کیا

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

”ہیلو مشی!...... یہ تم ہو نا؟“ اس کی آواز میں شامل وحشت، عائشہ کو ڈرانے لگی۔

”دانیال ہوش کرو۔“ دوسری طرف سے فریحہ نے اسے جھڑکا۔

”فری!...... مشی کو فون دو نا؟...... دیکھو میں نے اس سے بات کرنی ہے۔“

”دانی!...... وہ مر چکی ہے۔ سمجھ نہیں آتی تمھیں؟“ فریحہ کو اس کا رویہ ڈرانے لگا۔

”بکواس بند کرو۔ میری مشی نہیں مر سکتی، ابھی مجھے جگانے آئی تھی نماز کے لیے۔“

”سنو دانی!...... تمھاری مشی کا جنازہ نو بجے ہوگا۔ اگر اسے چاہتے ہو تو اس کے جنازے میں ضرور شریک ہونا ورنہ وہ تم سے ناراض ہو جائے گی۔“

”نہیں، کہتے ہوئے اس نے موبائل پھینکا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ فریحہ کو اس کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ اور وہ جانتی تھی کہ اس کا رونا بہتر تھا۔ اس کے ذہنی خلجان کو دیکھتے ہوئے اس نے مسکان کے جنازے کی خبر سنائی تھی تا کہ وہ اس شاک سے نکل آئے۔ اسی وقت عائشہ نے موبائل اٹھالیا۔

”ہیلو!“

”آنٹی!...... میں فریحہ بول رہی ہوں۔ باجی کا جنازہ نو بجے ہے۔ دانیال کو لازماً بھیجنا۔ اگر اس نے اپنے سامنے اسے دفن ہوتے نہ دیکھا تو شاید یہ کبھی یقین نہ کرے۔“

”ہاں بیٹی!...... میں کوشش کروں گی۔“ عائشہ سسکیاں بھرتے ہوئے بولی۔

”کوشش نہیں آنٹی!...... اسے لازماً بھیجنا۔ اور اب اسے جی بھر کے رونے دو، کوئی تسلی دینے کی ضرورت نہیں۔ اسے ذہن نشین کراؤ کہ مسکان فوت ہو چکی ہے۔“

فریحہ نے رابطہ منقطع کر دیا۔

”امی جان!...... فریحہ بھی جھوٹ رہی ہے۔“

”بیٹا!...... وہ سچ کہہ رہی ہے۔ مسکان بیٹی نہیں رہی۔ اور پتا ہے اس کا جنازہ نو بجے ہے۔ تم لازماً جانا، اگر نہیں گئے تو شاید اس کی روح تم سے خفا ہو جائے۔“ اس بار دانیال نے تکرار نہیں کی اور اسی طرح آنسو بہاتا رہا۔

☆......☆......☆

قبرستان میں پہنچنے تک وہ خود پر قابو پا چکا تھا۔ مسکان کی میت لائی گئی وہ تابوت میں بند تھی۔ دانیال کا دل چاہا کہ بھاگ کر تابوت سے لپٹ جائے مگر وہ اپنی خواہش کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ فریحہ نے اسے سختی سے اس قسم کی کسی بھی کارروائی سے منع کیا تھا۔ یہ بات اسے ذہن نشین کرنے کے لیے فریحہ نے اسے مسکان کی عزت و آبرو کا واسطہ دیا تھا۔ اور اپنی مشی کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔

جنازہ پڑھ کر مسکان کی میت کو گڑھے میں اتارا گیا۔ وہ دور کھڑا دیکھتا رہا۔ اسے حماد بھی نظر آیا جو اس کام میں پیش پیش تھا۔ اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو اس بات کا مظہر تھے کہ اسے بھی مسکان کی موت پر افسوس تھا۔

لوگ لاش پر مٹی ڈالنے لگے۔ دانیال نے بھی مٹھی بھر مٹی اٹھائی مگر پھر وہ اس کے ہاتھوں سے گر گئی۔ اپنی مشی پر مٹی ڈالنے کے لیے اس دل راضی نہ ہوا۔ اس نے سوچا، ''گلاب کے پھول پر بھی کوئی مٹی ڈالتا ہے؟''

قبر تیار ہوئی گورکن نے اس پر پانی چھڑکا۔ تازہ پھولوں کا انبار قبر پر ڈال دیا گیا۔ آخر میں ایک مولانا صاحب نے دعا کرائی اور سب آہستہ آہستہ لوٹنے لگے۔ دانیال کھڑا رہا۔ تمام کے وہاں سے ہٹتے ہی وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا قبر کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

''مشی! ...... بہت برا کیا تم نے، بہت برا۔ میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔ دھوکے باز بھول گئیں؟ کیا کہا تھا؟ کہ اب کبھی مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔ کیا یہ وعدہ صرف ایک دن کے لیے کیا تھا؟ ...... بولو نا؟ جواب دو؟'' وہ چیخا۔ ''جواب نہیں ہے نا؟ ...... ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ جھوٹی، دغا باز، مکار۔'' وہ رونے لگا اور پھر زمین پر لیٹ کر قبر کے ساتھ لپٹ گیا۔ گلاب کی پتیوں کی خوشبو کے ساتھ مٹی کی سوندھی سوندھی بو مل کر عجیب قسم کی خوشبو پیدا کر رہی تھی، مگر یہ اس کی مشی کی خوشبو نہیں تھی۔ منوں مٹی کے نیچے سے اس کی خوشبو آ بھی کیسے سکتی تھی۔ وہاں لیٹے ہوئے اسے بہت زیادہ سکون محسوس ہوا۔ دوپہر ڈھلی اسے نیند آ گئی۔ وہ مسکان کے ساتھ ایک خوب صورت باغ میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ وہ ہنس رہی تھی قہقہے لگا رہی تھی۔ زندگی سے بھرپور قہقہے۔ وہ بھی اس کے ساتھ ہنسنے لگا۔ مسکان کو ہنستا دیکھ کر اس کا دل خود بہ خود ہنسنے کو کرتا تھا۔

☆......☆......☆

مسکان کی تدفین کے بعد جب سب واپس آ گئے تو وہ گھر لوٹ آئی۔ گزشتہ رات وہ پل بھر کے لیے نہیں سو

سکی تھی۔ گھر آ کر اس نے ناشتا کیا اور سو گئی۔ مرنے والے کے سوگ میں بھوکا پیاسا رہنے سے مرنے والے کا بھلا نہیں ہوتا۔ البتہ وہ اس کے دشمن کو اذیت پہنچا کر خود کو تسکین دے سکتی تھی۔ سہ پہر کو اٹھ کر اس نے چائے پی اور پھر دانیال کو کال کرنے لگی۔ چند گھنٹیوں کے بعد کال اس کی ماں نے ریسو کی۔

''آنٹی!......دانی کہاں ہے؟''

''جنازے پر گیا تھا بیٹی!......اب تک نہیں لوٹا؟''

''کیا......؟'' وہ حیران رہ گئی۔ ''جنازہ ہوئے تو کئی گھنٹے ہو گئے ہیں؟''

''بیٹی!......میں خود پریشان ہوں۔''

''شاید کسی دوست کے پاس چلا گیا ہو؟''

''دوست کے پاس تو وہ عام حالات میں بھی نہیں جاتا۔''

''شاید پریشانی کے باعث چلا گیا ہو؟''

''کیا کہہ سکتی ہوں بیٹی؟'' عائشہ کی آواز میں کرب کی آمیزش تھی۔ ''ایک ہی بیٹا ہے، اور اسے بھی موذی روگ لگ گیا ہے۔''

''ٹھیک ہے آنٹی!......میں اسے ڈھونڈ لاتی ہوں۔ آپ فکر نہ کریں، ان شاءاللہ آپ کے بیٹے کو کچھ نہیں ہو گا۔'' فریحہ کے ذہن میں اچانک ایک خیال آیا اور اس نے جھٹ عائشہ کو تسلی دے دی۔

''جیتی رہو بیٹی!......عائشہ نے کہا اور فریحہ کال منقطع کر کے گھر سے باہر نکل آئی، تھوڑی دیر بعد وہ ٹیکسی میں بیٹھی اس قبرستان کی جانب روانہ تھی جہاں مسکان کو دفن کیا گیا تھی۔ اسے یقین تھا کہ مشی کا دیوانہ اسی کے پاس ہو گا۔ قبرستان کے باہر ٹیکسی رکوا کر اس نے ڈرائیور کو انتظار کرنے کا کہا اور اندر گھس گئی۔ گورکن سے اسے نئی قبر کی لوکیشن آسانی سے پتا چل گئی۔

قبر کے ساتھ ہی اسے کوئی لیٹا نظر آیا وہ دانیال ہی تھا۔ اور گہری نیند میں تھا۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر فریحہ کا دل کٹ سا گیا۔ سچ کہتے ہیں محبت انسان کو رسوا کر دیتی ہے۔ یہ محبت ہی تھی کہ وہ زندہ ہو کر مردوں کے درمیان اطمینان سے لیٹا تھا۔

فریحہ نے اسے شانے سے پکڑ کر جھنجوڑا۔

''دانی!......دانی!......اٹھو۔''

وہ آنکھیں ملتا اٹھ بیٹھا۔''فری!......تم؟...... یہاں کیا کر رہی ہو؟''

''تمھیں ڈھونڈ رہی ہوں، بے وقوف پتا بھی ہے آنٹی کتنی پریشان ہیں تمھارے لیے؟''

''مم......میں تو یہیں تھا اپنی مشی کے پاس۔ وہ اصل میں پہلا دن تھا نا؟ مشی کا قبر میں، میں نے سوچا اسے ڈر نہ لگے۔''

''اکیلی کب ہو گی پگلے؟ اسے اپنی ماں اور باپ کی روحیں مل گئی ہوں گی۔ وہ تو یہاں سے کئی گنا خوش ہو گی۔''

''ہاں سچ کہتی ہو۔'' وہ اداس ہو گیا۔''اکیلا تو مجھے کر گئی ہے نا؟''

''میں ہوں نا تمھارے پاس؟ اور پھر آنٹی بھی ہے۔'' فریحہ نے اسے تسلی دی۔

''تو اس کا جانا ضروری تھا؟''

''دانی!...... یہ کسی کے بس میں تھوڑا ہوتا ہے؟......جس کا بلاوا آ جاتا ہے اسے جانا پڑتا ہے۔''

''تو میرا کب آئے گا؟''

''جب رب کو منظور ہو گا۔ اب اٹھو، چلیں آنٹی انتظار کر رہی ہوں گی۔''

''مشی کو بتا دوں۔'' اسے کہہ کر وہ قبر کی طرف متوجہ ہو گیا۔''مشی!......میں آتا رہوں گا۔ تم گھبرانا مت۔''

''دیکھو باجی کہہ رہی ہے ٹھیک ہے چلے جاؤ۔'' فریحہ نے مسکرا کر کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔

اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دانیال نے سر جھکایا اور اس کے ہمراہ ہو لیا۔ ٹیکسی ڈرائیور شدت سے ان کا منتظر تھا۔ وہاں سے وہ سیدھے گھر پہنچے۔

عائشہ خاتون نے بڑی بے تابی سے دانیال کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔

''کہاں چلے گئے تھے میرے لال!''

''امی جان!...... مشی کے پاس بیٹھا تھا۔''

''یہ قبرستان میں تھا آنٹی!......'' فریحہ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔''آپ کھانا لے آئیں تا کہ میں اپنے سامنے اسے کھلا کر جاؤں۔''

''مجھے بھوک نہیں ہے فری!'' دانیال جلدی سے بولا۔

عائشہ کو سوالیہ نظروں سے گھورتے پا کر فریحہ نے کہا۔''آنٹی!......آپ کھانا لے آئیں۔''

عائشہ سر ہلاتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔

''جب مجھے بھوک نہیں ہے تو......؟'' دانیال نے احتجاج کرنا چاہا۔

''دانیال!......تم حد سے بڑھ گئے ہو۔'' فریحہ سخت لہجے میں بولی۔''بالکل ایک بچے کی سی حرکتیں کر رہے ہو۔ آنٹی کی پریشانی نظر نہیں آتی۔ کیا ماں کو دکھ دیتے ہوئے مزہ آتا ہے یا اس طرح سے باجی واپس آ جائے گی۔ باخدا اگر اس طرح وہ واپس آ سکتی تو میں ساری زندگی کھانا نہ کھاؤں۔ اور یاد رکھو مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا۔ باجی کی روح شاید اب بھی یہاں موجود ہو۔ کتنا دکھ ہو گا اسے تمھارے رویے پر۔ اور تمھارے رویے کو دیکھتے ہوئے یہ بھی ہو سکتا ہے وہ تمھارے خوابوں میں آنا بھی گوارا نہ کرے۔''

مؤخر الذکر فقرے نے دانیال کو لرزا دیا تھا۔ کوئی جواب دیئے بغیر وہ خاموش بیٹھا رہا۔ عائشہ تھوڑی دیر بعد ہی کھانا لا سکی تھی۔ ان کے سامنے کھانا رکھتے ہوئے اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''بیٹی!......روٹی تازہ پکانا پڑ گئی ہے۔''

''آنٹی!......آپ بھی بیٹھیں۔ یقیناً آپ نے بھی کل سے کچھ نہیں کھایا ہو گا۔'' فریحہ کی ترغیب پر ماں بیٹا بے دلی سے کھانے لگے۔ فریحہ نے بھی ان کا ساتھ دیا تھا۔

کھانے کے بعد عائشہ چائے بنا کر لے آئی۔ چائے پی کر فریحہ جانے کے ارادے سے کھڑی ہو گئی۔

''ٹھیک ہے آنٹی میں چلتی ہوں۔'' اس نے جانے کی اجازت طلب کی۔

''اللہ پاک تمھیں سکھی رکھے بیٹی!......'' عائشہ اسے دعائیں دینے لگی۔

''چلو میں تمھیں ڈراپ کر دوں۔'' کھانا کھانے کے بعد دانیال کی طبیعت سنبھل گئی تھی۔

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "ڈراپ...... کیا تم کار چلا لیتے ہو؟"

"ہاں۔" وہ اداسی سے بولا۔ "مشی نے سکھائی تھی۔"

"اچھا چلو۔" فریحہ بھی اداس ہوگئی۔ وہ جانتی تھی، نئے زخم کو بھرتے کچھ دیر تو لگتی ہے۔ اور مسکان کی موت تو دانیال کو روح تک گھائل کر گئی تھی۔

کار میں بیٹھتے ہی دانیال کی ناک میں مسکان کے معطر وجود کی خوشبو آنے لگی۔

اپنی سوچ بٹانے کی غرض سے وہ بولا۔ "فری!...... ڈرائیونگ آتی ہے؟"

"نہیں، کبھی کوشش ہی نہیں کی، سیکھنے کی۔"

"اچھا میں تمھیں سکھاتا ہوں...... یہ دیکھو نا...... اسے گیئر کہتے ہیں۔ ہمیشہ گاڑی سٹارٹ کرنے سے پہلے چیک کر لو، کہ یہ نیوٹرل ہے، اور یہ اس طرح نیوٹرل ہوتا۔ یہ ایکسی لیٹر ہے، اس کے ساتھ بریک اور ساتھ ہی کلچ۔ ان تینوں کے استعمال میں آپ نے دائیں پاؤں سے مدد لینی ہے۔" اس کے دماغ میں اپنی مشی کی آواز گونجی اور یہ سب فریحہ کو بتاتے ہوئے اس کی آنکھیں دوبارہ نم ہوگئیں۔

"دانی!...... پھر کیا ہوا" فریحہ جو خوش تھی کہ چلو اس طرح دانیال کی ذہنی رو بٹ جائے گی اسے روتے دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"فری!...... بالکل یہی الفاظ اس نے کہے تھے۔ مجھے ایک ایک لفظ یاد ہے۔ وہ یہاں بیٹھی تھی جس جگہ میں بیٹھا ہوں اور میں وہاں بیٹھا تھا تمھاری جگہ...... پھر وہ مجھے ساحل سمندر کی طرف لے گئی تھی......"

"اچھا تم مجھے سکھا رہے تھے۔" مسکان نے قطع کلامی کی۔

"کیوں مشی کا تذکرہ برا لگ رہا ہے۔" دانیال نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"نہیں اذیت ہو رہی ہے۔ میں اسے بھول جانا چاہتی ہوں۔ اور چاہتی ہوں تم بھی اسے بھول جاؤ۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔"

"کوشش کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔"

"تمھارا خیال ہے، میں کوشش نہیں کرتا۔"

''ہم گاڑی چلانا سیکھ رہے تھے۔'' مسکان نے موضوع بدلا۔

دانیال سر جھٹک کر بولا ''اسے ہینڈ بریک کہتے ہیں۔گاڑی سٹارٹ کرنے کے بعد سب سے پہلے ہینڈ بریک کو آف کرو.........'' وہ اسے ضروری باتیں بتانے لگا، پھر وہ کار گھر سے باہر لے آیا۔اس کا رخ اسی سڑک کی طرف تھا جہاں اس نے مسکان سے ڈرائیونگ سیکھی تھی۔نسبتاً ویران سڑک پر آتے ہی اس نے فریحہ کو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھنے کی دعوت دی۔

''مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' وہ گھبرا گئی تھی۔

''اتنی مشکل نہیں ہے، تم بیٹھو تو سہی۔''

اسے خوش کرنے کی خاطر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔مزید آدھا گھنٹا وہ اس روڈ پر کار چلاتی رہی۔

''اب چلیں، باقی کل سیکھوں گی۔''

''جیسے تمھاری مرضی۔'' ڈرائیونگ سیٹ دانیال نے سنبھال لی۔اندھیرا گہرا ہو گیا تھا۔

''صبح سے تم دکان پر جانا شروع کر دو۔''

دانیال نے پوچھا۔''یونیورسٹی کی چھٹیاں ہیں؟''

''نہیں، صبح سے میں بھی جاؤں گی۔''

''تو ایسا ہے کہ میں صبح سات بجے آجاؤں گا۔یہاں سے مشی کے پاس جائیں گے، پھر میں تمھیں یونیورسٹی ڈراپ کر کے دکان پر چلا جاؤں گا۔کیسا ہے۔''

''ٹھیک ہے!......کل ایسے ہی کر لینا۔'' فریحہ نے اس کی تائید میں سر ہلایا۔

''کل نہیں، یہ میں نے پکی روٹین بتائی ہے۔''

''اس طرح تمھیں خواہ مخواہ زحمت ہو گی۔'' فریحہ نے نفی میں سر ہلایا۔

''زحمت کاہے کی۔مشی کے پاس میں نے یوں بھی روزانہ جانا ہے۔بلکہ ایسا ہے کہ یونیورسٹی کی چھٹی کس وقت ہوتی ہے؟ میں تمھیں وہاں سے بھی پک کر لیا کروں گا۔''

فریحہ مسکرائی۔''غالباً تم میرے ڈرائیور نہیں ہو۔''

”فریحہ!...... مجھے تمھاری ضرورت ہے۔“ دانیال روہانسے لہجے میں بولا ”کوئی تو ایسا ہونا چاہیے جس سے میں اپنی مشی کی باتیں کر سکوں۔“

فریحہ اطمینان سے بولی۔ ”اگر تم یہ روٹین نہ بتاتے تو شاید جلد ہی میں خود تمھیں یہ مشورہ دیتی۔“

”بھلا وہ کیوں؟“ دانیال حیران رہ گیا تھا۔

”اس کیوں کا جواب تمھیں دو تین دن بعد دوں گی۔“

”پھر بھی۔“ وہ فریحہ کے گھر کے سامنے پہنچ گئے تھے۔

اس نے نیچے اترتے ہوئے پوچھا۔ ”ایک بات مانو گے؟“ سوال کا جواب وہ نظر انداز کر گئی تھی۔

”جی!“

”تمھارے پاس اتنے اچھے سوٹ ہیں، کل کوئی اچھا سا سوٹ پہن کر آجانا۔“

”تمھیں کس نے بتایا ہے کہ میرے پاس اچھے سوٹ بھی موجود ہیں۔“

”میں نے خود تمھاری الماری میں دیکھے ہیں، باجی کے ساتھ دو تین دفعہ تمھارے ہاں جا چکی ہوں۔“

وہ مسکرایا۔ ”اچھا پہن لوں گا۔ لیکن اس تھوبڑے کے ساتھ کوئی لباس نہیں جچتا۔“

”دانی!...... رنگت کا کالا ہونا بدصورتی کی علامت نہیں ہے۔“

”میری چھ منگنیاں اس رنگت کی وجہ سے ٹوٹی ہیں۔ مشی نے پتا نہیں کیسے برداشت کر لیا تھا۔“

”اس کی مجبوری تھی۔“ فریحہ برجستہ بولی۔ پھر اسے لگا کہ اس کے منہ سے کافی تلخ بات نکل چکی ہے۔ وہ بات سنبھالتے ہوئے بولی۔ ”لیکن بعد میں اسے تمھاری محبت اور خلوص نے جیت لیا تھا۔“

”میں کیا اور میرا خلوص کیا...... مخلص تو وہ تھی فری!...... میری مشی بہت اچھی تھی۔“

”میرا خیال ہے چاے پی لیتے ہیں۔“ فریحہ نے جلدی سے موضوع بدلا۔

”شکریہ۔“ کہہ کر دانیال واپس مڑ گیا۔

واپسی کے سفر میں اسے پھر اپنی مشی کی یاد نے گھیر لیا تھا۔ جس نے ایک مزدور کو اس مقام پر لا کھڑا کیا تھا کہ آج وہ اچھی خاصی حیثیت کا مالک بن گیا تھا۔

”فریحہ کے نزدیک جانا کہیں مشی سے بیوفائی تو نہیں۔“ یہ سوچ اسے پریشانی کرگئی تھی۔اس نے اپنے دل میں جھانکا اسے فوراً جواب موصول ہوا۔

”میں کون سا فریحہ سے شادی کر رہا ہوں۔ یہ تو فقط اس لیے ہے کہ وہ مشی کی بہن بنی ہوئی تھی اور اسی کی وجہ سے اسے اہمیت دیتا ہوں۔ سب سے بڑھ کر، اس حور صورت لڑکی کی مہربانی ہے کہ وہ مجھ سے بات کر لیتی ہے ورنہ میں کس قابل ہوں۔ اگر رشتے کی بات ہو تو اسے ہزاروں نہیں لاکھوں مل جائیں گے۔“

ماں شدت سے اس کی منتظر تھی۔

”بہت دیر کر دی بیٹا۔“

”ہاں ماں!......فری کے ساتھ ساحل کی طرف چلا گیا تھا۔

”فریحہ بیٹی کی شادی ہوگئی ہے۔“ عائشہ کے لہجے میں دلچسپی تھی۔

”نہیں ہوئی، تو ہو جائے گی ماں۔“ کہتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں گھس گیا۔ رات اذیتوں کا پٹارا کھولے اس کی منتظر تھی۔

☆......☆......☆

”اچھے لگ رہے ہو؟“ فریحہ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کے ساتھ بیٹھ گی۔

”کچھ کپڑے اچھے پہنے ہیں۔“ دانیال پھیکی مسکراہٹ سے بولا۔

”رات کیسے گزری۔“

”ڈھیٹ ہوں۔ اتنی آسانی سے نہیں مروں گا۔“

”دانی!......اگر باجی زندہ ہوتی تو تمھیں ضرور جھانپڑ رسید کرتی۔“

”نہیں، وہ مجھ پر ہاتھ نہ اٹھاتی۔“

”کیوں؟“

”ہر کیوں کا جواب نہیں ہوتا۔“

”اچھا آج شام کا کھانا میرے ساتھ کھانا۔“

''خیر تو ہے۔''

''ہاں خیر ہے۔تمھارے ساتھ کافی باتیں شیئر کرنی ہیں۔''

''شیئر کرنی ہیں کا مطلب؟''

''مطلب، تمھیں کچھ باتیں بتانی ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔اب ڈرائیونگ کرنا ہے۔''

''مجھے ڈر لگے گا۔''

''میں ہوں نا۔'' دانیال نے گاڑی سائیڈ پر کر کے روکی اور نیچے اتر آیا۔فریحہ وہیں سے ڈرائیونگ سیٹ پر منتقل ہو گئی تھی۔دانیال کی نگرانی میں وہ گاڑی چلاتی رہی حالانکہ اس سے پہلے اسے کئی دفعہ حماد کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا تھا۔مگر نہ اس نے ڈرائیونگ کی دعوت دی تھی اور نہ فریحہ ہی نے کبھی اسے کہا۔قبرستان میں جا کر انھوں نے فاتحہ پڑھی، دانیال پر پھر اداسی کا دورہ پڑ گیا بڑی مشکل سے فریحہ اسے قبرستان سے باہر لائی تھی۔ورنہ تو وہ وہیں لیٹنے لگا تھا۔

فریحہ کو یونیورسٹی ڈراپ کر کے وہ دکان پر چلا گیا۔مکرم خان بڑے تپاک سے اس سے ملا تھا۔اسے مسکان کی موت کے بارے معلوم نہیں تھا۔دانیال کی زبانی یہ خبر معلوم ہوتے ہی وہ پریشان ہو گیا تھا۔دعائے مغفرت کے بعد وہ بولا۔

''دانیال صاب!...... باجی بوہت اچھا عورت تھا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں جگہ دے۔''

دانیال نے کہا۔''آمین۔'' وہ دونوں کچھ دیر سر جھکائے بیٹھے رہے۔پھر وہ دانیال کو پچھلے دنوں کا حساب کتاب سمجھانے لگا۔ایک رقم کے اوپر وہ انگلی رکھتا ہوا بولا۔

''یہ پچیس ہزار اماری تنخواہ کا ہیں۔باجی نے کہا تھا کہ ام ایک مددگار ملازم ساتھ رکھ لیا کروں۔اور ام دونوں پچیس ہزار تنخواہ لے لیا کریں۔اور اگر میں اکیلا کام کرتا ہوں تو تب بھی میری تنخواہ پچیس ہزار ہوگی۔''

''اگر وہ ایک لاکھ کہتی تو بہ خدا میں تمھیں ایک لاکھ ادا کرتا۔'' دانیال نے رجسٹر بند کر کے سائیڈ پر کر دیا۔

اس کے بعد وہ ایک بجے تک وہیں دکان میں بیٹھا رہا۔ایک بجے وہ مکرم خان کو بتا کر نکل آیا۔ڈیڑھ بجے

تک وہ یونیورسٹی میں پہنچ گیا تھا۔

فریحہ اپنی ایک قریبی سہیلی کے ساتھ یونیورسٹی سے باہر نکلی اور اس کی کار کی طرف بڑھی۔اس کے ساتھ دوسری لڑکی دیکھ کر دانیال دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

''ان سے ملو۔''فریحہ اپنی سہیلی سے بولی۔''یہ ہیں میرے منگیتر دانیال......اور ردا!...... یہ ہیں میری سب سے پیاری سہیلی ردا۔''

اپنے لیے منگیتر کا لفظ سن کر دانیال کو جھٹکا سا لگا مگر پھر اسے خیال آیا کہ ایک لڑکی اس کے علاوہ کیا تعارف کراتی۔

''منگیتر......؟فری!......کی بچی یہ کیا چپ چپ،یعنی نہ مٹھائی نہ کوئی ٹریٹ منٹ،نہ دعوت نامہ۔بڑی گھنی ہوتم۔''

''نہیں سچ میں اچانک ہی پروگرام بنا۔''فریحہ سنجیدگی سے بولی۔

''سوری بھائی جان!......آپ کو سلام نہیں کہہ سکی۔اصل میں یہ فری کی بچی ہے ہی کنجوس۔اب دیکھو نا اپنی منگنی کی پارٹی سے بھی کترا رہی ہے۔''

اچھا زیادہ بک بک کی ضرورت نہیں،کل مٹھائی کھلا دوں گی۔''

''نہیں جی!......تگڑا قسم کا لنچ کرنا ہے۔''

''اچھا کر لینا پیٹو!......''وہ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے بولی۔''چلو تمھیں بھی ڈراپ کر دیں۔''

''تھینکس جی۔''ردا بے تکلفی سے بیٹھ گئی۔دانیال نے کار فریحہ کی بتائی ہوئے سمت موڑ دی۔

''بھائی کیا کرتے ہیں آپ؟''ردا نے اس کا انٹرویو لینا شروع کر دیا۔

''چھوٹا موٹا کاروبار ہے،بہن!......''

وہ شرارت سے مسکرائی۔''فری کو کس طرح پھانسا۔''

اس مرتبہ دانیال کوئی جواب دیے بغیر خاموش رہا۔

”تم نے حماد کے متعلق کچھ نہیں پوچھا۔“ فریحہ گفتگو میں دخل انداز ہوئی۔

”یعنی اس صاحب سے بھی محترم واقف ہیں۔“ ردا حیران رہ گئی تھی۔ اس نے تو فریحہ کا راز رکھنے کے لیے حماد کا نام نہیں لیا تھا ورنہ تو اس کے ذہن میں بار بار یہ سوال اٹھ رہا تھا کہ حماد جیسے ہینڈسم کو چھوڑ کر فریحہ کو ایک کالے کلوٹے کے ساتھ منگنی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

”ہاں...... شادی ایسا بندھن نہیں ہے کہ ہونے والے شوہر سے کوئی بات چھپائی جائے۔“

”حماد سے جھگڑے کی وجہ؟“ ردا نے ذہن میں مچلتے سوال کو اگل ہی دیا۔

”کیونکہ وہ ایک مطلبی، خودغرض اور گھٹیا انسان ہے۔“ فریحہ کے لہجے میں نفرت کا الاؤ بھڑک رہا تھا۔

”پھر بھی آخر کوئی بات تو ہوئی ہوگی۔“

”یہ تم اسی سے پوچھ لینا۔“

”میں تمھاری وجہ سے اس سے بات چیت کر لیتی تھی محترمہ۔“

”سمجھو یہ میری درخواست ہے۔ تم اس تک یہ بات پہنچا دو کہ فریحہ نے دانیال نامی آدمی سے منگنی کر لی ہے۔ اور وہ چند ہفتوں تک شادی کر رہے ہیں۔“

رِدا کو فریحہ کے لہجے میں دیوانگی جھلکتی محسوس ہوئی، وہ مشورہ دیتے ہوئے بولی۔

”پڑھائی تو مکمل کر لو۔“

”شادی کے بعد بھی میری پڑھائی پر کوئی قدغن نہیں ہوگی۔“

”بھائی یہیں روک دو۔“ ردا نے اپنے گھر کے سامنے کار رکوائی اور نیچے اترتے ہوئے بولی۔ ”ٹھیک ہے محترمہ!...... میں حماد صاحب تک یہ بات پہنچا دوں گی۔“

اسے خدا حافظ کہہ کر فریحہ نے دانیال کو واپس مڑنے کا اشارہ کیا۔

”یہ کیا مذاق تھا فری!......“ کار بیک کرتے ہوئے دانیال نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”دانی!...... یہ حقیقت ہے۔“ فریحہ کا اطمینان دیکھنے لائق تھا۔

”تمھارا دماغ ٹھیک ہے۔ مشی کا کفن بھی میلا نہیں ہوا اور تم میری شادی کرانے پہ تلی ہو۔“

''دانی!......فی الحال خاموش رہو۔شام کو مجھے گھر سے پک کر لینا میں تمھارے سارے سوالات کا جواب دوں گی، بہت تفصیل سے بات چیت کرنی ہے تم سے۔اس کے بعد تم فیصلہ کرنا کہ آیا تم مجھ سے شادی کرو گے یا نہیں۔''

''میں ابھی سے فیصلہ سنا دیتا ہوں۔مشی کے بعد میں شادی نہیں کر سکتا۔''

''پلیز اب اس موضوع کو نہ چھیڑو۔''

''ٹھیک ہے دیکھ لیتے ہیں۔''دانیال نے ہونٹ بھینچتے ہوئے ایک چھوٹا سا موڑ کاٹا اور قبرستان کے دروازے کے ساتھ کار روک دی۔مسکان کی قبر پر اس نے فاتحہ پڑھی اور اور پھر چوکڑی مار کر وہاں بیٹھا اور مسکان سے باتیں کرنے لگا۔فریحہ بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔دانیال جیسے اس کے وجود سے انجان ہو گیا تھا۔

''مشی!......میں جانتا ہوں تم خفا ہو کہ میں نے کل سے ایک نماز بھی نہیں پڑھی ہے۔اچھا سوری ابھی جا کر ظہر کی نماز پڑھوں گا۔اور اس کے بعد پہلے کی طرح ایک نماز بھی قضا نہیں کروں گا۔اب تو خوش ہو جاؤ نا۔اور ہاں رات تم کیا کہہ رہی تھیں، میں ایصال ثواب نہیں کرتا۔جھوٹی، ہر وقت تو کچھ نہ کچھ پڑھ کر بھیجتا رہتا ہوں۔امی جان بھی سلام کہہ رہی تھیں۔ابھی عصر کی نماز پڑھ کر وہ بھی آئیں گی میرے ساتھ۔کل کہہ رہی تھیں کہ بیٹی کے پاس جانا ہے۔آج شام کو دال بنائیں گی تمھیں پسند تھی نا......اور میں آج دکان پر بھی گیا تھا۔تمھارا منہ بولا بھائی مکرم بہت دکھی ہو گیا تھا تمھارے بارے جان کر......''

دانیال نہایت سنجیدگی سے مسکان کو حال احوال سناتا رہا۔گھنٹا بھر بعد فریحہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا......

''دانی!......ہمیں چلنا چاہیے۔''

''آں......ہاں......چلو۔''وہ چونکتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''مشی!......میں تھوڑی دیر تک امی جان کے ساتھ آتا ہوں۔''

فریحہ کو گھر ڈراپ کر کے وہ اپنے گھر کی جانب بڑھ گیا۔

☆......☆......☆

مسکان کی تدفین سے اگلے دن حماد مستقیم کے پاس سے واپس آ گیا تھا۔ مسلسل بھوکا رہنا اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔ مسکان کی موت پر اس نے ایسی اداکاری کی تھی دونوں بے اور مستقیم اس کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ آج وہ کوٹھی حقیقی معنوں میں اسے اپنی کوٹھی محسوس ہو رہی تھی۔ اس سے پہلے وہ وہاں خود کو اجنبی محسوس کرتا تھا۔ گھر کی چیزیں اور فرنیچر سب کا سب انتظام پر مسکان کی اجارہ داری تھی۔ گو اس نے کبھی بھی حماد کو خود سے علیحدہ نہیں سمجھا تھا مگر حماد کے لیے یہ باور کرنا بہت مشکل تھا۔ وہ جانتا تھا کہ زندگی کے کسی موڑ پر بھی اگر اس کی مسکان سے ان بن ہو گئی تو اسے ان تمام سہولتوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اور اب جبکہ مسکان کا کانٹا نکل گیا تھا تو اسے بہت سکون محسوس ہو رہا تھا۔ اب وہ فریحہ سے شادی بھی کر سکتا تھا مگر اس کے لیے اسے کچھ انتظار ضرور کرنا پڑتا۔

وہ کافی دیر پوری کوٹھی میں پھرتا رہا۔ کوٹھی کی ہر چیز اسے پہلے سے مختلف لگی۔ ملکیت کا احساس ہی بہت خوش کن اور دل آویز ہوتا ہے۔ ملازماؤں کو حکم دیتے وقت بھی اس کے لہجے میں عجیب سا افتخار در آیا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی کسی بھی ملازم نے اس کا حکم ٹالنے کی جرأت نہیں کی تھی مگر آج کی تو بات ہی اور تھی۔

رات کو ڈائننگ ہال پر وہ اکیلا تھا۔ اسے شدت سے فریحہ کی کمی محسوس ہوئی۔ اس کا جی چاہا کہ اس سے بات کرے مگر پھر اس کا ارادہ ملتوی کر کے اس نے بات چیت کا فیصلہ موخر کر دیا۔ ڈنر کر کے اس نے مسکان کے سامان کی بھی تلاشی لی لیکن کوئی ایسی چیز اسے نہ ملی جسے تلف کرنے کی ضرورت پڑتی۔

اگلی صبح اس نے پہلا کام یہ کیا کہ ایک فوٹو گرافر کے پاس جا کر مسکان کی ایک تصویر کو انلارج کرایا اور فریم کروا کر اپنے بیڈ روم میں لگا دیا۔ آخر اسی کی وجہ سے تو اسے یہ دن دیکھنا ملا تھا۔

☆.....☆.....☆

عصر کے وقت وہ اس کو مسکان کی قبر دکھانے لے گیا۔ واپسی پر وہ گھر پہنچا تو شام کی اذان ہو رہی تھی۔ اس کو گھر چھوڑ کر وہ فریحہ کے گھر کی جانب بڑھ گیا۔ رستے میں اس نے فون کر کے فریحہ کو اپنی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔ وہ اسے گھر سے باہر منتظر ملی۔

''چلو!....'' فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر وہ اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے رسان سے بولی۔

دانیال نے پوچھا۔ ''کہاں.....؟''

”کسی بھی اچھے سے ہوٹل میں۔“

دانیال نے سرہلاتے ہوئے کار آگے بڑھادی۔ایک اچھے ہوٹل کی پارکنگ میں کار روک کر وہ نیچے اتر آئے
۔ان کے بیٹھتے ہی مستعد بیرے نے مینو کارڈ ان کے سامنے رکھ دیا۔

مینو کارڈ پر سرسری نظر دوڑا کر فریحہ نے کارڈ دانیال کی جانب بڑھایا۔

”تم خود ہی تعین کرلو۔“ دانیال نے مینو کارڈ پر نظر ڈالنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔

فریحہ نے بغیر کسی تکرار کے سرہلاتے ہوئے بیرے کو آرڈر نوٹ کرایا اور اس کی جانب متوجہ ہوگئی۔

”فری!......مجھے سخت بے چینی ہورہی ہے۔“

”دانی!......کیا میں خوب صورت نہیں ہوں۔“

دانیال نے اس کے چہرے کی جانب نگاہ اٹھائی مگر وہ اس وقت نقاب میں تھی۔اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ مسکان سے خوب صورت تھی،مگر اس کے باوجود اس کے نزدیک خوب صورتی کا معیار مسکان تھی۔اگر فریحہ سے کوئی خوب صورت بھی اسے مل جاتی تو مسکان کی جگہ نہیں لے سکتی تھی۔

”تم بہت خوب صورت ہو فری!......اس سے بھی زیادہ جتنا تم خود کو سمجھتی ہو......“

”باجی سے بھی زیادہ خوب صورت ہوں۔“

”ہاں۔“ وہ بے جھجک بولا۔اور پھر تھوڑا سا وقفہ دے کر کہنے لگا۔”لیکن میرے لیے مشی سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوسکتا۔“

”میں جانتی ہوں دانی......!صرف شکل وصورت ہی سب کچھ نہیں ہوتی،اخلاق کا درجہ شکل سے کئی گنا زیادہ ہے۔اور باجی جیسی بااخلاق لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی۔“

دانیال نے پوچھا۔”آج اپنی سہیلی کے سامنے آپ نے جو کچھ کہا اس میں کتنی حقیقت ہے؟“

وہ اطمینان سے بولی۔”وہ سب سچ تھا۔“

”مگر میں خود کو تمھارے قابل نہیں سمجھتا۔“

”اس وقت یہ بات زیرِ بحث نہیں ہے کہ تم اس قابل ہو یا نہیں۔“

''پھر۔''

''پھر یہ کہ ہماری شادی بہت ضروری ہے۔''

''وہ کیوں؟''

اسی وقت بیرا کھانا لے آیا۔وہ اسے کھانے کی طرف متوجہ کرتے ہوئے بولی۔

''باجی کی موت کا بدلہ لینے کے لیے۔''

سوپ کا کپ اپنے سامنے کھسکاتے ہوئے اس نے حیرانی سے پوچھا۔''میں سمجھا نہیں۔''

''اچھا میں تمھیں ایک کہانی سناتی ہوں......''

''کیسی کہانی۔''

''ایک سچی کہانی......ایک ایسے خوب صورت چہرے والے کی کہانی جسے دیکھ کر ہر لڑکی اسے اپنا جیون ساتھی چن لیتی تھی۔وہ ہر نوجوان لڑکی کے خوابوں کا شہزادہ تھا............''فریحہ اسے حماد کی اپنی اور مسکان کی ساری باتیں بتاتی چلی گئی۔آخر میں وہ کہہ رہی تھی............''میرے منع کرنے کے باوجود حماد اپنے ارادوں سے نہ ٹلا اور آخر ایک منصوبے کے تحت اس نے مسکان کو اغوا کرایا اور پھر ختم کرادیا۔اب وہ مسکان کی آدھی جائیداد کا قانونی وارث ہے۔لیکن آثار یہی کہتے ہیں کہ مسکان کے بھائی اسے تمام جائیداد بخش دیں گے۔''

''کیا یہ سچ ہے کہ اس نے مسکان کو قتل کرایا ہے۔''دانیال نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیے تھے۔فریحہ کو اس کی آواز کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''سو فیصد حقیقت ہے۔''

''میں اسے کتے کی موت ماروں گا۔''وحشت زدہ لہجے میں کہتے ہوئے وہ کھڑا ہوگیا۔فریحہ کو کسی بڑی گڑبڑ کا احساس ہوا۔اس نے جھپٹ کر دانیال کی مضبوط کلائی تھام لی۔

''چھوڑو مجھے۔''دانیال کی آواز میں بے چینی تھی۔

''دانی!......تم اسے کچھ نہیں کہو گے......یہ میرا حکم ہے۔''

''فری!......پلیز مجھے جانے دو۔''

''نہیں .... میں تمھیں قاتل بنتے نہیں دیکھ سکتی۔'' وہ نرم و نازک دھان پان سی لڑکی دانیال جیسے قد آور اور مضبوط شخص کو نہیں روک سکتی تھی۔ مگر اس کی ملائم گرفت میں کوئی ایسی طاقت ضرور چھپی تھی کہ دانیال کمزور پڑ گیا۔ وہ اسے روکنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ صحیح کہتے ہیں جو شہ زور کسی کی طاقت سے زیر نہیں ہوتے انھیں ایک کمزور اور نازک اندام عورت آسانی سے قابو کر لیتی ہے۔

''تم ......!'' اس نے غصے سے فریحہ کو گھورا اور پھر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

''دانی پلیز! ...... میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''تم نے یہ بات اس کے بھائیوں کو کیوں نہیں بتائی۔ چلو پہلے تم اس کے ساتھ ملی ہوئی تھیں بعد میں تو علیحدہ ہو گئی تھیں نا۔''

''بغیر کسی ثبوت کے کیا بتاتی۔''

''ثبوت ...... میں ہوں نا ثبوت ...... میں بھی گواہی دیتا............''

''دانی! ...... بچکانہ گفتگو نہ کرو......'' فریحہ نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا۔ ''ہمارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے۔ کیا تمھارے پاس نکاح نامہ موجود ہے ...... نہیں ہے نا۔ اسی طرح میرے پاس بھی لے دے کے میری اپنی گواہی ہے۔ جبکہ وہ آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ میں یہ سب کچھ رقابت میں آ کر کہہ رہی ہوں۔''

''میرے پاس مشی کی دی ہوئی گاڑی، مکان اور شاپ موجود ہے۔''

''تو کیا ...... اس سے یہ ثابت تو نہیں ہوتا کہ وہ تمھاری بیوی تھی۔ اس کے پاس آسان جواب موجود ہے کہ مسکان نے تمھاری مدد کی۔ باقی سیٹھ داؤد اپنی زندگی میں اور اب اس کی تمام اولاد چوری چھپے غربا کی مدد کرتے رہتے ہیں۔''

''گویا وہ اسی طرح آرام سے مشی کو مار کر گھومتا رہے گا۔ ناممکن، میں اسے زندہ رہنے کا حق نہیں دے سکتا۔''

''نہیں اسے ہم سکون نہیں کرنے دیں گے۔ اور ایسی سزا دیں گے جو اس کے لیے قتل سے بھی زیادہ ہو گی۔''

''میں سمجھا نہیں۔''

”دانی!......ہم آپس میں شادی کرلیں گے۔“

”یہ کیا سزا ہوئی۔“ دانیال الجھ کر رہ گیا۔

”وہ مجھ سے بہت پیار کرتا ہے۔اس کے ساتھ بیٹھ کر میں کئی بار تمھارا مذاق اڑا چکی ہوں۔تم ہمارے لیے بد صورتی کا شاہکار تھے۔اسی وجہ سے تم مسکان کے شوہر کے طور پر چنے گئے۔اور جب اس کی محبوبہ اس کے تئیں بدصورتی کے شاہکار کی دلہن بنے گی تو اس پر کیا بیتے گی۔“

”گویا......تم صرف مسکان کا بدلہ لینے کے لیے میری طرف بڑھی ہو۔“ دانیال کے لیے یہ بات حیرانی کا باعث نہیں بنی تھی۔اس کے باوجود وہ پوچھ بیٹھا تھا۔

”اگر میرا جواب اثبات میں ہو۔“

”یقیناً تم سچ کہہ رہی ہو......میں جانتا ہوں خود کو بھی اور اپنی صورت کو بھی۔“

”کیا تم اپنی ہتک کا انتقام نہیں لینا چاہو گے۔“

”ضرور لوں گا۔“

”تو پھر مجھ سے شادی کرلو۔یہ ایسا انتقام ہے جو حماد کو زندہ درگور کر دے گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ دانیال نے ایک عزم سے جواب دیا۔اور فریحہ مسکرا دی۔کھانے کے بعد انھوں نے آئس کریم کھائی اور ہوٹل سے باہر نکل آئے۔فریحہ کے منع کرنے کے باوجود بل کی ادائی دانیال نے کی تھی۔

”اب گھر چلو گی۔“ کار پارکنگ سے نکالتے ہوئے دانیال نے پوچھا۔

”ہاں......“ فریحہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”کیا!......آپ کے والدین کو اعتراض نہیں ہوگا۔“ دانیال نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں......اس معاملے میں والد صاحب نے ہم بہن بھائی کو کھلی چھوٹ دے رکھی ہے۔جاذب بھائی اور مجھ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے،میں آج امی جان سے کہہ دیتا ہوں تاکہ وہ انکل،آنٹی سے باقاعدہ بات کرلے۔“

”بس......ایک ماہ کی بات ہے،میں امتحانات سے فارغ ہو جاؤں پھر نکاح کرلیں گے۔“

”اتنی جلدی۔“ وہ حیران رہ گیا تھا۔

”ہاں......“

”مگر......“

”اگر مگر کوئی نہیں۔“ اس نے قطع کلامی کی۔”ایک ہفتے کے اندر آنٹی کو ممی پاپا سے بات کرنا ہوگی۔“

”اوکے......“ دانیال نے اثبات میں سر ہلایا۔اس وقت تک وہ فریحہ کے گھر کے سامنے پہنچ گئے تھے۔وہ نیچے اترتے ہوئے بولی۔

”اور ہاں دانی!......تم سے شادی صرف انتقام کے لیے نہیں کر رہی ہوں۔“ یہ کہتے ہی وہ تیز قدموں سے گھر کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

دانیال نے حیرانی سے فریحہ کی پیٹھ کو گھورا اور خود کلامی کے انداز میں بڑبڑایا۔

”مگر میرا مقصد صرف انتقام ہے۔“

☆......☆......☆

”یہ کیا مذاق ہے۔“ ردا کی بات اسے بہت بری لگی تھی۔

”میں سچ کہہ رہی ہوں محترم......وہ روزانہ اسے یونیورسٹی چھوڑنے آتا ہے۔اور یہ بات تو مجھے خود فری نے بتائی ہے کہ وہ شادی کر رہے ہیں اور دانیال اس کا منگیتر ہے۔“ ردا نے فریحہ کی بتائی باتیں دہرائیں۔

”اوکے تھینکس۔“ حماد کو محسوس ہوا کہ ردا کے ساتھ بحث فضول تھی۔”میں خود دیکھ لیتا ہوں۔“ اس نے ردا کا جواب سنے بغیر کال ختم کر دی۔

اگلے لمحے وہ فریحہ کا نمبر ڈائل کر رہا تھا......مگر یہ دیکھ کر اسے حیرانی ہوئی کہ فریحہ نے کال ڈس کنیکٹ کر دی تھی۔اسی وقت اس کے ذہن میں فریحہ کی آخری گفتگو ابھری......

”یاد رکھنا، میں تم سے باجی کا موت کا ایسا بدلہ لوں گی کہ تمھاری ساری خوشی خاک میں مل جائے گی۔“

”تو یہ ہے وہ بدلہ۔“ وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑایا۔”میں تمھیں ایسا نہیں کرنے دوں گا میری جان!......کیونکہ میں جانتا ہوں تم میرے بغیر مر جاؤ گی۔“

پھر اسے خیال آیا کہ ردا فریحہ کی بہت قریبی سہیلی تھی اور وہ فریحہ کی مرضی کے بغیر اس تک یہ بات نہیں پہنچا سکتی تھی......اس کا حماد کو یہ سب کچھ بتانا ظاہر کر رہا تھا کہ اسے ایسا کرنے کو کہا گیا تھا، کہ یہ بات حماد تک پہنچائے اور ایسا کہنے والی فریحہ ہی ہو سکتی تھی۔اس بات کا صاف مطلب یہی تھا کہ وہ حماد کو ڈرا رہی تھی۔

''اور میں اتنی جلدی تمھارے جھانسے میں نہیں آؤں گا بے بی......'' وہ مسکراتے ہوئے بڑبڑایا۔

''کہاں حماد اور کہاں وہ کالو......یہ بھلا بات ہے کوئی کہ فریحہ اس سے شادی کرے گی......اس صدی کا سب سے بڑا عجوبہ ہوگا۔تم میری ہو اور میری ہی رہو گی۔'' یہ سوچ اطمینان دلانے والی تھی۔اس نے سوچ لیا تھا کہ جلد ہی فریحہ کے گھر جا کر اسے منا لائے گا۔مسکان نے آخر مرنا ہی تھا......سب نے مرنا ہوتا ہے، یہ کم ہے کہ وہ اپنے محبوب پر قربان ہو گئی۔اچانک اسے یاد آیا کہ اب وہ مسکان کا محبوب نہیں رہا تھا۔آخری دنوں میں وہ اس سے طلاق لینے کے درپے ہو گئی تھی۔

''مگر اس کا طلاق لینا تو فقط ایک مجبوری کے تحت تھا......اس کا اسلامی مزاج اسے مجبور کر رہا تھا کہ وہ حماد سے طلاق لے......ورگرنہ کہاں حماد اور کہاں دانیال......''

اس نے دوبارہ اس کا نمبر ملانے کی کوشش کی مگر اس بار بھی کال اٹینڈ نہیں کی گئی تھی۔

''چلو کل تمھاری یونیورسٹی میں آؤں گا۔'' وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے واش روم کی طرف بڑھ گیا، گھڑی پر نگاہ ڈالی تو دس ہونے کو تھے۔اس کا ارادہ فیکٹری جانے کا تھا، مگر پھر اسے یاد آیا کہ مسکان کی وفات پر سیٹھ فہیم نے تین دن سوگ منانے کا اعلان کیا ہوا تھا۔فیکٹری لازماً بند ہونا تھی۔اس نے اپنا ارادہ بدل دیا اور مسکان کے سیف سے پانچ لاکھ کی رقم نکال کر محلہ لنگی شاہ کی طرف بڑھ گیا۔تھوڑی دیر بعد وہ پانچ لاکھ کی رقم، تھری ٹو ون ہوٹل کے منیجر کے حوالے کر رہا تھا۔کامی خنجر نے اس کی توقعات سے بڑھ کر کارکردگی دکھائی تھی۔

☆......☆......☆

''سچ بیٹے!......'' عائشہ خاتون نے فرط جذبات میں دانیال کا منہ چوم لیا تھا۔

''ہاں ماں جی!......فریحہ یہی چاہتی ہے۔'' دانیال اپنی ماں کو خوش دیکھ کر بھی خوش نہیں ہو پایا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کہ کوئی اس سے مشی کو چھین رہا ہے۔

”میں تو دیکھتے ہی سمجھ گئی تھی کہ فریحہ بیٹی کا باطن بہت اچھا ہے۔“

دانیال نے بھرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔”مشی کا اچھا نہیں تھا ماں!......؟“

”مسکان بیٹی تو فرشتہ تھی فرشتہ......مگر بیٹا!......مرنے والوں کے ساتھ زندگی کے ہنگامے تو ختم نہیں ہوتے ناں۔تمھارے شادی کرنے سے مسکان بیٹی کو کیا نقصان، وہ تو ان دنیاوی بکھیڑوں سے بہت دور جا پہنچی ہے ۔وہ بہت اچھی تھی بیٹے، بہت زیادہ۔“عائشہ کی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں۔

”ماں!......فریحہ، مجھے بہ طور شریک حیات بالکل پسند نہیں، بس ایک مخلص دوست کے طور پر اچھی لگتی ہے۔“

”پاگل نہ ہو تو!......کبھی لڑکی، لڑکے کی بھی دوستی ہوئی ہے کیا......“

”آج کل ہوتی ہے ماں!......“

”شریف لڑکیوں کی سہیلیاں تو ہو سکتی ہیں دوست نہیں۔“

”تو فریحہ کا تو میں دوست تھا نا۔“

”وہ شادی کی نیت سے تمھارے ساتھ تعلقات رکھنے پر آمادہ ہوئی ہوگی۔“

”نہیں امی!......ایسا نہیں ہے......“اس نے ماں کو اصل بات بتا دینا چاہی، مگر پھر اسے خیال آیا کہ یہ مناسب نہیں تھا عائشہ خاتون ایک سادہ گھریلو خاتون تھی اسے کیا پتا کہ آج کل کیا ہو رہا ہے۔یوں بھی وہ جس مقصد کے لیے شادی کر رہا تھا وہ اس کی ماں کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔وہ تو بس اپنے بیٹے کے سر پر سہرا اور آنگن میں ننھے بچوں کی قلقاریاں سننا چاہتی تھی۔

”کیسا نہیں ہے۔“اسے خاموش پا کر وہ مستفسر ہوئی۔

”اچھا چھوڑو ماں!......یہ بتاؤ فریحہ کے والدین کے پاس کب جانا ہے؟“

”جب کہو بیٹے!......میرا جی چاہ رہا ہے ابھی چلی جاؤں۔“

”جمعہ کے دن جائیں گے ماں جی!......“

”بیٹے ایک بات پوچھوں؟“

”پوچھو ماں جی۔“

”کیا فریحہ کے والدین راضی ہو جائیں گے۔“

”کیوں نہیں ہوں گے ماں......! ......ہم معاشی لحاظ سے ان سے کم تو نہیں ہیں......اللہ پاک نے مشی کو سبب بنا کر ہمیں بہت کچھ عطا کیا ہے۔“

”پھر بھی بیٹا!......فریحہ جیسی لڑکی کے لیے رشتوں کی کمی تو نہیں ہے نا......“

”تو کیا ماں!......اتنا گیا گزرا میں بھی نہیں ہوں، وہ وقت بھول جائیں جب ہم رشتوں کے لیے مارے مارے پھرتے تھے۔ وہ غربت کا وقت تھا اب ہم الحمداللہ لاکھوں سے بہتر ہیں۔“

”ہاں بیٹا!......مسکان بیٹی نے ہمارے لیے بہت کچھ کیا ہے اللہ پاک آگے کی منزلیں اس کے لیے آسان فرمائے۔“

”آمین......“ دانیال صدق دل سے بولا۔

☆......☆......☆

خالی پیریڈ میں فریحہ ردا کے ساتھ یونیورسٹی کنٹین میں موجود تھی۔ اچانک اس نے داخلی دروازے سے حماد کو آتے دیکھا۔ اس کا رخ انھی کی طرف تھا، قریب پہنچتے ہی وہ بولا......

”پلیز مس ردا!......کیا آپ ہمیں اکیلا چھوڑ سکتی ہیں۔“

”آف کورس......“ ردا کندھے اچکاتے ہوئے کھڑی ہونے لگی۔

”کوئی ضرورت نہیں جانے کی......بیٹھی رہو۔“ فریحہ سخت لہجے میں بولی۔

”کیا مذاق ہے فری!......“ حماد جھلایا ہوا لگ رہا تھا۔ وہ بھی کرسی گھسیٹ کر وہاں بیٹھ گیا تھا۔

”مسٹر حماد!......شاید آپ کو پتا نہیں کہ کسی کے پاس بیٹھنے سے پہلے اجازت لینا چاہیے......خاص کر جب لیڈیز کے ساتھ بیٹھنے لگتے ہو اور یہی ایک مہذب آدمی کی پہچان ہے۔“

”شٹ آپ یار......“ حماد نے منہ بنا کر کہا۔

”یو شٹ آپ مسٹر!......“ فریحہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور پھر کھڑے ہو کر ردا کو مخاطب ہوئی۔

''چلو ردا......!''

ردا خاموشی سے کھڑی ہوگئی ......حماد اس کے رویے پر ششدر رہ گیا تھا۔اسے شدت سے اپنی سبکی کا احساس ہوا مگر اس ہجوم میں وہ کچھ کہنے کے قابل نہیں تھا۔

''تم بہت غلط کر رہی ہو۔'' حماد نے بہ مشکل غصے کو کنٹرول کیا تھا۔

''تم سے زیادہ نہیں۔'' کہہ کر وہ تیز قدموں سے وہاں سے دور جانے لگی۔ردا اس کے ہمراہ تھی۔حماد وہیں بیٹھا غصے سے اپنے ہونٹ چباتا رہا۔گو نزدیکی میزوں پر موجود سٹوڈنٹس نے حماد کی توہین ہوتے دیکھ لی تھی،مگر یہ یونیورسٹی میں آئے روز کا کھیل تھا اس لیے کسی نے اس بات کو قابلِ اعتناء نہیں جانا تھا۔

حماد نے وہاں مزید رکنا بے کار سمجھا اور یونیورسٹی سے نکل آیا۔تھوڑی دیر بعد اس کی کار اپنی فیکٹری کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔آج فیکٹری میں بہ حیثیت مالک اس کا پہلا دن تھا۔

گیٹ پر کھڑے چوکیدار نے اسے حسب سابق سلام کیا،مگر آج اس کا سلام کرنا حماد کو کچھ زیادہ ہی مؤدبانہ لگا،چپڑاسی کو بھی اس نے پہلے سے زیادہ چوکس پایا تھا۔اور منیجمنٹ ڈائریکٹر مجیب کے رویے میں بھی اسے کافی گرم جوشی نظر آئی تھی۔

وہ سیدھا مسکان کے دفتر کی طرف بڑھا اور اس کی کرسی پر بیٹھ گیا۔آج وہ صحیح معنوں میں فیکٹری کا مالک بن چکا تھا۔ابھی تک سیٹھ فہیم یا وسیم سے مسکان کے ترکے وغیرہ کے بارے اس کی بات چیت نہیں ہو پائی تھی مگر اسے یقین تھا کہ وہ اسے کبھی بھی مایوس نہیں کریں گے۔یوں بھی مسکان کے دونوں بھائیوں کے پاس اللہ کا دیا بہت کچھ تھا اور پھر مسکان کی موت میں بھی سیٹھ فہیم خود کو قصوروار ٹھہرا رہا تھا کیونکہ بہ ظاہر نظر حماد نے اس کی تجویز کی مخالفت کی تھی۔اس کے خیالات کا رخ اچانک ہی فریحہ کی طرف پلٹ گیا اور وہ بے چینی محسوس کرنے لگا۔جانے وہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔آج اس کے رویے میں جو لاتعلقی اور بے گانا پن جھلک رہا تھا،وہ نظرانداز کرنے کے قابل نہیں تھا۔

''اسے منانا پڑے گا۔'' اس نے خود کلامی کی۔

''مگر کیسے؟'' یہ سوال ہنوز توجہ طلب تھا۔اسے یاد آیا دانیال سے ملنے کے بعد وہ ایک دم بدل گئی تھی۔اور

مسکان کو قتل کرنے کے بارے اس کا موقف تبدیل ہو گیا تھا۔اس پہلے وہ دولت و آسائشوں کو بڑی اہمیت دیتی تھی مگر بعد میں اس کی تان محبت پر آن ٹوٹی تھی۔

اس سے قطع نظر کہ وہ پہلے بھی حماد کو بہت چاہتی تھی، مگر دانیال سے ملنے کے بعد تو اس نے حماد کو اس بات پر مجبور کرنا شروع کر دیا تھا کہ وہ ہر چیز کو چھوڑ کر بس اسے اپنا لے۔حماد بھی اسے بہت چاہتا تھا مگر اس کے نزدیک پہلی ترجیح مال و دولت کا حصول تھا کہ، فی زمانہ اس کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور ہی ناممکن ہے۔یوں بھی وہ جانتا تھا کہ عورت اس معاملے میں بالکل علاحدہ سوچ کی مالک ہوتی ہے اور پیار و محبت کے بارے اس کی سوچ بس اپنے محبوب تک ہی محدود ہوتی ہے۔بہت کم عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو پیار و محبت میں مستقبل کی زندگی کو مدنظر رکھ پاتی ہیں ورنہ اکثریت بس محبوب کی تمنا کے بعد اور کچھ نہیں سوچتیں، کہ روٹی کپڑے اور مکان کا کیا ہوگا۔پر آسائش زندگی گو مرد و عورت ہر دو کا مطمع نظر ہوتا ہے لیکن عورت کی پہلی ترجیح اپنا محبوب ہوتا ہے اس کے بعد کسی اور چیز کا نمبر آتا ہے۔

کافی دیر انھی سوچوں میں سرگرداں رہنے کے بعد اسے سیٹھ فہیم سے ملاقات کی سوجھی اور اس کا رخ اس کے آفس کی طرف ہو گیا۔آدھے گھنٹے بعد وہ سیٹھ فہیم کے آفس میں تھا۔

اندر داخل ہوتے ہی اس نے ''اسلام علیکم۔'' کہا۔

''وعلیکم اسلام!......آؤ حماد میاں!......''اس نے کھڑے ہو کر حماد کا استقبال کیا۔

حماد نے آگے بڑھ کر اس کا مصافحہ کے لیے بڑھا ہوا ہاتھ مؤدبانہ انداز میں تھاما اور پھر اس کے اشارہ پر ٹیبل کی سائیڈ پر رکھے قیمتی صوفہ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''چائے یا کافی......''

''کافی......اگر آپ بھی پینا چاہیں۔''

سیٹھ فہیم انٹر کام پر دو کپ کافی لانے کا بتا یا کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''کیسے آنا ہوا......؟''

''بس یاد آئی اور آپ کی طرف چل پڑا۔''

”آتے رہا کرو...... ہمارا رشتہ ٹوٹا نہیں بلکہ مضبوط ہوا ہے۔“

”ہاں بھیا!...... مگر جو کڑی درمیان سے نکلی ہے پوری کائنات میں اس کا متبادل کوئی نہیں ہے۔“ حماد کا لہجہ گلوگیر ہوگیا تھا۔

”قصور سراسر میرا ہے۔“ سیٹھ فہیم نے نادم انداز میں سر جھکا لیا تھا۔

”نہیں بھیا!...... آپ خود کو دوش نہ دیں۔“ حماد نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”ضروری نہیں کہ تاوان کی رقم ملنے پر وہ ہماری مسکان کو چھوڑ دیتے۔“

”مگر اس وقت تو آپ نے بڑی شدومد سے انھیں رقم دینے کی تائید کی تھی......؟“ سیٹھ فہیم نے افسردہ لہجے میں کہا۔

”ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔“

”ویسے اب تک میرے دوست اس گروہ کی ٹوہ میں ہیں...... امید ہے جلد ہی کوئی اچھی خبر سننے کو ملے گی۔“

”بھیا!...... کوئی ایک گروہ تو ہے نہیں...... پورا کراچی بھرا ہوا ہے ایسے جرائم پیشہ افراد سے، کیا پتا کس بدکار گروہ نے یہ خبیث کام کیا ہے۔“

”اگر نیت صاف اور کام کی لگن ہو تو کچھ بھی مشکل نہیں ہے...... اور میں یہ کام پرائیویٹ طور پر اپنے جاننے والوں سے کرا رہا ہوں، کوئی سرکاری کام نہیں ہے کہ وہ غفلت برتیں گے۔“

”صحیح کہا بھیا!...... ہمیں کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ یوں بھی میری زندگی کا مقصد بھی اب یہی ہے کہ میں مسکان کے قاتلوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دوں۔“ حماد کے لہجے میں کوٹ کوٹ کر غصہ بھرا ہوا تھا۔

اسی وقت ایک لڑکی کافی کے دو مگ ٹرے میں رکھ کر وہاں داخل ہوئی اور ان کے سامنے مگ رکھ کر خاموشی سے لوٹ گئی۔

”حماد...... ان بدبختوں کو زندہ بھی جلا دوں تب بھی یہ پچھتاوا ہمیشہ میری سوچوں میں جاگزیں رہے گا کہ میں اپنی بہن کو نہ بچا سکا، وہ بہن جو مجھے بیٹی کی طرح پیاری تھی۔“

”پلیز ایسی باتیں نہ کریں...... اچھا پتا ہے میں کس لیے آیا ہوں۔“

فہیم نے حیرانی سے کہا۔''پوچھا تو تھا...... جناب نے فرمایا ویسے ہی ملنے کے لیے آیا ہوں۔''

''ملنے تو آیا تھا مگر اس کے ساتھ مسکان کے ترکے کا مسئلہ بھی تو ہے۔ میرے پاس تو جو کچھ ہے وہ مسکان ہی کا ہے۔''

''تو اب تمھارا ہے۔''فہیم اطمینان سے بولا۔ حماد کا دل بلیوں اچھلنے لگا تھا، مگر جب وہ بولا تو اس کے لہجے میں یہ خوشی ناپید تھی۔

''میں نے اس لیے تو اس سے شادی نہیں کی تھی۔''حماد کا انداز خود کو الزام دینے والا تھا۔

''اس میں تمھارا کیا قصور۔ اس کی زندگی ہی اتنی تھی، مقدر سے تو جنگ نہیں لڑی جا سکتی۔''

''بھیا پھر بھی...... وراثت میں میرا اتنا حصہ تو نہیں بنتا نا۔''

''شٹ اپ!...... جو آئندہ اس موضوع کو چھیڑا، تھپڑ کھاؤ گے مجھ سے۔''سیٹھ فہیم مشفقانہ لہجے میں بولا۔ اور حماد نے مؤدبانہ انداز میں سر جھکا لیا۔ گو اسے سیٹھ فہیم سے اسی قسم کی گفتگو کی توقع تھی اس کے باوجود یہ گفتگو اسے شاداں فرحاں کر گئی تھی۔ اس کی تپسیا رنگ لائی تھی اور آج اس نے حقیقتاً سب کچھ پا لیا تھا جس کے سپنے وہ بچپن سے دیکھتا آ رہا تھا۔

''بھیا!...... مجھے تو اس کام کا اتنا تجربہ نہیں ہے، میری درخواست ہے کہ آپ سرپرست کے طور پر ہمیشہ میرے ساتھ رہیں۔''

''تم!...... ہمیں ساتھ ہی پاؤ گے۔''

''اچھا بھیا!...... میں اب چلوں گا۔''کافی کا خالی مگ شیشے کی ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ کھڑا ہو گیا۔

سیٹھ فہیم نے کھڑے ہو کر اسے رخصت کیا اور حماد خوش و خرم وہاں سے نکل آیا۔

☆......☆......☆

عائشہ خاتون اتنی آسانی سے فریحہ کا رشتہ ملنے پر جہاں حیران تھی وہیں اس کی خوشی بھی دیدنی تھی۔ فریحہ کے والدین نے نہ تو دانیال کی رنگت پر کوئی اعتراض کیا تھا اور نہ کوئی ایسی شرط ہی رکھی تھی جو ماں بیٹے کے لیے ناقابلِ قبول ہوتی۔ دانیال کے بارے ساری تفصیل یقیناً فریحہ نے اپنے والدین کو بتا دی تھی کہ انھوں نے عائشہ

خاتون سے دانیال کی جاب وغیرہ کے بارے کوئی باز پرس نہیں کی تھی۔بس رسمی بات چیت کے بعد انھوں نے رضامندی ظاہر کردی تھی۔فریحہ کی انگلی میں منگنی کی انگوٹھی پہنا کر وہ واپس آگئے تھے۔

واپس جاتے ہوئے عائشہ خوشی کے ساتھ حیرانی کا اظہار کرتی رہی......

''بیٹا!......مجھے اب تک یقین نہیں آرہا کہ وہ اتنی آسانی سے مان جائیں گے۔''

''ماں جی!......آخر کس چیز کی کمی ہے ہمارے پاس۔اللہ پاک کا دیا سب کچھ تو موجود ہے۔''

''بس بیٹا!......ماضی بھلائے نہیں بھولتا......یاد ہے نا......کتنی دفعہ منگنی کی انگوٹھی لوٹا کر ہماری سبکی کی گئی۔''

''ماں جی!......یہاں شکل وصورت کو کون دیکھتا ہے......وہ کیا کہتے ہیں......باپ بڑا نہ بھیا، سب سے بڑا روپیا......تو آج ہمارے پاس الحمداللہ چند ٹکے موجود ہیں۔''

عائشہ ممتا بھرے لہجے میں بولی۔''بیٹا!......تمھاری شکل وصورت کو کیا ہے......لاکھوں میں ایک ہو۔''

دانیال کے ہونٹوں پر طنزیہ ہنسی نمودار ہوئی۔''ماں جی......!لاکھوں نہیں کروڑوں کی بات کرو۔''

''اچھا زیادہ شوخیاں نہ دکھاؤ، یہ بتاؤ دلہن کے لیے شاپنگ کب کرو گے۔''

''جب کہو ماں جی!......''

''ویسے مسکان بیٹی کے کافی لباس یونھی پڑے ہیں......میرا خیال ہے فریحہ بیٹی کو فٹ آئیں گے۔''

''ماں جی!......مشی کے کپڑوں کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔فریحہ بی بی کو جتنے لباس چاہیے ہوں گے میں لے دوں گا۔'' گو دانیال دبے لہجے میں بولا تھا مگر اس کے لہجے میں شامل خفگی واضح تھی۔

''میں نے تو اس خیال سے کہا تھا کہ نئے لباس کسی کام ہی آجائیں گے۔'' بیٹے کا خفگی بھرا لہجہ سن کر وہ صفائی دینے لگی۔

''پتا ہے ماں جی!......میں یہ شادی فریحہ کے اصرار پر کر رہا ہوں......ورنہ مشی کے بعد میرا دل کسی بھی لڑکی کو اپنانے پر تیار نہیں تھا۔''

''جانتی ہوں بیٹا!......جب میں نے فریحہ بیٹی کو دیکھا تو میرے اندر اسے بہو بنانے کی اتنی شدید خواہش ہوئی کہ بتا نہیں سکتی......پھر مسکان بیٹی کا زخم بھی تازہ تھا اس لیے تمھیں اپنی یہ خواہش نہ بتا سکی، مگر وہ ذات جو

دلوں کے حال بہتر جانتا ہے، اس کریم رب نے اس گناہ گار کی یہ تمنا دعا کی طرح پوری فرمالی۔"

"ماں!...... مجھے لگتا ہے میں فریحہ کو خوش نہیں رکھ سکوں گا۔"

"مجھے تو یہ بتا رہے ہو کسی اور کے سامنے یہ بات نہ کرنا، خصوصاً اپنے ساس، سسر سے تو بالکل ہی نہ کہنا۔"

"یہ حقیقت ہے ماں۔"

"بیٹا!...... ایک بات یاد رکھنا، انسان کو اللہ پاک نے بھولنے کا مادہ وافر مقدار میں ودیعت کر رکھا ہے، عموماً اسے بے وفائی سے تعبیر کیا جاتا ہے، مگر یہ بے وفائی نہیں ہے، اگر انسان کو اللہ پاک یہ خاصیت عطا نہ فرماتا تو انسان پاگل ہو جاتے، بچھڑنے والے ہر آن اپنی یاد کے خنجر سنبھالے ان کے دلوں پر وار کرتے رہتے۔ اور جانتے ہو اس بات کا ادراک مجھے تمھارے والد کی وفات پر ہوا، وہ جس کے بغیر ایک لمحہ بتانا کار دار لگتا تھا اس بن کئی سال سے جی رہی ہوں۔ ہنستی بھی ہوں، خوش بھی ہوتی ہوں اور مختلف خواہشات سے بھی آلودہ ہوں۔"

اس بار ماں کی بات کا جواب دیے بغیر وہ خاموش رہا تھا۔

☆......☆......☆

سیٹھ فہیم کے پاس سے نکلتے ہی حماد نے کامی خنجر کا موبائل فون نمبر ڈائل کرنا شروع کر دیا تھا، مگر نمبر اسے بند ملا۔ مجبوراً اس کی کار کا رخ محلہ لنگی شاہ کی طرف ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہوٹل تھری ٹاؤن کی پارکنگ میں کار روک رہا تھا۔ ہوٹل کا منیجر نے خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کیا تھا۔

"آئیں حماد صاحب!...... کیسے مزاج ہیں۔"

"فٹ اینڈ فائن!...... آپ سنائیں؟" حماد نے اس کے اشارے پر کرسی سنبھال لی۔

"پہلے یہ بتائیں ٹھنڈا چلے گا یا گرم......؟"

"شکریہ...... میں ابھی کافی پی کر آ رہا ہوں...... آپ بس یہ بتا دیں کہ کامی صاحب کا موبائل فون نمبر بند کیوں مل رہا ہے۔"

"کیونکہ کامی صاحب اپنا موبائل فون نمبر بہت جلد بدل دیتا ہے۔"

"تو پھر نیا نمبر دے دیں۔"

''نوٹ کریں......'' منیجر اپنا موبائل فون نمبر نکال کر اسے کامی کا نمبر نوٹ کرانے لگا۔

''تھینک یو جناب!......'' نمبر نوٹ کر کے حماد کھڑا ہو گیا۔ ''اب میں اجازت چاہوں گا۔''

منیجر نے خوش دلی سے مسکراتے ہوئے اسے رخصت کیا، حماد اس کے آفس سے نکل آیا۔ اپنی کار پارکنگ سے نکال کر وہ کامی کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

''یس مسٹر پڑھاکو!...... کیسے ہیں آپ؟'' کامی خنجر نے اپنے پسندیدہ نام سے اسے پکارا۔

''یار!...... میرا موبائل فون نمبر تو آپ کے پاس موجود ہے، اگر نمبر بدلنا ہوتا ہے تو کم از کم اپنا نیا نمبر ہی بتا دیا کرو۔'' اس نے گلے شکوے سے گفتگو کی ابتدا کی۔

''بجا فرمایا...... مگر میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔''

''وجہ......؟''

''میری قربت تمھیں کسی مصیبت میں بھی پھنسا سکتی ہے...... پھر اگر کوئی بہت ضروری بات ہو تو تمھارے پاس ہوٹل تھری ٹو ون کا کلیو موجود ہے نا؟''

''اچھا میں نے ایک اہم اطلاع آپ تک پہنچانا تھی۔'' حماد مطلب کی بات پر آ گیا...... گویا وہ ذہنی طور پر کامی سے متفق ہو گیا تھا۔

''سن رہا ہوں۔''

''آج سیٹھ فہیم سے ملاقات ہوئی ہے...... اس سے پتا چلا کہ وہ اپنی بہن کے قاتلوں کا پتا چلانے کی سرتوڑ کوشش کر رہا ہے۔''

''ہونہہ!...... بہن کے قاتل......'' کامی نے طنزیہ انداز میں ہنکارا ابھرا۔ ''میدانِ حشر میں ہی ڈھونڈ پائے گا، اس سے پہلے تو یہ ممکن دکھائی نہیں دیتا۔''

''پھر بھی آپ کو احتیاط برتنا چاہیے۔'' حماد نصیحت کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔

''مسٹر پڑھاکو اس بارے فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں...... اور بالفرض وہ ہم تک پہنچ بھی گیا تب بھی تمھاری ذات پر کوئی آنچ نہیں آئے گی، کیونکہ تمھاری سٹوری فقط مجھے معلوم ہے...... اور میری زبان کھلوانی لا

ٹیخل مسئلہ ہے۔"

"پھر بھی تمھیں مطلع کرنا میرا فرض بنتا ہے۔"

"تھینک یو مسٹر پڑھا کو!......اور کوئی نئی تازی سناؤ۔"

حماد نے ہنستے ہوئے کہا۔"راوی امن سکون ہی لکھتا ہے۔"

کامی نے پوچھا۔"تم پر کسی کو شک تو نہیں ہوا نا۔"

"کہاں یار!......اس کے دونوں بھائی تو میرے اتنے گرویدہ ہو گئے ہیں کہ کیا بتاؤں۔"

کامی نے قہقہہ لگایا۔"مطلب پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑاہی میں ہے۔"

"صحیح کہا......"حماد کا قہقہہ بھی اس کے ہم آہنگ تھا۔

"او کے مزے کرو......اگر کوئی خدمت ہو تو حکم کرنا۔"

"ضرور جناب۔"کہہ کر اس نے الوداعی کلمات کہے اور رابطہ منقطع کر دیا۔

☆......☆......☆

خفیہ ایجنسی کا نمائندہ اس وقت سیٹھ فہیم اور وسیم کے ساتھ ڈرائنگ روم میں موجود تھا۔اسی وقت ملازما ان کے سامنے کافی کے مگ رکھ کر گئی تھی۔احمد کافی کے مگ سے چھوٹی سی چسکی لیتا ہوا بولا......

"سیٹھ صاحب!......انسپکٹر عبداللہ اور اسلم دونوں ان کی نظروں میں آ چکے ہیں اس لیے ہم انھیں اپنے مقصد کے لیے استعمال نہیں کر سکتے، بلکہ ان سے کام لینے کا مطلب دشمنوں کو چوکنا کرنا ہے۔"

"احمد صاحب!......پہلے بھی آپ وسیم کے کہنے پر تشریف لائے تھے اور اب بھی اسی کی ایما پر آپ کو زحمت دی ہے کیونکہ میری بچی کے قاتل بہت مزے سے دندناتے پھر رہے ہیں اور جب تک انھیں کیفر کردار تک نہیں پہنچا دیتا مجھے سکون نہیں ملے گا۔انسپکٹر عبداللہ اور اسلم دونوں مسکان کی موت کے بعد سے مجرموں کی ٹوہ میں ہیں مگر دو ہفتے ہونے کو آئے ہیں ان کی تلاش ہنوز بے نتیجہ ہی ہے۔"

"ایسا ہے سیٹھ صاحب!......آپ نے میرے بارے کسی سے ذکر نہیں کرنا کہ میں مرحومہ مسکان بی بی کے قاتلوں کو ڈھونڈ رہا ہوں۔"

سیٹھ فہیم نے پوچھا۔ ''کسی سے آپ کی کیا مراد ہے؟''

احمد اطمینان سے بولا۔ ''کسی کا مطلب ہے ہر کوئی ...... یہاں تک کہ یہ بات اپنی بیگم سے بھی پوشیدہ رکھنا۔''

''فائدہ۔''

''میں نہیں چاہتا کہ مجرموں تک یہ خبر پہنچے۔''

میرا خیال ہے، میری بیگم کا مجرموں سے کوئی رابطہ نہیں ہے اور وسیم یوں بھی اس جنس سے تہی دامن ہے۔''

یقیناً آپ کی بات سو فیصد درست ہوگی ......مگر ہماری مجبوری ہے کہ ہم شک کی ابتدا گھر ہی سے کرتے ہیں ۔خفیہ ایجنسی کے نقطہ نظر سے آپ دونوں بھائی بھی شک سے مبرا نہیں ہیں، مگر مجھے بلانے والے چونکہ آپ دونوں ہیں اس لیے شروعات آپ سے نہیں کی جارہی ......البتہ آپ کی بیگم اور مرحومہ کا شوہر خارج از تفتیش نہیں ہوسکتے۔''

''شوہر ......''سیٹھ فہیم کے لہجے میں حد درجہ حیرانی تھی۔ ''نہیں محترم! ......میں خود پر یا اپنے بھائی پر تو شک کرسکتا ہوں اپنے بہنوئی پر نہیں۔''

''ہاں احمد! ......''وسیم نے بھی بھائی کی ہاں میں ہاں ملائی۔ ''بھیا بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔''

احمد نے ان کی بات کو درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے کہا۔ ''دیکھو سیٹھ صاحب! ......مناسب ہوگا کہ آپ مجھے یہ مسئلہ اپنے طریقے سے حل کرنے دیں اور میں نے جو درخواست کی ہے کہ اس بات کا کسی کو پتا نہ چلے تو براہ مہربانی اس کے خلاف نہیں ہونا چاہیے ورنہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو پائیں گے۔''

''ٹھیک ہے جناب! ......''سیٹھ فہیم نے مسکرا کر کہا۔ ''آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔''

''سیٹھ صاحب ......بہن کی موت یقیناً آپ کو ایک حادثہ نظر آرہی ہوگی ......بہ ظاہر نظر لگتا بھی ایسے ہی ہے، مگر اس میں سازش کے امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ......''

''وہ کیسے۔'' وسیم نے سوال کرنے میں پہل کی، سیٹھ فہیم بھی سوالیہ نظروں سے احمد کو گھورنے لگا۔

''دیکھیں جناب! ......جب کوئی بندہ تاوان وصول کرنے کے لیے اغوا کیا جاتا ہے تو اس کے متعلقین لا

محالہ پولیس وغیرہ کو مطلع کرتے ہیں اور اغوا کار اس بات سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں، اب یہ نہیں کہ ایک بار اس کی ہدایات کے خلاف تھوڑا سا رد عمل ظاہر کیا جائے اور وہ مغوی ہی کو ٹھکانے لگا دے......وہ تاوان کی رقم کم یا زیادہ کرسکتا ہے، مغوی کو جسمانی طور پر کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے مگر تاوان کی رقم سے مکمل طور پر ہاتھ دھونے پر تیار نہیں ہوتا الاّ یہ کہ مغوی کے متعلقین اسے بہت زیادہ زچ کر دیں اور اسے یقین ہو جائے کہ اسے تاوان کے نام پر کچھ بھی وصول نہیں ہونے والا۔ یوں ایک دم مغوی کو اس بھیانک طریقے سے ہلاک کر دینا ظاہر کر رہا ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے، اسی وجہ سے میں مرحومہ کے قریبی رشتہ داروں پر شک کرنے میں حق بہ جانب ہوں''

فہیم مستفسر ہوا۔''آپ کے کہنے کا مطلب ہے جائیداد وغیرہ کے لالچ میں انھیں ہلاک کیا گیا ہے۔''

احمد نے کندھے اچکائے۔''امکان یہی کہتے ہیں۔''

''کوئی اور مفروضہ نہیں ہو سکتا۔''سیٹھ فہیم کے تاثرات واضح کر رہے تھے کہ اسے احمد کے گمان سے اتفاق نہیں ہو رہا۔

''ہے، مگر اس میں قتل کی توجیہ کرنا بعید از قیاس لگتا ہے۔''

وسیم نے جھٹ سے پوچھا۔''مثلاً......؟''

''مثلاً یہ کہ آپ کی مرحومہ بہن کی تصویر میں دیکھ چکا ہوں وہ لاکھوں میں ایک تھی......اس لیے ہم پیار محبت کی رقابت وغیرہ کے امکان پر بھی غور کر سکتے ہیں۔''

فہیم نے نفی میں سر ہلایا۔''وہ با قاعدہ نقاب اوڑھتی تھی......شوہر کے علاوہ اس کا کسی سے تعلق ہونا بعید از قیاس ہے۔''

''معاف کرنا سیٹھ صاحب گفتگو ذرا نازک موڑ میں ہے اس لیے اگر میری زبان سے کوئی ایسی بات نکلے جو آپ کی سماعتوں پر گراں گزرے تو خدارا دل برامت کرنا، کیونکہ جب بھی ہم مفروضوں پر بات کرتے ہیں تو بہت سی دل شکنی کی باتیں ظہور پذیر ہو جایا کرتی ہیں۔''

''ہم جانتے ہیں......''سیٹھ فہیم نے کہا جبکہ وسیم نے خالی اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔

''تھینکس!......باقی میں جانتا ہوں آپ کی بہن اعلیٰ کردار کی مالک تھی، مگر دشمن تو کردار نہیں دیکھا کرتا۔

اور پیار محبت کی رقابت بھی میں نے ایک مفروضے کے طور پر پیش کی ہے، ہوسکتا ہے اغوا کار آپ دونوں بھائیوں سے کوئی پرخاش رکھتا ہو بلکہ خصوصاً آپ سے۔'' احمد کا اشارہ سیٹھ فہیم کی طرف تھا۔'' کیونکہ اغوا کار نے دو تین بار آپ سے ہی رابطہ کیا ہے۔''

سیٹھ فہیم نے کہا۔'' ہوسکتا ہے اس کے پاس وسیم کا نمبر ہی موجود نہ ہو؟''

'' آپ شاید بھول گئے ہیں وہ آپ کی بہن کے موبائل فون سے کال کرتا رہا ہے اور مرحومہ کے موبائل فون میں لازماً دونوں بھائیوں کے نمبرز موجود تھے۔''

'' نمبر تو موجود ہوگا مگر جب ایک دفعہ اس نے مجھ سے بات کرلی تھی، تو اصول کے مطابق اسے ہر دفعہ مجھی سے بات کرنا چاہیے تھی۔ اور یہی اس نے کیا۔'' سیٹھ فہیم نے اس بار احمد کی بات سے اتفاق نہیں کیا تھا۔

احمد اطمینان سے بولا۔'' میں نے اپنی بات کو حرف آخر بھی نہیں سمجھا۔''

'' اب ہمارے لیے کیا حکم ہے۔'' سیٹھ فہیم نے گفتگو ختم کرنے کا عندیہ دیا۔

'' مجھے آپ کی بیگم، نوکروں اور بہنوئی کے موبائل فون نمبر درکار ہوں گے۔ باقی اس کارروائی کو خفیہ رکھنے کی درخواست ایک مرتبہ پھر دہراؤں گا۔'' احمد نے مطالبہ پیش کیا۔

'' اوکے!...... مجھے اجازت دو۔'' سیٹھ فہیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔'' آپ کی ہدایات پر عمل ہوگا اور موبائل فون نمبرز آپ کو وسیم نوٹ کرادے گا......''

احمد نے اس سے الوداعی مصافحہ کیا اور سیٹھ فہیم لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے رخصت ہوگیا۔ وہ دونوں آپس میں محو گفتگو ہوگئے تھے۔

☆......☆......☆

ڈائننگ ٹیبل مختلف قسم کے لوازمات سے بھری پڑی تھی۔ اکیلے ڈنر کرتے ہوئے اس کی ذہنی رو فریحہ کی طرف مڑ گئی۔ اس زندگی کے خواب ان دونوں نے مل کر دیکھے تھے لیکن تعبیر کی خوشی ملنے تک فریحہ نے اپنا راستہ تبدیل کرلیا تھا یا شاید اسے ہی یوں محسوس ہو رہا تھا۔ مسکان کی موت کو دو ہفتے ہونے کو تھے اور ابھی اس کی ناراضی ختم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔ اس بات پر تو وہ مر کر بھی یقین نہیں کرسکتا تھا کہ وہ دانیال سے شادی کرے

گی۔

ڈنر ختم کر کے وہ خواب گاہ میں گھس گیا۔جب تک ملازما اس کے لیے چاے لاتی وہ فریحہ کا موبائل فون نمبر ٹرائی کرتا رہا مگر وہ کال اٹینڈ کرنے پر آمادہ نہیں ہوئی تھی۔چاے پی کر وہ اسے میسج لکھنے لگا مگر درجن بھر میسج بھیجنے کے باوجود اسے کوئی پذیرائی نہ مل سکی۔تھک ہار کر وہ صبح ایک بار پھر یونیورسٹی جانے کا منصوبہ بنا کر آرام کرنے لیٹ گیا۔گو گزشتہ ملاقات کا نتیجہ حماد کی توہین کی صورت میں برآمد ہوا تھا لیکن وہ آخری کوشش کرنا چاہتا تھا۔رات گئے تک وہ مختلف قسم کے منصوبے بناتا رہا اور دیر تک جاگنے کی وجہ سے صبح اس کی آنکھ بھی دیر سے کھلی تھی۔جاگنے کے بعد بھی وہ کافی دیر بستر میں گھسا رہا۔جب اس نے بستر چھوڑا تو دیوار گیر گھڑی کی گھنٹے والی سوئیاں گیارہ کا عدد عبور کر چکی تھیں۔

فریش ہونے اور ناشتا کرنے تک مزید ڈیڑھ گھنٹا لگ گیا تھا۔گھر سے نکلتے ہی اس کا رخ یونیورسٹی کی طرف ہو گیا اسے امید تھی کہ وہ چھٹی کے وقت تک وہاں پہنچ جائے گا۔اسی وقت وہ فریحہ کی منت کر کے اسے اپنے ساتھ لے جا سکتا تھا۔

یونیورسٹی کی پارکنگ میں گھستے ہی اس کا دل ناخوشگوار انداز میں دھڑکنے لگا۔دانیال اپنی سوزوکی کار کے ساتھ کھڑا کسی کا منتظر نظر آ رہا تھا۔اس کے دماغ میں روا کے الفاظ گونجے......

''محترم!......وہ روزانہ فری کو یونیورسٹی چھوڑنے آتا ہے اور چھٹی کے وقت اسے لینے بھی آتا ہے۔''

حماد کی کنپٹیاں سلگنے لگی تھیں اپنی کار اس نے حماد کی کار کے قریب روکی اور نیچے اترا۔

''ہیلو مسٹر دانیال!......'' وہ نیچے اترتے ہوئے اسے مخاطب ہوا۔

دانیال، یونیورسٹی گیٹ کی طرف متوجہ تھا اس کی جانب مڑا۔اور پھر حماد کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں سرخی جھلکنے لگی تھی۔فری کے بہ قول وہ اس کی ممی کا قاتل تھا۔

''کیوں آئے ہو یہاں۔'' اپنی آواز اسے خود بھی اجنبی لگی تھی۔

''تم!......جانتے ہو میں کیوں آیا ہوں......'' حماد اس کی کیفیات سے بے خبر نپے تلے قدم رکھتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

”لیکن تم!...... نہیں جانتے میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں۔“ دانیال کے لہجے میں جھلکتی دیوانگی نے حماد کو رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

”شاید تمھیں حوالات کی رہائش آئیڈیل لگتی ہے۔“ حماد بہ ظاہر دلیرانہ لہجے میں بولا مگر اس کا دل لرزنے لگا تھا دانیال کی آنکھوں میں چمکتی دیوانگی اس کے لیے حیران کن ہونے کے ساتھ خوفزدہ کرنے والی تھی۔

اسی وقت فریحہ یونیورسٹی گیٹ سے برآمد ہوئی۔ ردا اس کے ہمراہ تھی۔ پارکنگ گیٹ کے نزدیک ہی بنی تھی گیٹ سے نکلتے ہی اسے دانیال اور حماد آمنے سامنے کھڑے نظر آ گئے تھے۔

دانیال نے دانت پیسے۔ ”وہ بعد کا مسئلہ ہے...... پہلے تمھیں، تمہارے کیے کی سزا تو دے دوں۔“ کہتے ہوئے وہ زقند بھر کر اس کے قریب ہوا اگلے لمحے حماد کا گریبان اس کے ہاتھ میں تھا۔

”دانی!......“ فریحہ زور سے چیخی۔

”دانیال نے فریحہ کی آواز پر توجہ نہیں دی تھی البتہ حماد کی نظریں اس کی طرف اٹھیں گو اس وقت فریحہ نقاب میں تھی مگر حماد کو اسے پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ اور اپنی محبوبہ کو دیکھتے ہی اس کے خوف سے لرزتے دل میں جوش بھر گیا، اس نے بھی دانیال کے گریبان میں ہاتھ ڈالنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

”دانی!...... یہ کیا پاگل پن ہے؟ چھوڑو اسے۔“ فریحہ نے قریب پہنچ کر دانیال کا ہاتھ حماد کے گریبان سے علیحدہ کرنے کی ناکام کوشش کی، مگر دانیال نے اسے نظر انداز کر کے ایک زوردار گھونسا حماد کے منہ پر جڑ دیا۔ حماد بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھا اگلے لمحے وہ دونوں گھتم گتھا تھے۔

فریحہ دانیال کی جذباتی کیفیت سے واقف تھی، ایک نازک اور کمزور لڑکی ہونے کے ناتے وہ اس قابل نہیں تھی کہ انھیں چھڑا سکے۔ مگر اسے یہ ڈر ضرور تھا کہ دانیال جذبات سے مغلوب ہو کر حماد کو جان سے مارنے کی کوشش بھی کر سکتا تھا اور ایسا ہونے کی صورت میں پھانسی اس کا مقدر بن جاتی۔

”دانی!......“ اس نے چیختے ہوئے ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر جڑ دیا۔ تھپڑ سے زیادہ اس کے چیخنے نے حماد کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ حماد کا گریبان اس کے ہاتھ سے پھسلا اور وہ فریحہ کی جانب متوجہ ہوا۔

”فری!...... میں۔“ دانیال ایک دم جذباتی کیفیت سے باہر نکل آیا تھا۔

”تمھیں منع کیا تھا نا......“ فریحہ خفگی بھرے لہجے میں بولی۔اس نے حماد کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔دانیال کی پیش قدمی رکتے ہی حماد بھی پیچھے ہٹ گیا،اس کی باچھوں سے خون رس رہا تھا۔اسی وقت پارکنگ میں موجود سٹوڈنٹس ان کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے، چونکہ وہ دونوں لوگوں کے جمع ہونے سے پہلے علیحدہ ہو گئے تھے اس وجہ سے کسی نے انھیں چھڑانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

”کیا ہوا حماد بھائی!......“جینز پہنے ایک لڑکا حماد سے مستفسر ہوا۔فریحہ اسے اچھی طرح جانتی تھی،فرحان نامی وہ لڑکا ایک سٹوڈنٹ فیڈریشن کا صدر تھا۔

”یہ حبشی غنڈہ گردی دکھا رہا ہے۔“حماد نے رومال سے اپنا خون صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔

”کیوں بے سالے!......ایک سٹوڈنٹ کو چھیڑتا ہے۔“وہ جارحانہ انداز میں دانیال کی طرف بڑھا۔

”خبردار مسٹر فرحان!......اگر ایک قدم بھی آگے بڑھایا۔“فریحہ دانیال کے سامنے تن کر کھڑی ہو گئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر سٹوڈنٹ دانیال کے خلاف اکٹھے ہو جاتے تو اس غریب کو بہت زیادہ مار پڑتی۔”اگر تمھارا حماد صاحب کسی کی منگیتر کو چھیڑے گا تو اسے مار ہی پڑے گی نا۔“

”کون منگیتر۔“فرحان رکتے ہوئے مستفسر ہوا۔”کس کو چھیڑا ہے حماد نے؟“

”مجھے......“فریحہ بے باکی سے بولی۔”دانیال میرا منگیتر ہے۔“

حماد کے سر پر گویا بم پھٹ پڑا تھا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ فریحہ یوں اس کے خلاف بیان دے گی اور بیان بھی ایسا کہ سراسر بہتان تراشی۔

”کب چھیڑا ہے تمھیں؟“حماد کے لبوں سے وحشت زدہ آواز برآمد ہوئی تھی۔

”اس کی یونیورسٹی آمد کا مقصد کیا ہے؟“فریحہ فرحان سے مخاطب ہوئی۔اور یہ توہین کی انتہا تھی کہ وہ حماد سے مخاطب بھی نہیں ہونا چاہتی تھی۔

”آپ بتا دیں؟“فرحان،فریحہ سے مرعوب ہو گیا تھا۔یوں بھی نقاب پوش لڑکی ایک الگ رعب کی مالک ہوتی ہے۔

”آپ میرے موبائل فون میں اس کے بھیجے ہوئے بے ہودہ میسج پڑھ لیں آپ کو پتا چل جائے گا۔“فریحہ

نے اپنا موبائل فون فرحان کی طرف بڑھا دیا۔ حماد کے چہرے پر مردنی چھا گئی تھی اس کے رات کو بھیجے ہوئے میسج اب تک فریحہ کے موبائل فون میں محفوظ تھے۔

فرحان موبائل پکڑنے کے بجائے حماد کی طرف مڑا...... حماد نادم انداز میں نیچے دیکھنے لگا۔

''سوری مس!...... یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے۔'' فریحہ کو کہہ کر فرحان اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں پر جمع باقی سٹوڈنٹ بھی دائیں بائیں ہونا شروع ہو گئے تھے، فریحہ نے پرس کھول کر دستی رومال نکالا اور بڑے پیار سے دانیال کا چہرہ صاف کرنے لگی، یہ کسی فلم کے منظر جیسا تھا، ایسا بولڈ منظر دیکھ کر کئی لڑکوں کے منہ سے بے ساختہ ہائے نکلی تھی، دانیال کو بھی خجالت سی محسوس ہوئی مگر فریحہ سب سے بے نیاز اس کے کالے چہرے کو سہلاتی رہی۔

''اگر تمھیں کچھ ہو جاتا پھر......'' اس کی چاہت سے لبریز آواز بہرحال اتنی اونچی ضرور تھی کہ حماد کے کانوں تک پہنچتی۔ حماد کے لیے اپنی ٹانگوں پر کھڑا ہونا دوبھر ہو گیا تھا۔

کسی سٹوڈنٹ کی شوخ آواز ابھری ''تو ہم کیا مر گئے ہیں۔''

سننے والوں کی بے ساختہ ہنس پڑے تھے، فریحہ بھی اس کی بات کا برا منائے بغیر اپنے کام میں مصروف رہی۔

''اچھا چلتے ہیں۔'' دانیال کو جان چھڑانے کا اور کوئی طریقہ نہیں سوجھا تھا۔

''ہاں چلیں۔'' فریحہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''چلو ردا......!''

ردا اس ڈرامے کے درمیان خاموشی سے ایک جانب کھڑی رہی تھی، وہ افسوس بھری نگاہ حماد پر ڈال کر ان کے ہمراہ ہو لی۔

''گاڑی میں ڈرائیو کروں گی۔'' دانیال کو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے دیکھ کر فریحہ جلدی سے بولی۔

''جیسے حکم بیگم صاحبہ!'' کہہ کر دانیال دوسری سیٹ کی طرف کھسک گیا۔ ردا عقبی نشست پر براجمان ہو گئی تھی۔ اس دوران حماد اپنی جگہ پر براجمان انھیں قہر آلود نظروں سے گھورتا رہا۔ فریحہ کا دانیال سے چاہت بھرا رویہ اس کے لیے عبرت ناک تازیانہ تھا۔ اس کے ساتھ عہد و پیمان باندھنے والی اس قدر بے گانی ہو جائے گی اس

نے سوچا بھی نہیں تھا۔

ان کے وہاں سے جاتے ہی حماد نے موبائل نکالا اور کامی خنجر کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

''لیس؟'' کامی نے کال اٹینڈ کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

''میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔'' حماد کی قہر آلود نظریں اس وقت بھی دانیال کی کار پر مرتکز تھیں۔

''خیر تو ہے مسٹر پڑھا کو...... پھر کیا ہو گیا ہے؟'' کامی نے حیرانی سے پوچھا۔

''دو آدمی اغوا کرانے ہیں...... جنہیں میں اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا۔''

''خیر تو ہے مسٹر پڑھا کو؟''

''کامران مجھے آپ سے ملنا ہے اور بس......؟'' حماد نے اس کی بات کا جواب دینے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''ٹھیک ہے شام کو ہوٹل تھری ٹو ون کی لوکیشن پر آ جاؤ۔'' کہہ کر کامی نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

حماد کار میں بیٹھ کر گھر واپس آ گیا، اس کے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ فریحہ کا رویہ بھلانے کے قابل نہیں تھا وہ اسے عبرت ناک سزا سے ہم کنار کرنا چاہتا تھا۔ اس کا مذموم ارادہ پہلے دانیال کی آنکھوں کے سامنے فریحہ کو پامال کرنے کا ہوا اس کے بعد وہ دانیال کو فریحہ کے سامنے قتل کر دیتا۔ یہ بدلہ لے کر ہی اس کے سینے میں ٹھنڈ پڑ سکتی تھی۔

شام تک کا وقت اس نے کانٹوں پر لوٹتے گزارا۔ شام کی اذان سنائی دیتے ہی اس کا رخ محلہ لنگی شاہ کی طرف ہو گیا۔

کار، تھری ٹو ون ہوٹل کی پارکنگ میں روک کر وہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔ دروازے میں داخل ہوتے وقت اس کی نظر سامنے سے آتے ایک نوجوان پر پڑی جو کافی عجلت میں دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار ہویدا تھے۔ اسے نظر انداز کر کے حماد نے ایک طائرانہ نگاہ ہال میں بیٹھے لوگوں پر دوڑائی۔ اچانک سامنے سے آتے نوجوان کو ٹھوکر لگی، گرنے سے پہلے اس نے حماد کا سہارا لیا اور پھر اس سے معذرت کرتا ہوا تیز قدموں وہاں سے نکل گیا۔

''یہ لازماً کسی پریشانی کا شکار ہے۔'' حماد کو اندازہ لگانے کوئی وقت نہیں ہوئی تھی۔

”کیا مجھ سے بھی زیادہ پریشان ہے......“ ایک دوسری سوچ نے اس کے دماغ کے دروازے پر دستک دی۔ یوں بھی یہ انسان کی فطرت ہے کہ اسے اپنی خراش دوسرے کے گھاؤ سے زیادہ تکلیف دیتی ہے۔ اور حماد ایک انسان ہی تھا۔ اپنی محبوبہ کی بے وفائی اسے ایک عظیم حادثہ محسوس ہو رہی تھی۔ سر جھٹک کر اس نے پریشان آلود خیالات کو اپنے دماغ سے نکالا اور کامی کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کامی خنجر نے اسے بتایا تھا کہ تھرڈ فلور، کمرہ نمبر فورٹی فائیو ہمیشہ اس کے لیے ریزرو رہتا ہے۔

وہ لفٹ کے ذریعے تیسری منزل پر پہنچا، مطلوبہ کمرے کے دروازے پر دستک دیتے ہی اندر سے کامی خنجر کی آواز سنائی دی۔

”دروازہ کھلا ہے۔“

وہ اندر داخل ہوا، کامی اس کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا تھا۔ پرجوش مصافحے کے بعد اس نے حماد کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”جی پڑھاکو صاحب!...... بلکہ سوری اب تو آپ سیٹھ صاحب ہیں...... فرمائیں۔“

”میں کام کی نوعیت بتا چکا ہوں۔“

”وہ تو کلیئر ہے یار!...... کہ دو بندے اغوا کرنے ہیں...... کون ہیں؟...... کب اغوا کرنے ہیں؟...... اور کیا اس کے بعد لازماً انھیں قتل بھی کرنا ہو گا وغیرہ وغیرہ۔“

”ان کا اتا پتا بتا دیتا ہوں، باقی جتنی جلدی ہو سکے انھیں اغوا کر لو اور ہاں، مرنا انھوں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔“

کامی مسکرایا۔ ”کہیں سیٹھوں کے خاندان کا صفایا کرنے پر تو نہیں تل گئے۔“

”نہیں یار!...... تم یہ تصویر دیکھو۔“ اس نے فریحہ کی تصویر جیب سے نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔

”ارے باپ رے...... ظالم!...... یہ تو کیا کر رہا ہے؟ پہلے اتنی خوب صورت دوشیزہ کو ہمارے ہاتھوں مروایا اب ایک اور چن لایا ہے، یہ تو اس سے بھی خوب صورت ہے...... ویسے چکر کیا ہے...... کیا یہ بھی کوئی سیٹھ زادی یا نواب زادی ہے؟“

”نہیں یہ ایک کلرک کی بیٹی ہے، فریحہ نام ہے اور یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔“

”تو نے دو آدمیوں کا ذکر کیا تھا......دوسری بھی لڑکی ہے؟“

”نہیں......وہ ایک مزدور ہے۔“

”اس کی کوئی تصویر وغیرہ؟“

”نہیں اس کی تصویر میرے پاس موجود نہیں ہے، البتہ اس کا حلیہ اور ایڈریس بتا دیتا ہوں، یوں بھی اس کی شکل وصورت ایسی ہے کہ تم لاکھوں کے مجمع میں بھی آسانی سے پہچان لوگے۔“

کامی نے بے ساختہ پوچھا۔”یعنی اتنا خوب صورت ہے؟“

”نہیں۔“ حماد نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔”وہ بدصورتی کا شاہ کار ہے۔ بلکہ ٹھہرو......میرے موبائل میں اس کی ایک تصویر موجود ہے۔“ حماد کو یاد آیا کہ اس نے مسکان کو دکھانے کے لیے دانیال کی جو تصویر کھینچی تھی وہ اب تک ڈیلیٹ نہیں کر سکا ہے۔اس نے دانیال کی تصویر سکرین پر لا کر موبائل کامی کی طرف بڑھا دیا۔

ایک نظر دانیال کی تصویر پر ڈالتے ہوئے کامی نے کہا۔”یار!......میرا اصول ہے کہ میں صرف یہ پوچھا کرتا ہوں کہ کون ہے؟ اور اس کے ساتھ کیا کرنا ہے؟......اس کے علاوہ میں نے کبھی بھی اپنے شکار کے بارے پوچھنے کی زحمت نہیں کی۔لیکن تم نے مجھے تجسس میں مبتلا کر دیا ہے......اگر برا نہ مانو تو اس کہانی کے پس منظر ہی کی تھوڑی سی وضاحت کر دو، دوست ہونے کے ناطے میرا اتنا حق تو بنتا ہے نا؟“

حماد نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور پھر گویا ہوا۔”یہ وہ لڑکی ہے جس نے میرے ساتھ مرنے جینے کے عہد و پیمان باندھے تھے......میں نے ایک منصوبے کے تحت سیٹھ داؤد کی بیٹی کو پھانسا تھا اور یہ اس منصوبے میں میرے ساتھ برابر کی شریک تھی۔ہمارا منصوبہ یہی تھا کہ مسکان کو مارنے کے بعد ہم دونوں آپس میں شادی کر لیں گے۔پھر ایک مجبوری کے تحت مجھے، اسے اپنی بیوی سے ملوانا پڑا۔اس کا تعارف میں نے اپنی کزن کے طور پر کرایا تھا۔وہ ایک با اخلاق لڑکی تھی۔یہ پہلی ملاقات ہی میں اس کی گرویدہ ہو گئی اور پہلے ڈھکے چھپے لفظوں میں اور بعد میں واضح انداز میں اس کے قتل کی مخالفت کرنے لگی۔مجبوراً اپنی بیوی کو ٹھکانے لگانے کے لیے مجھے آپ کا سہارا لینا

پڑا۔اس بات سے میں نے اسے بے خبر رکھا تھا مگر اسے شک ہو گیا اور یہ مجھ سے متنفر ہو گئی۔بات یہیں تک رہتی تو ٹھیک تھا،مگر شادی سے پہلے جس شخص کو بدصورتی کا شاہ کار سمجھ کر ہم ہنسا کرتے اور اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے اب یہ بیانگ دہل اس سے شادی رچا رہی ہے۔تم یقین نہیں کرو گے آج یونیورسٹی کی پارکنگ میں کئی سٹوڈنٹس کے سامنے یہ اس حبشی سے لپٹ گئی۔اور اس کا مقصد فقط مجھے جلانا تھا۔اس حبشی نے تو مجھ پر ہاتھ بھی اٹھایا نتیجہ......

''ہونہہ!......تو اب تمھارا کیا ارادہ ہے؟''

''میں فریحہ کو اس حبشی کے سامنے پامال کر کے اس حبشی کی گردن اس کے سامنے اتارنا چاہتا ہوں۔''

''پھر فریحہ صاحبہ کا کیا کرو گے؟''

''لازمی بات ہے اس کے بعد اس نے مرنا ہی ہے۔''

کامی نے مکروہ انداز میں پوچھا۔''میرا خیال ہے مرنے والی اگر چند دن میرے گینگ کے آدمیوں کی خدمت کر جائے تو کوئی مضائقہ تو نہیں ہے۔''

''چند دن نہیں چند ماہ تک اسے یہ احساس دلاؤ کہ اس نے کس کی محبت ٹھکرائی ہے،بس وہ زندہ واپس نہ پہنچے۔''

''نہیں پہنچے گی......'' کامی نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔''جلسے جلوس میں دھماکے کرانے والے کافی گاہک دستیاب ہیں۔''

حماد بولا۔''اب معاوضہ طے ہو جائے؟''

''اس بار جو تمھاری مرضی ہے دے دینا۔'' کامی نے سخاوت کا مظاہرہ کیا۔

ایک لمحہ سوچنے کے بعد حماد نے پوچھا۔''بارہ لاکھ کافی رہیں گے؟''

''بتایا تو ہے......جو مرضی ہے دے دینا۔''

''میں جلد بازی میں رقم ساتھ نہیں لا سکا ہوں،اس لیے ایڈوانس............''

کامی نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا۔''تم کہیں بھاگے نہیں جا رہے۔''

''تو پھر کب تک کام ہو جائے گا۔''

''کل یا پھر زیادہ سے زیادہ پرسوں ...... تم اس نوٹ بک پر دونوں کے ایڈریس لکھ دو۔'' کامی نے تپائی پر رکھی نوٹ بک کی طرف اشارہ کیا۔

''دونوں کے ایڈریس لکھ کر حماد نے کہا۔'' یہ حبشی قریباً ڈیڑھ بجے فریحہ کو یونیورسٹی سے پک کرنے جاتا ہے۔''

''دانیال ......'' کامی نے زیرلب دانیال کا ایڈریس پڑھا۔'' تم فکر نہ کرو، کل یا پرسوں انھیں ہم پک کرنے جائیں گے۔''

''او کے ...... مجھے اجازت؟'' حماد جانے کے ارادے سے کھڑا ہو گیا۔

''ہاں مگر جانے سے پہلے دانیال کی تصویر میرے موبائل فون میں سینڈ کر دو۔''

حماد نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے دانیال کی تصویر کامی کے موبائل میں سینڈ کی اور وہاں سے نکل آیا۔

☆......☆......☆

''دانی! ...... مجھے تم سے اس بے وقوفی کی توقع نہیں تھی؟'' ردا کو ڈراپ کر کے قبرستان کا رخ کرتے ہوئے فریحہ نے شکوہ کیا۔

''معافی چاہتا ہوں فری! ...... بس اسے دیکھتے ہی مجھے اپنی مشی یاد آ گئی تھی۔''

''پتا ہے دانی! ...... تم اسے لنگڑا لولا بھی کر دیتے تب بھی اسے اتنی تکلیف نہ ہوتی جتنی اسے مجھے تمھارے ساتھ لپٹتے دیکھ کر ہوئی ہو گی۔''

''جانتا ہوں، اسی لیے تم اس بے باکی سے میرے ساتھ محبت جتا رہی تھیں ...... ہے نا''

''کیا یہ سچ مچ میری محبت نہیں ہو سکتی؟'' کار قبرستان کی ذیلی سڑک کی طرف موڑتے ہوئے اس نے پوچھا

''میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا۔'' دانیال دکھی ہو گیا تھا۔

''اچھا دانی! ...... اگر میں باجی سے پہلے تمھاری زندگی میں آئی ہوتی تو کیا مجھے بھی اسی طرح چاہتے جیسے باجی کو چاہتے ہو؟'' کار اس نے قبرستان کے دروازے کے سامنے روک دی تھی۔

"اگر دل پر کسی کا اختیار ہوتا تو میں اب بھی تمھیں مشی کی طرح چاہتا۔"

"بس سمجھ گئی۔" فریحہ منہ پھلا کر نیچے اتری۔

"ایک بات کہوں۔" وہ بھی کار سے نکل آیا۔

"کوئی ضرورت نہیں۔" نقاب سے جھلکتی اس کی آنکھوں میں خفگی بھرے تاثرات ہویدا تھے۔

دانیال نے جھپٹ کر اس کا ہاتھ پکڑا۔ "فری!...... پلیز۔"

"اچھا فرماؤ۔" فریحہ رک کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

"فری!...... سچ تو یہ ہے کہ تمھیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔"

"واہ!...... بھلا وہ کیسے؟"

"جانتی ہو، تمھارا دل بہت پیارا ہے۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر کار کے بونٹ پر بیٹھ گیا۔ "مشی کے لیے میری بے انتہا چاہت دیکھ کر تمھیں میری ذات میں دلچسپی پیدا ہوئی ورنہ حقیقت یہی ہے کہ تمھیں مجھ سے محبت نہیں ہے اسی طرح جیسے تمھیں حماد سے محبت نہیں تھی۔ اس کی خوب صورتی نے تمھیں اپنی جانب متوجہ کیا اور جب اس روشن چہرے کے پیچھے چھپی کالک تمھارے سامنے آئی تو محبت بھاپ بن گئی۔ البتہ ہر لڑکی کی طرح تمھارے دل میں چاہے جانے کا جذبہ پنہاں ہے کہ کوئی تمھیں بھی چاہنے والا ہو۔ اور یقین کرو فری میں پوری کوشش کروں گا کہ کبھی تمھیں غم نہ پہنچاؤں...... مشی کو بھلانا میرے بس سے باہر ہے، اس کی محبت میری رگوں میں خون بن کر دوڑ رہی ہے اور ساری زندگی یہ محبت اسی طرح رواں رہے گی لیکن بہ خدا میں تمھارے حقوق سے کبھی لاغرضی نہیں برتوں گا۔"

"چلیں، باجی منتظر ہو گی؟" اس نے دانیال کی بات کا جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

☆......☆......☆

"باس!...... آج تو بڑے خوش نظر آ رہے ہو۔"

"ہاں جیرے!...... ذرا یہ تصویر دیکھو۔" کامی نے فریحہ کی تصویر اس کی جانب بڑھائی۔

"یہ کون ہے؟" جیرے کی آنکھیں گویا تصویر سے جڑ گئی تھیں۔

’’ہمارا نیا شکار۔‘‘

جیرا پوچھنے لگا۔’’اسے قتل کرنا ہے؟‘‘

’’نہیں، پہلے اغوا کرنا ہے چند دن شغل میلہ کر کے قتل کر دیں گے۔‘‘

جیرا ندیدے پن سے بولا۔’’واہ یہ تو پہلے والی سے بھی خوب صورت ہے باس۔‘‘

’’ہاں اب پہلی والی کے مرنے کا وقت آگیا ہے......‘‘

’’باس اگر زندہ چھوڑ دیں بے چاری کو............ویسے پہلے بھی اس کے ساتھ کافی ظلم ہو چکا ہے، ماں بننے والی تھی غریب ہمارے وحشیانہ سلوک سے......‘‘

’’نہیں جیرے!......‘‘ کامی نے قطع کلامی کرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔’’اس کو مارنے کا معاوضا ہم وصول کر چکے ہیں اور حمل کا ضائع ہونا اچھی بات ہے نا۔ اس بچے نے تو یوں بھی ماں کے مرنے کے ساتھ مر جانا تھا۔ باقی سچ تو یہ ہے کہ ہم اس بات سے واقف ہی نہیں تھے کہ وہ حاملہ ہے۔اور بالفرض ہمیں پتا بھی ہوتا تو کیا ہم آٹھ نو ماہ انتظار کرتے رہتے، پھر اس بچے کو پالتا کون؟......اور ہم اتنے متقی یا خدا ترس ہوتے تو اس کی ماں ہی کو چھوڑ دیتے......بے وقوف کہیں کا، میرا خیال ہے تمھارا دماغ کام نہیں کرتا......‘‘

’’سوری باس۔‘‘ جیرے نے سر جھکا لیا۔

’’اچھا جانتے ہو؟ ابھی جو لڑکی اغوا کرنی ہے یہ اسی آدمی کی محبوبہ ہے۔‘‘

’’یعنی پہلے بیوی اور اب محبوبہ؟......کافی ظالم انسان ہے۔‘‘ جیرے نے دانت نکوسے۔

کامی قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔’’ہم کون سے مظلوم ہیں؟‘‘

’’باس!......ہمارا تو یہ کاروبار ہے......اور پھر ہم غیروں کو قتل کرتے ہیں کسی تعلق والے کو تو کبھی کچھ نہیں کہا۔‘‘

’’ویسے اس کی نظر میں تو اس کی بیوی زیر زمین پہنچ گئی ہے۔‘‘

’’ہاں باس اس کی جگہ پہنچی غریب کی جان چلی گئی کتنی فرمان بردار لڑکی تھی مجال ہے کسی کے بلانے پر اس کے ماتھے پر بل تک آیا ہو، یہ تو آج بھی پہلے دن کی طرح اچھلتی کودتی ہے۔‘‘

''اسی وجہ سے تو نئی نکور لگتی ہے......اور جہاں تک پنکی کا تعلق ہے تو اس کی موت کا ذمہ دار سراسر اس کا اپنا والد ہے۔ ہمارے کئی مطالبات اس نے نخوت سے ٹھکرا دیے تھے مجبوراً اسے سبق سکھانے کے لیے یہ سب کرنا پڑا......اور یاد رکھو جرم کی دنیا میں کچھ اصولوں کی بہت سختی سے پابندی کرنی پڑتی ہے، اغوا کرنے والے اگر مفت رہا کرتے رہیں تو اغوا ہونے والوں کے پسماندگان کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے اور وہ تاوان کی ادائی میں ٹال مٹول سے کام لینا شروع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہم رقم لینے کے باوجود کسی کام کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچائیں تو گو ہم سے کام لینے والے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، لیکن ہماری کارکردگی پر حرف ضرور آئے گا یہاں تک کہ لوگ ہم سے کام لینا چھوڑ دیں گے......اور حقیقت یہی ہے کہ آج صرف مجرم ہی اپنے پیشے میں ایمان دار ہیں۔ باقی اس وقت تو تم سب ہی اس کے قرب میں مرے جا رہے تھے، میں نے تو اسی محترمہ کو بم دھماکے میں اڑانا تھا، لیکن سبھی کہہ رہے تھے اس کی جگہ پنکی سے جان چھڑا لیں اور اس سے چند دن دل بہلا لیں......اب اتنی جلدی جی بھر گیا۔''

''باس!......یہ کسی اور قسم کی لڑکی ہے، پتا نہیں اپنے شوہر کے ساتھ اس کا رویہ کیسا تھا۔''

کامی ہنسا۔''اگر اچھا ہوتا تو وہ اسے مروانے میں دس لاکھ کی خطیر رقم خرچ کرتا۔''

''صحیح کہا۔'' جیرا بھی ہنسنے لگا۔

''اچھا آج میری باری ہے، کافی دن سے وہ تمھارے تصرف میں ہے۔'' کامی انگڑائی لے کر کھڑا ہو گیا۔

''یوں بھی کل کا سورج آخری بار اس پر طلوع ہوگا۔''

''میری طرف سے اسے ابھی گولی مار دو۔'' جیرے نے منہ بنا کر کہا۔

''نہیں جب تک اس کی جگہ لینے والی نہیں آجاتی یہ زندہ رہے گی۔'' یہ کہہ کر کامی وہاں سے نکل آیا تھوڑی دیر بعد وہ ایک بند کمرے کا لاک کھول کر اندر داخل ہو رہا تھا۔ کمرے میں بچھے بیڈ پر ایک لڑکی گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی جو لامحالہ مسکان تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر بھی اس نے اپنا سر اوپر نہیں اٹھایا تھا۔

''ہیلو بے بی۔'' کامی نے غلیظ انداز میں ہنستے ہوئے اسے پکارا۔

مسکان نے گھٹنوں سے سر اٹھا کر کامی کی طرف دیکھا اس کی نظروں میں دنیا جہان کی نفرت سمٹی تھی۔

"تمھارے لیے ایک خوش خبری ہے جانم۔" کامی اس کے قریب بیڈ پر بیٹھ گیا۔

مسکان کچھ کہے بنا اسے نفرت سے گھورتی رہی۔

"کل اس قید سے تمھاری جان چھوٹ جائے گی اور تمھاری جگہ لینے آ رہی ہے تمھارے شوہر کی محبوبہ ......فریحہ نام ہے، بہت خوب صورت لڑکی ہے، تم سے بھی خوب صورت ہے وقت کافی اچھا پاس ہوگا۔"

فریحہ کا نام سن کر مسکان نے بے چینی محسوس کی اور بادل نخواستہ اس کے لب وا ہوئے......

"اس کا قصور؟"

"اس کا قصور یہ ہے کہ، وہ میرے دوست یعنی تمھارے شوہر نامدار سیٹھ حماد سے بے وفائی کر کے ایک مزدور کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھا رہی ہے۔"

"مزدور کون؟" مسکان کے دل کی دھڑکن بے ربط ہونے لگی۔

"کیوں ......آپ بھی کسی مزدور سے واقف ہیں کیا۔" کامی اس کے ساتھ ایک نازیبا حرکت کرتا ہوا استہزائی انداز میں ہنسا۔

مسکان بے ساختہ بدک کر پیچھے ہٹ گئی یہ جاننے کے باوجود کہ اس کا احتجاج کرنا کسی کام نہیں آئے گا......دو ہفتوں سے وہ یہی عذاب سہہ رہی تھی، کئی بار اس کا جی خودکشی کرنے کو چاہا مگر پھر وہ اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکی تھی۔ اب بھی اسے جینے کی آس تھی، اسے اپنے دانی پر مکمل بھروسا تھا کہ اس کی آغوشِ محبت اس کے لیے پہلے کی طرح ہی وا ہوگی۔

"تمھیں اس مزدور کا نام معلوم ہے۔" ایک انجانے خوف کے زیرِ اثر اس کے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہونے لگیں۔

"دانیال نام ہے......ویسے میں حیران ہوں کہ فریحہ جیسی لڑکی اس حبشی پر کیسے مر مٹی۔"

مسکان کے ہونٹوں سے بہ مشکل نکلا۔ "دد......دانیال......؟"

"تم اسے جانتی ہو؟" اس کا ہکلانا کامی کو حیران کر گیا تھا۔

مسکان نے اسے جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی، اس کے ذہن میں تو آندھیاں چل رہی تھیں

،اتنی جلدی دانیال اپنی مشی کو بھول گیا تھا......

"ہیلو بے بی!......" کامی نے اسے اپنی جانب کھینچا۔

"چھوڑو مجھے کمینے......" اس نے حسب سابق مزاحمت کی کوشش کی، مگر روزانہ کی طرح اس کی مزاحمت بے کار گئی تھی۔

"ہائے بے بی!......تمھاری یہی ادائیں تو مجھے دوبارہ تمھارے پاس لے آئی ہیں۔" کامی خنجر وحشیوں کی طرح اس پر پل پڑا اور وہ روزانہ کی طرح سسکتی رہ گئی۔

حیوانی خواہشات کو پورا کرنے کے بعد وہ فاتحانہ انداز میں وہاں سے رخصت ہونے لگا، غیر متوقع طور پر وہ اس سے مخاطب ہوئی......

"کامی خنجر!......"

"جی فرماؤ؟" وہ حیرانی سے پیچھے مڑا۔

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم فریحہ کو کچھ نہ کہو......اسے اغوا نہ کرو۔"

"بھلا اس کے ساتھ تمھیں کیا ہمدردی ہے......وہ تمھاری رقیب ہے، تمھارے شوہر کی محبوبہ ہے...... بلکہ تھی اور اس کی وجہ سے تمھیں یہ سب کچھ جھیلنا پڑا۔ نہ حماد اس کے حصول کی تمنا کرتا اور نہ تمھیں اغوا ہونا پڑتا۔"

"وہ خبیث میرا شوہر نہیں ہے......"

"پھر کون ہے تمھارا شوہر؟"

"یہ جاننا تمھارے لیے ضروری نہیں ہے......البتہ ایک سودا کرنا چاہو تو......"

"سودا......؟" کامی نے اشتیاق سے پوچھا۔ "کیسا سودا؟"

"فریحہ کو ٹھکانے لگانے کے لیے حماد نے تمھیں کتنی رقم آفر کی ہے؟"

"بارہ لاکھ روپے۔"

"""مجھے رہا کردو......اور فریحہ کو کچھ نہ کہو، میں تمھیں بارہ کروڑ روپے دوں گی۔"

"آفر تو اچھی ہے لیکن تمھیں رہا کرنے کا مطلب اپنی بربادی ہی ہے۔"

''میں وعدہ کرتی ہوں تمھارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی ...... میرے ساتھ جو وحشیانہ سلوک ہوا ، میں یہ بھی معاف کرنے کے لیے تیار ہوں ......اور یقین کرو میں جھوٹ نہیں بولتی۔''

''تم نے پہلے کبھی یہ آفر نہیں کی؟''

''کیونکہ پہلے مجھے زندگی عزیز نہیں تھی، میں نہیں چاہتی تھی کہ اس پامال جسم کو لے کر اپنے محبوب کے پاس لوٹوں۔''

کامی کے لبوں پر مسکراہٹ ظاہر ہوئی۔ ''اور اب؟''

''اب کسی ڈینگیں مارنے والے کے کھوکھلے دعوے اس کے منہ پر مارنا چاہتی ہوں۔'' مسکان کی نگاہوں میں دانیال کا چہرہ گھوم گیا۔

''ایک بات کہوں بی بی! ......'' کامی نے سنجیدہ لہجے میں کہا، مسکان سوالیہ نظریں سے اسے دیکھنے لگی۔

''یہ پیار محبت کے جھوٹے ناٹک، سوائے پچھتاوں کے کچھ نہیں دیتے، تمھیں حماد سے محبت تھی اور نتیجہ تم بھگت رہی ہو، جبکہ اسے تم سے دولت کے علاوہ کچھ درکار نہیں تھا۔ تو اب اسے شرمندہ کرنے سے کیا حاصل؟''

''میں اغوا ہونے سے پہلے حماد کی جھوٹی محبت سے واقف ہو گئی تھی لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ اتنا بڑا قدم اٹھالے گا؟''

''جب پہلے سے واقف تھیں تو اب اسے کیا جتاؤ گی؟''

''مسٹر کامی! ...... تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ، میرا محبوب حماد نہیں کوئی اور ہے۔''

''پہلے کہا میرا شوہر کوئی اور ہے ...... اب محبوب بھی کوئی اور ہو گیا ...... میرے پلے تو کچھ نہیں پڑ رہا۔''

''میرا شوہر دانیال ہے ......اور دانیال ہی مجھے ہر کسی سے عزیز ہے ...... لیکن لگتا ہے میرے دل میں جس کی محبت پیدا ہوتی ہے وہ فریحہ کی محبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

''تو مرنے دو سالی کو۔'' کامی استہزائی انداز میں ہنسا۔

''نہیں وہ بے قصور ہے۔''

''کیا تم مجھے پوری کہانی سنا سکتی ہو؟'' کامی کو اس معاملے میں دلچسپی محسوس ہوئی اور وہ اس کی کہانی سننے کے

لیے دوبارہ بیٹھ گیا۔

مسکان چند لمحے سوچ میں ڈوبی رہی پھر کسی اچھی امید کے لالچ میں وہ کامی کو مختصراً اپنی کہانی سنانے لگی......

''میں محبت کے نام سے الرجک تھی، یونیورسٹی آمد پر حماد میری طرف متوجہ ہوا اور مختلف حیلوں سے مجھے اپنا دیوانہ بنالیا...... میں اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آگئی مجھے اس کے علاوہ کوئی دکھائی ہی نہیں دیتا تھا، یہاں تک کہ میں نے اسے جیون ساتھی بنالیا۔ شادی کے بعد حماد کی محبت کہیں غائب ہوگئی...... لیکن میں اس کے عام سے رویے ہی کو محبت کی معراج سمجھتی رہی، پھر اس کے سر پر بچے کا جنون سوار ہوا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ بچے کے لیے اتنا بے چین کیوں تھا بس وہ چاہتا تھا کہ ہم جلد از جلد ایک بچے کے ماں باپ بن جائیں۔ جب شادی کے دو سال بعد بھی یہ آرزو شرمندہ تعبیر نہ ہوسکی، تو وہ مجھے شہر کی مشہور گائنالوجسٹ کے پاس لے گیا۔ چیک اپ کے بعد پتا چلا کہ میں تو ٹھیک ہوں البتہ وہ خود بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہے......'' مسکان کی بات جاری رہی آخر میں وہ کہہ رہی تھی......

''میں نہیں جانتی کہ کس بات نے حماد کو اتنا بڑا قدم اٹھانے پر مجبور کیا شاید اسے دانیال کے ساتھ میری محبت نے ایسا کرنے پر اکسایا، یا ہوسکتا ہے تم اس پر جھوٹا الزام لگا رہے ہو، کہ میرے اغوا میں اس کا ہاتھ ہے۔''

''تم نے بعد میں اس سے پتا نہیں کیا کہ وہ بچے کے لیے اتنا بے چین کیوں تھا؟''

''نہیں......'' مسکان نے نفی میں سر ہلایا۔ ''مجھے موقع ہی نہیں ملا کہ اس سے پوچھ سکوں، یوں بھی دانیال کے گھر سے آنے کے بعد ہم اسی کوشش میں رہے کہ میں کسی بہانے دانیال سے طلاق لے لوں۔''

''پتا ہے وہ حبشی کیوں فریحہ سے شادی کر رہا ہے۔''

مسکان کا نفی میں ہلتا سر دیکھ کر اس نے جواب دیا۔ ''کیونکہ اس کی نظر میں تم مر چکی ہو۔''

''کیا......؟'' اب حیران ہونے کی باری مسکان کی تھی۔

''محترمہ!...... حماد نے تمھیں ٹھکانے لگانے کے لیے مجھ سے ڈیل کی تھی اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ تمھاری دولت و جائیداد پر قابض ہونا چاہتا ہے...... بلکہ اس نے تم سے شادی ہی اس مقصد سے کی تھی اور شروع میں تمھاری فریحہ بی بی بھی اس کھیل میں شامل تھی، البتہ تم سے ملنے کے بعد وہ اس منصوبے سے متنفر ہوئی اور حماد کو

مجبور کرنے لگی کہ تمھیں کچھ نہ کہا جائے لیکن حماد نے اس سے بالا ہی بالا ہمارے ساتھ ڈیل کرلی نتیجتاً تم یہاں ہو۔اور حماد کیوں بچے وغیرہ کی خواہش کا اظہار کرتا رہا اس ڈرامے سے میں واقف نہیں ہوں، باقی یہ حقیقت ہے کہ تم دنیا والوں کی نظر میں مرچکی ہو، تمھارا جنازہ ہو چکا ہے اور ایک قبر پر تمھارے نام کی تختی لگ چکی ہے۔''

''مم...... مگر کیسے...... میں تو زندہ سلامت موجود ہوں، کیا تم نے انھیں کہا ہے کہ میں مر چکی ہوں۔''

''ایسا ہی سمجھو۔'' کامی نے اثبات میں سر ہلایا۔

''اور انھوں نے تمھاری بات کا یقین کرلیا۔''

''ان کی مجبوری تھی بے بی...... ہم نے تمھارا لباس ایک دوسری لڑکی کو پہنایا اور اسے تمھاری کار میں بٹھا کر تم سے متعلق سارا سامان، مطلب تمھارا پرس موبائل وغیرہ ساتھ رکھا اور کار کو بم دھماکے میں اڑا دیا...... نتیجہ دو اور دو چار کی طرح واضح ہے، تمام یہی سمجھ رہے ہیں کہ تم باقی نہیں رہیں۔''

''اس لڑکی کا قصور؟''

''اس کا والد تاوان کی رقم ادا کرنے پر تیار نہیں تھا۔''

''کیا تم لوگوں کو اللہ کا کوئی خوف نہیں ہے۔''

''اللہ کا خوف......'' کامی ہنسا۔''بے بی!...... اللہ کا خوف نہ ہوتا تو تم اتنے دن کیسے زندہ رہتیں، حالانکہ تمھیں ٹھکانے لگانے کا معاوضہ ہم کب کا ڈکار چکے ہیں۔''

''میری جگہ دوسری کو کیوں مروا دیا؟''

''وہ باسی تھی اور تم نئی...... کچھ دن ہم نے بھی تو شغل میلہ کرنا ہوتا ہے نا...... باقی اب فریحہ کی جگہ تمھیں مروا دیں گے...... حساب برابر۔''

''تو تمھیں سودا منظور نہیں؟'' مسکان کی آواز میں مایوسی تھی۔

''نہیں...... البتہ یہ وعدہ کرتا ہوں کہ فریحہ اور اس کے محبوب دانیال کو تم سے ضرور ملواؤں گا تو جو گلہ شکوہ کرنا ہوں کرلینا کیونکہ وہ کلوٹا تمھارا ابھی تو محبوب ہے...... بس یا کچھ اور؟''

''رقم دگنی کرلو، بارہ کے بجائے چوبیس کروڑ کرلو۔''

”سوری۔“

”تم ساری زندگی بھی اتنی رقم اکٹھی نہیں کرسکو گے جتنی میں آفر کر رہی ہوں“

”صحیح کہا......مگر اس میں رسک بہت زیادہ ہے، میں چوبیس کروڑ کے بدلے اپنے گروہ کو داؤ پر نہیں لگا سکتا۔اور پھر ہم اپنے گاہکوں کے خلاف ہی سودا بازی میں مصروف ہو گئے تو ہماری دکان داری ٹھپ ہو جائے گی ۔نہیں محترمہ تھینکس ۔“ کامی کھڑا ہو گیا۔”کافی گپ شپ ہو گئی ہے اب مجھے چلنا چاہیے،کل تمھاری ملاقات فریحہ اور دانیال سے کراؤں گا۔“

اس کے وہاں سے جاتے ہی مسکان لڑکھڑاتے قدموں سے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔وہ روزانہ صابن کی پوری ٹکیہ اپنے بدن پر رگڑ رگڑ کر گھلا دیتی،مگر صفائی کا وہ احساس جو وہ حاصل کرنا چاہتی اسے میسر نہ ہوتا، حالانکہ وہ جانتی تھی بدن کی صفائی سے روح میں سرایت کر جانے والی غلاظت کے احساس کو زائل کرنا ممکن نہیں مگر اس کے بس میں بدن کی صفائی تھی اور اس بات سے اس نے کبھی فروگزاشت نہیں کی تھی،اپنے رب کو اس نے اس حالت میں بھی نہیں بھلایا تھا،کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ہوتا وہی ہے جو رب کی مرضی ہوتی ہے اور وہ اپنے رب کے فیصلے پر شاکر تھی۔

☆......☆......☆

”یس؟“احمد دروازے پر ہونے والی دستک سن کر با آواز بلند بولا۔

دروازہ کھول کر صفدر اندر داخل ہوا۔”سر!......مسٹر حماد نے کسی کامران نامی شخص سے بات کی ہے۔اور یہ اس کی آڈیو ریکارڈنگ ہے۔“صفدر نے ایک چھوٹا سا ریکارڈنگ ڈیوائس اس کے سامنے رکھ کر چلا دیا۔

ایک نامانوس آواز ابھری۔”یس؟“

اس کے ساتھ حماد کی آواز آئی۔”میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔“احمد غور سے ان کی گفتگو سننے لگا پچیس سیکنڈ کی وہ ریکارڈنگ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تھی۔

”صفدر!......ان دونوں کی ملاقات کی مکمل ریکارڈنگ ہونا چاہیے......اور میرا خیال ہے مجھے یہ بتانے کی ضرورت تو نہیں کہ یہ ریکارڈنگ کیسے ہو گی؟“

''تو سر!......'' کہہ کر صفدر باہر نکل گیا۔ جبکہ احمد سوچ میں کھو گیا، سیٹھ وسیم سے ساری تفصیل سننے کے بعد اس کا شک فوراً حماد کی طرف گیا تھا، مگر پھر دونوں بھائیوں کے پیہم اصرار نے اس کے شک کو ڈانوڈول کر دیا کہ وہ دونوں بھائی اپنے بہنوئی کو ہر شک سے مبرا سمجھتے تھے۔ اگر اسے ہر کسی پر شک کرنے کی ٹریننگ نہ ملی ہوتی تو شاید وہ حماد کو مشکوک افراد کی فہرست سے خارج کر دیتا۔ اس مختصری ریکارڈنگ نے احمد کے دل میں امید کی شمع جلا دی تھی، اسے لگا کہ جلد ہی مسکان کے قتل کا کیس حل ہونے والا ہے۔ گو وہ جس فیلڈ میں تھا وہاں اس طرح کے چھوٹے موٹے کیسوں پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی، کہ ان کا کام صرف ملک دشمن عناصر کے خلاف کارروائی کرنا ہوتا ہے، لیکن دوست کی پریشانی دیکھتے ہوئے اس نے اپنے طور پر اس کیس کو دیکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

باقی کا دن بھی اس نے دفتر ہی میں گزارا کہ وہ حماد کی ملاقات کا نتیجہ معلوم کر کے چھٹی کرنا چاہتا تھا۔

☆......☆......☆

اس کی عمر پچیس سے ستائیس سال کے درمیان تھی۔ چائے کا کپ پی کر وہ پچھلے ایک گھنٹے سے اس جگہ براجمان تھا...... کوئی بھی غور کرنے والا آسانی سے اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ کسی کا منتظر ہے۔ موبائل فون کی رنگنگ ٹون سے وہ چونکا اور موبائل کان سے لگا کر کال سننے لگا

''عمر!...... وہ پارکنگ سے نکل کر ہوٹل کے داخلی دروازے کی طرف بڑھ رہا ہے'' دوسری جانب صفدر تھا۔

''اوکے......'' اس کی طرف سے اشارہ ملتے ہی عمر نے رابطہ منقطع کرتے ہوئے موبائل جیب میں ڈالا اور ایک باریک چپٹا سا آلہ دائیں ہاتھ میں تھامتے ہوئے تیزی سے گیٹ کی طرف چل پڑا۔ وہ بہ مشکل چند قدم اٹھا پایا ہو گا کہ اس نے حماد کو ہوٹل میں داخل ہوتے دیکھا، وہ تھری پیس سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ ایک سرسری نظر اس پر ڈال کر عمر عجلت کا مظاہرہ کرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھتا رہا۔ حماد کے قریب سے گزرتے ہوئے وہ اچانک لڑکھڑایا اور بے ساختہ حماد کا سہارا اس انداز میں لیا گویا وہ گرنے سے بچنا چاہتا ہو، اس دوران اس نے وہ چپٹا آلہ بڑی صفائی سے اس کے کوٹ کی اوپر والی سامنے کی جیب میں ڈال دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے......

''سوری سر!...... آئی ایم ویری سوری۔'' کہہ کر باہر کی راہ لی۔ اس نے حماد کا جواب سننے کی زحمت نہیں کی تھی۔ حماد کے پیچھے آنے والا شخص بھی عمر کا ساتھی ہی تھا۔ وہ عمر کی طرف دیکھے بغیر حماد کے پیچھے چلتا رہا۔

ہوٹل سے باہر نکل کر عمر کے عجلت سے اٹھتے ہوئے قدم نارمل ہو گئے اور وہ جیب سے موبائل فون نکال کر صفدر کو رپورٹ دینے لگا۔

''سر!......میرا کام ہو گیا ہے......اور شہباز اس کے تعاقب میں ہے۔''

جواب ملا۔''او کے!......میں گاڑی میں تمھارا منتظر ہوں۔''

ہوٹل کی حدود سے باہر آ کر اس کے قدم ایک بغلی گلی کی طرف اٹھ گئے، تھوڑی دیر بعد وہ ہوٹل کی عقبی گلی میں موجود کالوں شیشوں والی ایک ویگن میں بیٹھ رہا تھا۔ صفدر وہاں پہلے سے موجود تھا۔ عمر پر توجہ دیئے بغیر وہ رسیونگ سیٹ سے آنے والی گفتگو کی طرف متوجہ رہا۔ ہیڈ فون کی وجہ سے وہ گفتگو صرف اسی کو سنائی دے رہی تھی لیکن اس کی آنکھوں کی چمک اور چہرے پر چھائے دبے دبے جوش سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ ان کی محنت رائیگاں نہیں گئی تھی۔

عمر اسے ڈسٹرب کیے بغیر دائیں بائیں کا جائزہ لیتا رہا۔ اسی وقت اسے شہباز کی کال آنے لگی۔

''لیں؟'' وہ اٹنڈنگ بٹن پریس کرتا ہوا مستفسر ہوا۔

''وہ تھرڈ فلور، کمرہ نمبر فورٹی فائیو میں چلا گیا ہے۔''

''ٹھیک ہے......تم نگرانی جاری رکھو......حماد باہر نکلے تو اس کا پیچھا کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ اس کے علاوہ کوئی نکلے تو اس کے پیچھے چلے جانا۔''

''ٹھیک ہے۔'' کہہ کر شہباز نے رابطہ منقطع کر دیا۔

صفدر حماد اور کامران کی گفتگو سننے میں مگن رہا۔ گفتگو کے اختتام پر اس نے مسکراتے ہوئے ہیڈ فون کانوں سے ہٹایا اور کہا۔

''گڈ میاں عمر!......تمھاری محنت رنگ لائی ہے۔''

عمر ہنسا۔''مطلب کوئی کام کی بات معلوم ہو گئی ہے۔''

''ایسی ویسی......سمجھو مشن ہی مکمل ہو گیا۔''

''کچھ پتا بھی چلے؟''

’’لو یہ ریکارڈنگ خود سن لو۔‘‘ ریکارڈنگ ڈیوائس اس کے حوالے کر کے صفدر ویگن کو سٹارٹ کرنے لگا۔اسی وقت شہباز کی کال آنے لگی۔عمر نے کال اٹینڈ کی۔

’’حماد کمرے سے باہر آکر بہ مشکل لفٹ تک پہنچا ہوگا کہ دوسرا آدمی بھی باہر نکل آیا ہے۔اور میں اس کے تعاقب میں جارہا ہوں......‘‘ یہ الفاظ کہتے ہی شہباز نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

عمر ریکارڈنگ ڈیوائس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

گھنٹے بھر بعد وہ احمد صاحب کے پاس پہنچ گئے تھے۔وہ اپنے آفس میں ان کا منتظر تھا۔کامیابی کی نوید سنا کر صفدر نے ریکارڈنگ ڈیوائس اس کے سامنے رکھ دیا۔احمد کوئی سوال کیے بغیر ریکارڈنگ سننے لگا۔جبکہ وہ دونوں خاموشی سے بیٹھ گئے تھے۔

گھنٹے بھر کی ریکارنگ نے احمد کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔

’’گڈ مسٹر صفدر اینڈ عمر!......‘‘

’’تھینک یو سر!......‘‘ صفدر نے جواب دیا جب کہ عمر فقط سر ہلا کر رہ گیا تھا۔اسی وقت عمر کے موبائل فون پر شہباز کی کال آنے لگی۔

’’یس؟‘‘ اس نے کال رسیو کی۔

’’وہ آدمی گھنٹا بھر ہوٹل منیجر کے آفس میں بیٹھا رہا، پھر وہاں سے نکل کر اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا ہے۔اب میرے لیے کیا حکم ہے؟‘‘

’’ویٹ......احمد صاحب سے پوچھ لوں۔‘‘ عمر احمد کی طرف متوجہ ہوا......

’’سر!......ہمارا مطلوبہ آدمی اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا ہے، اب شہباز کے لیے کیا حکم ہے؟‘‘

’’اسے کہو واپس آجائے......صبح ان لوگوں سے نبٹ لیں گے، رات کو مشکل ہے کہ یہ فریحہ یا دانیال کے خلاف کوئی کارروائی کر سکیں۔‘‘

عمر، اثبات میں سر ہلاتے ہوئے شہباز کو بتانے لگا......

’’تم واپس آجاؤ۔‘‘

”اوکے!......“شہباز نے رابطہ منقطع کر دیا اور عمر، احمد کی طرف متوجہ ہو گیا وہ کہہ رہا تھا......

”میرے اندازے کے مطابق کل یہ لوگ یونیورسٹی سے فریحہ اور دانیال کو اغوا کرنے کی کوشش کریں گے۔اوراس سے پہلے ہم نے انھیں گرفتار کرنا ہے۔باقی اس کی گفتگو تم لوگوں نے سن لی ہے۔یہ لوگ صرف اغوا کی وارداتوں میں ملوث نہیں بلکہ ملک دشمن کارروائیوں میں بھی ان کا ہاتھ ہے......کامران واضح انداز میں اپنے ان گاہکوں کا ذکر کر رہا تھا جو جلسوں وغیرہ میں دھماکے کرانے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔“

صفدر نے کہا۔”سر!......اس بات کا اندازہ تو آپ کو تبھی ہو جانا چاہیے تھا جب سیٹھ وسیم کی بہن کو دھماکے میں اڑایا گیا تھا۔“

”صحیح کہا......“احمد نے اثبات میں سر ہلایا۔”لیکن اس وقت میں نے سوچا تھا کہ انھوں نے اتفاقی طور پر سیٹھ زادی کو دھماکے میں اڑایا ہے......پر اب تو وہ واضح طور پر اعتراف کر رہا ہے کہ دھماکے کرانے والے گاہک بھی ان سے رابطہ کراتے رہتے ہیں،ایسے لوگ ملک دشمن ہی ہو سکتے ہیں اور ہمارا کام ہی ملک دشمن عناصر کے خلاف کارروائی کرنا ہے۔“

عمر مسکرایا۔”گویا اب یہ سیٹھ وسیم کا کام نہیں رہا۔“

”ایسا ہی سمجھو۔“احمد نے کھڑے ہو کر نشست برخاست کرنے کا عندیہ دیا۔وہ دونوں بھی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے تھے۔

☆......☆......☆

احمد کی ایما پر صبح سویرے ہی کامران کے ٹھکانے کو گھیر لیا گیا تھا۔سول کپڑوں میں ملبوس سی آئی والے اس مکان کی عقبی اور سامنے کی گلی میں ٹہل رہے تھے۔نو بجے کے قریب احمد وہاں پہنچا،اس نے متعلقہ تھانے کو جان بوجھ کر بے خبر رکھا،کہ اسی طریقے سے وہ چھاپے کو خفیہ رکھ سکتا تھا۔احمد نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے تمام سے اوکے رپورٹ لی اور پھر انھیں کارروائی کی ترتیب بتانے لگا۔

”عمر اور شہباز ہدف کے دائیں والے مکان میں،اکرم اور صفدر بائیں والے مکان میں،بلال اور حمزہ عقبی گلی میں موجود رہیں گے۔خرم،کریم اور عرفان عقب سے اندر داخل ہوں گے،سامنے سے اشفاق،ذیشان اور

میں گھسیں گے جبکہ عبداللہ، شہزاد اور فخر سامنے والی گلی میں موجود رہیں گے۔تمام لوگوں نے ذاتی حفاظت سے غفلت نہیں برتنا، ہتھیار بردار اشخاص کے ساتھ کوئی رعایت برتنے کی ضرورت نہیں، بس یہ کوشش کرنی ہے کہ زندہ ہاتھ لگیں......آل سٹیشن انڈر سٹینڈ!......"

جواباً تمام نے اسے فرداً فرداً او کے رپورٹ دی۔

"گڈ......دائیں بائیں والے آن لوکیشن ہو جاؤ۔"

تین منٹ بعد اسے پہلے عمر اور پھر صفدر کی آواز سنائی دی......

"آن لوکیشن سر!......"

"او کے......اب ہم بذریعہ داخلی گیٹ اندر داخل ہوں گے، خرم تم پانچ منٹ بعد ایڈوانس شروع کر دینا۔"

"او کے سر!......" خرم کی او کے سنتے ہی احمد کار سے نکل کر اس مکان کے داخلی دروازے کی طرف بڑھا ،اشفاق اور ذیشان اس کے پیچھے چلنے لگے۔

داخلی دروازے پر اطلاعی گھنٹی مفقود تھی۔احمد نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

بغیر کسی تاخیر کے پوچھا گیا۔"کون؟"

"کامران صاحب سے ملنا ہے۔" احمد متانت سے بولا اپنا نام بتانے کی ضرورت اس نے محسوس نہیں کی تھی دروازہ کھلا اور ایک پختہ عمر کے مرد نے باہر جھانکا۔

"کیا باس سے تمھاری بات ہو چکی ہے؟"

"نہیں......" احمد نے نفی میں سر ہلایا مگر وہ مجھے جانتے ہیں۔

"اس وقت وہ سوئے ہیں......آپ گھنٹا بھر بعد تشریف لائیں۔" یہ کہہ کر وہ احمد کا جواب سنے بغیر دروازہ بند کرنے لگا۔

احمد سرعت سے بولا۔"بات سنیں۔"

"جی فر......" وہ بہ مشکل اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ احمد کا دایاں ہاتھ بجلی کی سی سرعت سے حرکت میں آیا اور کنپٹی پر لگنے والے مکا اسے سوال و جواب کی دنیا سے دور لے گیا۔نیچے گرنے سے پہلے احمد نے اسے اپنے بازوؤں میں

سنبھال لیا تھا، اس کے ساتھ ہی وہ تینوں اندر داخل ہو گئے تھے۔

''اشفاق!......اس کے ہاتھ پشت پر جکڑ دو۔'' یہ کہہ کر احمد آگے بڑھ گیا۔ ذیشان اس کے ہمراہ تھا، دونوں کے ہاتھوں میں جدید ساخت کے گلاک نائینٹین نظر آ رہے تھے۔ چھوٹا سا صحن عبور کر کے وہ اصل عمارت کے اندر داخل ہوئے۔ اسی وقت احمد کو خرم کی آواز سنائی دی۔

''سر!......ہم اندر داخل ہو چکے ہیں۔''

''گڈ۔'' کہہ کر احمد نے ذیشان کو ایک بند دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا۔

ذیشان نے دروازہ دھکیل کر اندر جھانکا، ایک آدمی بیڈ پر اوندھا لیٹا ہوا تھا۔

''اسے بھی باندھ دو۔'' احمد اندر داخل ہونے کے بجائے آگے بڑھ گیا اسی وقت اشفاق اور خرم اس کے پاس پہنچ گئے تھے۔ خرم نے کہا۔

''سر!......کریم اور عرفان صحن میں چھوڑ دیئے ہیں۔''

احمد نے سر ہلانے پہ اکتفا کیا تھا۔ اسی وقت کچن سے ایک ملازم نکلا......

''کک......کون ہو تم؟'' اس کے لہجے میں گھبراہٹ تھی۔

''خبردار اگر حرکت کی۔'' اشفاق دھاڑا۔

ان کے ہاتھوں میں پکڑے خوفناک پسٹل دیکھ کر وہ پیچھے مڑ کر بھاگا، مگر فقط ایک دو قدم لے سکا ہو گا کہ اشفاق کے پسٹل نے چند گرام سیسہ اُگلا اور وہ دائیں ٹانگ پکڑے لیٹ گیا۔

اشفاق اس زخمی کی جانب بڑھا، جبکہ خرم کا رخ کچن کی طرف تھا۔ اسی وقت ایک اور کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی نے باہر جھانکا، اس کی بدقسمتی کہ احمد اسی طرف متوجہ تھا اور دروازہ کھلتے دیکھ کر اس کے پسٹل کا رخ دروازے کی طرف ہو گیا تھا۔ اپنا اوپری دھڑ واپس کھینچنے کی حسرت لیے وہ آدھا دروازے سے باہر آ گرا، احمد کی چلائی ہوئی گولی نے اس کے سر میں روشندان کھول دیا تھا۔

اگلے دس منٹ میں انھوں نے تمام کمرے کھنگال لیے تھے۔ تین آدمی انھوں نے سوتے ہوئے ہی جکڑ دیئے تھے۔ ان کے نہ جاگنے کی وجہ لازماً شراب نوشی تھی ورنہ وہ بھی شور شرابہ سن کر ضرور جاگتے۔ ایک آدمی احمد کی

گولی سے ضائع ہو گیا تھا، زخمی ٹانگ والا اپنی مضروب ٹانگ کو پکڑے سہمے ہوئے انداز میں ہولے ہولے کراہ رہا تھا۔

''سر!......تہہ خانے کا دروازہ بھی نظر آ رہا ہے۔'' ذیشان نے ایک کمرے سے باہر جھانکا۔

خرم کو زخمی کی نگرانی کے لیے چھوڑ کر وہ اشفاق کو ہمراہ لیے مذکورہ کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ذیشان نے کہا۔''سر!......تہہ خانے کا دروازہ باہر سے بند تھا......اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اندر کوئی دشمن موجود نہیں ہے۔''

''پھر بھی احتیاط لازمی ہے۔'' احمد پسٹل ہاتھ میں تھامے تہہ خانے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ تہہ خانے میں روشنی کا معقول انتظام تھا۔ ذیشان اور اشفاق بھی اس کے پیچھے ہو لیے۔ سیڑھیاں اتر کر ایک چھوٹی سی گیلری بنی تھی، جس کے آمنے سامنے دو دروازے تھے، دونوں دروازے باہر سے کنڈی کیے ہوئے نہیں تھے البتہ گیلری کے اختتام پر ایک کمرے کا دروازہ نظر آ رہا تھا، جس کی باہر سے کنڈی لگی ہوئی تھی۔ سب سے پہلے انھوں نے کھلے کمروں کا جائزہ لیا مگر کمرے خالی تھے۔ البتہ کمروں کی حالت دیکھ کر انھیں اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی کہ وہاں پر مغوی رکھے جاتے تھے۔

احمد نے آگے بڑھ کر آخری کمرے کا دروازہ کھولا۔ ٹیوب لائیٹ کی روشنی میں اسے ایک لڑکی گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی نظر آئی۔

''کون ہو تم؟'' وہ متجسس سا ہو کر آگے بڑھا۔

اس کے سوال پر لڑکی نے حیرانی بھرے انداز میں سر اوپر اٹھایا۔ اس کی شکل دیکھ کر احمد جیسے مضبوط اعصاب کا مالک بھی حیرت کی شدت سے اچھل پڑا تھا۔

''آ......آپ......سیٹھ زادی مسکان ہو؟''

''ہاں......ہاں......مم......میں مسکان ہوں۔'' مسکان بے ساختہ اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی تھی۔

☆......☆......☆

''تھینکس گاڈ......آپ زندہ ہیں بہن۔'' احمد نے کہا اور مسکان کی آنکھیں نم ہوتی چلی گئیں۔ اتنے عرصے

بعد غلیظ مردوں کے ٹھکانے پر ایک بہن کہنے والے نے اسے رلا دیا تھا۔

''نہ رو میری بہن......! تمھیں قید رکھنے والے اپنے انجام کو پہنچ گئے ہیں۔'' مسکان کے آنسوؤں نے احمد کو بھی آبدیدہ کر دیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر مسکان کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ ذیشان اور اشفاق واپس مڑ گئے، مسکان کے بارے انھیں احمد تفصیل سے سب کچھ بتا چکا تھا اور ایک باپردہ لڑکی کے قریب رکنا انھیں مناسب معلوم نہ ہوا تھا۔

احمد موبائل فون نکال کر سیٹھ وسیم کو کال کرنے لگا۔

''یس!......'' وسیم نے کال اٹینڈ کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

احمد چہکا۔ ''سیٹھ صاحب!......دل تھام لو ایک بہت بڑی خوش خبری سنانے جا رہا ہوں۔''

''یقیناً مسکان کے قاتل پکڑے گئے ہوں گے؟'' وسیم نے اندازہ لگایا۔

''مسکان کے قاتل نہیں، اسے قید رکھنے والے پکڑے گئے ہیں۔''

''میں سمجھا نہیں؟'' وسیم کے لہجے میں شامل حیرانی غیر فطری نہیں تھی۔ ''اسے قتل کرنے والے اور قید کرنے والے ایک ہی گروہ ہے نا۔''

''سیٹھ صاحب!......مسکان زندہ ہے۔'' احمد نے ہوش ربا انکشاف کیا۔

''کک......کیا......یہ کیا مذاق ہے احمد بھائی؟'' وسیم آبدیدہ ہو گیا۔ ''یوں کسی کے جذبات سے کھیلنا تمھیں زیب نہیں دیتا۔''

''میرا خیال ہے ایسے یقین نہیں آئے گا......اچھا یہ لو بات کرو۔'' احمد نے موبائل مسکان کی طرف بڑھا دیا

''بھیا۔'' کہتے ہی مسکان کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

''گڑیا......تم زندہ ہو......تھینکس گاڈ میں ابھی آ رہا ہوں......'' وسیم کو لگا شاید وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہے مسکان نے بہ دقت تمام ''جی۔'' کہہ کر موبائل فون احمد کی سمت بڑھا دیا۔

''سیٹھ صاحب!......اب تو یقین آ گیا؟'' احمد خوشی سے چہکا۔

''احمد بھائی!......میں آپ کا شکریہ ادا نہیں کروں گا، بالکل بھی نہیں کروں گا......یہ احسان، مہربانی و شکریہ

کی حدوں سے بہت زیادہ ہے......بس مجھے ایڈریس سمجھا دو؟ تاکہ میں اپنی گڑیا کی دید سے آنکھیں ٹھنڈی کر سکوں۔"

"آپ میرے گھر آجائیں......ہم وہیں جا رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے جناب میں وہیں آ رہا ہوں۔" وسیم نے رابطہ منقطع کر دیا۔

احمد نے موبائل فون جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔"چلو بہن!......گھر چلتے ہیں۔"

مسکان سر ہلاتے ہوئے اس کے ساتھ ہولی۔

☆......☆......☆

رابطہ منقطع کرتے ہی سیٹھ وسیم بھاگ کر اپنے بڑے بھائی کے بیڈروم کی طرف بڑھا، عجلت میں وہ دستک دینا بھی بھول گیا تھا۔ اس کی خوش قسمتی کہ اس کی بھابی واش روم میں تھی ورنہ اس کا اس طرح اپنے شادی شدہ بھائی کی خواب گاہ میں گھسنا باعث ندامت بھی ہو سکتا تھا۔

"بھیا......بھیا!......احمد کا فون آیا ہے کہ مسکان زندہ ہے۔"

"کک......کیا......؟" سیٹھ فہیم کی آواز لڑکھڑا گئی تھی۔

"یہ سچ ہے بھیا!" فرط مسرت سے خود وسیم کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"میں کیسے یقین کرلوں کہ تم نے خواب نہیں دیکھا؟" سیٹھ فہیم کی آواز میں بے یقینی کا عنصر نمایاں تھا۔ وہ خود کئی بار اس قسم کے خواب دیکھ چکا تھا۔

"احمد بھائی کے گھر میں اس خواب کی تعبیر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر۔"

"چلو......" بغیر کسی تکرار کے اس نے بیڈ چھوڑ دیا تھا......اتوار کا دن تھا اور اس دن وہ دیر تک بستر میں گھسا رہتا مگر وسیم کی بات نے اس کی کسل مندی دور کر دی تھی۔ بغیر ہاتھ منہ دھوئے وہ اس کے ہمراہ ہولیا۔

ادھ پون گھنٹے ہی میں وہ احمد کے گھر پہنچ گئے تھے۔ کار گھر کے چھوٹے سے صحن میں روک کر وہ دھڑکتے دل سے باہر نکلے۔ کار کی آواز سن کر احمد بھی باہر نکل آیا تھا......دونوں بھائیوں کے چہرے پر چھائے تاثرات اس کے لیے حیران کن نہیں تھے، ان کی جگہ کوئی بھی ہوتا اس کی حالت ایسی ہی ہونی تھی۔

احمد سے مصافحہ کرتے ہوئے بھی دونوں کی نگاہیں اس دروازے کی طرف اٹھی رہیں، جہاں سے احمد باہر نکلا تھا۔مزید انتظار کرائے بغیر احمد انھیں ساتھ لے کر ڈرائینگ روم میں داخل ہوا، وہاں اس کی بیوی، مسکان کو ساتھ لپٹائے بیٹھی تھی۔ بھائیوں کو دیکھتے ہی مسکان بھاگ کر ان کی طرف بڑھی اور اگلے لمحے سیٹھ فہیم کے بازوؤں میں جھول گئی۔

''میری بچی!......'' سیٹھ فہیم کے ہونٹوں سے بہ مشکل ادا ہوا اور وہ اسے بازوؤں میں بھر کے صوفے کے قریب لایا۔احمد کی بیوی نے جلدی سے ایک طرف ہو کر جگہ خالی کی اور فہیم نے اسے صوفے پر لٹا دیا۔

''صوفیہ!......پانی کا گلاس بھر لاؤ۔'' احمد بیوی سے مخاطب ہوا۔اور وہ سر ہلاتے ہوئے کچن کی طرف بڑھ گئی۔سیٹھ فہیم کی آنکھوں سے خوشی کے مارے آنسو رواں تھے۔پانی آنے تک وہ مسکان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتا رہا۔

صوفیہ جگ گلاس کے ہمراہ واپس لوٹی۔گلاس لے کر احمد نے مسکان کے چہرے پر پانی چھڑکا اور وہ جھرجھری لے کر ہوش میں آ گئی۔

''بھیا!......'' آنکھیں کھولتے ہی وہ دوبارہ فہیم سے لپٹ گئی تھی۔

''جی......میری بچی!......میری گڑیا۔'' فہیم اسے بہن کے بجائے بیٹی سمجھتا تھا۔مسکان آنسو بہاتے اس سے چمٹی رہی، یقیناً باپ اور بھائیوں کا سایہ عورت کے لیے تحفظ کی علامت ہے اور اس کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب وہ درندے نما مردوں کے چنگل میں پھنس جائے۔

فہیم کے بعد وہ وسیم سے بھی اسی طرح جذباتی انداز میں ملی تھی۔جذبات کا طوفان تھمتے ہی سیٹھ فہیم نے احمد کو گلے سے لگا لیا۔

''احمد صاحب!......میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں......جن سے میں آپ کا شکریہ ادا کر سکوں، بس یوں سمجھ لیں آج سے میں آپ کا غلام ہوں......آپ نے مجھے نئی زندگی دی ہے......''

''پلیز سیٹھ صاحب!......'' احمد نے نادم لہجے میں قطع کلامی کی۔''یہ میرا فرض تھا......مسکان تمھاری ہی نہیں میری بھی بہن ہے......اور پھر اس کی بہ دولت ایک ملک دشمن گروہ بھی میرے ہاتھ لگا ہے۔''

فہیم سرشاری کے عالم میں بولا۔ ''مجھے کہتے ہوئے ندامت ہو رہی ہے، لیکن پھر بھی میں باز نہیں آ سکتا، کیا ......کوئی ایسا طریقہ ہے کہ میں آپ کے احسان کا وزن تھوڑا سا کم کر سکوں؟''

''کیوں نہیں؟'' احمد ہنسا۔ ''ہفتے کی رات میں اپنی بیگم کو ڈنر کے لیے باہر لے جاتا ہوں اور گزشتہ رات میں مسکان بہن کی وجہ سے مصروف تھا، بیگم صاحبہ کو ڈنر پر نہیں لے جا سکا......بس آج اپنے گھر میں ایک پر تکلف سا ڈنر کرا کے اینٹ کا جواب پتھر سے دے دیں۔''

''احمد صاحب!......شرمندہ کر رہے ہیں۔''

''نہیں شرمندہ نہیں......بس شرط یہ ہے کہ سارا انتظام ہماری بہن اپنے ہاتھوں سے کرے گی۔''

''آپ جیسے بھائیوں کے لیے تو میں دن رات باورچن بننے کے لیے تیار ہوں۔'' مسکان جو جذباتی کیفیت سے باہر آ چکی تھی عقیدت سے بولی۔

''خوش رہو بہن!'' احمد اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

اسی وقت ملازمہ چائے کی ٹرالی دھکیلتی اندر داخل ہوئی۔

''لیں جی چائے آ گئی۔'' صوفیہ نے انھیں متوجہ کیا۔ ''میرا خیال ہے بھائی جان آپ کو ناشتا کرنے کی مہلت نہیں مل سکی ہو گی۔''

''صحیح کہا بہن!......'' فہیم بے تکلفی سے کہتا ہوا بیٹھ گیا۔

خوش گپیوں سے چائے پی گئی۔ ملازمہ کے برتن لے جانے کے بعد سیٹھ فہیم احمد سے تفصیلات جاننے کا خواہاں ہوا۔

''سیٹھ صاحب!......میرے پاس آپ کے لیے کوئی اچھی خبر تو نہیں ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مسکان کو اغوا کرانے والا اس کا اپنا شوہر ہے۔''

''مگر......یہ......'' سیٹھ فہیم نے سوالیہ نظروں سے مسکان کی جانب دیکھا۔

مسکان ندامت سے سر جھکاتے ہوئے بولی۔ ''احمد بھائی صحیح کہہ رہے ہیں بھیا......سوائے اس کے کہ حماد نے مجھے اغوا نہیں کرایا بلکہ اس نے میرے قتل کی سپاری دی تھی، اغوا صرف ڈراما تھا تاکہ کوئی اس پر شک نہ کر سکے

۔اوراب میں آپ کی طرح اس کی نظر میں بھی مر چکی ہوں۔قاتلوں نے میرا لباس اور مجھ سے متعلقہ سامان ایک دوسری مغویہ کو پہنا کر اسے بم دھماکے میں اڑا دیا کیونکہ اس لڑکی کا باپ انھیں تاوان کی رقم ادا کرنے پر تیار نہیں تھا۔"

"جب اس نے قتل کا معاوضا دے دیا تھا پھر تمھیں قاتلوں نے کیوں زندہ چھوڑے رکھا؟" سیٹھ فہیم کے لہجے میں حیرانی تھی۔

مگراس بار کوئی جواب دینے کے بجائے مسکان نے سر جھکا لیا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس کا جسم ہولے ہولے کانپنے لگا تھا۔

سیٹھ فہیم نے تڑپ کر اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔

"فکر مت کرو گڑیا!......تمھارے ساتھ زیادتی کرنے والوں کا انجام بہت بھیانک ہوگا۔"

احمد جلدی سے بولا۔"ہوگا نہیں سیٹھ صاحب!......شروع ہے،اگر میری بہن چاہے تو میں ان کا انجام دکھا سکتا ہوں، یقین مانو وہ اپنی ہر سانس کے ساتھ موت کی دعا مانگیں گے،مگر اس قسم کے وطن دشمن عناصر جب ہمارے شکنجے میں آجائیں تو موت بھی ان سے روٹھ جاتی ہے۔"

مسکان نے پوچھا"حماد کا کیا ہوا؟"

"اس کی نگرانی کی جا رہی ہے۔وہ کہیں بھی نہیں بھاگ سکتا۔"

"یہ لوگ میری قریبی سہیلی،فریحہ کو اغوا کرنے کا پروگرام بنا رہے تھے کہیں............؟"

"نہیں!......اس سے پہلے ہی میں نے ان کے گرد شکنجہ کس لیا......اور ان کی بدقسمتی کہ یہ اسی فریحہ کی وجہ سے پکڑے گئے ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"وہ ایسے کہ،تمھاری موت کی خبر پاتے ہی فریحہ کو حماد پر شک ہو گیا تھا کہ یہ سارا کیا دھرا حماد کا ہے،گو اس نے اس شک کا ذکر کسی سے نہ کیا مگر اپنے طور پر اس نے حماد سے انتقام لینے کا منصوبہ بنا لیا اور دانیال نامی ایک مزدور سے منگنی کر لی۔"

دانیال کے نام پر مسکان نے بے چینی سے پہلو بدلا مگر احمد اس کے احساسات سے بے خبر اپنی لے میں شروع رہا۔

''اب حماد اس بات پر چراغ پا ہو گیا کہ اس کے ساتھ محبت کے عہد و پیمان باندھنے والی ایک بدصورت مزدور سے کیوں شادی کر رہی ہے...... پس غصے میں آ کر اس نے دوبارہ اپنے مجرم دوست سے فون پر بات کی۔ اسے یہ پتا نہیں تھا کہ اس کا موبائل فون نمبر انڈر آبزرویشن ہے (Under Observation) اور یوں پورا گروہ ہمارے ہتھے چڑھ گیا۔'' فریحہ کی حماد کے ساتھ پرانی ساز باز کو احمد نے جان بوجھ کر زیرِ بحث نہیں لایا تھا۔ ایک ایسا جرم جس سے وہ توبہ کر چکی تھی اسے کسی کے سامنے ظاہر کرنا احمد کو مناسب معلوم نہیں ہوا تھا۔ یوں بھی حماد کی کامران سے ہونے والی بات چیت فریحہ کو بالکل بے گناہ ثابت کر رہی تھی۔

''بھیا!...... میرا خیال ہے یہاں سے سیدھا میرے گھر چلتے ہیں...... دیکھیں کہ وہ گھٹیا شخص مجھے دیکھ کر کیا ردِعمل ظاہر کرتا ہے؟'' مسکان سیٹھ فہیم سے مخاطب ہوئی۔

سیٹھ فہیم نے سوالیہ نظروں سے احمد کی طرف دیکھا۔

''بالکل ٹھیک ہے سیٹھ صاحب!...... میرا خیال ہے اس کا ٹنٹنا بھی ختم ہی کر دیں...... گو اسے پھانسی کی سزا نہیں ہو سکتی مگر لمبے عرصے کے لیے اندر ضرور ہو جائے گا۔''

''ملک دشمن عناصر کی اعانت کے جرم میں بھی اسے پھانسی نہیں ہو سکتی؟'' وسیم نے پوچھا۔

''نہیں۔'' احمد نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اس نے ملک دشمن عناصر کی اعانت نہیں کی، وہ مجرم ضرور ہے مگر اسے غدار نہیں کہہ سکتے...... اس کا کیس پولیس ہی ہینڈل کرے گی۔''

''آپ فکر نہ کریں احمد صاحب!......'' سیٹھ فہیم اطمینان سے بولا۔ ''پولیس کے ہاتھوں اس کا وہ حشر کراؤں گا کہ اپنی نسلوں کو بھی سیدھے رستے پر چلنے کی نصیحت کرے گا۔''

احمد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، مگر اس نے کچھ کہنے سے گریز کیا تھا۔

وسیم نے موبائل فون نکالتے ہوئے کہا۔ ''میرا خیال ہے کال کر کے معلوم کر لیتے ہیں کہ وہ گھر پر ہی ہے نا۔''

احمد اسے کال سے منع کرتا ہوا بولا۔ ''اسے کال کرنے کی ضرورت نہیں...... وہ گھر پہ ہی ہے، اگر کہیں گیا ہوتا

تو اب تک مجھے معلوم ہو جاتا۔‘‘

وسیم نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے موبائل فون جیب میں ڈال لیا۔تھوڑی دیر بعد وہ تمام سیٹھ فہیم کی کار میں بیٹھے مسکان کی کوٹھی کا رخ کر رہے تھے۔احمد کی بیوی نے ان کے ساتھ جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔مسکان نے احمد کی بیوی سے نقاب لے کے اوڑھ لیا تھا۔

چوکیداران کا پرانا ملازم تھا اس لیے اس نے وسیم کو دیکھتے ہی گیٹ کھول دیا تھا۔

کار پورچ میں روک کر وہ اندرونی عمارت کی طرف بڑھ گئے۔ڈرائینگ روم میں داخل ہوتے ہی انھیں خادمہ ٹرے میں چائے کے برتنوں کے ساتھ کچن سے نکلتی دکھائی دی۔انھیں دیکھتے ہی وہ ٹھٹک کر رک گئی تھی۔

سیٹھ فہیم نے پوچھا۔’’شہناز!......حماد کہاں ہے؟‘‘

’’بیڈ روم میں ہے سیٹھ صاحب!‘‘فہیم کو جواب دیتے ہوئے اس کی نظریں مسکان کا جائزہ لے رہی تھیں۔اگر وہ نقاب میں نہ ہوتی تو شاید شہناز چیخ مار کر اس سے لپٹ چکی ہوتی۔مگر مسکان کا چہرہ نقاب میں چھپا ہونے کی وجہ سے وہ الجھن آمیز نظروں سے اسے دیکھتی رہی جو ہو بہو اس کی ہر دل عزیز مالکن جیسی لگ رہی تھی۔

سیٹھ فہیم سر ہلاتا ہوا بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔

حماد تکیے سے ٹیک لگائے غالباً ناشتے کا منتظر تھا۔یوں ایک دم سیٹھ فہیم کے اندر داخل ہونے پر وہ ہڑ بڑا کر کھڑا ہو گیا۔

’’بھیا آپ......؟‘‘ یہ الفاظ اس کے ہونٹوں پہ تھے کہ یکے بعد دیگرے تمام اندر داخل ہو گئے۔

’’خ......خیر تو......آپ تمام......؟‘‘اس نے لہجے میں خوشگوار حیرت سمونے کی کوشش کی مگر مسکان کو دیکھ کر اس کا دل ناخوشگوار انداز میں دھڑکنے لگا تھا،گو وہ اس وقت مکمل نقاب میں تھی،مگر اپنے سراپے اور نقاب سے نظر آنے والی غلافی آنکھوں نے حماد کو لرزا دیا تھا۔

سیٹھ فہیم زہر خند لہجے میں بولا۔’’ہاں بس آپ کو خوش خبری سنانے کے لیے آئے تھے......ہماری مسکان زندہ ہے اور اسے حبسِ بے جا میں رکھنے والے گرفتار ہو گئے ہیں۔‘‘

سیٹھ فہیم کی بات مکمل ہوتے ہی مسکان نے اپنے رخ سے نقاب الٹ دیا۔

حماد کو زور کا چکر آیا، اس نے بہ مشکل خود کو گرنے سے روکا......اس کا رنگ پیلا زرد پڑ گیا تھا۔

''تمھیں خوشی نہیں ہوئی......؟'' وسیم نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔'' حالانکہ مسکان کی موت کی خبر سن کر تم بے ہوش ہوگئے تھے۔''

''وہ......میں......بب......بہت خوش ہوں۔'' حماد نے گڑبڑاتے ہوئے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

سیٹھ فہیم نے اسے گریبان سے پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔

''گندی نالی کے کیڑے!......مسکان نے کیا کچھ نہیں کیا تمھارے لیے؟......جھونپڑی سے نکال کر محل میں لے آئی......اور تو نے کیا صلہ دیا؟......چند ٹکوں کی خاطر اس کی جان کے درپے ہوگیا......بے حیا!......تجھ میں رتی بھر بھی غیرت ہوتی......تو اپنی عزت کو یوں پرائے کتوں کی جھولی میں نہ پھینکتے؟......'' سیٹھ فہیم کی آواز لحہ بہ لحہ بلند ہوتی گئی اور وہ حماد کو گریبان سے پکڑ کر مسلسل جھٹکے دینے لگا۔

حماد، تو گویا کاٹو تو بدن میں لہو نہیں کی عملی تصویر بن گیا تھا۔ اس کا ذہن بالکل ماؤف ہوگیا تھا، جیسے ہی فہیم نے دھکا دیتے ہوئے اس کا گریبان چھوڑا وہ نیچے گر گیا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھ پاتا، وسیم نے آگے بڑھ کر اس پر ٹھوکروں کی بارش کردی۔

احمد زیادہ دیر تک یہ نہ دیکھ سکا اس نے نرمی سے وسیم کا بازو تھاما......

''سیٹھ صاحب!......باقی کا کام پولیس والوں کے لیے چھوڑ دیں۔'' وسیم غصے سے ہانپتا پیچھے ہٹ گیا۔

احمد اپنا موبائل فون نکال کر متعلقہ تھانے دار کو کال کرنے لگا۔ اسی وقت خاموش کھڑی مسکان، احمد کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔

''بھیا!......پولیس کو فون کرنے کی ضرورت نہیں۔''

''کیا مطلب؟'' احمد نے حیرانی سے پوچھا۔

وہ اطمینان سے بولی۔'' مطلب......اسے جانے دیں۔''

''گڑیا!......مجھ سے پٹو گی۔'' سیٹھ فہیم غصے سے بولا۔

''تمھاری مار تو میرے لیے باعثِ سعادت ہے بھیا!......لیکن اس غلیظ کو تھانے بھیجنے کی ضرورت نہیں۔''

''غالباً تم قربانی دینے والی مشرقی بیوی کا کردار ادا کرنے جا رہی ہو...... ہے نا۔'' وسیم اپنا غصہ کنٹرول نہیں کر سکا تھا۔

''یہ میرا شوہر نہیں ہے بھیا!...... یہ مجھے طلاق دے چکا ہے۔ یہ ایک گھٹیا، کم ظرف، لالچی انسان ہے لیکن میں پھر بھی اسے معاف کر رہی ہوں...... میرے پاک پروردگار نے مجھے اپنے پیاروں سے ملوا دیا، میرے لیے اتنا انعام کافی ہے۔ البتہ فریحہ اور دانیال کے خلاف ملک دشمن عناصر سے ساز باز کرنے پر اگر یہ کسی قسم کی سزا کا مستحق ہے تو پھر بے شک پولیس کو طلب کر لیں......''

وسیم نے حیرانی سے پوچھا۔ ''اس نے کب طلاق دی ہے؟''

''لمبی کہانی ہے بھیا...... بعد میں سناؤں گی۔''

''گڑیا ایسے لوگ دھرتی کا بوجھ ہوتے ہیں۔ انھیں سزا دیئے بغیر رہا کرنا ظلم ہے۔'' فہیم نے مسکان کو سمجھانے کی کوشش کی۔

''بھیا!...... اس کے لیے جو سزا فریحہ نے منتخب کی ہے وہ کافی ہے۔''

''چلو اس کا فیصلہ بعد میں کر لیں گے...... فی الحال یہ میرے آدمیوں کی کسٹڈی میں رہے گا۔'' احمد ان کی بحث میں مخل ہوا۔ اور موبائل نکال کر اپنے آدمیوں کو بلانے لگا۔

شہناز کافی دیر سے خاموشی سے سب کچھ ہوتا دیکھ رہی تھی۔ ان کے چپ ہوتے ہی مسکان سے آ کر لپٹ گئی۔

''مالکن!...... آپ زندہ ہیں...... اللہ پاک آپ کو لمبی عمر دے......''

''ہاں شہناز!...... وہ کیا کہتے ہیں، جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے؟''

''یہ موا، مردود مجھے اول دن سے برا لگتا تھا...... جانے کتنی مشکل سے تمام ملازم اسے برداشت کر رہے ہیں۔'' شہناز نفرت سے بولی۔

''ان شاء اللہ اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' مسکان نے کراہیت آمیز نگاہ حماد پر ڈالی جو حیران و ششدر بیٹھا تھا۔ اس نے ابھی تک اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کے ذہن میں آندھی کے بجائے طوفانی جھکڑ چل رہے

تھے۔یہ سارا ماجرہ اس کی سمجھ سے باہر تھا،اسے لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو،ایک بھیانک خواب......مردہ مسکان زندہ ہوگئی تھی،کامران پکڑا گیا تھا،اس کی سازش طشت ازبام ہوگئی تھی،وہ محل سے فٹ پاتھ پر آگیا تھا۔

احمد کے ساتھیوں نے دروازہ کھٹکھٹا کر اندر داخل ہونے کی اجازت طلب۔احمد نے مسکان کی طرف دیکھا اس نے جلدی سے دوبارہ نقاب اوڑھ لیا......وہ باآواز بلند بولا......

''آجاؤ۔''

''سادہ لباس میں ملبوس دو جوان اندر داخل ہوئے۔اور خاموشی سے نیچے بیٹھے حماد کی طرف بڑھ گئے وہ جانتے تھے کہ انھوں نے کیا کرنا ہے۔

انھیں دیکھ کر حماد بھی لرزتے قدموں سے کھڑا ہوگیا اور برائی کا برا نتیجہ بھگتنے کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار کرنے لگا۔

☆......☆......☆

فریحہ،ٹی بریک کے وقت پر ردا کے ساتھ یونیورسٹی کی کنٹین میں داخل ہوئی......ابھی تک وہ بیٹھ نہیں پائی تھیں کہ فریحہ کا موبائل بجنے لگا۔سکرین پر نظر دوڑاتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔کال مسکان کے نمبر سے کی گئی تھی۔

''شاید اس کا بھائی ہو؟''ایک امکانی سوچ اس کے دماغ میں گونجی اور اس نے اٹنڈنگ بٹن پر لیس کر دیا۔

''لیں؟''

''فری!......میں بول رہی ہوں۔''اس کے کانوں میں مسکان کی آواز گونجی اور وہ حقیقتاً اچھل پڑی۔

''تت......تم......؟......باجی!......''

''ہاں فری!......میں زندہ ہوں......اس وقت بھائی کے گھر میں ہوں......تم ابھی آجاؤ......اور کسی کو بھی بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''میں بس،یوں آئی۔''اس کا لہجہ مسرت سے لبریز تھا۔

موبائل فون پرس میں ڈال کر وہ ردا سے بولی۔

''سوری ردا!...... مجھے فی الفور جانا ہوگا۔''

''خیر تو ہے؟'' اسے عجلت میں دیکھ کر ردا پریشان نظر آنے لگی تھی۔

''ہاں!...... بالکل خیریت ہے، تفصیل بتانے کا وقت نہیں کل بات ہوگی۔'' وہ اس کا جواب سنے بغیر چل دی

تھوڑی دیر بعد وہ ٹیکسی میں بیٹھی داؤد منزل کی طرف روانہ تھی۔اس کے احساسات عجیب سے ہو رہے تھے۔مسکان کا ایک دم زندہ ہو جانا...... یقین ہی نہیں آ رہا تھا...... وہ اپنی آنکھوں سے اس کا تابوت دیکھ چکی تھی۔ اچانک اسے خیال آیا کہ مسکان کی لاش تو کسی نے نہیں دیکھی تھی بس کپڑوں کی دھجیوں، کار، پرس، موبائل فون کے ٹکڑوں وغیرہ سے ہی اس کی شناخت کی گئی تھی۔داؤد منزل آنے تک وہ انھی سوچوں میں گم رہی۔

ٹیکسی کو محل نما کوٹھی کے گیٹ سے رخصت کر کے وہ گیٹ کی طرف بڑھ گئی، مسکان شاید اس کے بارے پہلے سے چوکیدار کو مطلع کر چکی تھی کہ اس نے فقط نام پوچھ کر فریحہ کو اندر داخل ہونے دیا۔

ایک ملازما کی رہنمائی میں چلتی ہوئی وہ مسکان کے کمرے تک آئی۔دروازہ ہلکے سے کھٹکھٹا کر وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔مسکان دروازے کی جانب ہی متوجہ تھی۔اسے دیکھتے ہی وہ مسکراتے ہوئے کھڑی ہوگئی۔

''باجی!......'' کہتے ہوئے فریحہ بھاگتے ہوئے اس سے لپٹ گئی، مسکان نے بھی بہت گرم جوشی سے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔

''کیسی ہو فری!'' اسے آہستگی سے علیحدہ کرتے ہوئے مسکان نے پوچھا۔

''باجی میں بالکل ٹھیک ہوں ...... مگر میرے ذہن میں بہت سے سوال اٹھ رہے ہیں اور ہر سوال کی کوشش ہے کہ وہ پہلے میرے لبوں سے ادا ہو۔''

''بیٹھو!...... کسی سوال کی ضرورت نہیں، میں اپنی آپ بیتی سنا دیتی ہوں، تمھارے سارے سوالوں کا جواب مل جائے گا۔''

فریحہ صوفہ سنبھالتے ہوئے مسکان کے ملیح چہرے کو تکنے لگی۔وہ پہلے سے کمزور لگ رہی تھی

''اچھا پہلے یہ بتاؤ کھانا کھایا ہے کہ نہیں؟''

''باجی! بھوک ہی اڑ گئی ہے، آپ بس ساری تفصیل سے آگاہ کریں، کھانا پینا تو ہوتا ہی رہے گا۔''

''نہیں پہلے پیٹ پوجا......اور ساتھ ساتھ میں تفصیل بھی بتاتی رہوں گی۔'' یہ کہہ کر اس نے ملازما کو بلا کر کھانے لانے کا بتایا اور ملازما کے کمرے سے نکلتے ہی وہ فریحہ کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''فری!......یاد ہے نا؟......وہ رات جب حماد نے ہمارا مطالبہ تسلیم کر لیا تھا؟''

''بہت اچھی طرح۔'' فریحہ سرسراتی آواز میں بولی۔ ''اس سے اگلے دن تمھارے اغوا ہونے کی اندوہ ناک خبر سنی تھی۔

''اس صبح میں دانی کو یہی خوش خبری سنانے کے لیے جا رہی تھی، رستے میں اچانک میری کار کا ٹائر برسٹ ہوا ......'' مسکان کمرے کی چھت کو تکتے ہوئے اپنی کہانی سنانے لگی، وہ صرف اس وقت چند منٹ کے لیے خاموش ہوئی جب ملازما کھانے کے برتنوں کے ساتھ حاضر ہوئی، ملازما کے جاتے ہی وہ دوبارہ الم ناک واقعات سے پردہ اٹھانے لگی۔ کھانا کھاتے ہوئے بھی اس کی بات جاری رہی۔ اس نے فریحہ سے کوئی بات چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اور پھر اس کی بات ختم ہوتے ہی فریحہ کے لب وا ہوئے۔

''باجی!......سب سے پہلے تو میں آپ کی یہ غلط فہمی دور کر دوں کہ میری دانیال کے ساتھ ہونے والی منگنی میں دانیال کی منشا شامل تھی......یہ سراسر میرا منصوبہ تھا، اور اسے بھی میں نے ہی اس کے لیے مجبور کیا تھا۔ اور اس بات سے تو آپ اچھی طرح واقف ہیں کہ میں ایسا کیوں چاہتی تھی؟''

''جانتی ہوں فری!......لیکن حیرانی اس بات پر ہو رہی ہے کہ تم نے بھیا کو یہ سب کیوں نہیں بتایا؟''

''کیسے بتاتی باجی......؟ کیا ثبوت تھا میرے پاس؟......حماد آسانی سے کہہ سکتا تھا کہ ایسا میں رقابت کی بنا پر کہہ رہی ہوں، پھر آپ کی اور دانی کی شادی کا کوئی ثبوت ہمارے پاس موجود نہیں تھا۔ سب سے بڑھ کر اس میں آپ کی بدنامی تھی۔ اور پھر آپ یقین کریں جب آپ سے منسوب تابوت گھر میں لایا گیا تو اس خبیث نے اداکاری کے ایسے جوہر دکھائے، کہ سبھی گھر والے اس کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ اس وقت اگر میں کسی نئی کہانی کے ساتھ جلوہ گر ہوتی تو منہ کی کھاتی۔''

”دانی کیسا ہے؟ ...... یاد کرتا ہے مجھے؟“ مسکان کی نگاہوں میں اپنے بھولے بھالے چاہنے والے کی مغموم صورت لہرائی۔

”بہت زیادہ باجی! ...... اتنا کہ میں رشک کرنے لگتی ہوں آپ کی قسمت پر۔ تمھارے بعد بھی اس کی زبان پر تمھاری باتیں ہیں۔ وہ ....“ یہ الفاظ فریحہ کے لبوں پر تھے کہ اس کا موبائل بجنے لگا، دانیال کی کال تھی۔

”لیں جی! ...... کافی لمبی عمر ہے دانی کی، اسے یاد کیا اور کال آنے لگی جناب کی؟“ فریحہ نے ہنستے ہوئے کال اٹینڈ کی اور اس کے ساتھ لوڈ سپیکر کا بٹن بھی آن کر دیا تھا۔

”جی دانی! ......؟“

”فری! ...... کہاں ہو؟ ...... میں پارکنگ میں انتظار کر رہا ہوں۔“

اس نے پوچھا۔ ”تمھیں ردا نے نہیں بتایا؟“

”ملتی تو بتاتی نا۔“

”شاید وہ پہلے نکل گئی ہوگی ...... خیر میں اپنی سہیلی کی طرف آئی ہوئی ہوں ...... کل ملاقات ہوگی۔“

”ٹھیک ہے ...... خدا حافظ۔“

اس سے پہلے کہ وہ رابطہ منقطع کرتا فریحہ سرعت سے بولی۔ ”اچھا بات سنو ......“

”جی۔“

”ابھی کہاں جاؤ گے؟“

”تمھیں پتا نہیں ہے۔“ دانیال کے لہجے میں حیرانی کا عنصر نمایاں تھا۔

”بتا دینے میں کیا حرج ہے؟“ فریحہ جانتی تھی مگر اس کے منہ سے کہلوانا چاہتی تھی۔

”مشی کے پاس جاؤں گا اور وہاں سے گھر۔“

”اچھا قبرستان میں زیادہ دیر نہ بیٹھے رہنا ......“ فریحہ نے مسکان کی آنکھوں میں نمی نمودار ہوتے دیکھ لی تھی

”مشورے کا شکریہ۔“ دانیال نے رابطہ منقطع کر دیا۔

”پتا ہے باجی! ...... یہ قبر پر بیٹھ کر سارے دن کی کارگزاری سنائے گا ...... یقین مانو لگتا ہی نہیں ہے کسی قبر

والے سے مخاطب ہے۔"

"فری!......وہ مرد ذات ہے، اور تمھیں میں نے ساری کارگزاری سنا دی ہے۔ اتنے دن میں اوباش مردوں کا کھلونا بنی رہی۔ میں اب پہلے والی مسکان نہیں رہی جسے اپنی حرمت و عصمت پر فخر ہوا کرتا تھا۔"

"باجی!......کیسی بات کر رہی ہیں۔" فریحہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب جا بیٹھی۔ "تمھارے اغوا کے بعد میں نے یہ سوال کیا تھا دانیال سے......اور پتا ہے اس نے کیا جواب دیا۔"

مسکان کی سوالیہ نظروں کو اپنی جانب نگراں پا کر وہ بولی۔

"اس نے کہا تھا......اس بات کا جواب اس کے بتائے بغیر مشی کو معلوم ہے......پھر میں نے کہا کہ، مجھے جو معلوم نہیں ہے تو کہنے لگا،......کون کہتا ہے کہ کسی غلیظ اور گندے مرد کی دست درازی سے کوئی معصوم لڑکی آلودہ ہو سکتی ہے۔ یہ آلودگی صرف احساسات میں ہوتی ہے۔ پہلے شوہر سے بھی تو اس کا جسمانی تعلق رہا ہے اور اس وجہ سے میں نے اسے ہلکا سا بھی طعنہ نہیں دیا۔ جبکہ اس میں اس کی اپنی مرضی بھی شامل تھی، اور یہ کہ......یہ تو چند درندے ہیں، اگر کراچی شہر کے سارے بدکار بھی زبردستی اس کی مشی کو روندتے رہیں اور کئی سال تک یہ سلسلہ چلتا رہے، اس کے بعد بھی تم اسے اتنی ہی عزیز ہو گی جتنی پہلے تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ۔"

مسکان آبدیدہ ہو گئی۔ "ہاں فری!......میں جانتی ہوں وہ ایسا ہی ہے۔"

"وہ آپ سے بہت پیار کرتا ہے باجی!......"

"اچھا یاد آیا فری!......یہ تو بتاؤ حماد، کیوں بچے کے لیے اتنا بے کل ہو رہا تھا......کہ اس نے دانی سے میری شادی کرا دی......اس سارے بکھیڑے میں پڑنے کے بجائے وہ مجھے پہلے بھی قتل کرا سکتا تھا؟"

فریحہ سر جھکاتے ہوئے خفیف لہجے میں بولی "باجی!......بچہ ہونے کی صورت میں وہ آپ کے کل ترکے کا وارث بنتا، جبکہ اس کے برعکس ہونے کی صورت میں اسے صرف نصف ترکہ ملتا۔"

"اوہ......تو یہ بات تھی۔" مسکان سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلانے لگی۔ اس کی سوچ اس سمت نہیں جا سکی تھی، واقعی حماد جیسے لالچی اور گھٹیا شخص سے یہی امید کی جا سکتی تھی۔

"اچھا یہ بتاؤ......کب دانی سے اس کی مشی کو ملا رہی ہو؟" فریحہ نے موضوع بدلا۔

مسکان ہنسی۔ ''چلو وہیں قبرستان میں ...... اس بہانے میں اپنی قبر بھی دیکھ لوں گی۔''

اور فریحہ سرہلاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

☆......☆......☆

دانیال کو اپنی مشی کی قبر کے پاس بیٹھے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اسے عقب میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی...... اس نے سوچا۔

''شاید فریحہ ہے۔'' مگر پیچھے مڑ کر دیکھنے کی زحمت اس نے نہیں کی تھی۔ اپنی مشی کے ساتھ بات چیت کے دوران وہ اردگرد کی نقل و حرکت سے بے پرواہ ہو جایا کرتا تھا۔

نووارد اس کے قریب آیا، اچانک ایک مانوس خوشبو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی، اس کے دل کی دھڑکن ایک دم تیز ہوئی اور جو نام اس کے دماغ میں آیا وہ ناقابلِ یقین تھا۔

اس نے پیچھے کی طرف سر گھمانا چاہا مگر اس سے پہلے وہ کچھ دیکھ پاتا، نووارد نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ اس نے وہ ہاتھ، اپنے کھردرے ہاتھوں میں لے کر ٹٹولے، اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں پانی بھر گیا۔

''یہ کیسے ممکن ہے؟'' اس کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ ''کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں؟''

''کیوں ممکن نہیں۔'' اس کے کانوں میں مشی کی آواز نے رس گھولا۔ ''کیا اپنے رب سے اعتبار اٹھ گیا ہے۔'' یہ کہتے ہی مسکان نے اس کی آنکھوں سے ہاتھ ہٹا دیے تھے۔

وہ جھٹکے سے پیچھے مڑا، نم آنکھوں کے سامنے مسکان کا ملیح چہرہ موجود تھا۔ حیرت و مسرت کی عجیب کیفیت اس پر طاری ہو گئی۔

''مشی...... کیا یہ...... پر کیسے؟...... کیسے؟...... اتنا بڑا انعام...... اتنی رحمتوں کی بارش...... یہ کیسے ممکن ہے؟''

اس نے مسکان کا ملائم چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا۔ ''یقیناً یہ خواب ہے؟''

مسکان کو جس نے بھی دیکھا، وہ خوش بھی ہوا تھا حیران بھی...... مگر جو بے پایاں خوشی اسے دانیال کے چہرے اور آنکھوں میں نظر آرہی تھی وہ اسے فہیم بھیا کی آنکھوں میں بھی نظر نہیں آئی تھی۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ فہیم

بھائی اسے بیٹی کی طرح عزیز سمجھتا ہے، مگر دانیال کی چاہت، عقیدت وعبادت دائرے میں شامل تھی۔

''زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہیں دانی!......کیا کہتے ہیں......مارنے والے سے بچانے والا بڑا ہے''

''مشی!......میرا رب بہت عظیم ہے......اپنے کم تر اور گناہ گار بندوں کی دعائیں بھی اتنی ہی رحمت سے قبول فرماتا ہے، جتنا عبادت گزاروں کی مناجات کو قبولیت سے نوازتا ہے۔''

''صحیح کہا......اور یہ ہے میری قبر۔'' اس نے موضوع بدلا۔

''ہاں چندا......پتا نہیں اس میں کون دفن ہے؟''

''ہے ایک مظلوم......اس کا والد تاوان کی رقم ان درندوں کے حوالے کرنے پر تیار نہیں ہوا تھا، انھوں نے اسے میرا لباس پہنا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔''

''وہ اسے ویسے ہی مروا سکتے تھے......اتنا ڈراما کرنے کی ضرورت کیا تھی......اور تمھیں دنیا والوں سے چھپا کر زندہ رکھنے میں ان کی کون سی غرض پوشیدہ تھی؟'' دانیال نے ذہن میں مچلتے سوال کو الفاظ کا روپ دیا۔

''دانی!......یہ وہ درندے ہیں جن کی نظر میں عورت ایک کھلونا ہے......نیا کھلونا ہاتھ آیا تھا، انھوں نے سوچا کچھ عرصہ جی بہلا لیں......خوب کھیلے وہ میری بے بسی کے ساتھ......اب میں وہ مشی نہیں رہی جو اپنی عصمت پر فخر کیا کرتی تھی......اب تو میں گندگی کا ڈھیر اور کچرے کا انبار ہوں......دانی!......کیا میں تمھیں اس حالت میں قبول ہوں؟......کیا تم اب بھی مجھے وہی توجہ اتنی ہی محبت دو گے؟......کہیں یہ حادثہ ہمارے درمیان دوریوں کی فصل تو نہیں بو دے گا......؟ خدارا اگر تمھارے دل میں ذرا سا بھی میل آگیا ہے تو مجھے طلاق دے دو، میں تم سے کوئی گلہ کوئی شکوہ نہیں کروں گی۔''

دانیال دکھی لہجے میں بولا۔''مشی!......یقیناً میری چاہت میں کوئی کھوٹ یا خلوص میں کمی پائی ہے جو تم نے یہ سوال کیا ہے۔''

''نہیں دانی!......بہ خدا تمھاری محبت پر میں بجا طور پر فخر کر سکتی ہوں......مگر یہ بھی جانتی ہوں کہ تم مرد ذات ہو، مرد ہر بات برداشت کر لیتا ہے مگر اپنی عورت پر غیر کا سایا برداشت نہیں کر سکتا۔ اور میں ڈرتی ہوں کہیں بعد میں تمھارا ذہن بھی، میری ان اندھیری راتوں اور تاریک دنوں سے متاثر نہ ہو جائے۔''

''مشی!...... مجھے یہ غلط فہمی تھی کہ تم مجھے جانتی ہو؟'' دانیال آبدیدہ ہو گیا۔

''دیکھو دانی!...... میری سوچیں بعید از قیاس نہیں۔''

''شٹ آپ...... بند کرو یہ گھٹیا گفتگو...... کیا سمجھ رکھا ہے تو نے میری محبت کو۔'' دانیال کا غصیلا لہجہ مسکان سے زیادہ خود اس کے اپنے لیے حیران کن تھا۔ ''یہ کوئی بات ہے کرنے والی...... اس سے بہتر تھا تم لوٹ کر ہی نہ آتیں۔''

''د...... د...... دانی!...... دیکھو میرا یہ مطلب نہیں تھا...... میں تو...... میں تو......'' مسکان کی آنکھیں کسی جھرنے کا منظر پیش کرنے لگی تھیں۔

دانیال تڑپ کر آگے بڑھا اگلے لمحے وہ اس کی بانہوں کے حصار میں تھی۔

''مشی!...... میری جان...... بہت برا ہوں میں، تمھیں رلا دیا...... پگلی کیوں ایسی باتیں کرتی ہے۔ اور میں قسم کھا کے کہہ سکتا ہوں کہ تمھارے دل میں یہ اندیشہ بالکل نہیں ہے...... تمھیں گمان بھی نہیں ہو سکتا، کہ میں ایسی بات سوچ بھی سکتا ہوں۔ یہ بس تم مجھے چھیڑنے کے لیے کہہ رہی تھیں...... ہے نا۔''

''ہاں۔'' مسکان گلوگیر لہجے میں بولی۔ اور دانیال مسکراتے ہوئے اس کا سر سہلانے لگا۔

''سوری کہو مجھے۔'' الٹا ہاتھ آنکھوں پر پھیرتے ہوئے وہ لاڈ سے بولی۔

''میری توبہ...... یہ دیکھو کان پکڑ لیے...... آئندہ ایسا نہیں بکوں گا...... اگر تم نے ایسی بات نہ کی تو؟''

اور مسکان کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

''میں کہوں گی...... پھر بھی تم نہیں ڈانٹو گے۔''

''ٹھیک ہے جی...... تم کہہ سکتی ہو...... مشی جو ہوئیں۔''

''اچھا چلو...... فریحہ کو گاڑی میں بٹھا آئی ہوں۔''

''فری!...... وہ تمھیں کہاں مل گئی؟''

''وہ میری سہیلی ہے جناب اور مجھے بڑی بہن سمجھتی ہے، سب سے پہلے اسے ہی ملی ہوں۔''

''ہاں مشی!...... وہ بہت اچھی لڑکی ہے، تمھاری خاطر اس نے اپنی محبت کو ٹھوکر ماردی۔ اور پتا ہے، حماد کو

جلانے کے لیے وہ مجھ سے شادی کر رہی تھی۔''

''وہ تو چلو جو بھی کر رہی تھی ...... یہ بتاؤ، تم کیا کر رہے تھے؟ ...... میرا کفن بھی میلا نہیں ہوا اور تم شادی رچانے چلے تھے۔'' مسکان نے مزاحیہ انداز اپنانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔

''شاید! ...... وجہ تمھیں معلوم ہے۔''

''ٹھیک ہے ...... تم انتقام لے لو حماد سے ...... یوں بھی فریحہ جیسی خوب صورت لڑکی ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گی۔''

''تم مزاح کے انداز میں حقیقی گلہ شکوہ مجھ تک پہنچا رہی ہو ...... یہ میری تجویز نہیں تھی، فریحہ ہی اس کی روح رواں تھی۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے میں بھی تیار ہو گیا تھا۔ اس لیے مجھے اپنے جرم کا اقرار ہے اور میں ہر سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔'' دانیال نے نادم انداز میں سر جھکا لیا۔

''اگر میں کہوں سزا بھی خود تجویز کرو۔'' مسکان کے لبوں پر زخمی مسکراہٹ ابھری۔

مشی! ...... میری تجویز کردہ سزا بھی شاید تمھارے اس دکھ کا مداوا نہ کر سکے؟ ...... جو میرے اس عمل سے تمھیں پہنچا۔''

''وہ بعد کی بات ہے ...... پہلے تم سزا بتاؤ۔''

''میرے لیے فقط ایک بات ہی سزا ہے اور وہ میں اپنے لیے تجویز کر نہیں سکتا ...... باقی تمھاری مقرر کی ہوئی ہر سزا مجھے منظور ہے۔''

مسکان نے بے ساختہ پوچھا۔ ''بھلا وہ کون سی؟''

''مشی سے جدا ہونا۔''

''اگر میں کہوں فریحہ سے بھی شادی کر لو تو ......''

''اور تم۔''

''میں تو تمھاری بیوی ہوں ہی، وہ بھی بن جائے گی ...... یوں بھی مرد کو چار شادیوں کی اجازت ہے ...... سوچو دانی! ...... حماد پر کیا گزرے گی؟''

''مشی!......حماد کو اس کے کیے کی سزا مل گئی ہے...... باقی شادی کرنا آسان ہے مگر تمھاری موجودی میں ، میں اسے نظر انداز کرتا رہوں گا...... تم ایسی توجہ اگر میں چاہوں بھی تو اسے نہیں دے سکتا۔ یہ اس کے ساتھ ظلم ہو گا...... وہ حور شمائل لڑکی اس زیادتی کی حق دار نہیں ہے...... نہیں مشی!...... نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔''

''پہلے تو تم تیار تھے...... اب کیا ہوا؟'' مسکان کے لہجے میں ہلکی سی شوخی در آئی تھی، پہلے والا دکھ کہیں غائب ہو گیا تھا۔ دانیال آج بھی اسے اتنا ہی چاہتا تھا۔

''تمھیں پتا ہے۔''

''نہیں تم بتاؤ؟'' وہ مصر ہوئی۔

''میرے منہ سے کہلوانا ہے تو میری مشی آ گئی ہے اب مجھے کسی کی ضرورت نہیں۔''

''یہ خود غرضی کی انتہا ہے۔'' مسکان کا اصرار جاری رہا۔

''چلو فری انتظار کر رہی ہو گی؟'' دانیال نے قبرستان سے نکلنے کے لیے قدم بڑھا دیئے مسکان لہجے سے اس نے جان لیا تھا کہ وہ بس اسے تنگ کر رہی ہے۔

''نہیں مجھے جواب چاہیے؟'' وہ ڈٹ گئی...... شاید دانیال کو تنگ کرنے میں اسے مزا آ رہا تھا۔

''آؤ نا...... فریحہ سے پوچھ لیتے ہیں؟''

''ہاں یہ ٹھیک ہے......'' مسکان سر ہلاتے ہوئے اس کے ساتھ ہو لی تھی۔

''اتنی دیر لگا دی؟...... یہ باتیں گھر جا کے نہیں ہو سکتی تھیں۔'' فریحہ نے گاڑی سے باہر آ کر آنکھیں نکالیں۔

''نہیں محترمہ!...... فی الحال میں بھیا کے گھر رہوں گی۔''

''مشی!...... یہ ظلم ہے۔'' دانیال کراہا۔

''کوئی ظلم نہیں ہے جناب!...... جب تک بھیا کو ساری بات بتا نہیں دیتی اس وقت تک مشکل ہے کہ ہم مل پائیں۔''

''مطلب...... ممکن ہے کہ آپ کا بھائی مجھے دھتکار دے...... یوں بھی کہتے ہیں دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے اور سانپ کا کاٹا رسی سے بھی جلتا ہے۔''

”اب کی ہے نا...... عقل مندی کی بات۔“ مسکان مسکرادی تھی۔

”یہ مسئلہ تو خیر بعد کی بات ہے پہلے یہ بتاؤ دانی!...... ہماری منگنی کا کیا ہوگا؟“ فریحہ نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔

”وہی ہوگا، جو تمھیں معلوم ہے۔“

”کیا؟“

”فری!...... چھوڑو یہ ڈرامے بازی...... مجھے مشی نے سب کچھ بتا دیا ہے۔“

”باجی!...... آپ بھی نا بس؟“ فریحہ مسکان کی طرف مڑی۔

وہ مسکراتے ہوئے بولی ”دانی...... جھوٹ بول رہا ہے بے وقوف!......“

اور دانیال قہقہہ لگا کے ہنس دیا تھا۔

فریحہ بھی کھسیانے انداز میں ہنستے ہوئے بولی...... ”چلیں بھئی!...... اپنی قسمت میں شریک حیات ہی نہیں ہے۔“

”ایسا نہ کہو فری!...... سچ تو یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی تمھارے قابل ہی نہیں تھا، نہ حماد اور نہ میں۔“

فریحہ گنگنائی۔ ”دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔“

”یہ سچ ہے۔“ مسکان اسے اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے بولی۔ اسے فریحہ سے عجیب قسم کی انسیت ہو چلی تھی۔ ”آؤ چلیں...... میں تمھارے لیے تمھارے شایان شان شوہر ڈھونڈوں گی۔“

”نہیں باجی! تم بس مجھے اپنی فیکٹری میں کوئی چھوٹی سی جاب دے دینا، میں اب شادی ہی نہیں کروں گی۔“

”اچھا اس بارے تم سے اکیلے میں بات کرتی ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ دانیال سے مخاطب ہوئی۔ ”دانی! میں جانتی ہوں اب تمھیں دوری بہت کھلے گی، مگر پلیز دو تین دن مزید صبر کرلو...... میں بھیا کو ساری بات بتا کر ان کا عندیہ لیتی ہوں۔“

”اگر وہ نہ مانے؟“ دانیال کے لہجے میں سینکڑوں اندیشے پوشیدہ تھے۔

مسکان شوخی سے بولی۔ ”پھر ایک مجبور لڑکی کیا کرسکتی ہے......؟“

"میں شاید چند دن سولی پہ ہی لٹکا رہوں۔"

اتنی جلدی گھبرا جاتے ہو......" اس کی گھبراہٹ نے مسکان کو عجیب قسم کا سکون بخشا تھا۔" اچھا پریشان نہ ہونا، اگر بھیا راضی نہ ہوئے تو میں سب کچھ کو ٹھوکر مار کر آ جاؤں گی۔"

وہ اس کا ملائم ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔" مشی!...... مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے...... میں پہلے والا سب کچھ بھی واپس کرنے کو تیار ہوں......بس مجھے میرا خزانہ چاہیے۔"

فریحہ کھنکھارتے ہوئے بولی۔" حضرات!...... یہاں کوئی اور بھی موجود ہے۔"

مسکان کے چہرے پر حیا کی لالی ایسے پھیل گئی تھی جیسے غروبِ آفتاب کے وقت آسمان پر شفق پھیل جاتی ہے ۔ یہ نظارا ہمیشہ دانیال کو مبہوت کر دیتا تھا، اس وقت بھی یہ منظر اسے مدہوش کر گیا۔ جبکہ فریحہ بے ساختہ بولی......

"باجی!...... شکر ہے میں مرد نہیں ہوں...... ورنہ دانیال کو زہر دے دیتی۔"

"بکومت اور چلو۔" مسکان دانیال کی گرفت سے ہاتھ چھڑا کر اپنی کار کی طرف مڑی، فریحہ بھی ہنستے ہوئے اس کے ساتھ ہو لی تھی۔

ان کے جانے تک دانیال وہیں کھڑا رہا۔ رب نے اس کی مشی اسے لوٹا دی تھی۔ اس کی خاموش مناجاتیں رنگ لے آئی تھیں۔

☆......☆......☆

"فری!......تم مجھے بڑی بہن سمجھتی ہو نا؟" سڑک پر آتے ہی مسکان مستفسر ہوئی۔

فریحہ ہنسی۔" تو کیا نہیں ہو......؟"

"ایک بات مانو گی۔"

"اگر ماننے کی ہوئی......تو ضرور مانوں گی۔"

"ماننے کی بات تو ہر کوئی مان لیتا ہے...... مزا تب آتا ہے جب دل نہ چاہے اور مانی جائے...... خاص کر اس رشتے کی جو منہ بولا۔"

"فریحہ اس کے قریب ہو کر اس کے کندھے پر سر ٹیکتی ہوئی بولی۔" آپی!...... آئندہ مجھے منہ بولی نہ کہنا......"

"مطلب مانو گی۔"

"ہاں......ضرور مانوں گی۔"

"شادی کرلو۔"

فریحہ اسے گھونسا مارتے ہوئے بولی۔"تو میں نے کب کہا کہ ساری عمر کنواری رہوں گی......کوئی گزارے لائق رشتہ تو ملنے دو۔"

"میرا مطلب ہے جہاں میں کہوں وہاں شادی کرلو۔"

اوراس مرتبہ فریحہ خاموش رہی۔

"چپ کیوں ہوگئی ہو......کیا میری یہ خواہش پوری نہیں کرو گی؟"

وہ پختہ لہجے میں بولی۔"تمھاری ہر خواہش میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ضرور پوری کروں گی۔"

مسکان پر مسرت لہجے میں بولی۔"ٹھیک ہے کل تمھیں اس آدمی سے ملواؤں گی۔"

فریحہ نے سرہلانے پہ اکتفا کیا تھا۔اس کی زندگی ایک عجیب ڈگر پر آ گئی تھی،جس آدمی کے ساتھ اس نے مرنے جینے کی قسمیں کھائیں تھیں،وعدے،وعید اور عہد کیے تھے،وہ اس کے لیے نہایت ہی ناپسندیدہ ہوگیا تھا۔کہاں وہ اس کی تصویر دیکھے بغیر بستر پر نہیں لیٹتی تھی اور اب اس خوب صورت چہرے کے پیچھے چھپی غلاظت دیکھ کر اسے گھن آتی تھی۔پھر دانیال تھا جس کی شرافت اور مسکان کے ساتھ جنونی محبت دیکھ کر وہ اس کی گرویدہ ہوگئی تھی اسے بھی اپنی مشی واپس مل گئی تھی۔اب شریک حیات کی صورت میں لے دے کے ایک آئیڈیل کا تصور ہی رہ گیا تھا جو ہر شخص بچپن ہی سے دل میں چھپائے ہوتا ہے،خال ہی کوئی دانیال کی طرح خوش قسمت ہوتا ہے کہ اپنے آئیڈئل کو پالے ورنہ کثرت ان لوگوں کی ہے جو بس تصورات اور خیالوں کے سہارے ہی زندہ رہتے ہیں۔وہ بھی اسی جم غفیر میں شامل ہوگئی تھی اسے لگ رہا تھا کہ وہ ایک آوارہ پتا ہے جس کے لیے مسکان کا وجود بصورت ہوا کے ہے۔

مسکان اسے گھر کے سامنے ڈراپ کر کے واپس مڑ گئی۔

☆......☆......☆

''ماں جی!......'' دانیال نے گھر میں داخل ہوتے ہی ماں کو گود میں اٹھا کرناچنا شروع کردیا۔

''ارے باؤلا ہوا ہے لڑکے!......اتارو مجھے نیچے۔''

وہ ماں کو چارپائی پر بٹھاتے ہوئے بولا۔''ماں جی!......آپ سنیں گی تو یقیناً پاگل ہو جائیں گی۔''

''بیٹا اتنا خوش تو، تو اس دن ہوا تھا جب..........'' وہ کچھ کہتے کہتے اچانک خاموش ہوگئی۔

''ہاں ہاں......کہوں ناماں جی!......؟''

''اچھا بتاؤنا پتر!......اتنے خوش کیوں ہو؟'' عائشہ خاتون نے موضوع بدلا۔

''نہیں پہلے آپ اپنی بات مکمل کریں۔''

''چھوڑونا بیٹا!......ماضی کو کرید کر دکھ ہی ملتے ہیں۔''

''نہیں ماں......ہمیشہ تو ایسے نہیں ہوتا۔''

''کاش مسکان بیٹی واپس آسکتی۔''

''ہا......ہا......ماں جی!......خوش ہو جاؤ......آپ کی بیٹی واپس آگئی ہے۔''

''ہاں پتر!......فریحہ بھی تو میری بیٹی ہے۔''

دانیال چہکا۔''مگر میں مشی کی بات کررہا ہوں۔''

''طبیعت تو ٹھیک ہے نا میرے لال!......؟''

''ماں جی! یہ سچ ہے، مشی زندہ ہے، آپ کی بیٹی زندہ ہے......میں ابھی اس سے مل کر آرہا ہوں۔''

''ضرور جاگتے ہوئے کوئی خواب دیکھا ہوگا؟'' عائشہ خاتون کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

''اچھا ٹھہرو آپ کی بات کرادیتا ہوں......'' دانیال موبائل نکال کر مسکان کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔اور پھر تھوڑی دیر بعد عائشہ خاتوں اپنی پیاری بیٹی سے محو گفتگو تھی اس کے چہرے سے پھوٹتی خوشی اس کی مسکان سے محبت کی آئینہ دار تھی۔

☆......☆......☆

''آؤ گڑیا آؤ!'' مسکان کو دیکھتے ہی وسیم کھڑا ہو گیا تھا۔

"پلیز بھیا بیٹھو......" وہ خفیف سی ہوگئی۔ دونوں بھائیوں کو وہ بہت عزیز تھی۔

"گڑیا!......تمھیں نہیں پتا......؟ تمھارے لوٹنے سے ہمیں کتنی خوشی ہوئی ہے؟......اور جانتی ہو فہیم بھائی اس خوشی میں ایک بہت بڑی پارٹی ارینج کر رہے ہیں۔"

مسکان تپائی پر رکھا ریموٹ کنٹرول اٹھا کر ٹی وی آف کرتے ہوئے بولی۔"بھیا!......وہ بعد کا مسئلہ ہے پہلے میرا مسئلہ سنو۔"

"جی فرماؤ......" وسیم مسکراتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"بھیا!......کب تک اس بے وفا کے لیے خوشیوں سے روٹھے رہو گے؟"

"یہ تم کون سا ذکر لے بیٹھیں؟" وسیم کے چہرے پر انقباض کے اثرات نمایاں ہوئے۔

"بھیا!......وہ بدقسمت تھی کہ اس نے آپ جیسے شخص کی قدر نہ کی......اپنی انا اسے محبت سے بھی عزیز ہوگئی تھی اور اس انا اور جھوٹی خودداری نے اس کے ہاتھوں سے وہ نور ہیرا چھین لیا۔"

"ہونہہ!......" وسیم نے ٹھنڈا سانس بھرا......

کچھ اس کو بھی عزیز تھے اپنے کڑک اصول
اور ہم بھی اتفاق سے ضد کے مریض تھے

"اس نے تو سنا ہے دوسری شادی کر لی ہے۔"

وسیم نے اثبات میں سر ہلایا۔"ہاں......طلاق ہونے کے ایک سال بعد کر لی تھی۔"

"اور آپ......اب تک اپنے وعدوں پر قائم ہیں......ہیں نا؟"

وسیم پھیکی مسکراہٹ سے بولا۔"نہیں گڑیا!......کوئی پسند ہی نہیں آئی......بلکہ عورت ذات سے اعتماد ہی اٹھ گیا ہے۔"

"اگر میں اپنی پسند کی بھابی لانا چاہوں؟"

وسیم ہنسا۔"پہلے کبھی یہ بات مانی ہے۔"

"مجھے منوانا آتا ہے......اللہ قسم میں بھوک ہڑتال کر دوں گی۔"

وسیم نے اس کا کان مروڑتے ہوئے کہا۔ "بے وقوف مت بنو۔"

"بھیا! ـــ اس کا نام فریحہ ہے ـــ میری ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی تھی ـــ سفید پوش خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ مجھ سے دو سال چھوٹی ہے اور میں اسے چھوٹی بہن کی طرح سمجھتی ہوں۔ اور اگر یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ میں نے اس کی طرح خوب صورت لڑکی آج تک نہیں دیکھی ـــ"

وسیم نے تصحیح کاری کی۔ "میں اسے دیکھ چکا ہوں۔"

"کب ـــ؟" مسکان ششدر رہ گئی تھی۔

"تمہارے مرنے کی جھوٹی خبر سن کر وہ آخری رسومات میں شامل ہونے کے لیے آئی تھی ـــ پوری رات یہیں تمہاری لاش کے ساتھ چپکی رہی ـــ وہ واقعی خوب صورت ہے۔"

"آپ کو کیسے پتا چلا کہ اس کا نام فریحہ ہے اور ابھی میں اسی کا ذکر کر رہی ہوں؟"

"تمہارا یہ کہنا کہ تمہاری سہیلی بہت خوب صورت ہے ـــ اور اس میں شک نہیں کہ میں نے بھی زندگی میں اس سے خوب صورت لڑکی نہیں دیکھی۔ اور پھر اسی کی وجہ سے تو تم بار بار بے ہوش ہو کر شادی ـــ"

مسکان مسکرائی۔ "کوئی اگر مگر نہیں ـــ آپ کو اس سے شادی کرنی پڑے گی۔"

"کیا وہ مجھ سے شادی کرنے پر رضامند ہو جائے گی؟"

"یہ میری ذمہ داری ہے ـــ" مسکان خوش ہو کر بولی۔

"مگر اس سے پہلے وہ ہمارے محبت کی دعوے دار رہی ہے اور پھر تمہاری موت کی خبر سننے کے بعد دانیال نامی شخص سے شادی کر رہی تھی ـــ تو کیسی لڑکی ـــ؟"

"بھیا! ـــ وہ ایک باکردار لڑکی ہے ـــ اور دانیال سے شادی میری وجہ سے کر رہی تھی ـــ دانیال میرے شوہر کا نام ہے۔" مسکان نے ایک بم دھماکا کیا۔

"کیا ـــ؟؟؟" وسیم حیرانی سے اچھل پڑا۔ "تمہارا دماغ چل گیا ہے؟"

"شاید ہاں ـــ مگر مجھ سے جو غلطیاں سرزد ہو چکی ہیں وہ کسی بھی ذی ہوش سے نہیں ہو سکتیں۔"

"مسکان! ـــ اگر تم مذاق نہیں کر رہی ہو تو میں ساری تفصیل سننا چاہوں گا؟"

وسیم کے لہجے میں شامل غصہ مسکان کو لرزا گیا، مگر اس نے بھائی سے کوئی بات چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی ۔اس نے اول سے آخر ہر بات دہرا دی۔

''تم!......اتنی بڑی کب سے ہوگئی ہو، کہ اپنی زندگی کے فیصلے خود کرنا شروع کر دیئے۔'' وسیم سے غصہ برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

''بھیا!......حماد سے شادی کرنا میری غلطی تھی۔''

وسیم نے اسے گھورا۔''یقیناً......مگر یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے؟''

مسکان نے نادم انداز میں ہاتھ مروڑے۔''بھیا! سب کچھ اتنا اچانک ہوا کہ مجھے سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا۔''

''حماد سے شادی کرنے پر تمھیں ہم میں سے کسی نے منع کیا تھا؟''

مسکان سر جھکاتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگی۔

''ایسا شخص جو بہ قائم ہوش وحواس اپنی بیوی کو، اس لیے طلاق دے کہ وہ دوسرے مرد سے شادی کر کے اس کے لیے بچہ پیدا کرے......اور پھر وہ اس عورت سے محبت کا دعوے دار بھی ہو......عجیب گھٹیا اور قابل نفرت خیال ہے، مسکان مجھے تمھاری عقل پر حیرانی ہو رہی ہے۔''

مسکان اس بار بھی سر جھکائے خاموش بیٹھی رہی گویا وہ اپنے بھائی کی ہر بات سے متفق تھی۔

''بہر حال جو ہوا، سو ہوا، اب مزید بے وقوفی برداشت نہیں ہوگی۔ صبح ہوتے ہی اس سے خلع لے لو۔''

''بھیا......'' مسکان کے ہونٹ کپکپائے۔

''مسکان......! اگر ان سب باتوں کا فہیم بھائی کو پتا چل گیا تو یقیناً وہ تمھاری پٹائی سے بھی باز نہیں آئیں گے۔ایک مزدور سے شادی جو نہ تو تعلیم یافتہ ہے، نہ نسب ہی کوئی اعلیٰ ہے اور صورت بھی گئی گزری ہے، آخر کیا مجبوری پڑ گئی ہے تمھیں؟''

''بھیا!......کردار!......شکل وصورت، حسب نسب اور امارت سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔''

''گڑیا!......کردار بھی بدصورتی، غربت اور حسب نسب کی غیر موجودگی سے دب جاتا ہے۔'' وسیم غصہ بھول

کر اسے سمجھانے لگا۔

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ”ایسا آپ سمجھتے ہیں۔“

”نہیں...... “وسیم نے نفی میں سر ہلایا۔ ”تجربات کہتے ہیں، شواہد کہتے ہیں۔“

”بھیا!......وہ مرجائے گا۔“ مسکان سسکی۔

وسیم بے پرواہی سے بولا۔ ”ہمیں صرف تمھاری فکر ہے۔“

”یہ ظلم ہوگا۔“

”کیا خلع حاصل کرنا ظلم ہے۔“

”بھیا!...... مجھے بھی صرف اپنے بھائیوں کی ضرورت ہے۔ میں کبھی بھی آپ کے حکم سے سرتابی نہیں کروں گی، مگر آپ ایک بار انھیں مل تو لیں، ان سے بات تو کرلیں، انھیں موقع تو دے دیں؟“

”مسکان!...... یادرکھنا، یہ پیار محبت افسانوں اور فلموں ڈراموں ہی میں اچھا لگتا ہے...... میں کل اس کے پاس اپنا آدمی بھیج دوں گا...... اگر اس نے آسانی سے طلاق دے دی تو ٹھیک ورنہ مجھے عدالت سے رجوع کرنا پڑے گا۔“

”بھیا!...... میری خوشی کو بھی مدنظر نہیں رکھو گے۔“ مسکان کی آنکھوں میں نمی ابھر آئی تھی۔

وسیم نے حیرانی سے پوچھا۔ ”ابھی کیا کہا ہے...... کہ تمھیں صرف ہماری ضرورت ہے۔“

”ہمیشہ کہوں گی بھیا...... مگر عورت کا اپنا گھر بھی تو ہوتا ہے۔“

”میں نے کب انکار کیا ہے۔“

مسکان منمنائی۔ ”میں شاید کسی اور کے ساتھ خوش نہ رہ سکوں۔“

”یہی بات غالباً تم نے حماد سے شادی کرنے کے لیے بھی کہی تھی۔“

”جب میں غلط تھی تو آپ نے مان لیا...... اب............؟“

وسیم نے قطع کلامی کی۔ ”اپنے تئیں تم تب بھی صحیح تھیں۔“

”ٹھیک ہے بھیا!...... میں ان کے پاس نہیں جاؤں گی، مگر خلع بھی نہیں لوں گی...... بس ساری زندگی ان کی

منکوحہ ہی رہوں گی۔"

"یہ بھلا کیا بات ہوئی؟" وسیم نے ڈانٹنے کے انداز میں پوچھا۔

"بھیا!...... میں نے ان سے شادی اپنے شوہر کا حکم مان کر کی تھی، اور نکاح کے بعد مجھے پتا چلا کہ وہ کتنا خوش اخلاق، مخلص اور توجہ دینے والا شخص ہے، ان کے اور حماد کے رویے میں ایک واضح فرق محسوس کرنے کے بعد ہی میں نے حماد سے باضابطہ طور پر علیحدگی کی بات کی تھی۔ اور سچ کہوں تو میں حماد کی تجویز سے متفق نہیں تھی، پر اسے چھوڑ بھی نہیں سکتی تھی...... اور اس کی تجویز ایسی نہیں تھی کہ میں آپ سے مشورہ کر سکتی...... بس یہ غلطی ہوگئی، اب میں وہ غلطی دہرانا نہیں چاہتی۔"

"میرا خیال ہے یہ مزدور چند لاکھ لے کر ہی اپنی نام نہاد محبت سے دست بردار ہو جائے گا؟"

"بھیا!...... اپنی کہانی میں مجھے کافی باتیں حذف کرنی پڑیں...... ورنہ حماد نے پوری کوشش کی تھی کہ دانیال طلاق دے دے...... اس مقصد کے لیے اس نے روپے پیسے کے لالچ کے ساتھ اسے جسمانی طور پر بھی زدو کوب کرایا تھا...... وہ پوری رات پولیس کی مار برداشت کرتا رہا مگر مجھے طلاق دینے پر آمادہ نہ ہوا۔"

وسیم گویا تنگ آ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے بولا۔"مسکان! میں فہیم بھائی کے سامنے تمھاری وکالت نہیں کر سکتا۔"

"بھیا!...... آئی لو یو سو مچ۔" مسکان خوشی سے جیسے کھل اٹھی تھی...... اگلے لمحے وہ اپنے بھائی سے لپٹ گئی۔

"میں جانتی تھی، آپ میری بات نہیں ٹالیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔"محترمہ! یہاں حکم فہیم بھائی کا چلتا ہے، اس لیے تمھاری چاپلوسی کسی کام آنے والی نہیں"

"انھیں منانا میرے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔" مسکان اطمینان سے بولی۔"آپ کو کسی سفارش کی ضرورت نہیں آپ بس فری کے لیے ہاں کریں۔"

"اف پھر وہی فری......" وسیم نے جان چھڑانے کے انداز میں کہا مگر اس کے لہجے میں شامل مصنوعی بیزاری مسکان کی نظروں سے اوجھل نہیں تھی۔

"بھیا!...... ایسی لڑکی قسمت والوں کو ملتی ہے...... چند دن کے تعلق کے باوجود وہ میرے لیے اتنی بڑی

قربانی دینے کے لیے تیار ہوگئی۔آپ اندازہ نہیں کر سکتے وہ کتنی مخلص لڑکی ہے اور پتا ہے اب تو اس نے نقاب اوڑھنا بھی شروع کر دیا ہے۔“

”ہاں تم کم تھیں نا......ایک دوسری دہشت گرد بھی لے آئیں۔“

”بھیا!......نہیں نا؟“ مسکان نے منہ بسورا۔

وسیم اس کی ناک کھینچتے ہوئے بولا۔”اوکے......جو مرضی آئے کرو......مگر یاد رہے اسے مجبور نہ کرنا، یہ نہ ہو تم اس پر زبردستی اپنی مرضی ٹھونستی رہو۔“

”اوہ بھیا!......زندہ باد......“ مسکان خوشی سے کھل اٹھی۔وسیم کے چہرے پر بھی مسکراہٹ نمودار ہوگئی تھی۔

”ویسے بھیا!......مجھ سے غلطی ہوگئی......مجھے کافی عرصہ پہلے یہ کام کر لینا چاہیے تھا، امی جان تو ہیں نہیں ......ان کے بعد بہن ہی کا کام بنتا ہے کہ اپنے بھائیوں کو سنبھالے۔“

”بڑی آئی سنبھالنے والی۔“وسیم نے قہقہہ لگایا۔اور پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔”اچھا ایک بات بتاؤ؟“

”جی بھیا!......“ اسے سنجیدہ دیکھتے ہوئے مسکان کے چہرے پر سے بھی مسکراہٹ غائب ہوگئی تھی۔

”حماد اتنی بڑی بے غیرتی پر کیوں راضی ہوا......ایسا تو شاید زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا کہ اپنی بیوی کسی اور کے نکاح میں دے دی جاتی۔“

”وہ خود بانجھ تھا......بغیر بچے کی پیدائش کے اگر وہ مجھے قتل کرتا تو اسے میرے ترکے سے صرف نصف حصہ ہی مل پاتا جبکہ بچے کی موجودی میں وہ پورے کا مالک بن بیٹھتا اور معصوم بچے کی وجہ سے آپ لوگوں کی ہمدردیاں بھی سمیٹتا رہتا۔“

”بچے کے موجود نہ ہونے کے باوجود، ہم نے تمھارا سب کچھ اسی خبیث کے حوالے کر دیا تھا۔“

”بھیا!......منصوبہ بناتے وقت حتیٰ الوسع، امکانات پر کم ہی بھروسا کیا جاتا ہے......سب کچھ جاتے دیکھ کر اسے نصف پر ہی سمجھوتا کرنا پڑا۔یہ الگ بات کہ اس کا واسطہ جن لوگوں سے پڑا تھا انھیں دولت سے زیادہ انسانیت کی قدر ہے۔“

”اچھا......اب اس کے بارے تمھارا کیا ارادہ ہے؟“

''بھیا!......وہ مجھے طلاق دے چکا ہے......البتہ ہو سکے تو اس سے باقاعدہ طلاق نامہ دستخط کرالیں، باقی جتنی سزا اسے پولیس دے چکی ہے میرے خیال میں کافی ہے......محل سے فٹ پاتھ پر آنا ہی اس کے لیے جتنی اذیت کا باعث بنے گا وہ ہم اسے پھانسی پر چڑھا کر بھی نہیں پہنچا سکتے اور پھر فری کی شادی شاید اسے پاگل خانے تک لے جائے۔''

''ٹھیک ہے گڑیا!......'' وسیم نے اثبات میں سر ہلایا اور مسکان جانے کے ارادے سے کھڑی ہو گئی۔

''اور ہاں!......فہیم بھائی کو میں راضی کرلوں گا تم آج دانیال کو مجھ سے ملوا لینا۔''

مسکان لاڈ سے مسکرائی۔ ''بھیا جان!......آپ کو بتانے کا مطلب بھی یہی تھا۔''

اس کے انداز پر وسیم بھی بے ساختہ مسکرانے لگا تھا۔

☆......☆......☆

''فری!......تم کہاں ہو؟'' کال ریسیو کرتے ہی فریحہ کو مسکان کا خوشی سے بھرپور لہجہ سنائی دیا۔

''باجی!......ابھی ابھی یونیورسٹی سے لوٹی ہوں۔'' مسکان کا خوشی سے بھرپور لہجہ سن کر اس کی آدھی تھکن تو اتر گئی تھی۔

''فٹافٹ تیار ہو جاؤ......میں تمھیں لینے آرہی ہوں۔''

''میں نے ابھی تک کھانا بھی نہیں......''

مسکان نے قطع کلامی کی۔ ''میں نے بھی نہیں کھایا......اکٹھے کھائیں گے۔''

''ٹھیک ہے باجی!......ویسے بڑی خوش نظر آرہی ہو؟''

''بات ہی خوشی کی ہے...... ملنے پر بتاتی ہوں۔'' مسکان نے کال منقطع کر دی اور وہ تھکے تھکے انداز میں واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے تیار ہونے تک مسکان وہاں پہنچ گئی تھی۔ فریحہ کی ماں سے مل کر اس نے ہیلو ہائے کی اور فریحہ کو ساتھ لے کر گھر سے باہر آ گئی۔

''ہاں......اب بتاؤ کیا خوش خبری ہے؟'' کار میں بیٹھتے ہی فریحہ بے تابی سے مستفسر ہوئی اس سے مزید انتظار نہیں ہو رہا تھا۔

”فری!......وسیم بھائی نے ہاں کردی ہے۔“ مسکان خوشی سے چہکی۔

”وسیم بھائی نے ہاں کردی ہے؟“ فریحہ نے سمجھنے والے انداز میں پوچھا...... پھر ایک دم اسے خیال آیا تو وضاحت چاہتے ہوئے بولی۔ ”مطلب اسے دانیال اور آپ کی شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے؟“

”ہاں، وہ بھی اور......“ کہہ کر وہ معنی خیز نظروں سے فریحہ کو گھورنے لگی۔

”اور کیا......؟“ فریحہ اچنبھے سے بولی۔ ”اور سامنے دیکھو ایکسی ڈنٹ ہی نہ کر دینا۔“

”اور یہ کہ، محترمہ فریحہ رباب اب فریحہ وسیم بننے والی ہے؟“ اس کے کہنے کے باوجود مسکان اسی کی جانب متوجہ رہی۔

فریحہ الجھن آمیز لہجے میں بولی۔ ”میں سمجھی نہیں؟“

”کیا میں تمھیں بہ طور نند پسند ہوں؟“ مسکان کا انداز مزاحیہ تھا۔

”باجی!......آپ کا بھائی وسیم...... مگر وہ......وہ میرے ساتھ......“

”ہاں میری فری کے لیے رشتوں کی کمی تو نہیں ہے نا؟“ مسکان پیار سے بولی۔

فریحہ کی آنکھوں میں نمی نمودار ہوئی۔ ”باجی!......کیا میں ان کے قابل ہوں، کیا وہ میرے ماضی سے واقف ہیں؟“

”کیسا ماضی......؟ تمھاری مراد، حماد کے ساتھ تعلق سے ہے یا دانیال سے ہونے والی منگنی سے؟“

”دونوں سے......اور میرے سٹیٹس سے بھی۔“

”بھیا ہر چیز سے واقف ہیں۔ کسی کو پسند کرنا اور شادی کا وعدہ کرنا کوئی گناہ نہیں۔ اگر حماد اس طرح ،دھوکے باز اور بے ایمان شخص نہ ہوتا تو یقیناً اب تک تم اسے اپنا بھی چکی ہوتیں، مگر نہ تو تم اس کی قسمت میں تھیں اور نہ وہ تمھارے قابل تھا۔“

فریحہ کھسک کر اس کے قریب ہوئی اور اس کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے بولی۔ ”باجی!......لگ رہا ہے میں خواب دیکھ رہی ہوں۔“

فریحہ نے ایک ہاتھ سے سٹیرنگ تھام کر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ ”فری!...... جانے کتنے سالوں بعد بھیا

نے ہاں کی ہے۔ دورانِ تعلیم انھیں ایک لڑکی سے محبت ہوگئی تھی...... نوشین ایک بہت بڑے جاگیردار کی بیٹی تھی، ہمارا خاندانی پس منظر بھی تمھارے سامنے ہے۔ دونوں کی محبت میں نہ تو سماج آڑے آیا اور نہ طبقاتی فرق ...... دونوں کی شادی ہوگئی ...... پھر ایک بہت چھوٹی سی بات ہوئی بالکل پانی کے قطرے جتنی بات، جو آہستہ آہستہ سمندر میں بدل گئی...... بھابی کے چھوٹے بھائی کی شادی تھی...... بھیا بزنس ٹور پر ملک سے باہر تھے۔ بھابی نے زور دیا کہ بھیا ان کے بھائی کی شادی ضرور اٹینڈ کریں، بھیا نے کوشش بھی کی لیکن وہ وقت پر نہ پہنچ سکے۔ بھابی نے غصے میں آ کر بھیا سے جھگڑا کیا اور خفا ہو کر میکے میں ڈیرے ڈال لیے۔ بھیا کو بھی غصہ آ گیا اور انھوں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ ایک دن بھابی نے جانے کس کیفیت کے زیر اثر بھیا سے خلع مانگ لی، بھیا نے بغیر کچھ سوچے خلع کے کاغذات سائن کر دیئے اور پھر...... بھابی نے کچھ عرصے بعد دوسری شادی کر لی مگر بھیا اب تک یہ قدم نہیں اٹھا سکے۔"

"اور یہ ہما میرے سر پر بیٹھا۔"

"بھیا خوش قسمت ہیں کہ انھیں فری مل رہی ہے۔" مسکان نے دوبارہ دونوں ہاتھوں سے اسٹیرنگ تھام لیا تھا۔

"باجی!...... میں سمجھتی تھی آپ کی دوستی نے مجھ سے خوشیاں چھینی ہیں۔"

مسکان ہنسی۔ "تو ٹھیک ہی سمجھتی تھیں نا۔"

"باجی!...... آپ ہمیشہ مجھ سے چند قدم آگے ہی رہتی ہیں۔" فریحہ نے عقیدت سے کہا۔ "آپ کو فقط دانیال ہی نے صحیح پہچانا ہے۔"

مسکان کھلکھلا کر ہنس پڑی...... "دانی...... کو بھی خوش خبری سنا دیں۔"

فریحہ بھی ہنستے ہوئے بولی۔ "ایک ایک سیکنڈ گن رہا ہوگا بے چارہ۔"

"اچھا اسے فون کر دو کہ آج شام کا کھانا اسے وسیم بھائی کے ساتھ کھانا ہے۔"

"واہ......" فریحہ خوشی سے چیخی۔ "باجی لگتا ہے آج سب کچھ منوا لیا ہے اپنے بھیا سے۔"

"ہاں...... اسے تحفہ بھی تو بہت بڑا دے رہی ہوں بدلے میں۔"

"بڑی آئی تحفے والی۔" فریحہ نے اس کی پیٹھ پر دھپا لگایا۔

"کوئی مانے یا نہ مانے...... بھیا ضرور مانتے ہیں یہ بات۔"

"باجی! آپ بھی نا بس؟" فریحہ شرمانے لگی۔ اسی وقت مسکان نے گاڑی ایک بڑے ہوٹل کی پارکنگ میں موڑ دی۔

☆......☆......☆

دانیال پہلی مرتبہ مسکان کا گھر دیکھ رہا تھا۔ اتنی بڑی کوٹھی اس نے خواب میں بھی نہیں دیکھی تھی۔ مسکان نے اسے اپنے بھائی سے ہونے والی ساری بات چیت بتا دی تھی۔ فریحہ نے بھی اسے مبارک باد دینے کے بعد خوب چھیڑا تھا۔

دانیال جانتا تھا کہ وہ کسی بھی لحاظ سے مسکان کے قابل نہیں ہے، مگر محبت اندھی ہوتی ہے، پاگل دل کوئی دلیل، کوئی برہان اور کسی منطق کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ انوکھا لاڈلا کھیلنے کو چاند مانگتا ہے، اپنی رٹ، ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتا۔

اس وقت بھی وہ دماغ میں مختلف اندیشے لیے مسکان کے بھائیوں کی محل نما کوٹھی میں موجود تھا۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے اسے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ ملازما چائے اور لوازمات کے ساتھ حاضر ہوئی۔

چائے کی پیالی اسے پکڑا کر وہ کھانے کے لوازمات ٹیبل پر سجانے لگی، مگر دانیال کا دل کچھ کھانے پینے کو نہیں کر رہا تھا، اسے آنے والے دل شکن مرحلے کا انتظار تھا، مسکان کا بھائی اگر اسے قبول کر کے خوشی کے سنگھاسن پر بٹھا سکتا تھا تو، یہ بھی ممکن تھا کہ اسے ناپسندیدگی کی سند سے نواز دیتا۔ اور اس کے بعد جینے کی لگن ہی ختم ہو جانی تھی۔

"شاید مشی میرا ساتھ دینے پر تیار ہو جائے؟" ایک موہوم سوچ نے اسے تسلی دی۔ اور وہ چائے کی چسکیاں لینے لگا۔

چائے کی پیالی ختم ہونے سے پہلے ایک خوش شکل مرد اندر داخل ہوا، دانیال بے ساختہ اٹھ کھڑا ہوا۔

مسکان کے بھائی نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "پلیز بیٹھیں!" اور دانیال نے دوبارہ نشست

سنبھالتے ہوئے ادھ بھری پیالی تپائی پر رکھ دی۔

''تو آپ کا نام دانیال ہے، آپ ایک مزدور ہیں اور مسکان سے شادی کے خواہش مند ہیں۔''

''خواہش مند نہیں سر!......اس کا شوہر ہوں۔''

وسیم ہنسا......''اچھا دانیال صاحب!...... یہ بتائیں اسے کھلاؤ گے کہاں سے؟''

''جہاں سے خود کھا رہا تھا وہیں سے اسے بھی کھلاؤں گا......رزق دینا تو اللہ پاک کے ہاتھ میں ہے، البتہ یہ وعدہ کرتا ہوں اسے کبھی دکھ نہیں دوں گا۔''

''اس بات کا دعوے دار تو اس کا پہلا شوہر بھی تھا۔''

''ضرور ہوگا......مگر دھوکے بازی اور خلوص میں امتیاز کرنا تو آپ کا کام ہے نا۔''

''دانیال!...... پہلے بھی ہم نے گڑیا کی خوشی کی وجہ سے ہاں کی تھی اور اب بھی اس کی وجہ سے مجبور ہیں ......باقی جہاں تک دھوکے بازی اور خلوص میں امتیاز کرنے کا تعلق ہے تو وہ اتنا آسان نہیں ہوتا، اگر ہماری بہن اس کے ساتھ اتنا لمبا تعلق رکھنے کے باوجود اسے نہ پہچان سکی تو ہم ایک ملاقات میں کیا پہچان پاتے۔''

دانیال پر مسرت لہجے میں بولا۔''سیٹھ صاحب! آپ کی مجبوری ہے یا مہربانی میں شکر گزار ہوں اور ہمیشہ رہوں گا؟''

''بہن ہمیں جان سے بھی پیاری ہے۔اور حماد کی خباثت سے ہمیں جو دکھ پہنچا وہ میں بیان نہیں کر سکتا، یہ تو اللہ پاک کی رحمت ہوئی اور مسکان کی چند سانسیں باقی تھیں کہ وہ زندہ سلامت واپس مل گئی۔لیکن یاد رکھنا اب اگر آپ نے وہی حرکت دہرانے کی کوشش کی تو مجھے قاتل بننے سے شاید ہی کوئی روک سکے۔''

وہ اعتماد سے بولا۔''میں ضرور ڈرتا، اگر میرے دل میں میل ہوتا۔''

''مسٹر دانیال!...... یہ نکاح دوبارہ پڑھوایا جائے گا، کیونکہ پہلے والا نکاح سب جاننے والوں کی نظر سے پوشیدہ ہے۔''

دانیال شرماتے ہوئے بولا۔''مجھے کسی بات پہ بھی اعتراض نہیں......بس اپنی شریک حیات واپس چاہیے۔''

وسیم کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔''مل جائے گی یار!......تمھاری سفارش ہی بہت بڑی ہے۔''

”کیا میں ابھی اس سے مل سکتا ہوں؟“

”مل لو......میں کون ہوتا ہوں روکنے والا۔وہ کیا کہتے ہیں میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی۔“ دانیال نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔”بھیا کہتے تو یہ بھی ہیں کہ ساری خدائی ایک طرف اور جورو کا بھائی ایک طرف۔“

وسیم نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔”سامنے ہال میں دائیں طرف والا تیسرا کمرہ مسکان کا ہے۔اور وہاں اس کے ساتھ ایک مہمان بھی موجود ہے،اس مہمان کو میری طرف سے کہہ دینا کہ میں اپنے کمرے میں اس کے جواب کا منتظر ہوں اور یہ بھی کہ،جواب اس کی منہ زبانی ہی سننا چاہتا ہوں۔“

”تھینکس سر!......“دانیال مسکان کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆......☆......☆

وہ دروازہ کھٹکھٹا کر اندر داخل ہوا،کمرہ بھینی بھینی خوشبو سے مہک رہا تھا۔یقیناً وہ خوشبو مسکان ہی کی تھی۔اس کے ساتھ فریحہ کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا تھا۔

”لیں جی!......دانی صاحب معرکہ سر کر کے آ گئے ہیں۔“فریحہ اسے دیکھتے ہی چہکی۔

”ایسا ہی ہے اور اب تمہاری باری ہے۔“

”میری باری......؟“فریحہ کے لہجے میں حیرانی تھی۔مسکان کے چہرے پر بھی حیرت چھلکنے لگی تھی۔

”جی محترمہ!......وسیم بھائی کہہ رہے تھے کہ وہ فریحہ بی بی کا جواب انھی کی منہ زبانی سننا پسند فرمائیں گے۔اب سوال کیا تھا اس سے بندہ غریب لاعلم ہے۔“

”مم......مگر......میں کیسے......باجی!......یہ بات......انھیں آپ بتا دیں نا؟“اس نے مسکان کا سہارا لینا چاہا۔

”میں کیوں بتاؤں؟جبکہ موصوف آپ کی منہ زبانی سننا چاہتے ہیں۔“مسکان نے صاف انکار کر دیا۔

”ہاں......آپ نے اپنے شوہر نامدار سے گفت و شنید کرنا ہو گی نا؟“فریحہ نے منہ بنایا۔

”اس میں شک ہی کیا ہے؟“مسکان بے باکی سے بولی۔

”مگر میں کیسے ان کا سامنا کروں گی؟“فریحہ کا سرخ و سفید چہرہ لال ہو گیا تھا۔

”یقیناً......میری لاعلمی میں اندر ہی اندر کوئی نئی بات چل رہی ہے......اور جہاں تک میں سمجھا ہوں محترمہ فریحہ رباب صاحبہ اور وسیم بھائی کو ایک کرنے کا چکر ہے......کیا ایسا ہی ہے مشی؟“ دانیال سوچ کے گھوڑے دوڑاتے ہوئے مسکان سے مستفسر ہوا۔

”آپ ٹھیک سمجھے ہیں جناب!“ مسکان مسکرائی۔

”واہ......تو میڈم فری!......ایسا ہے، آج آپ کی جگہ مشی بھائی کے پاس چلی بھی جاتی ہے کل کلاں کو تو آپ نے اکیلے ہی ان کا سامنا کرنا ہے۔“

”شٹ آپ دانی!......“ فریحہ شرما گئی تھی۔

مسکان نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔”فری!......جب تک بھیا آپ کے منہ زبانی آپ کا فیصلہ نہیں سن لیتے انھیں چین نہیں آئے گا۔“

”ہانکیں جی دل کھول کر گپیں ہانکیں......جا رہی ہوں میں۔“ فریحہ پاؤں پٹختے ہوئے بولی۔

”کہاں جا رہی ہیں؟“ دانیال نے بے ساختہ پوچھا۔

”انھی کے پاس......جن کا پیغام آپ بہ نفسِ نفیس لے کے آئے ہیں۔“ فریحہ منہ بناتے ہوئے مسکان کے کمرے سے باہر نکل گئی۔

☆......☆......☆

مسکان کا گھر فریحہ کا دیکھا بھالا تھا اور وہ جانتی تھی کہ سیٹھ وسیم کی خواب گاہ کون سی ہے......خواب گاہ کے دروازے تک تو وہ بڑے اعتماد سے چل کر گئی تھی، لیکن دروازہ کھٹکھٹانے وقت اس کے ہاتھ کانپنے لگے، ٹانگوں میں بھی واضح لرزش پیدا ہو گئی تھی۔ اپنی یہ حالت خود اس کے لیے حیرانی کا باعث بنی تھی۔ وہ ایسی تو نہیں تھی کہ کسی مرد کا سامنا نہ کر سکتی؟

چند لمحے تو وہ دروازے پر کھڑی رہی پھر ہمت کر کے ہاتھ اٹھایا مگر اس کے دستک دینے سے پہلے دروازہ بے آواز کھلتا چلا گیا۔

دروازہ کھولنے والا وسیم تھا۔ وہ نرم لہجے میں بولا۔”پلیز!......تشریف لائیں۔“

''آ......آپ کو کیسے پتا چلا میری آمد کا؟'' وہ حیران رہ گئی تھی۔

وسیم مسکرایا۔''اونچی ہیل کے سینڈلوں کی ٹک ٹک جب کسی کے دروازے کے سامنے معدوم ہو جائے تو یقیناً اس کا مطلب یہی بنتا ہے کہ کوئی خصوصی مہمان تشریف لایا ہے۔''

فریحہ جھینپ کر نیچے دیکھنے لگی۔

''میں نے کوئی درخواست کی ہے۔'' اسے ساکت دیکھ کر وہ دوبارہ بولا۔

''ج......جی......جی۔'' اس نے جھکا سر اٹھایا، اور اسے اپنی جانب دیکھتے پا کر دوبارہ نیچے دیکھنے لگی۔

''بندے نے عرض کی ہے کہ اندر تشریف لے آئیں۔'' وسیم نے اپنی بات دہرائی۔

''تو بندہ سائیڈ پر تو ہو جائے نا۔'' فریحہ کا شوخ لہجہ وسیم کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا تھا۔

''اوہ سوری!......'' وہ خفیف ہوتا ہوا جلدی سے ایک طرف ہو گیا تھا۔

''تھینکس۔'' کہہ کر فریحہ اندر گھس گئی۔

خواب گاہ کے فرش پر دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ فریحہ نے ایک طائرانہ نگاہ چاروں طرف گھمائی، خواب گاہ قیمتی اور خوب صورت سامان سے سجی ہوئی تھی، دیواروں کے ساتھ قیمتی پینٹنگز لٹک رہی تھیں۔ ڈبل بیڈ کے سامنے والی دیوار پر بڑی سکرین کی ایل ای ڈی لگی ہوئی تھی۔ خواب گاہ میں ایئر فریشنر کی پھیلی خوشبو فریحہ کو مدہوش کرنے لگی۔ ایسی سجی ہوئی خواب گاہ اس نے کبھی سپنے میں بھی نہیں دیکھی تھی۔ گو مسکان بھی سیٹھ زادی تھی مگر انتہائی سادہ اور زندگی کی رنگینیوں سے دور اس لیے اس کی خواب گاہ بھی بہت سادہ سی تھی۔ وہ سحر زدہ سی ایک ایک چیز کو دیکھنے لگی

''شاید زندگی کی ساری رنگینیاں دولت کے دم قدم سے ہیں؟'' ایک تلخ سوچ اس کے دماغ میں ابھری اور اس کے دل میں اپنی ذات کی بے بضاعتی کا احساس پھیلتا چلا گیا۔

''مس فریحہ! آپ بیٹھیں نا۔'' وسیم کی آواز اسے خیالوں سے باہر لے آئی تھی۔ وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''وسیم صاحب!......میں بس یہ کہنے آئی تھی کہ......کہ......باجی نے مجھے مجبور نہیں کیا، بلکہ میں......میں ......'' اس سے آگے وہ کچھ نہیں کہہ پائی تھی اور شرما کر نیچے دیکھنے لگی۔

”ہاں جانتا ہوں......“وسیم بیڈ پر بیٹھتا ہوا بولا۔”آپ تشریف تو رکھیں۔“

بیڈ کے ساتھ پڑی قیمتی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے آہستہ سے پوچھا۔”پھر بلانے کا مقصد؟“

”پہلے یہ بتائیں، کچھ پینا پسند فرمائیں گی؟“

”نو تھینکس۔“اس نے انکار میں سر ہلایا۔

”کیا میں آپ کو فری، کہہ سکتا ہوں؟“

وہ شرماتے ہوئے بولی۔”جس رشتے میں ہم منسلک ہونے جارہے ہیں......اس کے بعد آپ کسی بھی نام سے پکارنے کا حق رکھتے ہیں۔“

”لیکن وہ حق نکاح کے بعد حاصل ہوگا نا محترمہ!“

”شاید آپ نے صرف گپ شپ کرنے کے لیے بلایا ہے۔“

”نہیں......“وسیم انکار میں سر ہلاتے ہوئے سنجیدہ ہو گیا۔”زندگی رہی تو گپ شپ کا بہت وقت پڑا ہے ،اس وقت زحمت دینے کا مقصد ایک تو، آپ کو اپنے ماضی سے روشناس کرانا تھا، تاکہ بعد میں کوئی غلط فہمی نہ جنم لے............“

”میرا خیال ہے آپ کے ماضی کے بارے باجی مجھے سب کچھ بتا چکی ہیں۔“فریحہ نے قطع کلامی کی۔

”بہت خوب......اب یہی درخواست میں آپ سے کرنا چاہوں گا۔“

”میں سمجھی نہیں۔“فریحہ کے لہجے میں حیرانی تھی۔

”مطلب......میں آپ کے بارے سب کچھ جاننا چاہوں گا، وہ بھی جو سب کو پتا ہے اور وہ بھی جو صرف آپ کو پتا ہے۔“

”بہت تلخ سوال ہے سیٹھ صاحب!......“اس مرتبہ فریحہ کے لہجے میں شرم وحیا کے بجائے تلخی کی آمیزش تھی ۔”حالانکہ جس نے مجھے آپ کے شب و روز سے مطلع کیا، یقیناً اس نے میرا ماضی بھی آپ کے سامنے دہرایا ہوگا ......لیکن آپ شاید میری منہ زبانی ہی سننا چاہتے ہیں......جانے کیوں؟“

”اگر آپ نہیں بتانا چاہتیں تو............“

''ضرور بتاوں گی...... سیٹھ صاحب!...... ضرور...... میرا نام جیسے آپ جانتے ہی ہیں، فریحہ رباب، ابو بینک میں کیشیر ہیں...... ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتی ہوں اور خوش قسمتی یا بد قسمتی سے اللہ نے شکل اچھی بنائی ہے اس لیے چاہنے والوں کی کبھی کمی نہیں رہی...... البتہ میں نے صرف حماد کو پسند کیا اور کوشش کہ ہماری شادی ہو جائے، مگر اللہ پاک کو منظور نہیں تھا اسے روپے پیسے کا لالچ لے ڈوبا گو پہلے پہل میں بھی اس کے ساتھ شامل تھی مگر باجی سے ملنے کے بعد میں نے یہ خیال دل سے نکال دیا تھا...... باجی کی موت کی جھوٹی خبر پر میں نے دانیال کو پرپوز کیا، کیونکہ ایک تو میں باجی کی موت کا بدلہ لینا چاہتی تھی اور دوسرا وہ بہت مخلص شخص ہے۔ اور اللہ گواہ ہے کہ میں آج بھی ان دونوں مردوں سے نگاہ ملا کر بات کرسکتی ہوں، نقاب اوڑھنے سے پہلے بھی میں اس حد تک جانے کو کسی قیمت پر تیار نہیں تھی کہ جس کی وجہ سے میں اپنا وقار اور فخر کھو دوں...... آپ کے سامنے بھی نقاب اسی لیے نہیں اوڑھا کہ آپ نے مجھے پرپوز کیا ہے...... اس کے علاوہ اگر آپ کچھ پوچھنا چاہتے ہیں تو بہ خدا میں صحیح جواب دوں گی......؟'' نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی انکھوں میں نمی بھرتی چلی گئی۔

''نہیں بس اتنا ہی سننا تھا......''

''اوکے تھینکس......'' اس نے ہاتھ کی پشت آنکھوں پر پھیری اور دروازے کی طرف چل دی۔

''کیا میں توقع کرسکتا ہوں کہ اس سوال جواب نے ہمارے درمیاں کسی غلط فہمی کو جنم نہیں دیا ہوگا۔''

وہ رکی اور پیچھے مڑے بغیر بولی...... ''نہیں سیٹھ صاحب...... بلکہ غلط فہمی دور ہوئی ہے۔''

''فری!...... ایک منٹ۔'' سیٹھ وسیم نے اس کی طرف قدم بڑھائے۔

''میرا نام فریحہ رباب ہے سیٹھ صاحب۔'' وہ اس کی جانب مڑتے ہوئے نارمل انداز میں بولی۔

''واٹ!...... ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ مجھے اجازت دے چکی ہیں......''

''وہ لمحات گزر گئے ہیں سیٹھ صاحب!......'' وہ قطع کلامی کرتے ہوئے بولی۔ اس کے ساتھ اس نے دروازہ کھولنا چاہا، مگر غیر متوقع طور پر سیٹھ وسیم نے آگے بڑھ کر اس کی کلائی تھام لی۔

''چھوڑیں مجھے......'' فریحہ نے اپنی کلائی چھڑانا چاہی۔

''جس دن آپ مسکان کے مرنے کی خبر سن کر ہمارے گھر آئی تھیں اس دن آپ نے پنک کلر کے کپڑے

پہنے تھے، گلے میں کالا دوپٹا اور بالوں میں نیلے رنگ کی پونی تھی ......اور اسی رنگ کے پتھر کی انگوٹھی تمھارے دائیں ہاتھ کی رنگ فنگر میں تھی............"

"کیا مطلب ہے اس سب کا؟" اس نے تلخ لہجے میں قطع کلامی کی۔

"فری!......میں ٹھکرایا ہوا مرد ہوں۔ یقیناً میرے سوالات نے آپ کی عزت نفس کو مجروح کیا ہے، لیکن معاف کرنا بھی تو تمھارے بس میں ہے۔" اس کے لہجے میں کوئی ایسی بات ضرور تھی کہ فریحہ ایک دم ڈھیلی پڑ گئی تھی۔

"سیٹھ صاحب!......"

"وسیم......آپ وسیم کہہ سکتی ہیں۔"

اچانک فریحہ کے ہونٹوں پر شرمیلی مسکراہٹ ابھری۔ "اچھا ٹھیک ہے، نہیں ہوں خفا، اب مجھے جانے دیں"

"جب خفا تھیں تو جانے نہیں دے رہا تھا......اب تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

وہ ملتجی ہوئی۔ "باجی منتظر ہوں گی نا۔"

"وہ مجھ سے اہم ہے۔"

"ہاں......" فریحہ نظریں جھکاتے ہوئے بولی۔ "کیونکہ اسی کی وجہ سے مجھے وسیم ملا ہے۔"

"سچ......" سیٹھ وسیم خوشی سے چلایا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے فریحہ کے کندھے تھام لیے تھے۔

وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔ "اس دن آپ نے بلیک پینٹ، سفید شرٹ اور بلیک کلر ہی کا کوٹ پہنا تھا ......گلے میں نیوی بلیو کلر کی ٹائی تھی، بال بکھرے تھے، پاؤں میں براؤن شوز تھے ......اور آپ بالکل کھوئے کھوئے سے نظر آرہے تھے، باجی کی موت کی خبر نے آپ کو بہت دکھی کر دیا تھا......"

"فری!......ان باتوں کا مطلب......؟" وہ حیران ہی تو رہ گیا تھا۔

"بچہ چاند کو دیکھ کر مچلتا تو ہے نا؟"

وہ شکوہ کناں ہوا۔ "اگر ایسی بات تھی تو کبھی اپنی باجی ہی سے ذکر کر دیا ہوتا؟"

"اپنی اوقات نے دامن سوال دراز نہ کرنے دیا۔"

"تمھاری اوقات......آئندہ ایسا کہا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

’’اس میں شک ہی کیا ہے؟‘‘

’’شاید تمھیں اپنی شکل وصورت کا احساس نہیں ہے؟‘‘

وسیم کے ہاتھوں کو آہستگی سے اپنے کندھوں سے ہٹاتے ہوئے وہ دھیرے قدموں سے چلتی ہوئی بیڈ کے ساتھ رکھی منقش کرسی پر بیٹھ گئی۔’’وسیم!......‘‘ اس کا لہجہ خواب ناک سا تھا۔’’بالی عمر ہی سے مجھے احساس ہو گیا تھا کہ میں کتنی خوب صورت ہوں......سکول، کالج اور پھر یونیورسٹی میں کئی دل پھینک ایسے تھے جو میری ایک نظر کرم کے لیے ترستے تھے......مگر میری آنکھوں میں کوئی نہ جچا...... یہاں تک کہ میں نے حماد کو دیکھا اور دیکھتے ہی دل نے کہا یہی ہے جو میرے خوابوں کا شہزادہ ہے......میری عمر کی لڑکی صرف محبت ہی کو سب کچھ سمجھتی ہے وہ دیکھتی ہے تو محبوب کی آنکھ سے، سوچتی ہے تو محبوب کے دماغ سے، فیصلہ کرتی ہے تو محبوب کی مرضی کے مطابق، میں بھی ایسی ہی تھی۔ میں اس کے خوب صورت چہرے کے پیچھے چھپے گھناؤنے پن کو نہ دیکھ پائی۔ مسکان کی قسمت پر رشک کرتی رہی کہ وہ اس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا......پھر ایک دن مسکان یونیورسٹی نہیں آئی تھی میں یونیورسٹی بس کا انتظار کر رہی تھی کہ حماد نے مجھے موٹر سائیکل پر لفٹ کی آفر کی ...... مجھے اپنی خوش قسمتی پر ناز ہونے لگا، اسی دن ہم نے اظہار و اقرار کی ساری منزلیں طے کر لیں......اس کے ساتھ حماد نے مجھے اس بات پر بھی راضی کر لیا کہ وہ وقتی طور پر مسکان کے ساتھ محبت کا ناٹک کھیلتا رہے گا، کیونکہ اسی طرح وہ اپنے مستقبل کو روشن بنا سکتا تھا ...... میں بھی بچپن ہی سے بہت سی ادھوری خواہشات کا بوجھ دل میں چھپائے پھر رہی تھی ......اور پھر میں نے سوچا کہ حماد یہ سب کچھ میرے ہی لیے تو کر رہا ہے......اس کی مسکان سے شادی ہو گئی، میں اس پر زور دیتی رہی کہ وہ جلد سے جلد مسکان سے تعلق توڑے تاکہ ہم دونوں ایک ہو سکیں ......مگر پھر جب ہم نے سوچا تو مسکان کو ختم کیے بغیر اس کی دولت کا حصول ناممکن نظر آیا۔ میں کسی بے گناہ کی موت پر کبھی تیار نہ ہوتی لیکن حماد نے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے مجھے آمادہ کر لیا کہ وہ مسکان کو قتل کرے گا۔ اسی دوران ہماری کنگڈم میں دانیال کی انٹری ہوئی۔ اس کی مسکان باجی سے جنونی محبت کو دیکھ کر میں دوبارہ حماد کے سر ہو گئی کہ وہ سب کچھ ٹھکرا کر میری طرف لوٹ آئے۔ پھر میری مسکان باجی سے ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات کے بعد میں اس مخلص لڑکی کی گرویدہ ہو گئی۔ میں نے سختی سے حماد کو منع کر دیا کہ مسکان کے خلاف کسی بھی قسم کی کارروائی نہ کرے، مگر اس شخص کے نزدیک

ہر چیز، ہر رشتہ ، ہر احساس دولت کے بعد آتا تھا۔ میرے زور دینے پر اس نے وقتی طور پر تو حامی بھر لی کہ مسکان کو کچھ نہیں کہے گا، لیکن در پردہ وہ اپنے منصوبے پر عمل پیرا رہا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ مسکان بھی دانیال کی محبت پا کر اس سے برگشتہ ہوگئی۔ نتیجتاً اسے کسی مجرم تنظیم کا سہارا لینا پڑا۔ میں اسے کچھ بھی نہیں کہہ سکتی تھی سوائے اس کے کہ اسے اس کی محبت سے محروم کر دوں۔ پس میں نے دانیال کے نزدیک ہوگئی۔ کیونکہ مسکان کی موت کے بعد وہ بالکل بکھر گیا تھا، دوسرا مجھے حماد سے بھی بدلہ لینا تھا۔ مسکان باجی کی موت کی خبر سن کر میں یہاں آئی تھی اور اس دن آپ کو دیکھا مگر مجھ میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ آپ کے خواب ہی دیکھ سکتی اور اب جبکہ باجی اللہ پاک کے کرم سے واپس آگئی ہے تو اس نے جانے کیسے آسمان سے چاند کو توڑا اور میری گود میں پھینک دیا۔"

وسیم مسکرایا۔"میرے کہنے پر تو نے اپنی کہانی سنائی اور خفا بھی ہوگئیں۔ اب بغیر میرے کہے اتنی تفصیل سے سب کچھ بتا دیا۔"

"آپ کے لہجے نے میرے دل میں غلط فہمی کا بیج بو دیا تھا، لیکن یقیناً میں غلط تھی۔"

"نہیں غلطی میری تھی۔" وسیم نے اس کا ملائم ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ تھامتے ہوئے سہلایا۔"سوری ، مجھے معاف کر دو۔ لیکن بہ خدا میرا مقصد وہ نہیں تھا جو آپ نے سمجھا۔ ہر آدمی کے ماضی میں کئی اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں۔ یقیناً میرے بھی ہوں گے۔ اگین سوری فری!...... مجھے معاف کر دو۔"

فریحہ نے اپنا دوسرا ہاتھ وسیم کے ہاتھوں پر رکھا۔"وسیم!...... مجھ پر اعتبار ہے نا؟"

وہ چاہت سے بولا۔"دل و جان سے......"

"تو یقین رکھو...... مجھ پر، میں نے اپنا سارا ماضی آپ کے سامنے کھول دیا ہے...... اور میں ایک دفعہ پھر کہتی ہوں، کہ اس دنیا میں کوئی ایسا مرد نہیں ہے جس کے سامنے مجھے نظریں جھکانا پڑیں، میں حماد کو چاہتی تھی کیونکہ وہ مردانہ وجاہت کا نمونہ تھا لیکن اس کی غلاظت بھری سوچ نے مجھے اس سے متنفر کر دیا اور پھر میری زندگی میں دانیال آیا میں اس پر خلوص شخص سے متاثر ضرور تھی مگر نہ تو وہ مجھے چاہتا تھا اور نہ مجھے اس سے کوئی محبت تھی ، ہمارے بیچ بس ہمدردی کا رشتہ تھا۔ البتہ حماد کا متبادل اس کے علاوہ کوئی نظر نہ آیا اور پھر حماد سے باجی کا انتقام بھی تو لینا تھا۔"

''فری!......اتنی صفائیاں دینے کی وجہ......؟''

وہ نظریں جھکاتے ہوئے بولی۔ ''کیونکہ میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی۔''

پگلی!...... مجھے بس ایک ہی ڈر تھا۔''

''وہ کیا؟'' فریحہ نے اشتیاق سے پوچھا۔

''یہی، کہ آپ یہ حامی کہیں مسکان کے دباؤ کی وجہ سے تو نہیں بھر رہیں۔''

وہ شوخی سے مسکرائی۔ ''واہ! میں پڑھی لکھی ہوں کسی کے دباؤ میں آ کر میں اپنی زندگی داؤ پر کیسے لگا سکتی ہوں؟''

''اجی!...... پڑھے لکھوں کا بھی کوئی بھروسا نہیں ہوتا۔'' سیٹھ وسیم نے کہا اور فریحہ قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

☆......☆......☆

مسکان سرخ کپڑوں کی ڈھیری بنی آنے والے خوشگوار لمحات کے بارے سوچ رہی تھی۔ آخر کار دانیال نے اسے جیت ہی لیا تھا۔ یہ وہی خواب گاہ تھی جس میں چند ماہ پہلے وہ دلہن بن کر آئی تھی۔ گویا دلہن کے ساتھ خواب گاہ بھی نہیں بدلی تھی۔ دولھا بھی وہی تھا......بس بدلے تھے تو اس کے احساسات...... پہلی مرتبہ جب وہ دانیال کی دلہن بنی تھی تو اس کا دل اندیشوں سے پر تھا اور وہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے آنے والے وقت کو ٹالنے کے لیے دعا گو تھی اس کے برعکس، آج وقت گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ سیکنڈز کی سوئی نے گھنٹوں کی سوئی سے ساز باز کر کے اس کی جگہ سنبھال لی تھی ......اور منٹوں اور گھنٹوں کی سوئیوں کی باری تو یوں بھی سیکنڈز کے بعد آتی ہے۔ لمحہ لمحہ سال بن گیا تھا۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ لمحہ لمحہ صدی کیوں نہ بن جائے وقت نے آخر گزرنا ہی ہے

دروازہ کھٹکھٹا کر دانیال اندر داخل ہوا......

''اسلام علیکم!......''

اس کی بھاری آواز مسکان کی سماعتوں میں پڑی اور وہ گھونگٹ الٹتے ہوئے بولی۔ ''وعلیکم اسلام!......محترم وقت دیکھا ہے؟''

دانیال نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ارے منہ دکھائی سے پہلے دلہنیں باتیں نہیں کیا کرتیں؟''

مسکان نے منہ بنایا۔ "بس کرو جی!...... بڑا آیا منہ دکھائی والا پچھلی بار کتنی دیر تک گردن جھکائے بیٹھی رہی اور بدلے میں جناب نے ایک رومال پکڑا دیا اب بھی کوئی ایسی ہی چیز اٹھا لائے ہوں گے محترم!"

"اگر میرا تحفہ اتنا ہی برا لگا تھا تو اسی وقت بتا دیا ہوتا۔"

"اب بتا رہی ہوں نا۔"

"اچھا جی!......اب تو سونے کا لاکٹ، ہیرے کی انگوٹھی اور سونے ہی کی چوڑیاں لایا ہوں۔"

"دانی!......منہ دکھائی میں تین تین تحفے یہ خوب رہی؟"

"تو کیا کروں، پچھلی بار ایک تحفہ دیا تھا اور نتیجہ بھگت رہا ہوں......"

وہ ہنسی...... "کیا ہوا جی۔"

"یہ دوسری شادی اسی وجہ سے تو کرنی پڑ رہی ہے نا محترمہ!......غریب آدمی کہاں بار بار خرچہ کر سکتا ہے یہ تو سیٹھوں کے چونچلے ہیں۔"

"اچھا...... یہ بات ہے؟" مسکان نے آنکھیں نکالیں۔

"جی ہاں اور خفا ہونے سے بچت نہیں ہو سکتی۔" دانیال اس کا ہاتھ پکڑ کر سہلانے لگا۔

"دانی!...... مجھے چوڑیاں پہناؤ نا۔" مسکان کھسک کر اس کے قریب ہوئی اور اس کے کندھے پر سر ٹکا دیا۔

دانیال اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔ "مشی!...... جانتی ہو تم مجھے کتنا یاد آتی رہی ہو۔"

مسکان اس کی پیٹھ پر مکے برساتے ہوئے بولی۔ "جی ہاں اسی لیے تو میری قبر کی مٹی سوکھنے سے پہلے جناب نے ایک دوشیزہ ڈھونڈ لی تھی۔"

"اب تک معاف نہیں کیا۔" دانیال نے اس کی ناک پکڑ کر آہستہ سے کھینچی۔

"پہلے سزا تو کاٹو۔"

"کاٹ تو لی ہے، جانتی ہو ایک ایک لمحہ صدیاں بن گیا تھا۔ مشی!...... تمھارے ساتھ ہی بہاریں تھیں اور تمھی سے خوشیاں تم چلی گئیں، کچھ بھی باقی نہیں رہا۔"

"مجھ پر کیا گزری ہوگی، یہ کبھی سوچا ہے؟" مسکان آزردہ ہو گئی تھی۔

دانیال نے خاموشی سے سر جھکا دیا تھا۔

وہ سسکی۔ ”جانتے ہو دانی!...... انھوں نے میرے ساتھ کیا کیا...... میرے غرور، خودداری، عصمت اور عزت نفس کی کیسے دھجیاں اڑائیں میں ہر پل موت کی دعا مانگتی رہی مگر موت بھی مجھ سے روٹھ گئی تھی اور مجھے معلوم تھا کہ یہ سزا مجھے تمھارا دل دکھانے کی وجہ سے ملی ہے میں............“

”بس جان!......“ دانیال نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی جانب گھسیٹ کر آغوش میں لے لیا۔ ”وہ خبیث اپنے انجام کو پہنچ گئے ہیں اور یاد رکھنا گلاب کے پھول پر گندگی کے چھینٹوں کی حقیقت بس اتنی ہے کہ بارش کے چند قطروں سے دھل جاتے ہیں۔ کبھی سنا ہے کہ گرد و غبار نے پھول سے خوشبو چھین لی ہے......؟ نہیں نا...... پھر میرے پھول سے وہ کیسے کچھ چھین سکتے ہیں...... مشی جان!...... تم میرے لیے آج بھی اتنی ہی پاکیزہ، مقدس اور اجلی ہو جتنی اپنی پیدائش کے وقت تھیں۔“

”دانی!...... آپ نے مجھے بگاڑ دیا ہے۔“ مسکان نے اس کی کشادہ چھاتی پر سر رکھ دیا۔

”پگلی!...... تمھیں کیا معلوم اس دل میں تمھاری کتنی چاہ ہے۔“

”اچھا زیادہ ڈائیلاگ بازی کی ضرورت نہیں...... مجھے چوڑیاں پہناؤ۔“ مسکان نے اپنی ریشمی کلائیاں سامنے کرتے ہوئے لاڈ سے کہا۔ اور دانیال بڑی چاہت سے سونے کی چوڑیاں اس کی کلائی میں ڈالنے لگا۔

”دانی!...... ایک بات مانو گے۔“

”مشی!...... ہر بات منوا سکتی ہے۔“

”مجھے ہنی مون منانے کے لیے لے جاؤ گے......؟“

”ہاں...... مگر ایک شرط پر۔“

”وہ کیا؟“ مسکان کے لہجے میں حیرانی تھی۔

وہ شرارت سے بولا۔ ”وہاں سے ایک دم واپسی کے لیے نہیں کہو گی...... کم از کم مجھے ایک دن پہلے بتاؤ گی کہ کل واپس جانا ہے۔“

مسکان کے چہرے پر خفت بھری ہنسی پھیلی اور وہ بولی۔ ”دانی!...... اب طعنے بھی دینے لگ پڑے۔“

''طعنے نہیں جان!......درخواست ہے...... یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اپنی مشی کو طعنے دوں۔''

''ٹھیک ہے کل ہم جا رہے ہیں اور اس بار پورا مہینہ وہیں بتائیں گے۔''

''مشی!......زندہ باد۔'' دانیال نے نعرہ لگایا اور مسکان نے طمانیت سے آنکھیں موند لیں۔

☆......☆......☆

پھٹے پرانے کپڑے، پاؤں میں جوتے ندارد، جھاڑ جھنکار داڑھی، الجھے ہوئے بال جن میں میل کچیل بھرا تھا ،یقیناً اس نے کئی ماہ سے جسم پر پانی کا قطرہ نہیں بہایا تھا۔

چوکیدار نے ہاتھ کے اشارے سے اسے گیٹ کے سامنے سے ہٹنے کو کہا۔مگر وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے چوکیدار کو گھورتا رہا۔

''اچھا بابا!...... یہ لو اور پھوٹو یہاں سے......'' چوکیدار نے پانچ روپے کا سکہ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔مگر پیسوں کی طرف ہاتھ بڑھائے بغیر وہ اسے گھورتا رہا۔

''باباجی!......صاب لوگوں کے آنے کا وقت ہوگیا کیوں مجھے بے عزت کرانے پر تلے ہو۔'' اس مرتبہ چوکیدار نے اسے بازو سے پکڑ کر آگے کی طرف دھکیلا۔

''چھوڑو مجھے......'' وہ ہتھے سے اکھڑ گیا تھا۔'' جانتے نہیں یہ میری کوٹھی ہے۔''

''بابا!......تم نے بیچ دی ہے نا......؟'' چوکیدار نے اسے بہلا پھسلا کر وہاں سے ہٹانا چاہا۔

''مسکین خان!...... یہ میری کوٹھی ہے...... کس نے کہا کہ میں نے بیچ دی ہے؟'' مجنون شخص نے چوکیدار کو اس کے نام سے پکارا۔

چوکیدار نے اسے غور سے دیکھا......اور اس کے وحشت زدہ چہرے پر اسے شناسائی کی جھلک نظر آئی،

''ارے حماد صاحب!......آپ...... یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟'' مسکین خان نے ترحم آمیز لہجے میں پوچھا۔

''ہا......ہا......ہا...... یہ تو بس یونہی حلیہ بدل رکھا ہے۔تم دیکھنا جلد ہی میں ان سیٹھوں پر کیس کر رہا ہوں ،انھوں نے میری کوٹھی اور کاروبار ہتھیا لیا ہے۔''

اس سے پہلے کہ مسکین اس کی بات کا کوئی جواب دیتا اچانک روڈ سے ایک کار نمودار ہوئی۔

''اوہ!...... یہ لازماً مجھے پکڑنے آرہے ہیں؟'' حماد متوحش آواز میں بولا اور مخالف جانب دوڑ پڑا۔ جبکہ مسکین ترحم آمیز نظروں سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ اچانک کار کے ہارن نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا وہ دانیال اور مسکان تھے۔

مسکان پوچھنے لگی۔ ''چچا!...... کون تھا؟''

''کوئی پاگل تھا بیگم صاحب!......'' مسکین خان نے کہا اور آنکھوں میں آئی نمی چھپانے کے لیے گیٹ کی طرف مڑ گیا۔

☆......☆......☆

عائشہ خاتون نے ننھے داؤد کو گود سے نکال کر بے بی کاٹ پر لٹایا اور وہ زور زور سے رونے لگا۔

''اُلے...... کیا ہوا میرے لال کو......؟'' وہ اسے پچکارنے لگی۔ ''میں بس دودھ گرم کر کے ابھی آئی۔'' مگر بچے پر کوئی اثر نہ ہوا وہ اسی طرح روتا رہا۔

''یہ بدمعاش کیوں رو رہا ہے بھئی!......؟'' دانیال آنکھیں ملتا ہوا بیڈ روم سے برآمد ہوا۔ دفتر سے واپسی پر سونا اس کا معمول تھا۔

''دانی!...... ایک منٹ اسے سنبھالو، میں اس کے لیے دودھ گرم کرلوں۔''

''معافی چاہتا ہوں امی جان...... اپنی بہو کو آواز دے لیں۔'' دانیال بہ ظاہر منہ بناتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''آئے ہائے...... باولا ہوا ہے کیا...... وہ غریب سو رہی ہے۔''

''تو نہ سوئے...... اس کا کام ہے وہ خود ہی کرے گی۔'' دانیال کے اطمینان میں فرق نہیں آیا تھا۔

''ماں جی!...... کیا بحث ہو رہی ہے؟'' مسکان جمائی لیتے ہوئے دروازے پر نمودار ہوئی۔

دانیال نے جلدی سے وضاحت کی۔ ''امی جان!...... کہہ رہی تھیں کہ کاکے کے لیے دودھ گرم کرنا ہے تو مشی کو جگا دوں، میں نے کہا کہ میں خود سنبھال لوں گا، آپ دودھ گرم کرلیں۔ بس اتنی سی بات ہوئی ہے۔''

عائشہ خاتون نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''دانی!...... کچھ خدا کا خوف کرو۔''

''امی جان!...... آپ تو کہہ رہی تھیں نا، کہ مشی کو جگا دوں ورنہ لوگ مجھے زن مرید سمجھنا شروع کر دیں گے

اور میں نے کیا کہا، یہی نا کہ کہتے رہیں۔ اب بتاؤ نا مشی کو؟"

"ڈرامے باز نہ ہو تو۔" عائشہ خاتون کی ہنسی نہیں رک رہی تھی۔

"ماں جی!...... یہ کس نے کہا تھا کہ بچے کو سنبھالنا میری ذمہ داری ہے۔" مسکان ہنسی ضبط کرتی ہوئی عائشہ خاتون کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

"دانی سے پوچھو بیٹی!......"

"مم...... میں کیا بتاؤں امی جان!...... ابھی آپ کی چغلی کھاتا اچھا لگوں گا؟"

"ارے بھئی یہ کیا، آپ لوگ گپیں ہانک رہے ہو اور میرا بھانجا رو رو کر ہلکان ہوا جا رہا ہے؟" اچانک فریحہ نے اندر داخل ہو کر انھیں حیران کر دیا تھا۔ اس نے آتے ساتھ داؤد کو بے بی کاٹ سے اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔

دانیال نے جلدی سے پوچھا۔ "فری!...... ایک بات بتاؤ؟"

وہ بولی۔ "پوچھو......؟"

"بچے کو سنبھالنا ماں کی ذمہ داری ہے یا باپ کی؟"

فریحہ اطمینان سے بولی۔ "اگر بچے کی ماں کا نام مسکان عرف مشی ہو تو پھر یہ کام باپ کا بنتا ہے...... کیونکہ ماں نے آخر کچن بھی سنبھالنا ہوتا ہے۔"

دانیال نے طنزیہ لہجے میں پوچھا "اور اگر بچے کی ماں کا نام فریحہ عرف فری ہو تو؟"

وہ اطمینان سے بولی "پھر تو بچے کے ساتھ کچن سنبھالنا بھی باپ کی ذمہ داری ہوگا۔"

"ادھر کرو میرا بیٹا...... شکر ہے میں سیٹھ وسیم نہیں ہوں؟" دانیال اظہار تشکر کرتا ہوا فریحہ کی جانب بڑھا ......اور تینوں خواتین بے ساختہ ہنسنے لگیں۔